باسمہ تعالیٰ

بوستانِ سعدی

مترجم

بہ ترجمہ مولانا قاضی سجاد حسین صاحب

صدر مدرس مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی

ناشر

سب رنگ کتاب گھر دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؕ

پیش لفظ

گلستاں کی طرح بوستاں بھی شیخ سعدی کی دوسری اہم تصنیف ہے، اور جس طرح نثر میں گلستاں کو امتیاز و شرف حاصل ہے، بوستاں کو نظم میں وہی درجہ میسّر ہے۔ فارسی ادبیات میں تین شاعر اپنی اپنی صنف میں امام مانے جاتے ہیں

درشعر سہ کس پیمبر انند — ہر چند کہ لا نبیّ بعدی
ابیات و قصیدہ و غزل را — فردوسی و انوری و سعدی

فارسی ادب میں جس طرح یہ تین شاعر تین بڑی بڑی اصناف سخن کے مالک ہیں اور سعدی ان تینوں کے امام ہیں اسی طرح فارسی نظم میں تین کتابیں بہت بلند پایہ سمجھی جاتی ہیں۔ (۱) شاہنامۂ فردوسی (۲) مثنوی مولانا روم (۳) دیوانِ حافظ۔ لیکن ان میں سے ہر ایک اپنی ایک خصوصیت کی وجہ سے مشہور ہے، اگر وہ خصوصیت اُس سے الگ کر لی جائے تو کتاب کی کوئی قیمت نہیں رہتی۔ مثلاً "شاہنامہ" رزمیہ قصّوں کی وجہ سے۔ "مثنوی معنوی" شریعت کے احکامات تصوّف کی زبان میں ہونے کی وجہ سے۔ "دیوانِ حافظ" اپنے تغزلی رنگ کی وجہ سے۔ لیکن "بوستاں" کی خوشبو و طراوت کسی خارجی وصف کا نتیجہ نہیں، بلکہ اُس کی ذاتی اور حقیقی ہے۔

اس باب میں اگر اُس کا کسی کتاب سے مقابلہ اور موازنہ ہو سکتا ہے تو وہ نظامی کا "سکندر نامہ" ہے۔ ہم ایک دو مثالوں کے ذریعہ دونوں کے فرق کو ظاہر کرنے کی کوشش کریں گے، مثلاً دونوں نے ایک ہی مضمون کو قلمبند کرنے کی کوشش کی ہے، سکندر نامہ میں کہا گیا ہے

کہ داند کہ ایں دخمہ دام و دد — چہ تاریخہا دارد از نیک و بد
چہ نیرنگ با بخرداں ساختہ است — چہ گردن کشاں را سر انداختہ است

شیخ سعدیؔ نے اسی مضمون کو کس سادگی اور اچھوتے پن سے ادا کیا ہے۔

زدم تیشہ یک روز بر تل خاک	بہ گوش آمدم نالۂ دردناک
کہ زنہار اگر مردی آہستہ تر	کہ چشم و بناگوش و روی است و سر

اسی طرح دور اندیشی اور مصلحت بینی کی نصیحت سکندر نامہ میں اس طرح کی گئی ہے۔

میفگن گول گرچہ عار آیدت	کہ ہنگام سرمایہ بہ کار آیدت
خرے برگریوہ ز سختی بمرد	کہ از کاہلی جُل باخود نبرد

اسی مضمون کو دیکھئے "بوستاں" میں کس خوبی سے بیان کیا گیا ہے۔

بہ دختر چہ خوش گفت بانوے دِہ	کہ روزِ نوا برگ سختی بنہ
ہمہ وقت پُر دار مشک و سبوئے	کہ پیوستہ در دِہ رواں نیست جوئے

کسی چیز کی مقبولیت کی ایک بڑی دلیل یہ سمجھی جاتی ہے کہ اسی طرز پر دوسرے بھی اس کی اتباع اور تقلید کی کوشش کریں۔ چنانچہ "بوستاں" کی تقلید میں ہندوستان کے ایک نامی گرامی شاعر شیخ علی حزیں نے "خرابات" کے نام سے ایک مثنوی لکھی ہے۔ اس مثنوی میں اُنھوں نے قحط سالی کے اس مشہور واقعہ کو نظم کیا ہے جو شیخ سعدی نے "بوستاں" کی ایک حکایت میں منظوم کیا ہے۔ ہم چند شعر دونوں کے نقل کرتے ہیں اور فیصلہ قارئین پر اُٹھا رکھتے ہیں۔

بوستاں	خرابات
۱۔ چناں قحط سالے شد اندر دمشق	۱۔ شنیدم کہ در عہدِ بہرام گور
کہ یاراں فراموش کردند عشق	نمود از قضا قحط سالے ظہور
۲۔ چناں آسماں بر زمیں شد بخیل	۲۔ چو صحرائے محشر زمیں تف گرفت
کہ لب تر نہ کردند زرع و نخیل	بر دریوزۂ آسماں کف گرفت
۳۔ بخوشید سرچشمہائے قدیم	۳۔ سحابِ سیہ دل نہ شد مہرباں
نماند آب جز آبِ چشمِ یتیم	بحالِ لبِ تشنۂ خاکیاں

مولانا حالی نے شاعری کی بنیاد چار چیزوں پر بتائی ہے۔ (۱) حقیقت پسندی (۲) ندرت (۳) خیالات کا اچھے لباس میں اظہار اور (۴) جوش و ولولہ۔

اب اس اعتبار سے "بوستاں" پر نظر ڈالئے تو معلوم ہوگا کہ جہاں تک پہلے وصف کا تعلق ہے "بوستاں" کی تقریباً تمام حکایات شاعر کی اپنی سرگذشت اور اپنے تجربہ و مشاہدات پر مبنی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُنھوں نے ان تجربات اور واقعات سے جو اخلاقی نتائج اور پند و مواعظ اخذ کئے ہیں اُن کا اثر پڑھنے والوں کے دل پر گہرا اور

دیریا ہوتا ہے۔ مثلاً "بوستان" کی یہ حکایت پڑھ جائیے جو اس طرح شروع ہوتی ہے۔

صفا در م طفلے اندر گذشت — چہ گویم کز آنم چہ بر سر گذشت

قضا نقش یوسف جمالے نکرد — کہ ماہی گورش چو یونس نخورد

اور دیکھئے کہ آخر میں اس سے جو نتیجہ نکالا ہے وہ کس قدر اثر انگیز اور درس آموز ہے۔

دوسری خوبی کلام میں ندرت اور اچھوتے پن کی بتائی گئی ہے یہ بھی سعدی کے ہاں بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے عام خیال یہ ہے کہ اگلے زمانہ میں ابدال واقطاب کے ہاتھوں میں پتھر بھی چاندی ہو جاتا تھا۔ اسی چاندی اور پتھر کی یکسانیت کو سعدی نے اپنے انداز میں ایک نظم کے اندر ابدالیت نہیں قناعت پر محمول کیا ہے۔ "بوستان" کی یہ حکایت شروع سے آخر تک پڑھ جائیے اور ندرتِ کلام کا لطف اٹھائیے۔

شنیدم کہ در روزگارِ قدیم — شدے سنگ، در دست ابدال سیم،

نہ پنداری ایں قول معقول نیست — چو قانع شدی سیم و سنگت یکے ست

تیسرا وصف یہ بیان کیا ہے کہ خیالات اور واقعات خواہ معمولی ہوں، لیکن اُن کا اندازِ بیان اور انھیں معنی کا لباس ایسا پہنایا گیا ہو کہ اس میں شاعری کی تمام خوبیاں پائی جاتی ہوں، اس میں بھی سعدی کا ہم پایہ ملنا مشکل ہوگا۔ بوستاں میں ایک طویل نظم ہے جس میں زبان، کان، ناک، آنکھ کا بیان ہے اور انھیں خدائے تعالےٰ کی عظیم الشان برکات بتایا ہے، جن پر ہم سب کو شکر ادا کرنا چاہیے۔ نظم ملاحظہ ہو۔

گر از حق نہ توفیق خیرے رسد — کے از بندہ خیرے بہ غیرے رسد

زباں را چہ بینی کہ اقرار داد — بہ بیں تا زباں راکہ گفتار داد

درِ معرفت دیدۂ آدمی است — کہ بکشادہ بر آسمان وزمی است

اور اس طرح آخر تک یہ نظم چلی جاتی ہے۔

چوتھا وصف یہ بتایا ہے کہ شاعر نے جس مضمون یا خیال کا اظہار کیا ہو، شاعر اس کا پورا جوش اور ولولہ رکھتا ہو ورنہ کلام میں زور نہیں پیدا ہوتا، مظاہر فطرت کا ذکر اور اُن سے اخلاقی اصول کا استنباط اگر شاعر کے دل میں عقیدہ کی پختگی اور اظہار میں جوش و ولولہ نہ ہو تو مطلوبہ اثر پیدا نہیں ہو سکتا۔ "بوستاں" کی ایک نظم میں دیکھئے اسی بات کو کس خوبی سے ادا کیا ہے۔

شب از بہر آسائش تست و روز — مہ روشن و مہر گیتی فروز

صبا از برائے تو فراش وار | ہمی گسترانند بساطِ بہار
اگر باد و برف ست و باران و میغ | وگر رعد چوگاں زند برق تیغ
ہمہ کار داران فرماں برند | کہ تخم تو در خاک می پرورند

الیٰ آخرہ

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سعدی کی شہرت اور گلستاں و بوستاں کی مقبولیت کا بڑا سبب یہ ہے کہ انھوں نے اخلاق جیسے مضمون کو اپنی نثر و نظم کا موضوع بنایا ہے اور اسی لئے انہیں اس قدر شہرتِ تامّہ اور مقبولیتِ عامّہ حاصل ہے۔ لیکن فارسی ادب پر نظر رکھنے والے اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ اخلاق و موعظت پر اس زبان میں بیسیوں کتابیں ملیں گی جن میں سے بعض درس و نصاب میں بھی داخل ہیں، لیکن ان کتابوں کے نام بھی زبانوں پر مشکل سے چڑھے ہوئے ملیں گے، مضامین کا اثر و جذب لوگوں کے اخلاق و سیرت پر ہونا تو معلوم! برعکس اس کے سعدی کی گلستاں و بوستاں نے صدیوں تک لوگوں کے اخلاق و سیرت پر جو اثر ڈالا ہو وہ عدیم النظیر ہے۔ یہ سعدی کا حُسنِ بیان اور شیرینی کلام نہیں تو اور کیا ہے!

خاکسار،

سعید انصاری

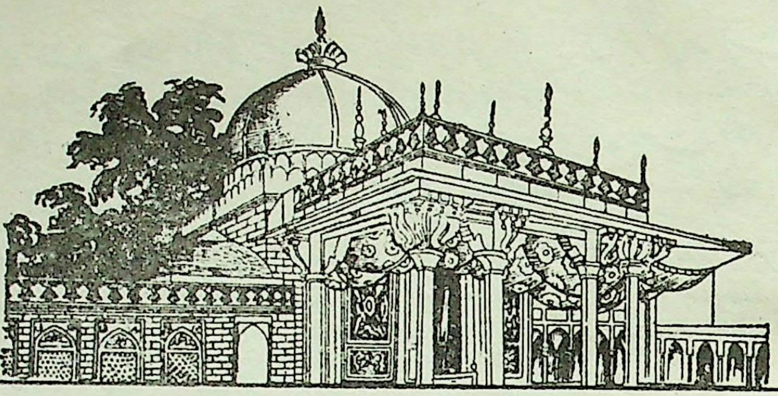
۳۱ جولائی ۱۹۶۱ء

جامعہ ملّیہ اسلامیہ، جامعہ نگر، دہلی

قطعۂ تاریخ

از جناب شوق دہلوی۔

یہ بوستاں سعدی کی با ترجمہ لاثانی
دنیا یہی کہتی ہے کوزے میں بھرا دریا
دشوار جو عقدے تھے آسان ہوئے بیحد
خالق ہی صلہ دے گا سجّاد تمہیں اس کا
یہ معجزہ سعدی کا یہ شان خدا کی ہے
اُنیس سو اکسٹھ میں ہر گل ہے بہار افزا
۱۹۶۱ء



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بنامِ جہاں دارِ جاں آفریں
خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں جو جہان کو باقی رکھنے والا جان کو پیدا کرنیوالا ہے

خداوند بخشندہ دستگیر
جو مالک ، بخشنے والا ، مددگار ہے

عزیزے کہ ہر کز درش سر بتافت
ایسا باعزت ہے کہ جس نے اس کے در سے منہ موڑا

سرِ پادشاہانِ گردن فراز
متکبر بادشاہوں کے سر

نہ گردن کشاں رابگیرد بفور
متکبروں کی فوری پکڑ نہیں کرتا ہے

وگر خشم گیرد بکردارِ زشت
اگر برے کام سے ناراض ہوتا ہے

اگر با پدر جنگ جوید کسے
اگر کوئی باپ کے ساتھ لڑائی دنگا کرے

وگر خویش راضی نباشد زخویش
اگر اپنا اپنے سے ناراض ہو

وگر بندہ چابک نیاید بکار
اگر ہنرمند نوکر کام نہ آئے

وگر بر رفیقاں نباشد شفیق
اگر دوستوں پر مہربان نہ ہو

وگر ترکِ خدمت کند لشکری
اگر سپاہی خدمت نہ کرے

حکیمے سخن بر زباں آفریں
جو ایسا دانا ہے کہ زبان میں قوت گویائی پیدا کرنے والا ہے

کریم خطا بخش و پوزش پذیر
جو سخی ، خطا معاف کرنیوالا ، عذر قبول کرنیوالا ہے

بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت
(پھر) جس در پر گیا کچھ عزت نہ پائی

بدرگاہِ او بر زمینِ نیاز
اس کی بارگاہ میں عاجزی کی زمین پر ہیں

نہ عذر آوراں را براند بجور
نہ معذرت کرنے والوں کو ظلم سے بھگاتا ہے

چو باز آمدی ماجرا درنوشت
جب تو باز آجائے تو گزشتہ کو معاف کر دیتا ہے

پدر بے گماں خشم گیرد بسے
تو یقیناً باپ بہت ناراض ہو

چو بیگانگانش براند زپیش
تو اس کو غیروں کی طرح سامنے سے بھگا دے

عزیزش ندارد خداوندگار
تو آقا اس کو پیارا نہ رکھے

بفرسنگ بگریزد از وے رفیق
تو دوست اس سے تین میل بھاگے

شود شاہِ لشکر کش از وے بری
تو سپہ سالار بادشاہ اس سے بری ہو جائے

لہ یہ شعر بسم اللہ کے قائم مقام ہے۔ جہاں دار موصوف محذوف کی صفت ہے۔ اگلے شعر میں بھی جس قدر صفات مذکور ہیں وہ بھی اسی محذوف موصوف کی صفات ہیں

لہ توبہ کرنے والوں کو اپنے در سے نہیں بھگاتا بلکہ رحم فرماتا ہے۔

لہ انسان انسان کو برائی کا فوراً بدلہ دیتا ہے لیکن خدا گناہگار کو فوری سزا نہیں دیتا ہے۔

ولیکن خداوندِ بالا و پست
لیکن نشیب و فراز کے مالک نے

دو کونش یکے قطرہ در بحرِ علم
دونوں جہان اس کے علم کے سمندر کا ایک قطرہ ہیں

ادیمِ زمین سفرۂ عامِ اوست
زمین کی سطح اس کا عام دسترخوان ہے

اگر بر جفا پیشہ بشتافتے
اگر ظالم پر وہ دوڑ لاتا

بری ذاتش از تہمتِ ضد و جنس
اس کی ذات بالمقابل اور ہم جنس کی تہمت سے بری ہے

پرستارِ امرش ہمہ چیز و کس
ہر چیز اور ہر شخص اس کے حکم کا فرمان بردار ہے

چناں پہن خوانِ کرم گسترد
بخشش کا ایسا چوڑا دسترخوان بچھایا ہے

لطیفِ کرم گسترِ کارساز
ایسا مہربان، کرم فرمانے والا، کام بنانے والا ہے

مر او را رسد کبریا و منی
اُس ہی کو بڑائی اور خودی کا حق پہنچتا ہے

یکے را بسر بر نہد تاجِ بخت
کسی کے سر پر نصیبے کا تاج رکھتا ہے

کُلاہِ سعادت یکے بر سرش
کسی کے سر پر نیک بختی کی ٹوپی اُوڑھاتا ہے

گلستاں کند آتشے بر خلیل
(ابراہیمؑ) خلیل اللہ پر آگ کو گلزار بنا دیتا ہے

گر آنست منشورِ احسانِ اوست
اگر وہ (حضرت ابراہیم کا واقعہ) ہے تو اس کے احسان کا فرمان ہے

پسِ پردہ بیند عملہائے بد
پردہ کے پیچھے برے کاموں کو دیکھتا ہے

بتہدید اگر بر کشد تیغِ حکم
دھمکانے کے لیے اگر حکم کی تلوار سونتے

وگر در دہد یک صلائے کرم
اور اگر بخشش کا ایک اعلان کردے

بعصیاں درِ رزق بر کس نہ بست
نافرمانی کی وجہ سے کسی پر روزی کا دروازہ بند نہیں کیا

گنہ بیند و پردہ پوشد بحلم
وہ گناہ دیکھتا ہے اور بُردباری سے پردہ پوشی کرتا ہے

چہ دشمن بریں خوانِ یغما چہ دوست
اس عام دسترخوان پر دشمن اور دوست یکساں ہیں

کہ از دستِ قہرش اماں یافتے
تو اس کے غصے کے ہاتھ سے کون پناہ پاتا

غنی ملکش از طاعتِ جن و انس
اس کا ملک جن اور انس کی تابع داری سے بے نیاز ہے

بنی آدم و مرغ و مور و مگس
آدم کی اولاد، پرند، چیونٹی اور مکھی

کہ سیمرغ در قاف قسمت خورد
کہ سیمرغ کوہ قاف میں روزی کھاتا ہے

کہ دارائے خلقست و دانائے راز
کہ مخلوق کا نگہبان، راز جاننے والا ہے.

کہ ملکش قدیمست و ذاتش غنی
کیونکہ اس کا ملک قدیم ہے اور اس کی ذات بے نیاز ہے

یکے را بخاک اندر آرد ز تخت
کسی کو تختِ (شاہی) سے اتار کر خاک میں ملا دیتا ہے

گلیمِ شقاوت یکے در برش
کسی کے بدن پر بدبختی کی کملی پہناتا ہے

گروہے بر آتش برد ز آبِ نیل
ایک گروہ کو دریائے نیل کے ذریعہ دوزخ تک پہنچا دیتا ہے

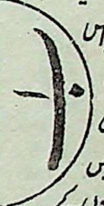
ور اینست توقیعِ فرمانِ اوست
اگر یہ (فرعون کا واقعہ) ہے تو اس کے غصے کا فرمان ہے

ہمو پردہ پوشد بآلائے خود
وہی اپنی عنایتوں سے پردہ پوشی کرتا ہے

بمانند کرّ و بیاں صُمٌّ بُکمٌ
تو مقرب فرشتے بہرے گونگے ہو جائیں

عزازیل گوید نصیبے برم
تو شیطان بول اٹھے کہ میں بھی حصہ حاصل کر لوں گا

۱ یعنی کسی کا گناہ اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔
۲ اللہ کا نہ کوئی مدمقابل ہے نہ اس جیسا ہے۔
۳ اگر سب ہی گناہ کریں تو خدا کی خدائی میں کوئی فرق نہیں آسکتا
۴ ایک فرضی پرندہ ہے گویا اس کے پروں میں تیس پرندوں کے سے رنگ ہیں۔



۵ حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈالا مگر وہ جنتی ہوئے، فرعون کا لشکر پانی میں سے دوزخ میں گیا۔
۶ مقرب فرشتے کوئی دخل نہیں دے سکتے ہیں۔

بدرگاہِ لطف و بزرگیش بر
اس کی مہربانی اور بزرگی کی درگاہ میں

فرو ماندگاں را برحمت قریب
عاجزوں کے لیے اپنی رحمت کے اعتبار سے قریب ہے

بر احوالِ نابودہ علمش بصیر
غیر موجود احوال کو اس کا علم دیکھنے والا ہے

بقدرت نگہدارِ بالاؤ شیب
قدرت کے ذریعہ آسمان و زمین کا نگہبان ہے

نہ مستغنی از طاعتش پشت کس
کسی کی کمر اس کی بندگی سے بے نیاز نہیں

قدیمے[۱] نکوکار نیکی پسند
قدیم ہے، نیک کام کرنے والا، نیکی پسند کرنے والا ہے

ز مشرق بمغرب مہ و آفتاب
مشرق سے مغرب کو چاند اور سورج کو

زمیں از تبِ لرزہ آمد ستوہ
جب زمین شدتِ لرزہ سے عاجز آئی

دہد نطفہ[۲] را صورتے چوں پری
نطفہ کو پری جیسی صورت عنایت کرتا ہے

نہد لعل و فیروزہ در صلبِ سنگ
پتھر کی کمر میں لعل اور فیروزہ پیدا فرماتا ہے

ز ابر افگند قطرۂ سوئے یم
ابر سے ایک قطرہ سمندر میں ڈالتا ہے

ازاں قطرہ لولوئے لالا کند
اس قطرے سے چمکدار موتی پیدا فرماتا ہے

برو علمِ یک ذرہ پوشیدہ نیست
اس پر ایک ذرّہ کا علم بھی چھپا ہوا نہیں ہے

مہیّا کن روزئے مار و مور
سانپ اور چیونٹی کی روزی مہیا کرنے والا ہے

بامرش وجود از عدم نقش بست
اسی کے حکم سے عدم سے وجود پیدا ہوا

دگر رہ بکتمِ عدم در برد
پھر عدم[۳] کے پردے میں لے جائے گا

بزرگاں نہادہ بزرگی ز سر
بزرگوں نے اپنے سر سے بزرگی اتار پھینکی

تضرع کناں را بدعوت مجیب
عاجزی کرنے والوں کی دعا قبول کرنیوالا ہے

باسرارِ ناگفتہ لطفش خبیر
نہ کہے ہوئے رازوں پر اس کی باریک بینی خبردار ہے

خداوندِ دیوانِ روزِ حسیب
حساب کے دن کی کچہری کا مالک ہے

نہ بر حرفِ او جائے انگشت کس
اس کے کسی حرف پر کسی کو انگلی دھرنے کا موقع نہیں

بکلک قضا در رحم نقشبند
حکم کے قلم سے رحم میں (بچے کا) نقش بنانے والا ہے

رواں کرد و گسترد گیتی بر آب
چلایا اور دنیا پانی پر بچھائی

فروکوفت بر دامنش میخ کوہ
اس کے دامن پر پہاڑ کی کیل ٹھونک دی

کہ کردست بر آب صورت گری
(خدا کے علاوہ) کس نے پانی پر نقاشی کی ہے

گلِ لعل در شاخِ پیروزہ رنگ
سرخ پھول سبز رنگ کی شاخ میں لگاتا ہے

ز صلب آورد نطفہ در شکم
ریڑھ کی ہڈی سے نطفہ شکم (ادر) میں لاتا ہے

وزیں صورتے سروِ بالا کند
اور اس (نطفہ) سے سرو قد صورت بناتا ہے

کہ پیدا و پنہاں بہ نزدش یکیست
اس لیے کہ اس کے سامنے کھلا ڈھکا ایک ہے

وگرچند بیدست و پابند و زور
اگرچہ وہ کتنے ہی بے دست و پا اور کمزور ہیں

کہ داند جز او کردن از نیست ہست
اس کے علاوہ کون نیست کو ہست کرنا جانتا ہے

وز آنجا بصحرائے محشر برد
اور وہاں سے قیامت کے میدان میں لیجائے گا

[۱] یعنی اللہ کی ذات ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گی۔
[۲] یہ خدا ہی کی قدرت ہے نطفہ میں شکل و شباہت قائم فرما دیتا ہے۔
[۳] خدا نے انسان کو معدوم سے موجود فرمایا پھر مار کر ناپید فرما دے گا اور پھر حشر میں موجود کر دے گا۔

جہاں متفق بر الہیتش
اس کی خدائی پر تمام جہان متفق ہے

فرو ماند در کنہ ماہیتش
اس کی ماہیت کی حقیقت میں عاجز ہے

بشر ماورائے جلالش نیافت
انسان[1] نے اس کے جلال سے آگے کچھ نہ پایا

بصر منتہائے جمالش نیافت
نگاہ اس کے جمال کے انتہا کو نہ حاصل کر سکی

نہ بر اوج ذاتش پرد مرغ وہم
اس کی ذات کی بلندی پر وہم کی چڑیا نہیں اڑ سکتی

نہ در ذیل وصفش رسد دست فہم
نہ اس کی صفت کے دامن تک سمجھ کا ہاتھ پہنچا ہے

دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار
اس بھنور (معرفت ذات الٰہی) میں ہزاروں کشتیاں غرق ہو گئیں

کہ پیدا نشد تختہ بر کنار
کہ ایک تختہ بھی کنارے پر نمودار نہ ہوا

چہ شبہا نشستم دریں سیر گم
اس سیر میں میں بہت سی راتیں گم ہوا بیٹھا رہا

کہ دہشت گرفت آستینم کہ قم
اچانک دہشت نے میری آستین پکڑ لی کہ کھڑا ہو جا

محیط ست علم ملک بر بسیط
اللہ کا علم کائنات پر احاطہ کیے ہوئے ہے

قیاس تو بر وے نہ گردد محیط
تیرا اندازہ اس کا احاطہ نہیں کر سکتا ہے

نہ ادراک در کنہ ذاتش رسد
علم اس کی ذات کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا ہے

نہ فکرت بغور صفاتش رسد
نہ غور و فکر اس کی صفات کی گہرائی تک پہنچ سکتا ہے

تواں در بلاغت بسحباں رسید
فصاحت میں سحبان[2] کے مرتبہ تک پہنچا جا سکتا ہے

نہ در کنہ بے چون سبحاں رسید
سبحانِ بے مثال کی حقیقت تک نہیں پہنچا جا سکتا

کہ خاصاں دریں رہ فرس راندہ اند
کیونکہ خاصانِ خدا نے اس راستے میں گھوڑے دوڑائے ہیں

بلا احصی از تگ فرو ماندہ اند
لا احصی[3] کے مطابق دوڑ سے عاجز رہے ہیں

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن
ہر جگہ گھوڑا نہیں دوڑایا جا سکتا ہے

کہ جاہا سپر باید انداختن
بلکہ بہت سے مواقع پر ڈھال پھینک دینی پڑتی ہے

وگر سالکے محرم راز گشت
اگر کوئی سالک بھید سے خبردار ہوا

بہ بندند بروے در باز گشت
تو اس کی واپسی کا دروازہ بند کر دیتے ہیں

کسے را دریں بزم ساغر دہند
اس محفل میں اس کو جام دیتے ہیں

کہ داروئے بیہوشیش در دہند
جس کو بے ہوشی کی دوا اس میں ملا کر دیتے ہیں

یکے باز را دیدہ بر دوختہ ست
کسی[4] باز کی آنکھیں سلی ہوئی ہیں

یکے دیدہ ہا باز و پر سوختہ ست
کسی کی آنکھیں کھلی ہیں پر جلے ہوئے ہیں

کسے رہ سوئے گنج قاروں نبرد
قارون کے خزانے کا کسی کو راستہ نہ ملا

وگر برد رہ باز بیروں نبرد
اگر راستہ ملا تو پھر واپس نہ لوٹا

بمردم دریں موج دریائے خوں
میں اس خون کے دریا کی موج میں فنا ہو گیا

کز و کس نبردہ ست کشتی بروں
جس سے کوئی اپنی کشتی نکال کر نہ لے جا سکا

اگر طالبی کیں زمیں طے کنم
اگر تو اس کا طالب ہے کہ اس راستے کو طے کرے

نخست اسپ باز آمدن پے کنم
تو پہلے واپسی کے گھوڑے کے ہاتھ پیر کاٹ ڈال!

[1] یعنی انسان اللہ کی جلالی اور جمالی صفات کو نہیں سمجھ سکا اس کی حقیقت سے عاجز ہے۔

[2] سحبان بن وائل عرب کا مشہور خطیب تھا۔

[3] حدیث شریف میں آیا ہے: لا احصی ثناء علیک یعنی میں تیری تعریف کا احاطہ نہیں کر سکتا۔

[4] ان اشعار میں ان حالات کی طرف اشارہ ہے جو سالکوں کو پیش آتے ہیں۔

تأمل در آئینۂ دل کنی
دل کے آئینہ میں غور و فکر کریگا

صفائی بتدریج حاصل کنی
تو آہستہ آہستہ صفائی حاصل کرے گا

مگر بوی از عشق مستت کند
شاید عشق کی خوشبو تجھے مست کردے

طلب گار عہد الستت کند
الستؔ کے اقرار کا تجھے طلبگار بنادے

بہ پائے طلب رہ بدینجا بری
طلب کے پاؤں سے تو یہاں تک راستہ طے کریگا

وزینجا ببال محبت پری
اور اس جگہ سے تو محبت کے پروں سے اڑے گا

بدرد یقیں پردہ ہائے خیال
خیال کے پردوں کو یقین چاک کردے گا

نماند سرا پردہ الا جلال
جلال کے علاوہ خیمہ گاہ کا کوئی پردہ نہ رہے گا

دگر مرکب عقل را پویہ نیست
پھر عقل کی سواری کے لیے کوئی رفتار نہیں ہے

عنانش بگیرد تحیر کہ بیست
حیرت اس کی باگ پکڑے گی کہ کھڑی رہ

دریں بحر جز مرد داعی نرفت
اس سمندر میں ہدایت کرنیوالے کے سوا کوئی نہیں گیا

گم آں شد کہ دنبال داعی نرفت
وہ گم ہوا جو رہبر کے پیچھے نہ چلا

کسانے کہ زیں راہ برگشتہ اند
جو لوگ اس راستے سے منحرف ہوئے ہیں

برفتند بسیار و سرگشتہ اند
وہ بہت چلے اور بہت پریشان ہوئے ہیں

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
جس نے پیغمبر کے خلاف راستہ اختیار کیا

کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
وہ ہرگز منزل کو نہ پہنچے گا

میندار سعدی کہ راہ صفا
اے سعدی یہ نہ خیال کر کہ نجات کا راستہ

تواں رفت جز بر پئے مصطفیٰ
آں حضور کے نشان قدم کے خلاف بھی چلا جا سکتا ہے

در نعت سرور کائنات علیہ افضل الصلوات

سرور کائنات کی تعریف میں۔ ان پر بہترین درود نازل ہوں

کریم السجایا جمیل الشیم
شریف عادتوں والے، حسین خصلتوں والے

نبی البرایا شفیع الامم
خلائق کے پیغمبر امتوں کے شفاعت کرنے والے

امام رسل پیشوائے سبیل
رسولوں کے امام راستے کے پیشوا

امین خدا مہبط جبرئیل
خدا کے امین جبرئیل کے اترنے کی جگہ

شفیع الوریٰ خواجۂ بعث و نشر
مخلوق کے شفیع، قیامت کے سردار

امام الہدیٰ صدر دیوان حشر
ہدایت کے امام قیامت کی کچہری کے صدر

کلیمے کہ چرخ فلک طور اوست
ایسے کلام کرنے والے کہ چرخ فلک آپ کا طور ہے

ہمہ نور ہا پرتو نور اوست
تمام نور انہی کے نور کا سایہ ہیں

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست
ایسے یتیم کہ (مکتب میں) قرآن پڑھے بدون

کتب خانہ چند ملت بشست
کتنے مذہبوں کے کتب خانے دھو ڈالے

چو عزمش برآہیخت شمشیر بیم
جب ان کے ارادے نے قوت کی تلوار سونتی

بمعجز میان قمر زد دو نیم
معجزہ کے ذریعہ چاند کی کمر کے دو ٹکڑے کر دیئے

۱۔ سالک کو سب سے پہلے قلب کی اصلاح کرنا ضروری ہے۔
۲۔ اللہ نے ازل میں سب روحوں سے دریافت فرمایا تھا (اَلَستُ بِرَبِّکُم) کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ سب نے جواب میں (بلیٰ) کیوں نہیں کہا تھا۔ یہ عہد الست کہلاتا ہے۔
۳۔ اس مقام پر پہنچ کر سالک کو عین الیقین کا تجربہ حاصل ہو جائے گا۔
۴۔ آں حضور کی ذات گرامی مراد ہے۔
۵۔ حضرت موسیٰ کوہ طور پر اللہ سے ہمکلام ہوئے اور آں حضور آسمانوں پر۔
۶۔ آنحضور کا ارشاد ہے سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا کیا۔
۷۔ حضور نے کسی مکتب میں نہیں پڑھا لیکن پہلی سب کتابوں کے ناسخ بنے۔
۸۔ شق القمر کے معجزہ کی طرف اشارہ۔

چو صیتش در افواہ دنیا فتاد
جب[۱] آپ کا شہرہ دنیا کی زبانوں پر ہوا
تزلزل در ایوان کسریٰ فتاد
تو کسریٰ کے محل میں زلزلہ آ گیا

بلا قامت لات بشکست خرد
لا[۲] کے ذریعہ لات کے قد کا چورا کر دیا
باعزاز دیں آب عزّیٰ ببرد
دین کو عزت دے کر عزیٰ کی آبرو ختم کر دی

نہ از لات و عزیٰ برآورد گرد
نہ صرف لات اور عزیٰ کی دھول اڑائی
کہ توریت و انجیل منسوخ کرد
بلکہ توریت اور انجیل کو منسوخ کر دیا

شبے برنشست از فلک برگذشت
ایک[۳] شب کو سوار ہوئے تو آسمان سے گذر گئے
بتمکین و جاہ از ملک درگذشت
عزت اور مرتبے میں فرشتے سے آگے نکل گئے

چناں گرم در تیہ قربت براند
نزدیکی کے میدان میں ایسا تیز دوڑایا
کہ در سدرہ جبریل ازو بازماند
کہ سدرۃ المنتہیٰ[۴] پر جبرئیل آپ سے پیچھے رہ گئے

بدو گفت سالار بیت الحرام
(آنحضور) کعبہ کے سردار نے اس سے کہا
کہ اے حامل وحی برتر خرام
کہ اے وحی کے حامل آگے بڑھو (جبرئیل)

چو در دوستی مخلصم یافتی
دوستی میں آپ نے جب مجھے مخلص پایا
عنانم ز صحبت چرا تافتی
تو میری صحبت سے کیوں باگ موڑی

بگفتا فراتر مجالم نماند
اس نے کہا آگے جانے کی مجھ میں طاقت نہیں رہی
بماندم کہ نیروئے بالم نماند
میں تھک گیا اس لیے کہ میرے بازو میں طاقت نہیں رہی

اگر یک سر موئے برتر پرم
اگر ایک بال برابر بھی اوپر اڑوں
فروغ تجلّی بسوزد پرم
تو تجلی کی روشنی میرے پر جلا دے گی

نماند بعصیاں کسے در گرو
گناہ کی بدولت کوئی شخص گرفتار نہ رہیگا
کہ دارد چنیں سیدِ پیش رو
جو ایسا سردار پیشرو رکھے گا

چہ نعت پسندیدہ گویم ترا
میں آپ کی پسندیدہ تعریف کیا کروں
علیک السّلام اے نبیّ الورا
اے مخلوق کے نبی آپ پر سلام ہو

درود ملک بر روان تو باد
خدا کا درود آپ کی روح پر نازل ہو
بر اصحاب و بر پیروان تو باد
آپ کے ساتھیوں اور پیروؤں پر نازل ہو

نخستیں ابوبکر پیر مرید
سب سے پہلے بوڑھے ابوبکر مرید ہیں
عمر پنجہ بر پیچ دیو مرید
عمر سرکش دیو کے پنجہ پھیرنے والے ہیں

خردمند عثمان شب زندہ دار
عثمان عقلمند، شب بیدار
چہارم علی شاہ دُلدُل سوار
چوتھے علی ہیں جو دُلدُل[۵] سوار بادشاہ ہیں

خدایا بحق بنی فاطمہ
اے خدا فاطمہ کی اولاد کے طفیل
کہ بر قول ایماں کنم خاتمہ
ایمان[۶] کے قول پر میرا خاتمہ کر

گرم دعوتم رد کنی ور قبول
خواہ تو میری دعا رد کرے یا قبول فرمائے
من و دست و دامان آل رسول
میں ہوں اور میرا ہاتھ اور آل رسول کا دامن

۱۔ آپ حضورؐ کی پیدائش کے دن کسریٰ کے محل کے چودہ کنگرے گر پڑے تھے۔

۲۔ لا سے لا الٰہ کی طرف اشارہ ہے جس میں تمام بتوں کی خدائی کا انکار ہے۔ لات اور عزیٰ مکہ کے مشہور بت تھے۔

۳۔ معراج کی طرف اشارہ ہے۔

۴۔ بیری کا ایک درخت ہے جو حضور کی پہنچ کی آخری حد ہے

۵۔ دلدل وہ مشہور خچر ہے جو آنحضورؐ نے حضرت علیؓ کو عنایت فرمایا تھا۔

۶۔ حدیث میں ہے کہ جس کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہو گا وہ جنتی ہے۔ (مشکوٰۃ)

چه کم گردد اے صدرِ فرخنده پے
اے مبارک قدم صدر کیا کم ہو گا
ز قدرِ رفیعت بدرگاهِ حے
آپ کا بلند مرتبہ حی (قیوم) کی بارگاہ میں

ق

که باشند مشتے گدایانِ خیل
کہ مٹھی بھر فرماں بردار فقراء
بمهمانِ دارالسلامت طفیل
بہشت کی مہمانی میں آپکے طفیلی بن جائیں

خدایت ثنا گفت و تبجیل کرد
آپ کی خدا نے تعریف اور تعظیم فرمائی ہے
زمیں بوسِ قدرِ تو جبریل کرد
جبرئیل کو آپکے مرتبہ کی زمین کا بوسہ دینے والا بنایا ہے

بلند آسماں پیشِ قدرت خجل
آپ کے رتبہ کے سامنے بلند آسمان شرمندہ ہے
تو مخلوق و آدم ہنوز آب و گل
آپ پیدا ہو چکے تھے اور آدم ابھی مٹی اور پانی تھے

تو اصلِ وجود آمدی از نخست
آپ[1] شروع ہی سے وجود کی اصل ہیں
دگر ہرچہ موجود شد فرعِ تست
دوسری چیز جو بھی موجود ہوئی وہ آپ کی فرع ہے

ندانم کدامیں سخن گویمت
میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ کی تعریف میں کیا کہوں
که والاتری زانچه من گویمت
اس لیے کہ میں جو کچھ بھی کہوں آپ اس سے بالاتر ہیں

ترا عزِّ لولاک تمکیں بس ست
آپ[2] کو لولاک کی عزت کافی ہے
ثنائے تو طٰہٰ و یٰسیں بس ست
آپ کی تعریف طٰہٰ اور یٰسین کافی ہے

چه وصفت کند سعدیِ ناتمام
ناقص سعدی آپ کی کیا تعریف کرے
علیک الصلوٰة اے نبی والسلام
اے نبی آپ پر درود اور سلام ہو

[1] حدیث میں ہے سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا فرمایا۔
[2] ایک حدیث قدسی ہے لولاک لما خلقت الافلاک اگر تو نہ ہوتا تو میں زمین و آسمان کو پیدا نہ کرتا۔

سببِ نظمِ کتاب

کتاب کے نظم کرنے کا سبب

در اقصائے عالم بگشتم بسے
میں عالم کے اطراف میں بہت گھوما
بسر بردم ایام با ہر کسے
ہر طرح کے آدمی کے ساتھ میں نے زمانہ گذارا

تمتع ز ہر گوشۂ یافتم
میں نے ہر گوشہ سے فائدہ اٹھایا
ز ہر خرمنے خوشۂ یافتم
میں نے ہر انبار سے خوشہ چنا

چو پاکانِ شیرازِ خاکی نہاد
شیراز کے منکسر مزاج پاک طینتوں جیسے
ندیدم که رحمت براں خاک باد
میں نے نہ دیکھے، اس سرزمین پر خدا کی رحمت ہو

تولائے مردانِ ایں پاک بوم
اس پاک سرزمین کے بزرگوں کی دوستی نے
برانگیختم خاطر از شام و روم
شام اور روم سے میری طبیعت اچاٹ کردی

دریغ آمدم زاں ہمہ بوستاں
مجھے برا معلوم ہوا ان باغوں سے
تہیدست رفتن سوئے دوستاں
دوستوں کی طرف خالی ہاتھ جانا

بدل گفتم از مصر قند آورند
میں نے دل میں سوچا لوگ مصر سے قند لاتے ہیں
برِ دوستاں ارمغانے برند
دوستوں کے پاس تحفہ لے جاتے ہیں

مرا گر تہی بود ازاں قند دست
اگر اس قند سے میرا ہاتھ خالی ہے
سخنہائے شیریں تر از قند ہست
تو باتیں قند سے بھی زیادہ شیریں موجود ہیں

نہ قندے کہ مردم بصورت خورند
نہ ایسی قند جو لوگ بظاہر کھائیں

کہ ارباب معنیٰ بکاغذ برند
بلکہ اصحابِ باطن کاغذ میں لے جائیں

چو این کاخ دولت بپرداختم
جب دولت کے اس محل میں میں مصروف ہوا

برو دہ در از تربیت ساختم
تو اس میں تربیت کے دس دروازے قائم کیے

یکے باب عدلست و تدبیر و رائے
ایک باب انصاف اور تدبیر و رائے کا ہے

نگہبانیِ خلق و ترس خدائے
مخلوق کی نگہبانی اور خدا کے خوف کا ہے

دوم باب احسان نہادم اساس
دوسرے احسان کے باب کی میں نے بنیاد رکھی

کہ محسن کند فضلِ حق را سپاس
کیونکہ احسان کرنیوالا خدا کے احسان کی شکر گزاری کرتا ہے

سوم باب عشقست و مستی و شور
تیسرا عشق، مستی اور شور کا باب ہے

نہ عشقے کہ بندند بر خود بزور
ایسا عشق نہیں جو اپنے اوپر خواہ مخواہ طاری کریں

چہارم تواضع رضا پنجمیں
چوتھا تواضع کا، پانچواں رضا کا

ششم ذکر مردِ قناعت گزین
چھٹا قناعت اختیار کرنیوالے انسان کے ذکر کا

ہفتم در از عالمِ تربیت
ساتواں باب عالم تربیت کا ہے

ہشتم در از شکر بر عافیت
آٹھواں عافیت پر شکر کا ہے

نہم راہِ توبہ است و راہِ صواب
نواں صواب اور توبہ کے راستے کا ہے

دہم در مناجات و ختمِ کتاب
دسواں دعا اور کتاب کے خاتمہ کا ہے

بروز ہمایون و سالِ سعید
مبارک دن اور نیک سال میں

بتاریخ فرخ میان دو عید
بابرکت تاریخ میں دو عیدوں کے درمیان

ز شش صد فزوں بود پنجاہ و پنج
چھٹی صدی پر پچپن کا اضافہ تھا

کہ پر دُر شد این نامبردار گنج
کہ یہ مشہور خزانہ موتیوں سے پُر ہوا

الا اے خردمند فرخندہ خوی
اے مبارک عادت عقل مند

ہنرمند نشنیدہ ام عیب جوی
میں نے کسی ہنرمند کو عیب جو نہیں سنا

قبا گر حریر است و گر پرنیان
قبا خواہ حریر کی ہو یا پرنیان کی ہو

بناچار حشوش بود درمیان
لامحالہ اس میں بھراؤ ہوگا۔

تو گر پرنیانی بایذا مکوش
تو اگر پرنیان پہننے والا ہو تو بھی ایذا رسانی کی کوشش نہ کر

کرم کار فرما و حشوم بپوش
کرم کر اور میرا بھراؤ چھپا

نہ نازم بسرمایہ فضلِ خویش
اپنی بزرگی کے سرمایہ پر مجھے ناز نہیں ہے

بدریوزہ آوردہ ام دست پیش
بھیک کا ہاتھ میں نے آگے بڑھایا ہے

شنیدم کہ در روزِ امید و بیم
میں نے سنا ہے کہ قیامت کے دن

بدان را بہ نیکان ببخشد کریم
اللہ تعالیٰ نیکوں کے ساتھ بدوں کو بھی بخشے گا

تو نیز ار بدے بینیم در سخن
تو بھی اگر میرے کلام میں خرابی دیکھے

بخلقِ جہان آفرین کار کن
تو جہان کے پیدا کرنے والے کے اخلاق سے کام لے

۱؎ یعنی شیریں نصیحتیں جو کتابوں میں لکھی جائیں۔
۲؎ بوستان کے دس باب ہیں
۳؎ بوستان ذیقعدہ سنہ ۶۵۵ھ میں مکمل ہوئی۔

چو بیتے پسند آیدت از ہزار
اگر ہزار میں ایک شعر بھی تجھے پسند آجائے

ہمانا کہ در پارس انشاءِ من
یقیناً فارس میں میری انشاء پردازی

چو بانگ دُہل ہولم از دور بود
ڈھول کی آواز کی طرح میرا شہرہ دور سے تھا

گل آورد سعدی سوئے بوستاں
سعدی باغ کی جانب پھول لیکر چلا ہے

چو خرما بشیرینی اندودہ پوست
چھوارے کی طرح چھلکا شیرینی سے بھرا ہے

بمردی کہ دست از نعفنت بدار
تجھے اپنی جوانمردی کی قسم عیب جوئی سے ہاتھ اٹھالے

چو مشک ست بے قیمت اندر ختن
اسی طرح بے قدر و قیمت ہے جیسے ملک ختن[1] میں مشک

بعیبہ درم عیب مستور بود
گٹھری میں میرا عیب چھپا ہوا تھا

بشوخی و فلفل بہندوستاں
بے باکی سے اور مرچ ہندوستان کی طرف

چو بازش کنی استخوانے درو ست
جب تو اُسے چھیلے تو اس میں گٹھلی ہے

ذکرِ محامدِ اتابک[2] ابوبکر بن سعد زنگی طاب ثراہ

سعد زنگی کے بیٹے اتابک ابوبکر کی تعریفوں کا ذکر۔ خدا سعد کی قبر پاکیزہ کرے

مرا طبع زیں نوع خواہاں نبود
میری طبیعت اس طرح کی خواہشمند نہ تھی

ولے نظم کردم بنامِ فلاں
لیکن فلانے[3] کے نام سے میں نے نظم کہی ہے

کہ سعدی کہ گوئے بلاغت ربود
کہ سعدی جو بلاغت کی گیند (جیت) لے گیا

سزد گر بدورش بنازم چناں
مناسب ہے اگر میں اس کے زمانے پر ناز کروں

جہاں دارِ دیں پرورِ داد گر
دنیا کا نگہبان، دین پرور، منصف

سرِ سرفرازان و تاجِ مہاں
جو سربلندوں کا سردار اور بڑوں کا تاج ہے

گر از فتنہ آید کسے در پناہ
اگر کوئی فتنہ سے پناہ چاہے

فطوبیٰ لباب کبیت العتیق
خوش خبری ہے ایسے دروازے کو جو خانہ کعبہ کی طرح ہے

ندیدم چنیں گنج و ملک و سریر
میں نے ایسا خزانہ ملک اور تخت نہیں دیکھا

سر مدحتِ پادشاہاں نبود
بادشاہوں کی تعریف کرنے کا خیال نہ تھا

مگر باز گویند صاحبدلاں
شاید صاحبدل لوگ میرے بعد کہیں

در ایامِ بوبکر بن سعد بود
ابوبکر ابن سعد کے زمانے میں تھا

کہ سید بدورانِ نوشیں رواں
جیسے آں حضرت نے نوشیرواں کے زمانے پر (فخر کیا ہے)

نیاید چو بوبکر بعد از عمر
(حضرت) عمر کے بعد ابوبکر[4] کی طرح کوئی نہ پیدا ہوا

بدورانِ عدلش بناز اے جہاں
اے دنیا تو اس کے انصاف کے زمانے پر ناز کر

ندارد جز ایں کشور آرام گاہ
تو اس ملک کے سوا اس کو آرام کی جگہ نہ ملے گی

حوالیہ[5] من کل فج عمیق،
اس کے گرد دور دراز راستے سے (لوگ آتے ہیں)

کہ وقفست بر طفل و درویش و پیر
جو بچے اور فقیر اور بوڑھے پر وقف ہو

[1] ختن میں کثرت سے مشک پایا جاتا ہے۔
[2] اتابک ادب آموز کو کہتے ہیں۔ سعد بن زنگی سلطان سنجر کا ادب آموز تھا۔
[3] یعنی ابوبکر بن سعد
[4] یعنی ابوبکر ابن سعد
[5] حوالی مفرد ہے بمعنی جانب

نیاید برش دردناک غمے
اس کے پاس کوئی غم کا مارا نہ آیا
کہ ننہاد بر خاطرش مرہمے
کہ اس نے اس کے دل پر مرہم نہ رکھا ہو

طلب گارِ خیر ست و امیدوار
بھلائی کا طلب گار اور امیدوار ہے
خدایا امیدیکہ دارد برآر
اے خدا اس کی جو امید ہے پوری فرما دے

کلہ گوشہ بر آسمانِ بریں
اس کی ٹوپی کا کنارہ بلند آسمان پر ہے
ہنوز از تواضع سرش بر زمیں
پھر بھی تواضع سے اس کا سر زمین پر ہے

زگردن فرازاں تواضع نکوست
بڑوں کی جانب سے انکساری خوب ہے
گدا گر تواضع کند خوئے اوست
فقیر اگر تواضع کرے تو یہ اس کی عادت ہے

اگر زیردستے بیفتد چہ خاست
اگر کمزور عاجزی کرے تو کیا ہوا
زبردست افتادہ مردِ خداست
زبردست، انکساری کرنیوالا مردِ خدا ہے

نہ ذکرِ جمیلش نہاں می رود
اس کا ذکرِ خیر پوشیدہ نہیں رہتا
کہ صیتِ کرم در جہاں می رود
بلکہ اس کی شرافت کا شہرہ زمانہ میں پہنچتا ہے

چنوئے خردمند فرخ نہاد
ایسا عقلمند، مبارک سرشت
ندارد جہاں تا جہانست یاد
زمانے کو یاد نہیں جب سے بھی زمانہ ہے

۱۔ فریدوں۔ کیانی مشہور بادشاہ تھا جس نے ضحاک سے سلطنت حاصل کی تھی۔

نہ بینی در ایامِ او رنجہ
اس کے زمانہ میں تو کسی ایسے رنجیدہ کو نہ دیکھے گا
کہ نالد ز بیدادِ سرپنجہ
جو کسی ظالم کے ظلم سے نالاں ہو

کس ایں رسم و ترتیب و آئیں ندید
یہ رسم اور آراستگی اور ترتیب کسی نے نہ دیکھی
فریدوں باآں شکوہ ایں ندید
باوجود اس دبدبہ کے فریدوں نے بھی نہ دیکھی

ازاں پیش حق پایگاہش قویست
حضرتِ حق کے سامنے اسی وجہ سے اس کا مرتبہ بلند ہے
کہ دستِ ضعیفاں بجاہش قویست
کہ اس کے مرتبہ کی وجہ سے کمزوروں کا ہاتھ مضبوط ہے

چناں سایہ گسترد بر عالمے
وہ دنیا پر اس طرح سایہ کیے ہوئے ہے
کہ زالے نیندیشد از رستمے
کہ کوئی بڑھیا بھی کسی رستم سے نہیں ڈرتی ہے

ہمہ وقت مردم ز جورِ زماں
ہمیشہ انسان زمانے کے ظلم سے
بنالند و از گردشِ آسماں
نالاں رہے اور آسمان کی گردش سے

ق

در ایامِ عدلِ تو اے شہریار
اے بادشاہ تیرے انصاف کے زمانہ میں
ندارد شکایت کس از روزگار
کسی کو زمانہ کی شکایت نہ رہی

بعہدِ تو می بینم آرامِ خلق
تیرے زمانہ میں تو دنیا آرام سے ہے
پس از تو ندانم سرانجامِ خلق
مجھے تیرے بعد مخلوق کا انجام معلوم نہیں

ہم از بختِ فرخندہ فرجامِ تست
تیرے مبارک انجام نصیبہ کی یہی وجہ ہے
کہ تاریخِ سعدی در ایامِ تست
کہ سعدی کا زمانہ تیرے دور میں ہے

کہ تا بر فلک ماہ و خورشید ہست
اس لیے کہ جب تک کہ آسمان پر چاند اور سورج ہے
دریں دفترت ذکرِ جاوید ہست
اس کتاب میں تیرا ہمیشہ قائم رہنے والا تذکرہ ہے

ملوک از نکونامی اندوختند
بادشاہوں نے نیک نامی جمع کی

تو در سیرت پادشاہی خویش
تو اپنی بادشاہی کے طور طریق میں

سکندر بدیوار روئین و سنگ
سکندر نے کانسی اور پتھر کی دیوار کے ذریعہ

بنا سدّ یاجوج کفر از زرست
کفر کے یاجوج کیلئے تیری سونے کی دیوار ہے

زباں آورے کاندریں امن وداد
جو زبان داں اس امن وانصاف کے زمانہ میں

زہے بحر بخشایش و کان جود
کیا ہی خوب! عطا کا سمندر اور بخشش کی کان

بروں بینم اوصاف شہ از حساب
بادشاہ کے اوصاف حساب سے زیادہ ہیں

گر آں جملہ را سعدی املا کند
اگر سعدی ان سب کو لکھاتے

فرو ماندم از شکر چندیں کرم
اس قدر کرم کے شکر سے میں عاجز ہوں

جہانت بکام و فلک یار باد
زمانہ تیرے مقصد کے مطابق اور آسمان یار رہے

بلند اخترت عالم افروختہ
تیرا بلند ستارہ عالم میں روشن رہے

غم از گردش روزگارت مباد
خدا کرے زمانہ کی گردش کا تجھے فکر نہ ہو

کہ بر خاطر پادشاہاں ہمے[3]
اس لیے کہ بادشاہوں کی طبیعت کا ذرا سا غم ہے

دل و کشورت جمع و معمور باد
تیرا دل اور ملک جمع اور آباد ہو

تنت باد پیوستہ چوں دیں درست
تیرا جسم دین کی طرح ہمیشہ درست رہے

درونت بتائید حق شاد باد
تیرا باطن اللہ کی تائید سے خوش رہے

ز پیشینگاں سیرت آموختند
اگلوں سے طور طریقے سیکھے

سبق بردی از پادشاہان پیش
اگلے بادشاہوں سے بازی لے گیا

بکرد از جہاں راہ یاجوج تنگ
دنیا میں یاجوج کا راستہ تنگ کر دیا

نہ روئیں چو دیوار اسکندر ست
سکندر کی دیوار کی طرح کانسی کی دیوار نہیں ہے

سپاست نگوید زبانش مباد
تیرا شکریہ ادا نہ کرے اس کی زبان نہ رہے

کہ مستظہر ند از وجودت وجود
کہ تیرے وجود سے وجود (انسانی) قوت حاصل کرتا ہے

نگنجد دریں تنگ میداں کتاب
کتاب کے اس کشادہ میدان میں نہیں سماتے

مگر دفترے دیگر انشا کند
تو اس کو ایک دوسرا ہی دفتر لکھنا پڑتا

ہماں بہ کہ دست دعا گسترم
بس یہی بہتر ہے کہ دعا کا ہاتھ اٹھاؤں

جہاں آفرینت نگہدار باد
خدا تیرا نگہبان رہے

زوال اختر دشمنت سوختہ
تیرے دشمن کا برا نصیبہ جلے

وز اندیشہ بر دل غبارت مباد
اور کسی فکر کا تیرے دل پر غبار نہ رہے

پریشاں کند خاطر عالمے
ایک جہان کے دل کو پریشان کر دیتا ہے

ز ملکت پراگندگی دور باد
تیرے ملک سے پراگندگی دور رہے

بد اندیش را دل چو تدبیر سست
تیرے دشمن کا دل اس کی تدبیر کی طرح سست رہے

دل و دین و اقلیمت آباد باد
تیرا دل اور دین اور ملک ہمیشہ آباد رہے

[1] یاجوج ماجوج یافث بن نوح کی اولاد ہے جو شمالی ممالک کے کوہستانی علاقے میں آباد تھی۔ یہ قوم میدانی علاقوں کو تاراج کرتی رہتی تھی سکندر ذوالقرنین نے دو پہاڑوں کے درمیان ایک آہنی دیوار تعمیر کر کے ان کا راستہ بند کر دیا تھا

[2] شیراز کا اتابک خاندان چنگیزیوں کا باج گذار تھا۔ تو گویا روپیہ خرچ کر کے انھوں نے اپنے ملک کو کافروں سے بچا رکھا ہے۔

[3] ہمے ہم کا میم مشدد ہے لیکن فارسی میں عربی مشدد حروف کو بغیر تشدید کے استعمال کر لیتے ہیں

جہاں آفریں بر تو رحمت کناد
جہان کا پیدا کرنے والا تجھ پر رحمت نازل کرے

دگر ہرچہ گویم فسانست و باد
اس کے علاوہ میں جو کچھ کہوں وہ افسانہ اور بیکار ہے

ہمینت بس از کردگار مجید
خدائے بزرگ کی جانب سے تیرے لیے یہی کافی ہے

کہ توفیق خیرت بود بر مزید
کہ تجھے خیر کی توفیق زیادہ ہوتی رہے

نرفت از جہاں سعد زنگی بدرد
سعد زنگی دنیا سے غم لیکر نہ گیا

کہ چوں تو خلف نام بردار کرد
جبکہ تجھ جیسا نام آور خلیفہ بنا کر گیا

عجب نیست ایں فرع زاں اصل پاک
کوئی تعجب نہیں ہے کیونکہ یہ شاخ اس پاک اصل کی ہے

کہ جانش بر اوج است و جسمش بخاک
جس کی روح بلندی پر ہے اور جسم خاک میں ہے

خدایا بر آں تربت نامدار
اے خدا! اس مشہور قبر پر

بفضلت کہ باران رحمت ببار
تجھے اپنی بزرگی کی قسم تو رحمت کی بارش برسا

گر از سعد زنگی مثل ماند و یاد
جبکہ سعد زنگی کی صرف مثل اور یاد باقی رہگئی ہے

فلک یاور سعد بو بکر باد
تو خدا کرے آسمان سعد کے بیٹے ابوبکر کا مددگار رہے

ملا شاخ سے مراد ابوبکر اور اصل پاک سے مراد سعد زنگی ہے۔
ملا یہ مشکل شعر ہے ہماری رائے میں مصرع ثانی میں سعد ابوبکر میں یا تو اضافت مقلوبی ہے ورنہ سعد کے لغوی معنی مراد ہیں اس لیے کہ کہیں قصیدہ میں سعد بن ابی بکر کا ذکر بے محل ہے جبکہ اس کی تعریف کے لیے آئندہ قصیدہ مذکور ہے
ملا بعض نسخوں میں ہمہ شہریاران کی بجائے سر شہریاران ہے تو اب مصرع اول کا ترجمہ اس طرح کیا جائے تیری شان کس قدر بڑی ہے کہ حکومت کی نگاہ تیرے چہرے پر جمی ہے اور مصرع ثانی کی تقدیر عبارت اس طرح کرنی ہوگی کہ تیرے سر شہریاران گردن فراز بردر تو یعنی تیری شان کس قدر بڑی ہے کہ متکبر بادشاہوں کا سر تیری چوکھٹ پر ہے۔
ملا یعنی دوسرے بادشاہوں کے بہت سے شہزادے ہیں اور تو اپنے باپ کا اکلوتا ہے

در مدح شاہزادۂ اسلام سعد بن ابی بکر بن سعد گوید

شاہزادۂ اسلام سعد بن ابی بکر بن سعد کی تعریف میں کہتا ہے

جوانِ جواں بخت روشن ضمیر
جوان بخت اور روشن ضمیر جوان

بدولت جوان و بتدبیر پیر
حکومت میں جوان اور تدبیر میں بوڑھا

بدانش بزرگ و بہمت بلند
عقل میں بڑا ہمت کے اعتبار سے بلند

ببازو دلیر و بدل ہوشمند
بازو کے اعتبار سے دلیر دل کے اعتبار سے ہوشمند

زہے دولت مادر روزگار
زمانہ کی ماں کا اقبال کیا خوب ہے

کہ رودے چنیں پرورد در کنار
کہ جو ایسا لڑکا گود میں پالے

بدست کرم آب دریا ببرد
جس نے دست کرم سے دریا کی آبرو ختم کردی

برفعت محل ثریا ببرد
جس نے بلندی سے ثریا کا مقام ختم کردیا

زہے چشم دولت بروئے تو باز
کیا ہی خوش نصیبی ہے کہ تمام بلند گردن

ہمہ شہریاران گردن فراز
بادشاہوں کی نگاہیں تیرے چہرے پر لگی ہیں

صدف را کہ بینی ز دُردانہ پُر
جس سیپی کو تو موتیوں سے بھرا دیکھے

نہ آں قدر دارد کہ یک دانہ دُر
اس کی وہ قیمت نہیں ہے جو یکتا موتی کی ہے

تو آں دُرِ مکنونِ یک دانہ
تو وہ چھپا ہوا دریکتا ہے

کہ پیرایۂ سلطنت خانہ
کہ جو بادشاہت کے گھر کی زینت ہے

نگہدار یارب بچشم خودش
اے پروردگار اپنی آنکھوں کے سامنے اس کو محفوظ رکھ!

بپرہیز از آسیب چشم بدش
اس کو بدنگاہ کی گزند سے بچا!

خدایا در آفاق نامی کنش
اے خدا اس کو زمانہ میں مشہور کر

بتوفیقِ طاعت گرامی کنش
اسکو اطاعت کی توفیق کے ذریعہ باعزت کر

مقیمش در انصاف و تقویٰ بدار
انصاف اور پرہیزگاری پر اس کو قائم رکھ

مرادش بدنیا و عقبیٰ برار
اس کی دنیا اور آخرت کی مرادیں پوری کر

غم از دشمنِ ناپسندت مباد
تجھ کو ناپسند دشمن کا غم نہ ہو

ز دورانِ گیتی گزندت مباد
دنیا کے چکر سے تجھ کو تکلیف نہ ہو

بہشتی درخت آورد چوں تو بار
جنت کا درخت تجھ جیسا پھل دیتا ہے

پسر نامجوی و پدر نامدار
لڑکا نیک نامی کا طالب اور باپ نیک نام

ازاں خانداں خیر بیگانہ داں
اُس خاندان سے خیر کو بیگانہ سمجھ

کہ باشند بدگوئے ایں خانداں
جو اس خاندان کو برا کہنے والے ہوں

زہے دین و دانش زہے عدل و داد
کیا خوب دین اور عقل ہے کیا خوب عدل اور انصاف ہے

زہے ملک و دولت کہ پاینده باد
کیا خوب ملک اور دولت ہے جو خدا کرے ہمیشہ رہے

بابِ اوّل در عدل و رای و تدبیر جہانداری

پہلا باب انصاف اور جہان داری کی تدبیر اور رائے کے بیان میں

نگنجد کرمہائے حق در قیاس
اللہ کے کرم قیاس میں نہیں سماتے ہیں

چہ خدمت گزارد زبانِ سپاس
شکر کی زبان کیا خدمت کرے

خدایا تو ایں شاہِ درویش دوست
اے خدا تو اس فقیر دوست بادشاہ کو

کہ آسایشِ خلق در ظلِّ اوست
جس کے سایہ میں مخلوق کی راحت ہے۔

ق

بسے بر سرِ خلق پاینده دار
عرصہ دراز تک مخلوق کے سر پر قائم رکھ

بتوفیقِ طاعت دلش زنده دار
اطاعت کی توفیق سے اس کے دل کو زندہ رکھ

برومند دار از درختِ امید
امید کے درخت سے اس کو مستفید فرما

سرش سبز و رویش برحمت سفید
رحمت سے اس کا سر سبز اور چہرہ بارونق بنا

براہِ تکلف مرو سعدیا
اے سعدی تکلف کا راستہ نہ چل

اگر صدق داری بیار و بیا
اگر سچائی رکھتا ہے تو لا اور آ

تو منزل شناسی و شہ راہ رَو
تو منزل کو پہچاننے والا اور بادشاہ راستہ چلنے والا ہے

تو حق گوی و خسرو حقائق شنو
تو حق کہنے والا اور بادشاہ حقیقتیں سننے والا ہے

چہ حاجت کہ نُہ کرسیِ آسماں
تو پھر اس کی کیا ضرورت ہے کہ آسمان کی نو کرسیوں کو

نہی زیرِ پائے قزل ارسلاں
قزل ارسلاں کے پیر کے نیچے رکھے

مگو پائے عزت بر افلاک نہ
یہ نہ کہہ کہ عزت کا پیر آسمانوں پر رکھ!

بگو روئے اخلاص بر خاک نہ
یہ کہہ کہ اخلاص کا چہرہ خاک پر رکھ!

(۱) یعنی جس طرح ظہیر فاریابی نے قزل ارسلاں کی تعریف میں مبالغے کیے ہیں اس کی ضرورت نہیں ہے

پر پیر رکھنا یعنی فخر و غرور کرنا۔ اخلاص کا چہرہ خاک پر رکھنا یعنی انکساری کرنا۔

بطاعت بنہ چہرہ بر آستان — کہ اینست سر جادۂ راستان
خدا کی چوکھٹ پر فرماں برداری سے چہرہ رکھ — اس لیے کہ سچوں کا راستہ یہی ہے

اگر بندۂ سر بریں در بنہ — کلاہِ خداوندی از سر بنہ
اگر تو بندہ ہے تو اس دروازہ پر سر رکھ — خداوندی کی ٹوپی سر سے اتار پھینک

چو طاعت کنی لبس شاہی مپوش — چو درویش مخلص برآور خروش
جب[1] عبادت کرے شاہی لباس نہ پہن! — سچے فقیر کی طرح نالہ اور فریاد کر

کہ پروردگارا تو نگر توئی — توانا و درویش پرور توئی
کہ اے خدا مالدار تو ہی ہے — زبردست اور فقیر کا پالنے والا تو ہی ہے

نہ کشور خدایم نہ فرماں دہم — یکے از گدایان ایں درگہم
نہ میں ملک کا بادشاہ ہوں نہ حکم چلانے والا ہوں — اس در کے فقیروں میں سے ایک ہوں

چہ برخیزد از دست و کردارِ من — مگر دست لطفت شود یارِ من
میرے ہاتھ اور عمل سے کیا بنتا ہے — ہاں اگر تیری مہربانی کا ہاتھ میرا مددگار ہو

تو بر خیر و نیکی دہم دسترس — وگرنہ چہ خیر آید از من بکس
تو مجھے نیکی اور بھلائی پر قابو عطا فرما — ورنہ مجھ سے کسی کے ساتھ کیا بھلائی ہو سکتی ہے

دعا کن بشب چوں گدایاں بسوز — اگر می کنی پادشاہی بروز
رات کو فقراء کی طرح سوز سے دعا کر — اگر دن میں بادشاہی کرتا ہے

کمر بستہ گردن کشاں بر درت — تو بر آستانِ عبادت سرت
تیرے دروازہ پر مغرور کمربستہ — تو تیرا سر عبادت کی چوکھٹ پر

زہے بندگاں را خداوندگار — خداوند را بندۂ حق گزار
بندوں کے لیے وہی بادشاہ خوب ہے — جو اللہ کا حق ادا کرنے والا بندہ ہو

[1] یعنی عبادت میں غرور نہیں انکسار چاہیئے۔
[2] رودبار گیلان اور قزوین کے درمیان ب دریا ایک مشہور شہر ہے۔

حکایت
قصہ

یکے دیدم از عرصۂ رودبار[2] — کہ پیش آمدم بر پلنگے سوار
میں نے ایک شخص کو رودبار کے میدان سے — دیکھا کہ میرے سامنے چیتے پر سوار ہو کر آیا

چناں ہول از انحال بر من نشست — کہ ترسیدنم پائے رفتن ببست
اس حال کی وجہ سے میرے دل پر ایسی ہول طاری ہوئی — کہ خوف نے میرے چلنے کے پیر باندھ دیے

تبسم کناں دست بر لب گرفت — کہ سعدی مدار ایں چہ دیدی شگفت
اس نے مسکراتے ہوئے ہاتھ ہونٹوں پر رکھا — کہ اے سعدی جو کچھ تو نے دیکھا اس پر تعجب نہ کر

تو ہم گردن از حکمِ داور مپیچ — کہ گردن نہ پیچد ز حکمِ تو ہیچ
تو بھی خدا کے حکم سے گردن نہ موڑ! — تو تیرے حکم سے کوئی گردن نہ موڑے گا

چو خسرو بفرمانِ داور بود
جب بادشاہ خدا کے حکم کے مطابق ہوتا ہے
خدایش نگہبان و یاور بود
تو خدا اس کا نگہبان اور مددگار رہتا ہے

محالست چوں دوست دارد ترا
جب خدا تجھے دوست رکھے تو ناممکن ہے
کہ در دستِ دشمن گزارد ترا
کہ تجھے دشمن کے ہاتھ میں چھوڑ دے

رہ اینست روا ز طریقت متاب
راستہ یہی ہے مذہب سے منہ نہ موڑ
بنہ گام و کامیکہ خواہی بیاب
قدم دھر اور جو مقصد چاہے حاصل کر

نصیحت کسے سودمند آیدش
نصیحت اسی کو مفید ہو گی
کہ گفتارِ سعدی پسند آیدش
جس کو سعدی کا کلام پسند آئے

پند دادن کسریٰ ہرمز را

کسریٰ[1] کا ہرمز کو نصیحت کرنا

شنیدم کہ در وقتِ نزعِ رواں
میں نے سنا ہے کہ نزع کے وقت
بہرمز چنیں گفت نوشیں رواں
نوشیرواں نے ہرمز سے یہ کہا

کہ خاطر نگہدارِ درویش باش
کہ فقیر کے دل کا نگہبان رہ
نہ در بندِ آسایشِ خویش باش
اپنے آرام کی فکر میں نہ پڑ

نیاساید اندر دیارِ تو کس
تیرے ملک میں کسی کو آرام نہ ملے گا
چو آسایشِ خویش خواہی و بس
اگر تو صرف اپنا ہی آرام چاہے گا

نیاید بنزدیکِ دانا پسند
کسی عقلمند کو یہ بات پسند نہ آئے گی
شباں خفتہ و گرگ در گوسفند[2]
کہ چرواہا سویا ہوا اور بھیڑیا بکریوں میں ہو

برو پاسِ درویشِ محتاج دار
جا محتاج فقیر کا خیال رکھ
کہ شاہ از رعیت بود تاجدار
اس لیے کہ بادشاہ رعیت کی وجہ سے ہی تاجدار رہتا ہے

رعیت چو بیخند و سلطاں درخت
رعیت جڑ ہے اور بادشاہ درخت ہے
درخت اے پسر باشد از بیخ سخت
صاحبزادے! درخت جڑ سے ہی مضبوط بنتا ہے

مکن تا توانی دلِ خلق ریش
جب تک ہو سکے مخلوق کا دل زخمی نہ کر
وگر می کنی میکنی بیخِ خویش
اگر تو ایسا کرتا ہے تو اپنی بیخ کنی کرتا ہے

اگر جادۂ بایدت مستقیم
اگر تجھے سیدھا راستہ چاہیے
رہِ پارسایاں امیدست و بیم[3]
تو نیکوں کا راستہ امید اور خوف ہے

گزندِ کسانش نیاید پسند
لوگوں کو ستانا اس کو پسند نہ آئے گا
کہ ترسد کہ در ملکش آید گزند
جو اپنے ملک میں نقصان سے ڈرتا ہو گا

وگر در سرشتِ وے ایں خوئے نیست
اور اگر اس کی طبیعت میں یہ عادت نہیں ہے
در آں کشور آسودگی بوئے نیست
تو اس ملک میں آرام کی بو بھی نہیں ہے

[1] کسریٰ ایران کے بادشاہوں کا لقب ہوتا تھا۔ یہاں مراد نوشیرواں ہے۔ ہرمز نوشیرواں کا لڑکا ہے۔

[2] یعنی بادشاہ غفلت کرے اور ظالم ظلم کرتے پھریں۔

[3] حدیث میں ہے الایمان بین الخوف والرجاء۔ یعنی ایک مومن کی شان یہ ہے کہ وہ خدا کے عذاب سے ڈرتا رہے اور رحمت کا امیدوار رہے۔

اگر پائے بندی رضا پیش گیر
اگر تو دوسروں کا پابند ہے تو ان کی رضامندی کا خیال رکھ

فراخی دراں مرز و کشور مخواہ
اس سرزمین اور ملک میں آرام کا خیال نہ کر

ز مستکبرانِ دلاور بترس
دلیر متکبروں سے ڈرتا رہ!

دگر کشور آباد بیند بخواب
پھر ملک کو خواب ہی میں آباد دیکھے

خرابی و بدنامی آید زِ جور
ظلم سے خرابی اور بدنامی ہوتی ہے

رعیّت نشاید بہ بیداد کُشت
رعایا کو ظلم سے قتل نہ کرنا چاہیے

مراعات دہقاں کن از بہر خویش
اپنی خاطر کاشتکار کی رعایت برت

مروّت نباشد بدی با کسے
کسی ایسے شخص کے ساتھ برائی کرنا انسانیت نہیں ہے

دگر یک سوارہ سرِ خویش گیر
اور اگر تو تنہا ہے تو اپنا راستہ پکڑ:

کہ دل تنگ بینی رعیّت ز شاہ
جہاں تو رعایا کو بادشاہ سے رنجیدہ دیکھے

ازاں کو نترسد ز داور بترس
جو خدا سے نہ ڈریں ان سے ڈرتا رہ

کہ دارد دلِ اہلِ کشور خراب
جو ملک والوں کے دل کو خراب رکھے

بزرگاں رسند ایں سخن را بغور
بھلے اس بات پر غور کرنے کے بعد پہنچتے ہیں

کہ مر سلطنت را پناہ ہند و پشت
اس لیے کہ وہی سلطنت کی پناہ اور قوت ہیں

کہ مزدورِ خوش دل کند کار بیش
اس لیے کہ خوش دل مزدور کام زیادہ کرتا ہے

کزو نیکوئی دیدہ باشی بسے
جس کی جانب سے تو نے اکثر نیکی دیکھی ہو

پند دادن خسرو شیرویہ را

خسرو[2] کا شیرویہ کو نصیحت کرنا

شنیدم کہ خسرو بشیرویہ گفت
میں نے سنا کہ خسرو نے شیرویہ سے کہا

براں باش تا ہر چہ نیّت کنی
اس پر قائم رہ کہ تو جس کام کی بھی نیت کرے

مپیچ اے پسر گردن از عقل و رای
اے بیٹے سمجھ اور تدبیر سے منہ نہ موڑنا

گریزد رعیّت ز بیداد گر
رعایا ظالم سے بھاگتی ہے

بسے بر نیاید کہ بنیادِ خود
زیادہ عرصہ نہیں گزرتا کہ خود اپنی جڑ

خرابی کند شیر و شمشیر زن
شیر[3] اور تلوار چلانے والا خرابی کرتا ہے

درآں دم کہ چشمش ز دیدن بخفت
اس وقت جبکہ اس کی آنکھ دیکھنے سے سوئی

نظر در صلاحِ رعیّت کنی
رعایا کی بہتری کو مدنظر رکھے

کہ مردم ز دستت نہ پیچند پای
تاکہ لوگ تیرے ہاتھ سے قدم نہ ہٹائیں

کند نام زشتش بگیتی سمر
اس کا برا نام دنیا میں مشہور کر دیتی ہے

بکند آنکہ بنہاد بنیادِ بد
اکھاڑتا ہے جو بری بنیاد رکھتا ہے

نہ چنداں کہ دودِ دلِ طفل و زن
لیکن نہ اس قدر جتنا کہ بچے اور عورت کے دل کا دھواں

[1] ذمہ دار افسران کے لیے متعلقین کی رضاجوئی ضروری ہے۔
[2] شیرویہ خسرو پرویز کا لڑکا، ہرمز کا پوتا نوشیرواں کا پڑپوتا تھا۔ ویہ بمعنی مانند ہوتا ہے تو شیرویہ کے معنی شیر کی مانند ہیں
[3] یعنی بیواؤں اور یتیموں کی آہیں سب سے زیادہ [تباہ] کن ہیں۔

چراغے کہ بیوہ زنے برفروخت
وہ چراغ جو ایک بیوہ نے جلایا

وزاں بہرہ ورتر در آفاق کیست
اور اس سے زیادہ نصیبہ ور دنیا میں کون ہے

چو نوبت رسد زیں جہان غربتش
جب اس کی اس دنیا سے سفر کی نوبت آئی ہے

بد و نیک مردم چو می بگذرند
جب نیک اور بد سب ہی مرتے ہیں

خدا ترس را بر رعیّت گمار
رعایا پر خدا سے ڈرنے والے کو مقرر کر

بد اندیشِ تست آن و خونخوارِ خلق
وہ شخص تیرا بدخواہ اور مخلوق کے لیے خوں خوار ہے

ریاست بدستِ کسانے خطاست
حکومت ایسے لوگوں کے ہاتھ میں دینا غلطی ہے

نکوکار پرور نہ بیند بدی
نیکوں کی پرورش کرنے والا بدی نہیں دیکھتا ہے

مکافاتِ دشمن بمالش مکن
دشمن کو محض اس کے مال سے سزا نہ دے

مکن صبر بر عاملِ ظلم دوست
ظلم دوست حاکم پر صبر سے کام نہ لے

سر گرگ باید ہم اول برید
بھیڑیئے کا سر پہلے ہی کاٹ ڈالنا چاہیے

بسے دیدہ باشی کہ شہرے بسوخت
تو نے اکثر دیکھا ہوگا کہ اس نے پورے شہر کو جلا دیا[1]

کہ در ملک رانی بانصاف زیست
جو حکومت کرنے میں انصاف کے ساتھ زندہ رہا

ترحّم فرستند بر تربتش
تو لوگ اس کی قبر پر رحمتیں بھیجتے ہیں

ہماں بہ کہ نامت بہ نیکی برند
تو یہی بہتر ہے کہ لوگ تیرا ذکر بھلائی سے کریں

کہ معمارِ ملکست پرہیزگار
اس لیے کہ پرہیزگار شخص ملک کا معمار ہوتا ہے

کہ نفع تو جوید در آزارِ خلق
جو مخلوق کو ستانے میں تیرا نفع سمجھے

[2] کہ از دستِ شاں دستہا بر خداست
کہ جن کے ہاتھ سے لوگوں کے ہاتھ خدا کی طرف اٹھیں

چو بد پروری خصمِ جانِ خودی
اگر بدوں کو پالے گا تو تو خود اپنی جان کا دشمن ہے

کہ بیخش برآوردہ باید ز بُن
بلکہ اس کی جڑ کھود ڈالنی چاہیے

کہ از فربہی بایدش کند پوست
بلکہ اس کے مٹاپے سے کھال کھینچ دینی چاہیے

نہ چوں گوسفندان مردم درید
نہ کہ جب وہ لوگوں کی بکریاں پھاڑ ڈالے

حکایت
قصہ

چہ خوش گفت بازارگانِ اسیر
ایک تاجر قیدی نے کیا خوب کہا

چو مردانگی آید از رہزناں
جب ڈاکو بہادری کرنے لگیں

شہنشہ کہ بازارگاں را بخست
جس بادشاہ نے تاجروں کو ستایا

چو گردش گرفتند دزداں بہ تیر
جب چوروں نے اس کو تیروں سے گھیر لیا

چہ مردانِ لشکر چہ خیلِ زناں
تو پھر لشکر کے بہادر اور عورتوں کی جماعت یکساں ہے[3]

درِ خیر بر شہر و لشکر ببست
اس نے شہر اور لشکر پر بھلائی کا دروازہ بند کر دیا

[1] یعنی ایک بیوہ کی آہ سے پورا شہر برباد ہو جاتا ہے۔
[2] یعنی لوگ اس کے ظلم سے تنگ آ کر ہاتھ اٹھا کر بد دعا کریں۔
[3] یعنی جب شاہی لشکر کے ہوتے ہوئے ڈاکوؤں کو جرأت ہو تو پھر وہ لشکر اور عورتوں کی جماعت یکساں ہے۔

که آنجا دگر هوشمندان روند
عقلمند لوگ پھر اس جگہ کب جاتے ہیں
چو آوازهٔ رسم بد بشنوند
جب برے رواج کی شہرت سن لیں۔

نکو بایدت نام و نیکی قبول
اگر تجھے نیک نامی اور پسندیدہ نیکی چاہیے
نکو دار بازارگان و رسول
تو تاجروں اور قاصدوں سے بہتر معاملہ کر

بزرگان مسافر بجان پرورند
بڑے لوگ مسافروں کو جان کی برابر رکھتے ہیں
که نام نکوئی بعالم برند
کیوں کہ وہ نیک نامی عالم میں پھیلاتے ہیں

تبه گردد آن مملکت عنقریب
وہ سلطنت عنقریب تباہ ہو جائیگی
کزو خاطر آزرده آید غریب
جہاں سے مسافر رنجیدہ لوٹے

غریب آشنا باش و سیاح دوست
پردیسی کے لیے آشنا بن اور سیاح کو دوست رکھ
که سیاح جلاب نام نکوست
کیونکہ سیاح نیک نامی کو پھیلانے والا ہے

نکو دار ضیف و مسافر عزیز
مہمان کو بہتر طریقے پر رکھ اور مسافر کو عزیز سمجھ
وز آسیب شان بر حذر باش نیز
اور ان کی تکلیف رسانی سے چوکنا رہ!

ز بیگانه پرهیز کردن نکوست
اجنبی سے بچنا ہی مناسب ہے
که دشمن توان بود در زی دوست
اس لیے کہ دوست کے لباس میں کوئی دشمن بھی ہو سکتا ہے

قدیمان خود را بیفزای قدر
اپنے پرانوں کا مرتبہ بڑھا
که هرگز نیاید ز پرورده غدر
کیونکہ پالے ہوئے سے دغا سرزد نہ ہوگی

چو خدمت گزاریت گردد کهن
جب تیرا کوئی خدمت گزار پرانا ہو جائے
حق سالیانش[1] فرامش مکن
اس کے سالیانے حق کو نہ بھول!

گر او را هرم دست خدمت ببست
اگر بڑھاپے[2] نے اس کی خدمت کا ہاتھ باندھ دیا ہے
ترا بر کرم همچنان دست هست
تجھے تو کرم کرنے پر اسی طرح قدرت ہے

حکایت
قصہ

شنیدم که شاپور[3] دم در کشید
میں نے سنا ہے شاپور خاموش ہو گیا
چو خسرو برسمش قلم در کشید[4]
جب خسرو نے اس کے نام پر قلم کھینچ دیا

چو شد حالش از بینوائی تباه
جب مفلسی کی وجہ سے اس کا حال تباہ ہوا
نبشت این حکایت بنزدیک شاه
تو یہ حکایت شاہ کو لکھ بھیجی۔

که ای شاه آفاق گستر بعدل
کہ اے ملک میں انصاف رکھنے والے بادشاہ
اگر من نماندم تو باقی بفضل
اگر میں کسی قابل نہ رہا تو تو بزرگی کے ساتھ سلامت ہے

چو بذل تو کردم جوانی خویش
میں نے اپنی جوانی تیرے کام پر خرچ کی
بهنگام پیری مرانم ز پیش
تو بڑھاپے میں مجھے اپنی پیشی سے نہ ہٹا

[1] سالیانہ وہ تنخواہ جو سال بسال دی جاتی ہے۔
[2] یعنی بڑھاپے کی وجہ سے خدمت کرنے سے معذور ہو گیا ہے۔
-۱۰-
[3] شاپور خسرو کا وزیر تھا جس نے شیریں کو اس سے ملا دیا تھا۔
[4] یعنی وزارت سے برطرف کر دیا

غریبے کہ پُر فتنہ باشد سرش
وہ غیر ملکی جس کا دماغ فتنہ سے پُر ہو
میازار و بیروں کن از کشورش
اس کو نہ ستا اور اس کو ملک سے بدر کر دے

تو گر خشم بروے نرانی رواست
اگر تو اسکی پر غصہ نہ کرے تو مناسب ہے
کہ خود خوئے بد دشمنش در قفاست
اس لیے کہ اس کی بد عادت خود اس کا دشمن اس کے پیچھے لگا ہے

وگر پارسی باشدش زاد بوم
اور اگر اس کی وطنیت پارسی ہو
بصنعاش[1] مفرست و سقلاب و روم
تو صنعا اور سقلاب و روم میں اس کو نہ بھیج

ہم آنجا امانش مدہ تا بچاشت
تھوڑی دیر کے لیے بھی اس کو وہاں پناہ نہ لینے دے
نشاید بلا برد گرکس گماشت
دوسروں پر مصیبت ڈالنا مناسب نہیں ہے

کہ گویند برگشتہ باد آں زمیں
اس لیے کہ وہ لوگ یہی کہیں گے کہ خدا کرے وہ
کز و مردم آیند بیروں چنیں
سرزمین برباد ہو جہاں سے ایسے لوگ نکلا کرتے ہیں

عمل گر دہی مرد منعم شناس
اگر کوئی کام سپرد کرے تو مالدار کو تلاش کر
کہ مفلس ندارد ز سلطاں ہراس
اس لیے کہ مفلس کو بادشاہ کا کوئی خوف نہیں ہوتا ہے

چو مفلس فرو برد گردن بدوش
جب مفلس متفکر ہو
از و بر نیاید دگر جز خروش
تو اس سے آہ و زاری کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہوگا

چو مشرف دو دست از امانت بداشت
جب دیوان امانت سے دستبردار ہو جائے
بباید برو ناظرے بر گماشت
تو اس پر ایک ناظر مقرر کر دینا چاہیے

ورا و نیز در ساخت با خاطرش
اور اگر وہ بھی اس کی طبیعت سے ساز باز کرے
ز مشرف عمل بر کن و ناظرش
تو دیوان اور ناظر دونوں سے کام سے ہٹا دے

خدا ترس باید امانت گزار
امانت دار خدا سے ڈرنے والا مقرر کرنا چاہیے
امیں کز تو ترسد امینش مدار
جو صرف تجھ سے ڈرے اس کو امین نہ بنا

بیفشاں[2] و بشمار و عاقل نشیں
چھان بین کرلے اور شمار کرا ور سمجھ دار بن کر بیٹھ
کہ از صد یکے را نہ بینی امیں
اس لیے کہ سو میں سے ایک بھی تجھے امانت دار نظر نہ آئیگا

دو ہم جنس دیرینہ را ہم قلم
دو پرانے ہم قوم اور ہم پیشہ کو
نباید فرستاد یک جا بہم
ایک جگہ اکٹھا کام کے لیے نہ بھیجنا چاہیے

چہ دانی کہ ہمدست گردند و یار
تجھے کیا معلوم کہ وہ شریک درد دست ہو جائیں
یکے دزد باشد یکے پردہ دار
ایک چور ہو جائے اور دوسرا چھپانے والا

چو دزداں[3] ز ہم باک دارند و بیم
جب چور آپس میں خوف اور ڈر رکھیں
رود در میان کاروانے سلیم
تو درمیان سے قافلہ بچ نکلتا ہے

یکے را کہ معزول کردی ز جاہ
جس کو تو نے کسی مرتبہ سے معزول کر دیا ہو
چو چندے برآید بہ بخش گناہ
جب کچھ دن گذر جائیں تو اسکو معاف کر دے

برآوردن کام امیدوار
کسی امیدوار کا کام بنا دینا
بہ از قید بندی شکستن ہزار
ہزار آدمیوں کو قید سے رہا کر دینے سے بہتر ہے

[1] صنعا یمن کا دارالخلافہ ہے سقلاب ترکستان کا ایک شہر ہے۔

[2] یعنی خزانے کی تحویل کا حساب جانچتے رہنا چاہیے،

[3] یعنی ڈاکوؤں کی آپس کی بے اطمینانی قافلہ کی نجات کا سبب ہوتی ہے۔

نویسندہ را کن ستونِ عمل
اچھے محاسب کو کام کا مدار بنا

بفرماں براں بر شہِ دادگر
فرماں برداروں پر عادل بادشاہ کو

گہش می زند تا شود دردناک
کبھی اس کو مارتا ہے تاکہ وہ رو پڑے

چو نرمی کنی خصم گردد دلیر
جب تو نرمی ہی برتے دشمن دلیر ہو جائے گا

درشتی و نرمی بہم در بہ است
سختی اور نرمی ملی جلی بہتر ہے

جواں مرد و خوش خلق و بخشندہ باش
بہادر اور خوش خلق اور سخی بنا رہ

چو یاد آیدت عہدِ شاہانِ پیش
جب تجھے پہلے بادشاہوں کا زمانہ یاد آئے

نیامد کس اندر جہاں کو بماند
دنیا میں کوئی ایسا نہیں آیا جو ہمیشہ رہا ہو

نمرد آنکہ ماند پس ازوے بجائے
وہ شخص نہیں مرا جس کے بعد اس کے قائم مقام

ہر آنکو نماند از پسش یادگار
جس کے بعد اس کی یادگار نہ رہی

وگر رفت و آثار و خیرش نماند
اور اگر مر گیا اور اس کی کوئی قبر باقی و خیر نہ رہی

چو خواہی کہ نامت بود در جہاں
اگر تو یہ چاہتا ہے کہ دنیا میں تیرا نام روشن ہو

ہمیں کام و ناز و طرب داشتند
وہ بھی مقصد اور ناز اور مستی رکھتے تھے

یکے نام نیکو ببرد از جہاں
ایک دنیا سے نیک نامی کمائے گیا

بسمعِ رضا مشنو ایذائے کس
خوشنودی کے کان سے کسی کی برائی نہ سن

گنہگار را عذرِ نسیاں بنہ
خطا کار کی بھول کا عذر قبول کر!

نیفتد نبرّد طنابِ امل
نہ وہ غلطی کرے گا نہ امید کی رسّی کاٹے گا

پدر وار خشم آورد بر پسر
اس طرح کا غصہ کرنا چاہیے جیسا کہ باپ کو بیٹے پر

گہے می کند آبش از دیدہ پاک
کبھی اس کے آنسو پوچھتا ہے

وگر خشم گیری شوند از تو سیر
اور اگر غصہ ہی کرے گا سب ناامید ہو جائیں گے

چو رگ زن کہ جرّاح و مرہم نہ ست
جراح کی طرح کہ زخم لگانے والا اور مرہم رکھنے والا ہے

چو حق بر تو پاشد تو بر خلق پاش
جب خدا تجھے دے تو مخلوق پر نچھاور کر!

ہمیں نقش بر خواں پس از عہدِ خویش
اپنے زمانہ کے بعد کے ایسے ہی نقوش پڑھ

مگر آں کزو نامِ نیکو بماند
ہاں وہ جس کا نیک نام باقی رہا ہو

پل و خانی و خوان و مہماں سرائے
پل اور تالاب اور لنگر خانہ اور مسافر خانہ ہو

درختِ وجودش نیاورد بار
اس کے وجود کا درخت کوئی پھل نہ لایا

نشاید پس مرگش الحمد خواند
اس کے مرنے کے بعد اس پر فاتحہ نہ پڑھنی چاہیے

مکن نامِ نیکِ بزرگاں نہاں
تو بزرگوں کے نیک نام کو نہ مٹا

بآخر برفتند و بگذاشتند
بالآخر چلے گئے اور سب چھوڑ گئے

یکے رسمِ بد ماند ازو جاوداں
ایک ہمیشہ کے لئے رسم بد چھوڑ گیا

وگر گفتہ آید بغورش برس
اور اگر تجھ سے کہی جائے تو پھر اس کی گہرائی تک پہنچ

چو زنہار خواہند زنہار دہ
اگر وہ معافی چاہے تو معاف کر دے

۱۔ رعایا اور متعلقین سے بادشاہ کو سختی اور نرمی سے ملا جلا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ جرّاح چیرا بھی لگاتا ہے اور مرہم پٹی بھی کرتا ہے۔
۲۔ اگلے بادشاہوں کے تذکرے پڑھ کر اپنے بارے میں رائے قائم کر۔ بروں کا برا ذکر اور بھلوں کا ذکر خیر ہوتا ہے۔
۳۔ کسی کی برائی نہ سن اگر سننی ہی پڑے تو اس کی گہرائی میں جا کہ آخر کیوں برا کہا جا رہا ہے۔

۱۰

گر آید گنہگارے اندر پناہ
اگر کوئی قصوروار پناہ میں آئے

نہ شرط است کشتن باول گناہ
تو پہلی خطا پر مار ڈالنا ضروری نہیں ہے

چو بارے بگفتند و نشنید پند
جب ایک بار نصیحت کر چکیں اور وہ نہ سنے

دگر گوشمالش بزندان و بند
پھر اس کی گوشمالی قید خانہ اور بیڑی سے ہونی چاہیے

دگر پند و بندش نیاید بکار
اور اگر نصیحت اور بیڑی بھی کارآمد نہ ہو

درخت خبیث است بیخش بر آر
تو وہ درخت ہی خبیث ہے اس کی جڑ اکھاڑ دے

چو خشم آیدت بر گناہ کسے
اگر تجھے کسی کے قصور پر غصہ آئے

تأمل کنش در عقوبت بسے
تو اس کی سزا میں بہت غور کر!

کہ سہل است لعل بدخشاں شکست
اس لیے کہ بدخشانی لعل کو توڑ دینا آسان ہے

شکستہ نشاید دگر بارہ بست
لیکن ٹوٹا ہوا دوبارہ نہیں جوڑا جا سکتا

حکایت در تدبیر پادشاہان و تاخیر کردن در سیاست

حکایت بادشاہوں کی تدبیر اور سزا کی تاخیر کرنے کے بیان میں

ز دریائے عماں[۱] بر آمد کسے
ایک شخص دریائے عمان سے آیا

سفر کردہ ہامون و دریا بسے
جو جنگل اور دریا کا بہت سفر کیے ہوئے تھا

عرب دیدہ و ترک و تاجیک و روم
جس نے عرب اور ترک اور تاجیک اور روم کو دیکھا تھا

ز ہر جنس در نفس پاکش علوم
اس کے پاک نفس میں ہر جنس کے علوم تھے

جہاں گشتہ و دانش اندوختہ
جو دنیا گھومے ہوئے اور سمجھ کو جمع کیے ہوئے تھا

سفر کردہ و صحبت آموختہ
بہت سفر کیے ہوئے اور صحبتیں اٹھائے ہوئے تھا

بہیکل قوی چوں تناور درخت
صورت میں تناور درخت کی طرح قوی تھا۔

ولیکن فرو ماندہ بے برگ سخت
لیکن بے سامانی کی وجہ سے سخت عاجز تھا

دو صد رقعہ بالائے ہم دوختہ
دو سو پیوند ایک دوسرے پر سیے ہوئے

ز حراق و او در میاں سوختہ
سوزش کی وجہ سے اور وہ درمیان میں جھلسا ہوا

بشہرے درآمد ز دریا کنار
وہ دریا کے کنارے سے شہر میں آیا

بزرگے دراں ناحیت شہریار
ان اطراف میں ایک بڑا بادشاہ تھا

کہ طبع نکو نامی اندیش داشت
جو نیک نامی سوچنے والی طبیعت رکھتا تھا

سر عجز بر پائے درویش داشت
عاجزی کا سر فقیروں کے پاؤں پر رکھتا تھا

بشستند خدمت گزاران شاہ
بادشاہ کے خدمتگاروں نے دھویا

سر و تن بحمامش از گرد راہ
اس کا سر اور جسم حمام میں راستہ کی گرد سے

چو بر آستان ملک سر نہاد
جب اس نے بادشاہ کی چوکھٹ پر سر رکھا

نیایش کناں دست بر بر نہاد[۲]
تعریف کرتے ہوئے سینہ پر ہاتھ رکھا

۱؎ عمان مشہور دریا ہے جس میں بکثرت موتی پیدا ہوتے ہیں یا دریائے شور کے کنارے ایک قصبہ ہے



۲؎ بڑے لوگوں کے سامنے سینہ پر ہاتھ رکھ کر بات کی جاتی تھی

نرفتم دریں مملکت منزلے
میں اس سلطنت میں کسی ایسی جگہ نہیں پہنچا
کز آسیب آزردہ دیدم کسے
جہاں تکلیف سے کسی دل کو رنجیدہ دیکھا ہو

نہ دیدم کسے سرگراں از شراب
میں نے کسی کو شراب سے مست نہ دیکھا
مگر ہم خرابات دیدم خراب
ہاں شراب خانے ویران دیکھے۔

ملک را ہمیں ملک پیرایہ بس
بادشاہ کے لیے ملک کی یہی آراستگی کافی ہے
کہ راضی نگردد بآزارِ کس
کہ کسی کی تکلیف سے خوش نہ ہو

سخن گفت و دامانِ گوہر فشاند
اس نے گفتگو کی اور موتیوں بھرا دامن بکھیرا
بنطقے کہ شہ آستیں بر فشاند
ایسی گویائی سے کہ بادشاہ جھوم گیا

پسند آمدش حسنِ گفتارِ مرد
اس کو اس شخص کی گفتگو کا حسن پسند آیا
بنزدِ خودش خواند و اکرام کرد
اسکو اپنے قریب بلایا اور عزت بخشی

زرش داد و گوہر بشکرِ قدوم
اس کی تشریف آوری کے شکریہ میں اس کو سونا اور موتی دیے
بپرسیدش از گوہر و زاد بوم
اس سے اس کی اصل اور وطن پوچھا

بگفت انچہ پرسیدش از سرگذشت
اس نے اپنی وہ سرگذشت سنائی جو اس نے دریافت کی
بقربت ز دیگر کساں در گذشت
وہ بادشاہ سے قرب میں دوسروں سے بڑھ گیا

ملک با دلِ خویشتن رائے زد
بادشاہ نے اپنے دل میں سوچا
کہ دستورِ ملک ایں چنینے سزد
کہ ملک کی وزارت کا اس جیسا مناسب ہے

ولیکن بتدریج تا انجمن
لیکن رفتہ رفتہ تاکہ مجلس والے [۱]
بسستی نخندند بر رائے من
میری رائے کی کمزوری پر نہ ہنسیں

بعقلش بباید نخست آزمود
ابتداءً اس کو عقل میں آزمانا چاہیے
بقدرِ ہنر پایگاہش فزود
اس کے ہنر کے مطابق اس کا مرتبہ بڑھانا چاہیے

بَرد بر دل از جورِ غم بارہا
دل پر غم کے ظلم کے بوجھ اٹھاتا ہے
کہ نا آزمودہ کند کارہا
جو شخص بدوں آزمائے کام کرتا ہے

چو قاضی بفکرت نویسد سجل
جب قاضی غور سے دستاویز لکھتا ہے [۲]
نگردد ز دستار بنداں خجل
تو اس کو علماء سے شرمندگی اٹھانی نہیں پڑتی

نظر کن چو سوفار داری بشست
اس وقت تک سوچ لے جب تک تیر چٹکی میں ہے
نہ آنگہ کہ پرتاب کردی ز دست
نہ اس وقت جب کہ تیر ہاتھ سے چھوڑ دے

چو یوسف کسے در صلاح و تمیز
یوسف علیہ السلام کی طرح آدمی کو نیکی اور تمیز میں
بسے سال باید کہ گردد عزیز
بہت سے سال گذارنے ہونگے تاکہ وہ عزیز مصر بنے

بایام تا بر نیاید بسے
جب تک بہت سا زمانہ نہ گذر جائے
نشاید رسیدن بغورِ کسے
کسی کی گہرائی کو نہیں پہنچا جا سکتا

ز ہر نوعِ اخلاقِ او کشف کرد
اس کے ہر قسم کے اخلاق کی تحقیق کی
خردمند پاکیزہ دیں بود مرد
وہ عقلمند، پاکیزہ دین انسان تھا

[۱] یعنی فوری طور پر وزارت دینا میری عقل کی کمزوری پر محمول کریں گے۔

[۲] فیصلہ کی دستاویز غور سے لکھے گا تو غلطی کا امکان نہ ہوگا۔

نکو سیرتش دید و روشن قیاس
اس کو نیک عادت روشن سمجھ والا

برای از بزرگاں بہش دید و بیش
اس کو رائے میں بڑوں سے بھی بہتر اور زیادہ دیکھا

چناں حکمت و معرفت کار بست
وہ ایسی دانائی اور جان کاری کام میں لایا

در آورد ملکے بزیرِ قلم
ملک کو اس طرح قابو میں لے آیا

زبانِ ہمہ حرف گیراں ببست
سب نکتہ چینیوں کی زبان بند کر دی

حسود یکہ یک جو خیانت ندید
وہ حاسد جس نے اس کی ایک جو خیانت نہ دیکھی

ز روشن دلش مُلک پر تو گرفت
اس کے روشن دل سے سلطنت نے روشنی حاصل کی

ندید آں خردمند را رخنہ
اس نے اس عقلمند میں کوئی خرابی نہ دیکھی

امین و بد اندیش طشتند و مور
امانت دار اور مخالف کی مثال طشت اور چیونٹی کی سی ہے

مَلِک را دو خورشید طلعت غلام
بادشاہ کے دو نوکر جن کا چہرہ سورج کی طرح تھا

دو پاکیزہ پیکر چو حور و پری
دونوں پاکیزہ صورت حور اور پری کی طرح

دو صورت کہ گفتی یکے نیست بیش
دونوں کی ایسی صورتیں کہ تو کہے ایک دوسرے سے بڑھا ہوا نہیں ہے[۳]

سخنہائے دانائے شیریں سخن
شیریں کلام دانشمند کی باتوں نے

چو دیدند کاوصافِ خلقش نکوست
جب انھوں نے دیکھا کہ اس کی اخلاقی خوبیاں اچھی ہیں

درو ہم اثر کرد میل بشر
انسانی خواہش نے اس میں بھی اثر کیا

از آسایش آنگہ خبر داشتے
اس کو آرام کا اس وقت پتہ چلتا

سخن سنج و مقدارِ مردم شناس
بات کو تولنے والا اور انسانوں کا مرتبہ پہچاننے والا دیکھا

نشاندش زبر دستِ دستورِ خویش[۱]
اس کو اپنے وزیر سے بلند درجہ پر بٹھایا

کہ در امر و نہیش درونے نخست
کہ احکام میں کسی کا دل نہ توڑا

کز و بر وجودے نیاید الم
کہ اس سے کسی کو رنج نہ پہنچا

کہ حرفے بدش بر نیاید ز دست
اس لیے کہ اس کے قلم سے کسی کے لیے ایک حرف برا نہ نکلا

بکارش نیامد چو گندم طپید
اس کے لیے گیہوں کی طرح تڑپنا مفید نہ ہوا

وزیرِ کہن را غمِ نو گرفت
پرانے وزیر کو نئے غم نے آ پکڑا

کہ در وے تواند زدن طعنہ
جس میں وہ طعنہ زنی کر سکتا

نشاید در و رخنہ کردن بزور
جو اس میں طاقت سے سوراخ نہیں کر سکتی ہے

بسر بر کمر بستہ بودے بدام
ہمیشہ خدمت کے لیے سرہانے کمر بستہ رہتے تھے

چو خورشید و ماہ از سہ دیگر بری[۲]
جیسے چاند سورج تیسرے سے پاک

نمودہ در آئینہ ہمتائے خویش
آئینہ میں اپنا جیسا دکھاتے تھے

گرفت اندراں ہر دو شمشاد بُن
ان دونوں شمشاد قد کے اندر اثر کیا

بطبعش ہوا خواہ گشتند و دوست[۴]
تو طبعاً اس کے خیر خواہ اور دوست ہو گئے

نہ میلے چو کوتاہ بیناں بشر
لیکن ایسی خواہش نہیں جو ناعاقبت اندیشوں کو شر کے ساتھ ہوتی ہے

کہ در روئے ایشاں نظر داشتے
جب ان کا چہرہ دیکھ لیتا

[۱] دستور وزیر کو بھی کہتے ہیں اور کتاب کو بھی جس میں قواعد لکھے جائیں یعنی اس کو وزیر اعظم بنا دیا۔

[۲] یعنی جیسے چاند سورج جیسا اور تیسرا کوئی نہیں ہے اسی طرح ان دونوں جیسا کوئی تیسرا نہ تھا۔



[۳] دونوں اس قدر حسین تھے کہ ایک کو دوسرے پر فوقیت نہیں دی جا سکتی تھی اور ہر ایک کی نظیر صرف اس کے آئینہ کی تصویر تھی کوئی دوسرا شخص نہ تھا۔

[۴] یعنی ان دونوں کو وزیر سے تعلق ہو گیا

چو خواہی کہ قدرت بماند بلند
اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا مرتبہ بلند رہے

وگر خود نباشد غرض درمیاں
اگرچہ کوئی غرض درمیان میں نہ آئے۔

وزیر اندریں شمۂ راہ برد
وزیر کو اس معاملہ میں کچھ موقع ملا

کہ ایں را ندانم چہ خوانند و کیست
کہ میں اس کو نہیں جانتا کہ کون کیا کہکر پکارتے ہیں اور وہ کون ہے

شنیدم کہ با بندگانش سرست
میں نے سنا ہے کہ اس کا خادموں کی طرف رجحان ہے

سفر کردگاں لاابالی زیند
پردیسی بے پرواہ زندگی بسر کرتے ہیں

نشاید چنیں خیرہ روئے تباہ
ایسا بے حیا بے غیرت مناسب نہیں ہے

مگر نعمت شہ فرامش کنم
میں یقیناً شاہی نعمت کو فراموش کروں گا

بہ پندار نتواں سخن گفت زود
محض خیال سے بات جلد نہیں کہی جاتی

ز فرمانبرانم کسے گوش داشت
میرے نوکروں میں سے ایک نے دیکھا

من ایں گفتم اکنوں ملک راست رای
میں نے یہ عرض کردیا اب رائے بادشاہ کی ہے

بنا خوب تر صورتے شرح داد
بہت برائی کے ساتھ واقعہ کی تفصیل کی

بد اندیش بر خوردہ چوں دست یافت
دشمن نے جب برائی پر قابو پالیا

بخردہ تواں آتش افروختن
چنگاری سے آگ روشن کرسکتے ہیں

ملک را چناں گرم کرد ایں خبر
اس خبر نے بادشاہ کو ایسا گرم کردیا

غضب دست در خونِ درویش داشت
غصہ نے فقیر کے خون میں ہاتھ رنگا

دل اے خواجہ در سادہ رویاں مبند
تو اے صاحب! تو دل امردوں سے نہ لگا

حذر کن کہ دارد بہیبت زیاں
پھر بھی بچ اس لیے کہ یہ دبدبہ کے نقصان کا سبب ہے

بخبث ایں حکایت بر شاہ برد
خباثت کی وجہ سے یہ معاملہ بادشاہ کے سامنے لے گیا

نخواہد بساماں دریں ملک زیست
وہ اس ملک میں عزت سے جینا نہیں چاہتا

خیانت پسند ست و شہوت پرست
خیانت کو پسند کرنے والا اور شہوت پرست ہے

کہ پروردۂ ملک و دولت نیند
کیونکہ وہ اس ملک اور حکومت کے پلے ہوئے نہیں ہیں

کہ بدنامی آرد در ایوانِ شاہ
جو شاہی محل میں بدنامی لائے۔

کہ بینم تباہی و خامش کنم
جبکہ تباہی دیکھوں اور خاموش رہوں

نگفتم ترا تا یقینم نہ بود
میں نے تجھ سے اس وقت تک ذکر نہ کیا جب تک یقین نہ آگیا

کز ایناں دو یکتن در آغوش داشت
کہ ان دونوں میں سے ایک کو وہ بغل میں دبائے تھا

چناں کازمودم تو نیز آزمای
جیسا میں نے آزمایا ہے آپ بھی آزمائیں

کہ بد مرد را نیک روزے مباد
خدا کرے برے شخص کو نیک دن نہ نصیب ہو

درونِ بزرگاں باتش بتافت
بڑوں کے دل کو آگ سے جلایا

پس آنگہ درخت کہن سوختن
پھر پرانے درخت کو جلا سکتے ہیں

کہ جوشش برآمد چو منجل بسر
کہ اس کو ایسا جوش آیا جیسا کہ سر پر ہانڈی چلی ہو

ولیکن سکوں دست در پیش داشت
لیکن بردباری نے روک دیا

(۱۰)

۱؎ یعنی میں اس وزیر کے نام اور حقیقت سے ناواقف ہوں کیونکہ پردیسی ہے۔

۲؎ یعنی وزیر نے ایسی برائی کی کہ وہ اس بددعا کا مستحق ہے۔

۳؎ یعنی ابتداء فتنہ معمولی ہوتا ہے پھر بڑھتا ہے۔

۴؎ ہم نے اس مصرع میں منجل کا ترجمہ کیا ہے۔ بعض نسخوں میں مرجل ہے جس کے معنی ہانڈی کے ہیں یعنی اس کے دماغ میں ہانڈی کا سا جوش آیا۔

که پرورده کشتن نه مردی بود
کہ پالے ہوئے کو مارنا بہادری نہیں ہے

میازار پروردهٔ خویشتن
اپنے پروردہ کو مت ستا!

بنعمت نبایست پروردنش
نعمت سے اس کو نہ پالنا چاہیے

ازو تا هنرها یقینت نشد
اس کے ہنروں کا جب تک تجھے یقین نہ ہوگیا

کنوں تا یقینت نگردد گناه
اب جب تک خطا کا تجھے یقین نہ ہو جائے

ملک در دل ایں راز پوشیده داشت
بادشاہ نے اس راز کو پوشیدہ رکھا

دلست اے خردمند زندانِ راز
اے عقل مند دل راز کا قید خانہ ہے

نظر کرد پوشیده در کارِ مرد
اس مرد کے کام کو پوشیدہ طور پر دیکھا

که ناگه نظر زی یکے بنده کرد
کہ اس نے اچانک ان دونوں میں سے ایک کی طرف دیکھا

دو کس را که باهم بود جان و هوش
ایسے دو شخص کہ ان کی جان اور ہوش ایک ہوں

تو دانی که صاحب نظر زیر زیر
تو جانتا ہے کہ چپکے چپکے دیکھنے والا

ملک را گمان بدی راست شد
بادشاہ کے لیے بدی کا گمان یقینی ہو گیا

هم از حسن تدبیر و رائے تمام
پھر بھی حسن تدبیر اور مکمل رائے سے

ترا من خردمند پنداشتم
میں نے تجھے عقلمند سمجھا

گماں بردمت زیرک و هوشمند
میں نے تجھے عقلمند اور باہوش گمان کیا

چنیں مرتفع پایه جائے تو نیست
ایسا بلند مرتبہ تیری جگہ نہیں ہے

ستم در پئے داد سردی بود
داد و دہش کے بعد ظلم کرنا غلطی ہے

چو تیر تو دارد به تیرش مزن
جب کہ وہ تیرا ترکش سنبھالے ہوئے ہے تو اس کو تیر نہ مار

چو خواهی به بیداد خوں خوردنش
جب تو ظلم سے اس کا خون پینا چاہتا ہے

در ایوانِ شاهی قرینت نشد
وہ شاہی محل میں تیرا مصاحب نہ بنا

بگفتار دشمن گزندش مخواه
دشمن کے کہنے سے اس کو نقصان نہ پہنچا

که قول حکیماں نپوشیده داشت
کیونکہ وہ داناؤں کی بات سنے ہوئے تھا

چو گفتی نیاید بزنجیر باز
جب تو کہہ چکا تو وہ زنجیر سے واپس نہیں آسکتا

خلل دید در رای هشیار مرد
ہوشیار مرد کی رائے میں خلل دیکھا

پری چهره در زیرِ لب خنده کرد
وہ پری جیسے چہرہ والا مسکرا دیا

حکایت کنانند و ایشاں خموش
آپس میں بات کر لیتے ہیں اور چپ رہتے ہیں

نگردد چو مستسقی از دجله سیر
سیراب نہیں ہوتا جیسا کہ استسقاء کی بیماری والا دجلہ سے

بسودا بر و خشمگیں خواست شد
جنون سے اس پر غضبناک ہونا چاہا

باهستگی گفتش اے نیک نام
چپکے سے اس کو کہا کہ اے نیک نام!

بر اسرارِ ملکت امیں داشتم
سلطنت کے رازوں پر امین بنایا

ندانستمت خیره و ناپسند
تجھے بے حیا اور ناپسند نہ جانا

گناه از من آمد خطائے تو نیست
میری غلطی ہوئی تیری کچھ خطا نہیں ہے

۱؎ یعنی جب تو نے اس کو پناہ دی ہے یا وہ تیرا خدمتگار ہے تو اس کو نہ مار۔
۲؎ یعنی اس اجنبی کے ہنروں کا یقین کر کے اس کو وزیر بنایا ہے۔
۳؎ یہ حکیموں کا قول ہے۔
۴؎ جن دو شخصوں میں محبت ہوتی ہے ان کی نگاہیں گفتگو کر لیتی ہیں زبان خاموش رہتی ہے۔

کہ چوں بد گہر پرورم لاجرم
کہ جب میں کسی بد اصل کی پرورش کروں تو یقیناً

برآورد سر مردِ بسیار داں
بہت کچھ جاننے والے مرد نے سر اٹھایا

مرا چوں بود دامن از جرم پاک
جب میرا دامن جرم سے پاک ہو

بخاطر برم ہرگز ایں ظن نرفت
میری طبیعت پر ہرگز یہ خیال نہ گذرا تھا

شہنشہ برآشفت کایں وزیر
بادشاہ نے بگڑ کر کہا کہ اس وزیر نے

تبسم کناں دست برلب گرفت
اس نے مسکراتے ہوئے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا

حسودیکہ بیند بجائے خودم
وہ حاسد جو اپنی جگہ مجھے دیکھ رہا ہو

من آں ساعت انگاشتم دشمنش
میں نے تو اس کو اسی وقت دشمن سمجھ لیا تھا

چو سلطاں فضیلت نہد بر ویم
جب بادشاہ مجھے اس پر فضیلت دے رہا ہے تو

مرا تا قیامت نگیرد بدوست
مجھے قیامت تک وہ آدمی دوست نہیں سمجھ سکتا

بریں بیت بگویم حدیثے درست
اس پر میں تجھے ایک صحیح قصہ سناتا ہوں

خیانت روا دارد م در حرم
وہ میرے حرم میں خیانت کو روا رکھے گا

چنیں گفت با خسروِ کارداں
ہوشیار بادشاہ سے یہ کہا۔

نباید ز خبث بداندیش باک
تو دشمن کی خباثت کی کوئی پرواہ نہیں ہے

ندانم کہ گفت ایں چہ بر من نرفت
نہ معلوم کس نے ایسی بات کہی ہے جو مجھ پر نہیں گذری

تعلل میندیش و حجت مگیر
اب بہلانے نہ تراش اور حجت بازی نہ کر!

کزو ہر چہ گوید نیاید شگفت
کہ وہ تو جو کچھ کہے اس پر تعجب نہیں ہے

کجا بر زباں آورد جز بدم
اس کی زبان پر بدی کے علاوہ میرے متعلق اور کیا آسکتا ہے

کہ بنشاند شہ زیر دستِ منش
جب بادشاہ نے اس کو میرے ماتحت بٹھا دیا تھا

نداند کہ دشمن بود در پیم
بادشاہ یہ نہیں سمجھتا ہے کہ وہ میرے درپے دشمن ہے

چو بیند کہ در عزّمن ذلِّ اوست
جو یہ دیکھ رہا ہو کہ میری عزت میں اس کی ذلت ہے

اگر گوش با بندہ داری نخست
اگر ابتداءً آپ خادم کی بات سنیں

مثل
کہاوت

مر ابلیس را دید شخصے بخواب
ایک شخص نے خاص شیطان کو خواب میں دیکھا

نظر کرد و گفت اے نظیر قمر
اس نے اس کو دیکھا اور کہا کہ اے چاند جیسے

ترا ہمچنیں روئے پنداشتند
تجھے خوفناک چہرے والا سمجھا۔

بقامت صنوبر بروی آفتاب
جو قد میں صنوبر کی طرح تھا اور جس کا چہرہ آفتاب کی طرح تھا

ندارند خلق از جمالت خبر
لوگوں کو تیرے حسن کی خبر نہیں ہے

بگرمابہ در زشت بنگاشتند
حمام میں بری تصویر بنائی

(١٠)

١ یعنی ان دونوں غلاموں سے نہ مجھے کوئی عشق ہے اور نہ میں ان میں سے کسی کو بغل میں لیے ہوئے تھا۔
٢ حماموں کی دیواروں پر بھیانک اور بدہیئت تصویریں منقش کرنے کا دستور تھا۔

بخندید و گفت آں نہ شکل منست
وہ ہنسا اور اس نے کہا کہ وہ میری شکل نہیں ہے

براندا ختم بیخ شاں از بہشت
میں نے اُن کی جڑ بہشت سے اکھاڑ پھینکی[1]

مراہم چنیں نام نیک ست لیک
اسی طرح میرا بھی بھلا نام ہے لیکن

وزیرے کہ جاہِ من آبش بریخت
وہ وزیر جس کی آبرو میرے مرتبہ نے بہادی ہو

ولیکن نیندیشم از خشم شاہ
لیکن مجھے بادشاہ کے غصہ کی فکر نہیں ہے

چو حرفم برآید درست از قلم
جب میرے قلم سے بات صحیح نکلتی ہے

نیاوردہ عامل غش اندر میاں
جس کارکن نے معاملہ میں کھوٹ نہ کیا ہو

اگر محتسب گردد آں را غمست
اگر محتسب چکر لگائے تو اس کو فکر ہوگی

ملک در سخن گفتنش خیرہ ماند
بادشاہ اس کے بات کرنے سے حیران ہوگیا

کہ مجرم بزرق و زباں آوری
کہ مجرم مکاری اور زبان درازی سے

زخصمت ہمانا کہ نشنیدہ ام
میں[2] نے صرف تیرے مخالف سے نہیں سنا ہے

کزیں زمرۂ خلق در بارگاہ
کہ دربار میں اتنے لوگوں کے مجمع میں

بخندید مردِ سخن گوی و گفت
بات کرنے والا مرد ہنسا اور کہا

دریں نکتہ ہست اگر بشنوی
اگر آپ سنیں تو اس میں ایک نکتہ ہے

نہ بیند کہ درویش بیدست گاہ
کیا بادشاہ کو نظر نہیں آتا کہ بے طاقت فقیر

مرا دستگاہِ جوانی برفت
میری جوانی کی طاقت جاتی رہی

ولیکن قلم در کفِ دشمنست
لیکن قلم دشمن کے ہاتھ میں ہے

کنونم بکیں می نگارند زشت
تو اب مجھے کینہ کی وجہ سے برا سمجھتے ہیں

زعلت نگوید بداندیش نیک
دشمن حسد کی وجہ سے اچھا نہیں کہتا ہے

بفرسنگ باید ز مکرش گریخت
اس کے مکر سے ایک فرسخ بھاگنا چاہیے

دلاور بود در سخن بے گناہ
بے قصور انسان بات کہنے میں جری ہوتا ہے

مرا از ہمہ حرف گیراں چہ غم
مجھے سب نکتہ چینوں کا کیا غم ہے

نیندیشد از رفعِ دیوانیاں
تو وہ دفتر والوں کے دعوے سے نہیں ڈرتا

کہ سنگِ ترازوئے بارش کمست
جس کی ترازو کے باٹ کم ہوں۔

سرِ دستِ فرماں دہی بر فشاند
حکمرانی کے ہاتھ پیٹنے لگا

ز جرمیکہ دارد نگردد بری
اس جرم سے نہیں بچ سکتا جو اس نے کیا ہے

نہ آخر بچشمِ خودت دیدہ ام
کیا میں نے اپنی آنکھ سے تجھے نہیں دیکھا ہے

نمی باشدت جز درایناں نگاہ
تیری نگاہ ان کے علاوہ کسی پر نہیں پڑتی

حقست ایں سخن حق نشاید نہفت
یہ بات سچی ہے۔ سچائی نہ چھپانی چاہیے

کہ حکمت رواں باد و دولت قوی
خدا کرے آپ کا حکم جاری اور حکومت قوی رہے

بحسرت کند در توانگر نگاہ
مالدار کو حسرت سے دیکھتا ہے

بلہو و لعب زندگانی برفت
جوانی کھیل کود میں ختم ہوگئی

[1] حضرت آدم کو بہکا کر گیہوں کھلا دیا اور جنت سے نکلوا دیا۔

[2] یعنی میں نے صرف معزول وزیر کے کہنے سے یقین نہیں کیا بلکہ تیری حرکتوں کو خود دیکھا ہے۔

زدیدار ایناں ندارم شکیب — کہ سرمایہ داران حسنند و زیب
ان کے دیکھنے سے میں نہیں رک سکتا — اس لیے کہ وہ زینت اور حسن کے سرمایہ دار ہیں

مرا ہمچنیں چہرہ گلفام بود — بلورینم از خوبی اندام بود
میرا بھی ایسا ہی پھول جیسا چہرہ تھا — حسن میں میرا جسم بھی بلور کی طرح تھا

دریں غایتم رشت باید کفن — کہ مویم چو پنبہ ست و دوکم بدن
اب اس انتہا پر مجھے کفن بننا چاہیے — اس لیے کہ میرے بال گالا اور بدن تکلا ہوگیا ہے

مرا ہمچنیں جعد شبرنگ بود — قبا در بر از نازکی تنگ بود
میرے بھی رات کی طرح کالے گھونگریالے بال تھے — نزاکت کی وجہ سے قبا بدن پر تنگ تھی

دو رستہ دُرم در دہاں داشت جائے — چو دیوارے از خشت سیمیں بپائے
میرے منہ میں دو طرفہ موتی قائم تھے — جیسے کہ چاندی کی اینٹوں کی دیوار کھڑی ہو

کنونم نگہ کن بوقت سخن — بیفتاد یکیک چو جسر کہن
اب مجھے بات کرتے وقت دیکھ — پرانے پل کی طرح ایک ایک گر گیا

در ایناں بحسرت چرا ننگرم — کہ عمر تلف کردہ یاد آورم
ان کو حسرت سے کیوں نہ دیکھوں — اس لیے کہ مجھے اپنی تلف کردہ عمر کی یاد آرہی ہے

برفت ازمن آں روزہائے عزیز — بپایاں رسد ناگہ ایں روز نیز
وہ پیارے دن مجھ سے رخصت ہوگئے — اچانک یہ دن بھی ختم ہوجائے گا

چو دانشور ایں دُرِ معنی بسُفت — بگفت ایں کزاں بہ محالست گفت
عقلمند نے جب معنی کے ان موتیوں کو گوندھا — اس نے کہا کہ اس سے بہتر کہنا ناممکن ہے

در ارکان دولت نگہ کرد شاہ — کزیں خوبتر لفظ و معنی مخواہ
بادشاہ نے حکومت کے ذمہ داروں کو دیکھا — کہ اس سے بہتر لفظ و معنی نہ چاہو

کسے را نظر سوئے شاہد رواست — کہ داند بدیں شاہدی عذر خواست
ایسے شخص کو معشوق کا دیکھنا جائز ہے — جو اس خوبی سے عذر خواہی کرنا جانتا ہو

بعقل ار نہ آہستگی کردمے — بگفتار خصمش بیازردمے
سمجھ کی وجہ سے میں اگر آہستگی نہ برتتا — تو اس کے دشمن کے کہنے سے اس کو ستا دیتا

بہ تیزی سبک دست بردن بہ تیغ — بدنداں برد پشت دست دریغ
تیزی میں جلدی سے تلوار کی طرف ہاتھ بڑھا دینا — افسوس کے ہاتھ کی پشت کو دانتوں کی طرف لے جاتا ہے

زصاحب غرض تا سخن نشنوی — کہ گر کاربندی پشیماں شوی
صاحب غرض کی بات ہرگز نہ سن! — اس لیے کہ اس پر کاربند ہوگا تو پشیمان ہوگا

نکو نام را جاہ و تشریف و مال — بیفزود و بدگوی را گوشمال
نیک نام کے مرتبہ اور اعزاز اور مال میں — اور بدگو کی گوشمالی میں اضافہ کیا

بتدبیر دستور دانشورش — بہ نیکی بشد نام در کشورش
اس کے عقلمند وزیر کی تدبیر سے — نیکی سے ملک میں اس کا نام پھیل گیا

۱؎ بڑھاپے میں بالوں کا گالا بن جانا اور بدن کا تکلے کی طرح ہوجانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اب کفن کی تیاری کرو۔

۲؎ یعنی اس نئے وزیر نے اس خوبصورتی سے الزاموں کا جواب دیا کہ بادشاہ مطمئن ہوگیا۔

(۱۰)

۳؎ مخواہ کا خطاب ارکان دولت کی طرف ہے اور یہ صورت فارسی میں جائز ہے۔

۴؎ بدوں سوچ سمجھے تلوار کا چلانا افسوس کا باعث ہوتا ہے۔

بعدل وکرم سالہا ملک راند
انصاف اور شرافت سے سالوں حکومت کی
برفت و نکونامی ازوے بماند
مرگیا اور اس کی نیک نامی باقی رہی

چنیں پادشاہاں کہ دیں پرورند
جو بادشاہ دین پرور ہیں
بہ بازوئے دیں گوئے دولت برند
وہ دین کی طاقت سے حکومت کی بازی جیت لیتے ہیں

ازاناں نہ بینم دریں عہد کس
اس زمانہ میں ان میں سے میں کسی کو نہیں دیکھتا ہوں
وگر ہست بوبکر سعد ست و بس
اور اگر کوئی ہے تو بس ابوبکر سعد ہے

خدیو خردمند فرخ نہاد
عقلمند بادشاہ مبارک اصل
کہ شاخ امیدش برومند باد
خدا کرے کہ اس کی امید کی شاخ بارآور ہو

بہشتی درختی تو اے پادشاہ
اے بادشاہ تو جنتی درخت ہے۔
کہ افگندۂ سایہ یکسالہ راہ
کہ ایک سالہ راستے پر سایہ ڈالے ہوئے ہے

طمع بود در بخت نیک اخترم
اپنے نیک ستارے والے نصیبہ سے مجھے یہ توقع تھی
کہ بال ہما افگند بر سرم
کہ وہ ہما کا پر میرے سر پر ڈال دے گا

خرد گفت دولت نہ بخشد ہمای
عقل نے کہا ہما دولت نہیں بخشتا
گر اقبال خواہی دریں سایہ آی
اگر اقبال چاہتا ہے تو اس سایہ میں آ

خدایا برحمت نظر کردہ
اے خدا تو نے رحمت سے نظر کی ہے
کہ ایں سایہ بر خلق گستردہ
کہ یہ سایہ مخلوق پر ڈالا ہے

دعاگوئے ایں دولتم بندہ وار
میں غلاموں کی طرح اس سلطنت کا دعاگو ہوں
خدایا تو ایں سایہ پایندہ دار
اے خدا تو اس سایہ کو قائم رکھ!

صوابست پیش از کشش بند کرد
قتل کرنے سے پہلے قید کرنا مناسب ہے
کہ نتواں سر کشتہ پیوند کرد
اس لیے کہ کٹے ہوئے سر کو جوڑا نہیں جا سکتا

خداوند فرمان و رای و شکوہ
حکومت اور رائے اور دبدبہ والا
ز غوغائے مردم نگردد دستوہ
لوگوں کے شور و غل سے عاجز نہیں ہوتا

سر پُر غرور از تحمل تہی
غرور سے بھرا ہوا سر جو بردباری سے خالی ہو
حرامش بود تاج شاہنشہی
اس پر شہنشاہی کا تاج حرام ہے

نگویم چو جنگ آوری پایدار
میں یہ نہیں کہتا کہ لڑے تو جم جا
چو خشم آیدت عقل برجای دار
ہاں اگر غصہ آجائے تو عقل کو ٹھکانے رکھ

تحمل کند ہر کرا عقل ہست
برداشت وہی کرتا ہے جس میں عقل ہوتی ہے
نہ عقلے کہ خشمش کند زیر دست
نہ ایسی عقل جس کو غصہ دبائے

چو لشکر بروں تاخت خشم از کمیں
غصہ جب گھات سے لشکر دوڑاتا ہے
نہ انصاف ماند نہ تقوی نہ دیں
پھر نہ انصاف رہتا ہے اور نہ تقویٰ اور نہ دین

نہ دیدم چنیں دیو زیر فلک
میں نے آسمان تلے ایسا بھوت نہیں دیکھا
کزو می گریزند چندیں ملک
جس سے اتنے فرشتے بھاگ گئے ہوں۔

۱؎ یعنی جو بادشاہت میں دینداری کی وجہ سے بازی لے گئے ہیں۔

۲؎ جنت میں درخت طوبیٰ ہے جس کا سایہ ایک میں کی مسافت میں پھیلا ہوا ہے۔

۳؎ یعنی لڑائی میں جانا اس قدر دشوار نہیں کہ جس قدر غصہ پر قابو پانا۔

۴؎ انسان جب غصہ کرتا ہے تو رحمت کے فرشتے دور بھاگ جاتے ہیں۔

گفتار

نہ بر حکمِ شرع آب خوردن خطاست
حکمِ شرع کے خلاف پانی پینا گناہ ہے

اگر شرع فتوی دہد بر ہلاک
اگر شرع ہلاکت کا فتویٰ دے دے

وگر دانی اندر تبارش کساں
اگر تجھے اس کے خاندان میں اور آدمی معلوم ہوں

گنہ بود مردِ ستمگارہ را
ظالم کا قصور تھا

تنت زورمند ست ولشکر گراں
تیرا جسم قوی ہے اور لشکر بھی بھاری ہے

کہ وے بر حصارے گریزد بلند
اس لیے کہ وہ بلند حصار پر چڑھ جائے گا

نظر کن در احوالِ زندانیاں
قیدیوں کے احوال کی چھان بین کر لو

چو بازارگاں در دیارت بمرد
اگر تمہارے ملک میں کوئی تاجر مرجائے

کزاں پس کہ بر وے بگریند زار
اس لیے کہ اس کے بعد جب روئیں گے

کہ مسکیں در اقلیم غربت بمرد
کہ بے چارا پردیس میں مرگیا

بیندیش ازاں طفلک بے پدر
اس بے باپ کے بچہ کے بارے میں غور کرنے

بسا نام نیکوئے پنجاہ سال
بسا اوقات پچاس سال کا نیک کام

پسندیدہ کارانِ جاوید نام
ہمیشہ نام باقی رکھنے والے عمدہ کام کرنے والے

بر آفاق گر سر بسر بادشاست
اگرچہ اطراف عالم پر بادشاہ ہے

بمرد از تہیدستی آزاد مرد
آزاد مرد مفلسی سے مر گیا

وگر خوں بفتویٰ بریزی رواست
اگر فتویٰ لیکر خون بہائے تو درست ہے

الا تا نداری زکشتنش باک
اس کے مار ڈالنے سے ہرگز نہ جھجکنا

برایشاں ببخشای وراحت رساں
توان پر بخشش کر اور راحت پہنچا!

چہ تاواں زن و طفلِ بیچارہ را
ہنذا عورت اور بیچارے بچے پر کیا تاوان

ولیکن در اقلیم دشمن مراں
لیکن اس کو دشمن کی سرزمین میں نہ لے جا

رسد کشورے بے گنہ را گزند
بے قصور ملک کو نقصان پہنچے گا

کہ ممکن بود بے گنہ درمیاں
ممکن ہے ان میں کوئی بے قصور ہو

بمالش خساست بود دست برد
تو اس کے مال میں دست درازی کمینہ پن ہے

بہم باز گویند خویش و تبار
تو اپنے اور خاندان والے آپس میں کہیں گے

متاعے کزو ماند ظالم ببرد
جو کچھ اس کا رہا اس کو ظالم لے گیا

وزاں آہِ دلِ دردمندش حذر
اور اس کے دردمند دل کی آہ سے بچ!

کہ یک نامِ زشتش کند پائمال
برائی کا ایک نام اس کو پامال کر دیتا ہے

تطاول نکردند بر مالِ عام
عام لوگوں کے مال پر دست درازی نہیں کرتے ہیں

چو مال از توانگر ستاند گداست
جب مالداروں کا مال چھینتا ہے تو فقیر ہے

ز پہلوئے مسکیں شکم پر نہ کرد
لیکن کسی مسکین کے پہلو سے پیٹ نہیں بھرتا۔

۱؎ مثلاً روزے میں پانی پینے کی اجازت نہیں ہے اگر کوئی پیے گا گنہگار ہوگا اگر شرع کے حکم کے مطابق کسی کو قتل کرے گا تو ثواب ہوگا۔

۲؎ کسی شہر پر حملہ کرنے کا عموماً یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اصلی دشمن تو قلعہ بند ہو جاتا ہے اور بے قصور رعایا تباہ ہوتی ہے۔

۳؎ مالداروں سے مال چھیننے والا بادشاہ بھکاری ہے۔

حکایت

شنیدم کہ فرماں دہے دادگر
میں نے سُنا ہے کہ ایک منصف بادشاہ

یکے گفتش اے خسرو نیک روز
کسی نے اس سے کہا کہ اے نیک دل بادشاہ

بگفت ایں قدر ستر و آسائش ست
اس نے کہا یہاں تک تو پردہ پوشی اور آرام ہے

نہ از بہر آں می ستانم خراج
میں خراج اس لیے وصول نہیں کرتا ہوں

چو ہمچوں زناں حلہ در تن کنم
جب عورتوں کی طرح جسم پر جوڑا سجاؤں

مرا ہم ز صد گونہ آرزو ہواست
مجھے بھی[2] سو قسم کی آرزوئیں اور خواہشیں ہیں۔

خزائن پُر از بہرِ لشکر بود
خزانے لشکر کے لیے بھرے جاتے ہیں

سپاہی کہ خوشدل نباشد ز شاہ
وہ سپاہی جو بادشاہ سے خوش نہ ہو

چو دشمن خرِ روستائی برد
جب[3] دشمن دیہاتی کا گدھا چھین لے

مخالف خرش بُرد و سلطاں خراج
دشمن اس کا گدھا اور بادشاہ خراج لے گیا

مروّت نباشد بر افتادہ زور
کمزور پر زور کرنا شرافت نہیں ہے

رعیّت درختست گر پروری
رعایا ایک درخت ہے اگر تو اس کی پرورش کرے گا

بہ بے رحمی از بیخ و بارش مکن
بے رحمی سے اس کی جڑ اور پھل نہ توڑ!

کساں برخورند از جوانی و بخت
جوانی اور نصیبہ سے وہی لوگ پھل کھاتے ہیں

اگر زیردستے در آید ز پای
اگر کوئی کمزور گر پڑے

قبا داشتے ہر دو رو آستر
کے پاس ایسی قبا تھی جس کے دونوں طرف استر تھا

قبائے ز دیبائے چینی بدوز
چینی[1] دیبا کی ایک قبا سِلوا دے

وزیں بگذری زیب و آرائش ست
اور اس کے آگے زیب و زینت ہے

کہ زینت کنم برخود و تخت و تاج
کہ اپنے لیے تخت و تاج کی زینت کروں

بمردی کجا دفعِ دشمن کنم
تو پھر بہادری سے دشمن کی مدافعت کب کر سکتا ہوں

ولیکن خزینہ نہ تنہا مراست
لیکن خزانہ تنہا میرا نہیں ہے

نہ از بہرِ آئین و زیور بود
آراستگی اور زیور کے لیے نہیں ہوتے

ندارد حدودِ ولایت نگاہ
وہ مملکت کی سرحدوں کی حفاظت نہیں کرتا

ملک باج و دہ یک چرا می خورد
تو بادشاہ خراج اور دسواں کیوں کھاتا ہے

چہ اقبال بینی دراں تخت و تاج
تو اس تخت و تاج میں تو کیا اقبال دیکھے گا

بَرد مرغ دوں دانہ از پیش مور
کمینہ پرند چیونٹی کا دانہ چھینتا ہے

بکامِ دلِ دوستاں برخوری
دوستوں کی خواہش کے مطابق پھل کھائے گا!

کہ ناداں کند حیف بر خویشتن
اس لیے کہ نادان خود اپنے اوپر افسوس کرتا ہے

کہ بر زیردستاں نگیرند سخت
جو ماتحتوں پر سختی نہیں کرتے —

حذر کن ز نالیدنش بر خدای
تو خدا کے سامنے اس کی فریاد کرنے سے ڈر

---

[1] یعنی ایسی قبا سلوا لے جس کا ابرا چینی دیبا کا ہو۔

[2] یعنی میرا جی بھی عیش و عشرت کو چاہتا ہے مگر سرکاری خزانہ عوام کی ملکیت ہے۔

[3] یعنی بادشاہ تو ٹیکس اسی لیے وصول کرتا ہے کہ اس کو لشکر پر خرچ کرے تاکہ سرحدیں دشمن سے محفوظ رہیں

چو شاید گرفتن بنرمی دیار
اگر[1] ملک نرمی سے حاصل کر سکتا ہے
به پیکار خونِ از مسامے میار
تو لڑ کر ایک بال کی جڑ سے بھی خون نہ نکال

بمردی که ملک سراسر زمیں
جوانی کی قسم کہ پورے روئے زمین کی بادشاہت
نیرزد که خونے چکد بر زمیں
مناسب نہیں جب خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر ٹپکے

حکایت

شنیدم که جمشید فرخ سرشت
میں نے سنا ہے کہ مبارک طبیعت جمشید[2] نے
بسر چشمۂ بر بسنگے نوشت
ایک چشمہ کے ایک پتھر پر کندہ کر دیا

بدیں چشمه چوں ما بسے دم زدند
اس چشمہ پر مجھ جیسے بہت سوں نے دم لیا
بر فتند چوں چشم بر ہم زدند
جو پلک جھپکتے میں چلے گئے

گرفتیم عالم بمردی و زور
ہم نے دنیا بہادری اور زور سے حاصل کی
ولیکن نبردیم با خود بگور
لیکن اپنے ساتھ قبر میں نہ لے جاسکے

چو بر دشمنے باشدت دسترس
جب کسی دشمن پر تجھے قابو حاصل ہوجائے[3]
مرنجانش کورا ہمیں غصہ بس
تو اس کو نہ ستا، اس کے لیے یہی غصہ کافی ہے

عدو زنده سرگشته پیرامنت
زندہ پریشان دشمن تیرے چاروں طرف
به از خونِ او گشته در گردنت
تیری گردن پر اس کے خون سے بہتر ہے۔

حکایت

شنیدم که دارائے[4] فرخ تبار
میں نے سنا ہے کہ دارا مبارک خاندان والا
ز لشکر جدا ماند روز شکار
شکار کے روز لشکر سے جدا ہوگیا

دواں آمدش گله بانے به پیش
ایک چرواہا دوڑتا ہوا اس کے سامنے آیا
شہنشه بر آورد تغلق ز کیش
بادشاہ نے ترکش سے تیر نکال لیا

بصحرا در از دشمناں دار باک
جنگل میں دشمن کا خیال رکھنا
که در خانه باشد گل از خار پاک
اس لیے کہ گھر میں تو پھول کانٹے سے پاک ہوتا ہے

بر آورد چوپانِ بد دل خروش
خوف زدہ چرواہا چیخا
که دشمن نیم در ہلاکم مکوش
کہ میں دشمن نہیں ہوں مجھے مارنے کی کوشش نہ کر

من آنم که اسپانِ شه پرورم
میں تو وہی ہوں جو بادشاہ کے گھوڑے پالتا ہوں
بخدمت دریں مرغزار آورم
خدمت گزاری کے لیے اس چراگاہ میں لاتا ہوں

ملک را دل رفته آمد بجای
بادشاہ کا دھڑکتا دل جگہ پر آیا
بخندید و گفت اے نکوہیدہ رای
ہنسا اور کہا کہ اے بے وقوف

ترا یاوری کرد فرخ سروش[5]
تیری غیبی فرشتے نے مدد کر دی
وگرنه زه آورده بودم بگوش[6]
ورنہ میں تو چلّہ کان کی برابر کھینچ چکا تھا

---

[1] اگر ملک بدون خوں ریزی کے فتح ہوسکے تو خوں ریزی کسی طرح مناسب نہیں ہے۔
[2] جمشید مشہور بادشاہ ہے جس نے سینکڑوں سال بادشاہت کی اور پھر ضحاک کے ہاتھوں مارا گیا۔
[3] یعنی جب کسی دشمن پر قابو حاصل ہوجائے تو اس کا خون اپنی گردن پر نہ لینا چاہیے۔
[4] ایران کا مشہور بادشاہ تھا جو سکندر کی جنگ میں خود اپنے لشکر کے ہاتھوں مارا گیا۔
[5] "سروش" حضرت جبرئیل یا ہر پیغام لانے والے فرشتے کو کہا جاتا ہے۔
[6] جب کمان زہ کر لی جاتی ہے تو بس تیر چلنا ہی رہتا ہے۔

۱۰

نگہبان مرعیٰ بخندید و گفت
چراگاہ کا نگہبان ہنسا اور اس نے کہا
نصیحت زیاراں نشاید نہفت
یاروں سے نصیحت کو نہ چھپانا چاہیے

نہ تدبیر محمود و رائے نکوست
یہ قابل تعریف تدبیر اور بہتر رائے نہیں ہے
کہ دشمن نداند شہنشہ ز دوست
کہ بادشاہ دوست دشمن میں تمیز نہ کر سکے

چنانست در مہتری شرطِ زیست
سرداری میں جینے کی یہ شرط ہے
کہ ہر کہترے را بدانی کہ کیست
کہ تو ہر ماتحت کو پہچانے کہ وہ کون ہے

مرا بارہا در حضر دیدہٗ
تو نے مجھے بارہا دربار میں دیکھا ہے
ز خیل و چراگاہ پرسیدہٗ
گھوڑوں اور چراگاہ کے حالات دریافت کیے ہیں

کنونت بمہر آمدم پیش باز
اب کہ میں مہربانی سے تیرے سامنے آیا۔
نمی دانیم از بد اندیش باز
تو پھر تو مجھے دشمن سے ممتاز نہ کر سکا

توانم من اے نامور شہریار
اے نامور بادشاہ میں یہ کر سکتا ہوں
کہ اسپے بروں آرم از صد ہزار
کہ ہزاروں میں سے ایک گھوڑے کو نکال لاؤں

مرا گلہ بانی بعقلست و رای
میں عقل اور سمجھ سے چرواہا پن کرتا ہوں
تو ہم گلۂ خویش داری بپای
تو بھی اپنے ریوڑ کو قائم رکھ!

دراں دارِ ملک از خلل غم بود
اس سلطنت میں نقصان کا غم ہے
کہ تدبیر شاہ از شباں کم بود
جہاں بادشاہ کی تدبیر چرواہے سے بھی کم ہو

گفتار

توکے بشنوی نالۂ دادخواہ
تو انصاف چاہنے والے کی فریاد کب سن سکتا ہے
بکیواں برت کلۂ خوابگاہ
جب تیری خوابگاہ کا پردہ ساتویں آسمان پر ہو

چناں خسپ کاید فغانت بگوش
ایسا سو کہ فریاد کان میں آسکے تیرے
اگر دادخواہے برآرد خروش
اگر کوئی انصاف چاہنے والا فریاد کرے

کہ نالد ز ظالم کہ در دورِ تست
کہ تیرے زمانے میں ظالم سے کون نالہ کرے
کہ ہر جور کومی کند جورِ تست
بلکہ وہ جو ظلم کر رہا ہے وہ تیرا ظلم ہے

نہ سگ دامن کاروانے درید
کتے نے قافلہ کا دامن چاک نہیں کیا
کہ دہقان ناداں کہ سگ پرورید
بلکہ اس بیوقوف کاشتکار نے جس نے کتا پالا

دلیر آمدی سعدیا در سخن
اے سعدی بات کہنے میں تو دلیر ہے
چو تیغے بدستست فتحے بکن
جب تلوار تیرے ہاتھ میں ہے تو فتح کر!

بگو آنچہ دانی کہ حق گفتہ بہ
جو کچھ تو جانتا ہے کہہ ڈال اس لیے کہ سچی بات کا کہنا بہتر ہے
نہ رشوت ستانی و نہ عشوہ دہ
تو نہ رشوت خور ہے نہ فریب دہ

زباں بند و دفتر ز حکمت بشوی
زبان کو بند کر اور کتاب دانائی سے دھو ڈال
طمع بگسل و ہرچہ خواہی بگوی
لالچ کو ختم کر دے اور پھر جو چاہے کہہ

[1] کیواں زحل ستارے کو کہتے ہیں اور وہ ساتویں آسمان پر ہے۔
[2] بادشاہ کی غفلت سے اگر کسی ظالم کو ظلم کرنے کا موقع ملے تو یہ ظلم دراصل بادشاہ ہی کی جانب سے ہے
[3] یعنی جو نصیحتیں بھی کر سکتا ہے کر ڈال
[4] اگر نصیحت نہیں کرنا چاہتا ہے تو پھر اپنی کتابوں سے حکمت کی باتیں دھو ڈال اور خاموش ہو ورنہ لالچ کو چھوڑ کر بے دریغ نصیحت کر۔

حکایت

خبر یافت گردن کشے در عراق
عراق میں ایک بادشاہ کو معلوم ہوا
کہ می گفت مسکینے از زیر طاق
کہ ایک مسکین محل کے نیچے کہہ رہا تھا

تو ہم بر درے ہستی امیدوار
تو بھی کسی دروازے کا امیدوار ہے
پس امید بر در نشیناں برار
لہٰذا دروازے پر پڑے ہوؤں کی امید پوری کر

دلِ دردمند برآور ز بند
دردمندوں کے دل کو فکر سے چھڑا
کہ ہرگز نباشد دلت دردمند
تاکہ تیرا دل کبھی دردمند نہ ہو

پریشانئ خاطر دادخواہ
انصاف چاہنے والے کی دل کی پریشانی
براندازد از مملکت پادشاہ
بادشاہ کو گدی سے اتار پھینکتی ہے

تو خفتہ خنک در حرم نیمروز
تو دوپہر میں آرام سے محل میں سویا ہوا ہے
غریب از بروں گو بگرما بسوز
تو پردیسی سے کہہ دے کہ باہر گرمی سے جل

ستانندۂ دادِ آں کس خداست
اس شخص کا خدا انصاف لیتا ہے
کہ نتواند از پادشہ دادخواست
جو بادشاہ سے انصاف نہ چاہ سکے

حکایت

یکے از بزرگان اہلِ تمیز
بزرگوں میں سے ایک اہل تمیز
حکایت کند زابن عبدالعزیز
عمر ابن عبدالعزیز کا قصہ بیان کرتا ہے

کہ بودش نگینے بر انگشتری
کہ اس کی انگوٹھی پر ایک نگ تھا
فروماندہ در قیمتش جوہری
جوہری اس کی قیمت لگانے سے عاجز تھے

بشب گفتی آں جرم گیتی فروز
اس جہان کے روشن کرنے والے جسم کو تو رات میں کہے گا
درے بود در روشنائی چو روز
کہ وہ موتی چمک میں دن کی طرح تھا

قضا را درآمد یکے خشک سال
اتفاقاً ایک ایسا خشک سال آیا
کہ شد بدر سیمائے مردم ہلال
کہ لوگوں کا چودھویں رات کے چاند جیسا چہرہ ہلال بن گیا

چو در مردم آرام و قوت ندید
جب اس نے انسانوں میں آرام اور قوت نہ دیکھی
خود آسودہ بودن مروت ندید
تو اپنے آپ آرام کرنا شرافت نہ سمجھا

چو بیند کسے زہر در کامِ خلق
جب کوئی انسانوں کے منہ میں زہر دیکھ رہا ہو
کیش بگذرد آب نوشیں بحلق
تو بہترین پانی اس کے حلق سے کیسے اتر سکتا ہے

بفرمود و بفروختندش بسیم
اس نے حکم دیا کہ اس کو چاندی کے عوض فروخت کردیں
کہ رحم آمدش بر غریب و یتیم
کیونکہ اسکو مسافر اور یتیم پر رحم آیا

بیک ہفتہ نقدش بتاراج داد
اس کی نقدی ایک ہفتہ میں لٹادی
بدرویش و مسکین و محتاج داد
درویش اور مسکین اور محتاج کو دی

۱؎ عراق مشہور ملک کا نام ہے اس کے دو حصہ ہیں ایک عراق عرب جو دجلہ کے بغداد کی جانب ہے اور دوسرا عراق عجم جو ایران میں ہے۔

۲؎ حضرت عمر بن عبدالعزیز مشہور اموی خلیفہ ہیں جن کو خلفائے راشدین میں شمار کیا جاتا ہے۔

۳؎ لوگوں کے چودھویں کے چاند جیسے چہرے کمزور اور زرد ہو کر پہلی تاریخ کے چاند کی طرح ہو گئے۔

بریدند بروے ملامت کناں
ملامت کرنے والوں نے اس کو طعنہ دیا
کہ دیگر بدستت نیاید چناں
کہ اب اس جیسا ہاتھ نہ لگے گا

شنیدم کہ می گفت و باران دمع
میں نے سنا ہے کہ وہ کہہ رہا تھا اور آنسوؤں کی بارش
بعارض فرو میدویدش چو شمع
اس کے رخساروں پر شمع کی طرح بہہ رہی تھی

کہ زشت است پیرایہ بر شہریار
بادشاہ کے لیے زینت بری ہے
دل شہری از ناتوانی فگار
جب کسی بھی شہری کا دل کمزوری سے زخمی ہو

مرا شاید انگشتری بے نگیں
میرے لیے بے نگ کی انگوٹھی مناسب ہے
نشاید دل خلقے اندوہ گیں
لیکن رعایا کا غمگین دل مناسب نہیں ہے

خنک آنکہ آسایش مرد و زن
وہ آدمی بہت خوب ہے جو مردوں اور
گزیند بر آسایش خویشتن
عورتوں کے آرام کو اپنے آرام پر ترجیح دے

نکردند رغبت ہنر پروراں
ہنرمندوں نے رغبت نہیں کی
بشادی خویش از غم دیگراں
اپنی خوشی کی دوسروں کے غم سے

اگر خوش بخسپد ملک بر سریر
اگر بادشاہ تخت پر آرام سے سوئے
نہ پندارم آسودہ خسپد فقیر
مجھے یقین نہیں کہ فقیر آرام سے سو سکے

وگر زندہ دارد شب دیر باز
اور اگر دراز رات تک وہ جاگے
بخسپند مردم بآرام و ناز
تو لوگ آرام و راحت سے سوئیں گے

بحمد اللہ این سیرت و راہ راست
خدا کا شکر ہے کہ یہ عادت اور سیدھا راستہ
اتابک ابوبکر بن سعد راست
اتابک ابوبکر بن سعد کو حاصل ہے

کس از فتنہ در پارس دیگر نشاں
فارس میں کوئی بھی کسی اور فتنہ کا نشان
نہ بیند مگر قامت مہوشاں
نہیں دیکھتا سوائے چاند جیسے چہروں والوں کے قد کے

یکے پنج بیتم خوش آمد بگوش
ایک پانچ شعر مجھے سننے میں بھلے معلوم ہوئے
کہ در مجلسے میسرودند دوش
جو شب گزشتہ لوگ ایک مجلس میں پڑھ رہے تھے

قول

مرا راحت از زندگی دوش بود
مجھے کل شب زندگی کا لطف حاصل تھا
کہ آں ماہ رویم در آغوش بود
اس لیے کہ وہ چاند جیسے چہرے والا آغوش میں تھا

مر او را چو دیدم سر از خواب مست
اس کو میں نے جب نیند میں مست دیکھا
بدو گفتم اے سرو پیش تو پست
میں نے اس سے کہا کہ اے وہ کہ تیرے مقابلہ میں سرو بھی پست ہے

دمے نرگس از خواب نوشیں بشوی
تھوڑی دیر کے لیے نرگس جیسی آنکھ کو میٹھی نیند سے دھولے
چو گلبن بخند و چو بلبل بگوی
پھولوں کی شاخ کی طرح ہنس اور بلبل کی طرح چہک

چہ می خسپی اے فتنۂ روزگار
اے جہاں کے فتنے کیا سوتا ہے تو
بیا و زمۓ لعل دوشیں بیار
آ اور کل کی سرخ شراب لا

۱؎ نگینہ فروخت کرکے خیرات کردینے پر ملامت کرنے والوں نے کہا اب ایسا ہاتھ نہ آئے گا۔
۲؎ جو دوسروں کے آرام کو اپنے آرام پر ترجیح دے وہی آدمی بہتر ہے۔
۳؎ اگر بادشاہ رعایا کی خاطر رات کو جاگے گا رعایا آرام سے سوئے گی

نگہ کرد شوریدہ از خواب وگفت
نیند سے گھبرا کر اس نے دیکھا اور کہا:-

مرا فتنہ خوانی و گوئی مخفت
مجھے فتنہ بھی کہہ رہا ہے اور کہتا ہے نہ سو۔

در ایامِ سلطانِ روشن نفس
روشن دل بادشاہ کے زمانے میں

نہ بیند دگر فتنہ بیدار کس
اب کوئی فتنہ کو بیدار نہیں دیکھے گا

حکایت

در اخبارِ شاہانِ پیشینہ ہست
پہلے بادشاہوں کی حکایتوں میں مذکور ہے

کہ چوں تکلہ بر تختِ زنگی نشست
کہ جب ابنِ زنگی کے تخت پر تکلہ جانشین ہوا

بدورانش از کس نیازرد کس
اس کے زمانہ میں کوئی کسی سے ناخوش نہ ہوا

سبق برد گر خود ہمیں بود و بس
وہ بازی لے جاتا اگر اس میں صرف یہی ایک خصلت ہوتی

چنیں گفت یکرہ بصاحبدلے
ایک بار اس نے ایک صاحب دل سے کہا

کہ عمرم بسر رفت بیجا صلے
کہ میری بے نتیجہ عمر ضائع ہوئی

چو می بگذرد ملک و جاہ و سریر
جب حکومت اور ملک اور تخت ختم ہوجانے والی چیز ہے

نبرد از جہاں دولت الّا فقیر
تو پھر دنیا سے فقیر کے علاوہ کوئی دولت نہیں لے گیا

بخواہم بکنج عبادت نشست
میں چاہتا ہوں کہ عبادت کے گوشے میں بیٹھوں

کہ دریابم ایں پنج روزے کہ ہست
شاید (عمر کے باقی) کچھ تھوڑے دنوں کو حاصل کرلوں

چو بشنید دانائے روشن نفس
جب روشن دل عقلمند نے سنا

بہ تندی بر آشفت کائے تکلہ بس
تو غصہ سے بگڑ گیا کہ اے تکلہ بس

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست
مخلوق کی خدمت کے علاوہ طریقت اور کچھ نہیں ہے

بہ تسبیح و سجّادہ و دلق نیست
تسبیح اور مصلے اور گدڑی سے نہیں ہے

تو بر تختِ سلطانیِ خویش باش
تو اپنی بادشاہت کے تخت پر رہ!

باخلاقِ پاکیزہ درویش باش
اور پاکیزہ اخلاق کے ذریعہ درویش بنا رہ

بصدق و ارادت میاں بستہ دار
سچائی اور ارادت پر کمر بستہ رہ!

ز طامات و دعوی زباں بستہ دار
بیہودہ باتوں اور ڈینگوں سے زبان روکے رکھ

قدم باید اندر طریقت نہ دم
طریقت میں عمل درکار ہے، دعوے نہیں

کہ اصلے ندارد دمِ بے قدم
کیونکہ بے عمل دعوے کی کوئی اصل نہیں۔

بزرگاں کہ نقدِ صفا داشتند
وہ بزرگ جو صفائی کی دولت رکھتے ہیں

چنیں خرقہ زیرِ قبا داشتند
قبا کے نیچے ایسی ہی گدڑی چھپائے رکھتے ہیں

حکایت

شنیدم کہ بگریست سلطانِ روم
میں نے سنا ہے کہ روم کا کوئی بادشاہ

برِ نیک مردے زاہلِ علوم
عالموں میں سے ایک نیک مرد کے سامنے رو پڑا

---

۱ یعنی ابوبکر ابن سعد زنگی

۲ اتابک خاندان سے کا شیراز کا دوسرا بادشاہ زنگی ہے جو ۶۸ھ میں مرا اس کے بعد اس کا بیٹا تکلہ تخت نشین ہوا۔

۳ یعنی اس کی یہی ایک خوبی اس کو دوسرے بادشاہوں پر فوقیت دے دیتی ہے۔

۴ لفظ پنج خاص عدد کے لیے بھی آتا ہے اور کسی چیز کی کمی کو بیان کرنے کے لیے بھی بولتے ہیں

۵ یعنی اصل طریقت خلق اللہ کی خدمت ہے۔

۶ یعنی شاہی لباس میں فقیری کرتے ہیں۔

که پایایم از دستِ دشمن نماند
دشمن کے ہاتھوں مجھ میں طاقت نہ رہی

جز ایں قلعہ و شہر با من نماند
اس قلعہ اور شہر کے علاوہ میرے پاس کچھ نہ رہا

بسے جہد کردم کہ فرزندِ من
میں نے بہت کوشش کی کہ میرا لڑکا

پس از من بود سرورِ انجمن
میرے بعد انجمن کا سردار رہے

کنوں دشمنِ بدگہر دست یافت
اب جب بداصل دشمن کو قابو حاصل ہو گیا ہے

سرِ دستِ مردی و جہدم بتافت
اس نے میری طاقت اور بہادری کا پنجہ موڑ دیا ہے

چہ تدبیر سازم چہ چارہ کنم
کیا تدبیر کروں کیا علاج کروں

کہ از غم بفرسود جان و تنم
کہ غم سے میری جان اور جسم گھل گئے ہیں

برآشفت دانا کہ ایں گریہ چیست
عقلمند بگڑا کہ یہ رونا کیسا؟

بریں عقل و ہمت بباید گریست
اس عقل اور ہمت پر رونا چاہیے

ولایت چہ باشد غمِ خویش خور
حکومت کا کیا غم کرتا ہے اپنا غم کر

کہ از عمر بہتر شد و بیش تر
کہ عمر کا بہتر اور بیشتر حصہ ختم ہو گیا ہے

ترا ایں قدر تا بمانی بس است
جب تک تو زندہ ہے تیرے لیے یہ بہت ہے

چو رفتی جہاں جائے دیگر کس است
جب تو گیا تو دنیا دوسرے کی جگہ ہے

اگر ہوشمند ست اگر بیخرد
خواہ وہ عقلمند ہے یا بے وقوف

غمِ او مخور کو غمِ خود خورد
تو اس کا غم نہ کر وہ آپ اپنی فکر کر لے گا

مشقت نیرزد جہاں داشتن
سلطنت کرنا تکلیف اٹھانے کے قابل چیز نہیں ہے

گرفتن بشمشیر و بگذاشتن
تلوار کے زور سے حاصل کرنا اور چھوڑ کر چلے جانا

تو تدبیرِ خود کن کہ آں پُر خرد
تو اپنی فکر میں لگ اس لیے کہ وہ عقلمند

کہ بعد از تو باشد غمِ خود خورد
جو تیرے بعد آئے گا خود اپنا غم کرے گا

بدیں پنج روزہ اقامت مناز
اس پنج روزہ قیام پر ناز نہ کر

باندیشہ تدبیرِ رفتن بساز
چلنے کی تدبیر کی فکر کر

کرا دانی از خسروانِ عجم
عجم کے بادشاہوں میں سے تو کس کو جانتا ہے

کہ کردند بر زیردستان ستم
جنھوں نے ماتحتوں پر ظلم کیے تھے

کہ در تخت و ملکش نیامد زوال
کہ ان کے تخت اور ملک میں زوال نہ آیا ہو

نماند بجز ملکِ ایزد تعال
حق تعالیٰ کی سلطنت کے علاوہ کسی کی نہیں رہتی

کرا جاوداں ماندن امید نیست
ہمیشہ زندہ رہنے کی کسی کو امید نہیں ہے

کہ گیتی ہمیں جائے جاوید نیست
کیونکہ یہ دنیا ہمیشگی کی جگہ نہیں ہے

کرا سیم و زر ماند و گنج و مال
چاندی اور سونا اور خزانہ اور مال کس کا رہا ہے

پس از وے بچندیں شود پایمال
اس کے بعد چند دنوں میں پامال ہو جاتا ہے

وزاں کس کہ خیرے بماند رواں
جس شخص کی کوئی بھلائی جاری رہتی ہے

دمادم رسد رحمتش بر رواں
اس کی روح پر رحمتیں پے در پے پہنچتی ہیں

۱ جب سلطنت کا خلاصہ یہ ہے کہ تلوار کے زور سے فتح کرے اور مرتے وقت چھوڑ کر چلا جائے تو پھر یہ ایسی چیز نہیں ہے کہ اس کی خاطر انسان تکلیف اٹھائے



۲ چند روزہ زندگی فخر کے قابل نہیں موت کی فکر کرنی چاہیے۔

بزرگے کزو نام نیکو بماند
وہ بڑا آدمی جس کا نیک نام باقی رہا

الا تا درخت کرم پروری
آگاہ! ضرور تو سخاوت کے درخت کی پرورش کر

کرم کن کہ فردا کہ دیواں نہند
کرم کر کہ کل کو جب حساب کریں گے

یکے را کہ سعی قدم بیش تر
جس کی کوشش کا قدم بڑھا ہوگا

یکے باز پس خائن و شرمسار
جو پچھڑا ہوا خائن اور شرمسار ہوگا،

بہل تا بدنداں برد پشت دست
جانے دے تاکہ ہاتھ کی پشت دانتوں تک لیجائے

بدانی گہ غلہ برداشتن
پیداوار اٹھانے کے وقت تجھے پتہ لگے گا

تواں گفت با اہل دل کو بماند
اہل دل سے کہا جاسکتا ہے کہ وہ خود باقی رہا

کہ بے شک بر کامرانی خوری
تو بے شک کامیابی کا پھل کھائے گا

منازل بمقدار احساں دہند
احسان کی بقدر مرتبے دیں گے

بدرگاہ حق منزلت پیشتر
حق تعالیٰ کی درگاہ میں اسی کا مرتبہ زیادہ ہوگا

بپوشد ہمی مرد ناکردہ کار
وہی بیکار شخص چھپتا پھرے گا

تنورے چنیں گرم و ناں در نہ بست
تندور اتنا گرم اور اس نے اس میں روٹی نہ پکائی

کہ سستی بود تخم ناکاشتن
کہ بیج نہ بونا کتنی غفلت ہوتی ہے

حکایت

خدا دوست نامی در اقصائے شام
خدا دوست نام والے ایک شخص نے شام کے اطراف میں

بصبرش دراں کنج تاریک جای
اس کے صبر کی وجہ سے اس تاریک گوشے میں

بزرگاں نہادند سر بر درش
بڑے لوگوں نے اس کے دروازے پر سر رکھا

تمنا کند عارف پاکباز
خداشناس پاکباز تمنا کرتا ہے

چو ہر ساعتش نفس گوید بدہ
جب ہر لمحہ اس کو نفس کہے کہ دے

دراں مرزکیں پیر ہشیار بود
جس جگہ یہ ہشیار مرد تھا

کہ ہر ناتواں را کہ دریافتے
وہ جس کمزور کو پاتا

جہاں سوز و بے رحمت و خیرہ کش
عالم کو تباہ کرنیوالا بے رحم بے باکی سے قتل کرنے والا

گرفت از جہاں کنج غارے مقام
دنیا کو چھوڑ کر ایک غار کے گوشے میں مقام بنالیا

بگنج قناعت فرو رفتہ پای
قناعت کے خزانے میں اس کا قدم جم گیا

کہ در می نیامد بدرہا سرش
کیونکہ اس کا سر دروازوں پر نہ آیا

بدریوزہ از خویشتن ترک آز
دعا کر کے۔ حرص ترک کرنے کی

بخواری بگرداندش دہ بدہ
تو ذلت کے ساتھ اس کو گاؤں در گاؤں پھراتا ہے

یکے مرزبان ستمگار بود
ایک ظالم حاکم تھا

بسر پنجگی پنجہ برتافتے
طاقت سے اس کا پنجہ موڑ دیتا

ز تلخیش روی جہانے ترش
اس کی بدمزاجی کی وجہ سے سب کا منہ ترش تھا

۱۰ جس شخص کے لیے نیکی کرنے کے اسباب مہیا تھے اور اس نے پھر بھی نیکی نہ کی اس کو چھوڑ کہ وہ خود شرمندہ ہوگا۔

۱۱ یعنی اس نے اس تاریک گوشے میں صبر کیا تو قناعت کی دولت حاصل ہوگئی۔

گروہے بر فتند زاں ظلم و عار
بہت سے لوگ اس ظلم اور ذلت سے بھاگ چلے

گروہے بماندند مسکین و ریش
کچھ لوگ مسکین اور زخمی دل رہ گئے

بدِ ظلم جائیکہ گردد دراز
ظلم کا ہاتھ جس جگہ دراز ہو

بدیدارِ شیخ آمدے گاہ بگاہ
وہ بھی کبھی کبھی شیخ کے دیدار کو آتا

ملک نوبتے گفتش اے نیک بخت
بادشاہ نے ایک مرتبہ اس سے کہا کہ اے نیک بخت!

مرا با تو دانی سرِ دوستیست
تجھے معلوم ہے کہ مجھے تیرے ساتھ دوستی کا خیال ہے

گرفتم کہ سالارِ کشور نیم
میں نے مانا کہ میں تمام ملک کا سردار نہیں ہوں

نگویم فضیلت نہم بر کسے
میں یہ نہیں کہتا کہ مجھے کسی سے بڑھا

شنید ایں سخن عابدِ ہوشیار
عابد ہوشیار نے یہ بات سنی،

وجودت پریشانیِ خلق از وست
تیرے وجود سے مخلوق کی پریشانی ہے

تو با دوستداران من دشمنی
جب تو میرے دوستوں کا دشمن ہے

گر افتد ہمی دوستی با منت
اگر یہ بھی ہوجائے کہ میری تیری دوستی ہوجائے

خدا دوست را گر بدرند پوست
خدا سے دوستی رکھنے والے کی اگر لوگ کھال کے بھی ٹکڑے کردیں

عجب دارم از خواب آں سنگدل
مجھے اُس سنگدل کے سونے پر تعجب آتا ہے

الا گر ہنر داری و عقل و ہوش
آگاہ اگر ہنر اور عقل اور ہوش رکھتا ہے

بہ بر دند نامِ بدش در دیار
وہ اس کا برا نام ملکوں میں لے گئے

پس چرخہ نفریں گرفتند پیش
انھوں نے غائبانہ ملامت کرنا اختیار کرلیا

نہ بینی لبِ مردم از خندہ باز
تو اس جگہ لوگوں کے ہونٹ ہنسی سے کھلے نہ دیکھے گا

خدا دوست در وے نکردے نگاہ
خدا کا دوست اس کی طرف دھیان نہ کرتا

بنفرت ز ما در مکش روئے سخت
نفرت سے ہماری طرف سے منہ نہ موڑ

ترا دشمنی با من از بہر چیست
تجھے مجھ سے دشمنی کیوں ہے

بعزت ز درویش کمتر نیم
لیکن عزت میں کسی فقیر سے تو کم نہیں ہوں

چناں باش با من کہ با ہر کسے
میرے ساتھ ایسا برتاؤ تو کر جیسا ہر شخص سے

بر آشفت و گفت اے ملک ہوشدار
بگڑ گیا اور کہا اے بادشاہ ہوش کر

ندارم پریشانیِ خلق دوست
اور میں مخلوق کی پریشانی پسند نہیں کرتا ہوں

نہ پندارمت دوستدارِ منی
تو میں تجھے اپنا دوست نہیں سمجھ سکتا،

مگر آں کہ دارد خدا دشمنت
لیکن خدا تو تجھے دشمن سمجھتا ہے

نخواہد شدن دشمنِ دوست دوست
تم وہ دوست کے دشمن کا دوست نہیں ہوسکتا

کہ شہرے بخسپند از و تنگ دل
جس سے پورا شہر تنگ دل ہوکر سوئے

بفضل و ترحم میاں بند و کوشش
تو احسان اور رحم پر کمر باندھ اور کوشش کر

١٠ چرخہ لوگوں کا مجمع، پسِ چرخہ یعنی لوگوں کے پیٹھ پیچھے

گفتار

مہا زور مندی مکن بر کہاں
اے بڑے، چھوٹوں پر زور نہ دکھا!

کہ بر یک نمط می نماند جہاں
کیونکہ زمانہ ایک حالت پر نہیں رہتا

سرِ پنجۂ ناتواں بر مپیچ
کسی کمزور کا ہاتھ نہ موڑ
که گر دست یابد برآید بہیچ
اس لئے کہ اگر اس کو موقع ملا تو دم بھر میں غالب آجائے گا

مہ گفتمت پائے مردم زجائی[1]
میں تجھ سے کہتا ہوں کہ لوگوں کو نہ ستا!
که عاجز شوی گر در آئی زپائی
اس لیے کہ اگر تو گر پڑا تو لاچار ہو جائے گا

دلِ دوستاں جمع بہتر کہ گنج
دوستوں کی دل جمعی خزانہ جمع کرنے سے بہتر ہے
خزینہ تہی بہ کہ مردم برنج
انسانوں کے رنجیدہ ہونے کی بہ نسبت خزانہ خالی رہنا بہتر ہے

میند از در پای کارِ کسے[2]
کسی کے کام میں سستی نہ برت
که افتد که در پایش افتی بسے
ہو سکتا ہے کہ تجھے اس کے پاؤں پڑنا پڑے

تحمل کن اے ناتواں از قوی
اے ناتواں قوی کی برداشت کر
که روزے توانا تر از وے شوی
ایک دن تو اس سے قوی ہو جائیگا

بہمت برآر از ستیزندہ شور
لڑنے والے کو ہمت سے عاجز کردے[3]
که بازوئے ہمت بہ از دستِ زور
اس لیے کہ طاقت کے ہاتھ سے ہمت کا بازو بہتر ہے

لبِ خشکِ مظلوم را گو مخند
کہدے مظلوم کے خشک ہونٹوں پر نہ ہنس
که دندانِ ظالم بخواہند کند
اس لیے کہ وہ ظالم کے دانتوں کو اکھاڑ ڈالیں گے

ببانگِ دہل خواجہ بیدار گشت
نوبت کی آواز سے آقا بیدار ہوا،
چہ داند شب پاسباں چوں گذشت
اس کو کیا معلوم چوکیدار کی رات کس طرح کٹی

خورد کاروانے غمِ بارِ خویش
قافلہ اپنے بوجھ کا غم کرتا ہے
نسوزد دلش بر خرِ پشت ریش
گدھے کی زخمی کمر پر اس کا دل نہیں کڑھتا

گرفتم کز افتادگاں نیستی
میں نے مانا تو گرا ہوا نہیں ہے
چو افتادہ بینی چرا بایستی
جب تو گرے ہوئے کو دیکھ رہا ہے تو کیوں کھڑا ہے[4]

بر ینت بگویم یکے سر گذشت
اس پر میں تجھے ایک قصہ سناتا ہوں
که سستی بود زیں سخن در گذشت
کیونکہ اس قصہ سے درگزر کرنا بے عقلی ہے

حکایت

چناں قحط شد سالے اندر دمشق[5]
دمشق میں ایسی قحط سالی ہوئی
که یاراں فراموش کردند عشق[6]
کہ دوست عشق کو بھول گئے

چناں آسماں بر زمیں شد بخیل
آسمان زمین پر ایسا بخیل ہوا
که لب تر نکردند زرع و نخیل
کہ کھیتی اور کھجورستان ہونٹ تک تر نہ کر سکے

بخوشید سر چشمہائے قدیم
پرانے چشمے سوکھ گئے
نماند آب جز آبِ چشمِ یتیم،
یتیم کی آنکھ کے سوا کہیں پانی نہ رہا

نبودے بجز آہِ بیوہ زنے
بیوہ عورت کی آہ کے سوا نہ ہوتا
اگر بر شدے دودے از روزنے[7]
اگر کسی سوراخ سے دھواں بلند ہوتا

[1] پائے مردم زجا بردن۔ لوگوں کو ستانا، ذلیل کرنا۔
[2] کار را در پا انداختن یعنی کام میں تاخیر کرنا یا سستی برتنا
[3] شور بر آوردن ہلاک کرنا۔ عاجز کر دینا یعنی ہمت کے ذریعہ ظالم کو عاجز کردے۔
[4] ایک راحت مند انسان کو دوسروں کی بے چینی سے بے چین ہو جانا چاہیے۔ کھڑا رہ کر گرے ہوؤں کا تماشہ نہ دیکھنا چاہیے۔
[5] دمشق شام کا دارالخلافہ ہے جو بہترین آب و ہوا کا شہر سمجھا جاتا ہے۔
[6] ہو سکتا ہے عشق سے مراد عشق و محبت ہو۔ نیز اہل تصوف باہمی ملاقات میں السلام علیکم کی بجائے لفظ عشق بولتے تھے یعنی لوگوں نے باہمی ایک سلیک چھوڑ دی کہ کہیں دوسرا کچھ سوال نہ کر بیٹھے۔
[7] گھروں سے کھانا پکانے کے دھوئیں کی بجائے بیواؤں کی آہ کا دھواں اٹھتا تھا۔

چو درویش بے برگ دیدم درخت
میں نے درختوں کو بے ساز و سامان فقیر کی طرح دیکھا
نہ بر کوہ سبزی نہ در باغ شخ
نہ پہاڑ پر سبزہ، نہ باغ میں کوئی شاخ

دراں حال پیش آمدم دوستے
اس حالت میں میرے سامنے ایک دوست آیا
شگفت آمدم کو قوی حال بود
مجھے تعجب ہوا کیونکہ وہ قوی حال تھا
بدو گفتم اے یارِ پاکیزہ خوی
میں نے اس سے کہا اے پاک خصلت دوست
بغرید بر من کہ عقلت کجاست
مجھ پہ غرّایا کہ تیری عقل کہاں ہے؟
نہ بینی کہ سختی بغایت رسید
تو نہیں دیکھتا کہ سختی انتہا کو پہنچ گئی ہے
نہ باراں ہمی آید از آسماں
نہ آسمان سے بارش اترتی ہے
بدو گفتم آخر ترا باک نیست
میں نے اس سے کہا کہ آخر تجھے خوف نہیں ہے
گر از نیستی دیگرے شد ہلاک
اگر ناداری کی وجہ سے دوسرے مرے ہیں
نگہ کرد رنجیدہ در من فقیہ
اس سمجھ دار نے رنج سے مجھے دیکھا۔
کہ مرد ارچہ بر ساحلست ای رفیق
کہ اے دوست! اگرچہ انسان کنارے پر ہو
من از بے نوائی نیم روئی زرد
بے سروسامانی کی وجہ سے زرد رو نہیں ہوں
نخواہم کہ بیند خردمند ریش
میں یہ پسند نہیں کرتا ہوں کہ کوئی عقلمند زخم دیکھے
بحمد اللہ ارچہ ز ریش ایمنم
خدا کا شکر ہے اگرچہ میں زخم سے محفوظ ہوں
منغص بود عیش آں تندرست
اس تندرست کا عیش بدمزہ ہو جاتا ہے

قوی بازواں سست و درماندہ سخت
قوی بازو والے سست اور عاجز ہو گئے
ملخ بوستاں خورد و مردم ملخ
ٹڈیاں باغ کو اور انسان ٹڈیوں کو کھا گئے
از و ماندہ بر استخواں پوستے
جس کی ہڈیوں پر صرف کھال باقی تھی
خداوندِ جاہ و زر و مال بود
مرتبے اور سونے اور مال کا مالک تھا
چہ درماندگی پیشت آمد بگوی
بتا تجھکو کیا مصیبت پیش آئی ہے
چو دانی و پرسی سوالت خطاست
جب تو جانتا ہے اور پھر پوچھتا ہے تو تیرا پوچھنا غلط ہے
مشقت بحدِ نہایت رسید
مشقت آخری حد پر پہنچ گئی ہے
نہ بر می رود دود فریاد خواں
نہ فریادیوں کی آہ کا دھواں چڑھتا ہے
کشد زہر جائیکہ تریاک نیست
زہر اس جگہ مارتا ہے جہاں تریاق نہیں ہے
ترا ہست و بط را ز طوفاں چہ باک[1]
تیرے پاس تو ہے بطخ کو طوفان کا کیا ڈر
نگہ کردنِ عالم اندر سفیہ
جیسا کہ ایک عالم جاہل کو دیکھتا ہے
نیا ساید و دوستانش غریق
اس کو چین نہیں آتا جب کہ اس کے دوست ڈوبے ہوں
غم بے نوایاں دلم خستہ کرد
بے سروسامان لوگوں کے غم نے میرا دل توڑ دیا ہے
نہ بر عضوِ مردم نہ بر عضوِ خویش
نہ انسانوں کے عضو پر نہ اپنے عضو پر
چو ریشے بہ بینم بلرزد تنم
جب میں زخم دیکھتا ہوں تو میرا بدن لرزتا ہے
کہ باشد بہ پہلوئے بیمارِ سست
جو کسی سست بیمار کے پہلو میں ہو

[1] پانی کے طوفان سے بطخ کو کوئی خطرہ نہیں ہوتا، وہ تیرنے والا پرند ہے۔

چو بینم کہ درویش مسکیں نخورد
جب میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ مسکین فقیر نے نہیں کھایا ہے

بکام اندرم لقمہ زہر ست و درد
تو میرے حلق میں لقمہ زہر اور درد ہے

یکے را بزنداں بری دوستاں
کسی کے دوستوں کو جب تو قید خانہ میں لے جائے

کجا ماندش عیش در بوستاں
تو اس کے لیے باغ میں عیش کہاں رہتا ہے

حکایت

شبے دودِ خلق آتشے بر فروخت
ایک رات لوگوں کی آہ نے ایسی آگ لگائی

شنیدم کہ بغداد[۱] نیمے بسوخت
میں نے سنا ہے کہ آدھا بغداد جل گیا

یکے شکر گفت اندراں خاک و دود
اس دھول اور دھوئیں میں ایک نے شکر ادا کیا

کہ دُکّانِ ما را گزندے نبود
کہ میری دکان کا کوئی نقصان نہیں ہوا

جہاندیدۂ گفتش اے بوالہوس
ایک جہاں دیدہ نے اس سے کہا اے بوالہوس!

ترا خود غمِ خویشتن بود و بس
تجھے صرف اپنا ہی غم تھا

پسندی کہ شہرے بسوزد بنار
تجھے یہ اچھا لگتا ہے کہ پورا شہر آگ سے جل جائے

وگرچہ سرایت بود بر کنار
اگرچہ تیری سرائے کنارے پر ہو

بجز سنگدل کے کند معدہ تنگ
سنگدل کے علاوہ کون معدہ کو بھر سکتا ہے

چو بیند کساں بر شکم بستہ سنگ
جب لوگوں کو پیٹ پر پتھر باندھے دیکھے

توانگر خود آں لقمہ چوں میخورد
مالدار خود لقمہ کیسے کھاتا ہے

چو بیند کہ درویش خوں[۲] میخورد
جب وہ دیکھ رہا ہے کہ فقیر خون کھا رہا ہے

مگو تندرست ست رنجور دار
یہ نہ کہہ کہ تیمار داری کرنیوالا تندرست ہے

کہ می پیچد از غصہ رنجور وار
اس لیے کہ وہ بھی بیمار کی طرح غم سے پیچ و تاب میں ہے

تنکدل چو یاراں بمنزل رسند
نرم دل دوست جب منزل پر پہنچ جاتے ہیں

نخسپند کہ واماندگاں از پسند
تو بھی وہ نہیں سوتے کیونکہ بچھڑے ہوئے پیچھے ہیں

دلِ پادشاہاں شود بار کش
بادشاہوں کے دل پر بوجھ رہتا ہے

چو بینند در گل خرِ خارکش
جب وہ دیکھتے ہیں کہ لکڑہارے کا گدھا گارے میں پھنسا ہے

اگر در سرائے سعادت کس ست
اگر خوش نصیبی کے گھر میں کوئی ہے

ز گفتارِ سعدیش حرفے بس ست
تو اس کے لیے سعدی کی بات کا ایک حرف کافی ہے

ہمینت بسند ست اگر بشنوی
تیرے لیے یہی کافی ہے اگر تو سنے

اگر خار کاری سمن ندروی
اگر کانٹے بوئے گا تو سمن نہ کاٹے گا

گفتار

خبر داری از خسروانِ عجم
تجھے معلوم ہے عجم کے بادشاہوں کے بارے میں

کہ کردند بر زیر دستاں ستم
کہ انھوں نے ماتحتوں پر ظلم کیا۔

[۱] بغداد دراصل باغِ داد تھا۔ یعنی انصاف کا باغ چوں کہ نوشیرواں اس مقام پر ہر ہفتہ انصاف کے لیے ایک عام جلسہ کیا کرتا تھا اس لیے یہ نام پڑا تھا۔

[۲] خون کھانے سے مراد غم کھانا ہے۔

نہ آں شوکت و پادشائی بماند
نہ وہ شوکت اور بادشاہی رہی

نہ آں ظلم بر روستائی بماند
نہ دہقان پر وہ ظلم باقی رہا

خطا بیں کہ بر دستِ ظالم برفت
دیکھ جو ظلم ظالم کے ہاتھ سے ہوا

جہاں ماند اُو با مظالم برفت
دنیا تو باقی رہی اور وہ ظلموں کو سمیٹ لے گیا

خنک روزِ محشر تنِ دادگر
قیامت کے دن منصف کا جسم ٹھنڈا رہے گا

کہ در سایۂ عرش دارد مقر
اس لیے کہ عرش[1] کے سایے میں اس کا ٹھکانا ہوگا

بقومے کہ نیکی پسندد خدائے
جس قوم کے لیے خدا بھلائی پسند فرماتا ہے

دہد خسروے عادلِ نیک رائے
تو اس کو نیک رائے منصف بادشاہ عنایت فرماتا ہے

چو خواہد کہ ویراں شود عالمے
جب وہ چاہتا ہے کہ کوئی ملک ویران ہو جائے

کند مُلک در پنجۂ ظالمے
تو ملک کو کسی ظالم کے پنجہ میں دے دیتا ہے

سگالند از و نیک مرداں حذر
نیک مرد اس سے بچاؤ کی سوچتے ہیں

کہ خشمِ خدا ایست بیدادگر
اس لیے کہ ظالم خدا کا قہر ہے

بزرگی ازو دان و منّت شناس
بڑائی اسی کی دی ہوئی جان اور شکر ادا کر!

کہ زائل شود نعمت ناسپاس
اس لیے کہ ناشکر گذار سے نعمت جاتی رہتی ہے

نہ خود خواندۂ در کتابِ مجید
کیا تو نے خود قرآن مجید میں نہیں پڑھا ہے[2]

کہ در شکر نعمت شود بر مزید
کہ شکر کرنے سے نعمت میں زیادتی ہوتی ہے

اگر شکر کردی بریں مُلک و مال
اگر تو نے اس ملک و مال پر شکر ادا کیا

بمالے و مُلکے رسی بے زوال
تو تو لازوال مال و ملک تک پہونچے گا

وگر جور در پادشائی کنی،
اگر تو پادشاہی میں ظلم کرے گا

پس از پادشاہی گدائی کنی
تو بادشاہی کے بعد گداگری کرے گا

حرامست بر پادشہ خوابِ خوش
بادشاہ پر میٹھی نیند حرام ہے

چو باشد ضعیف از قوی بارکش
جب کمزور قوی کے بوجھ سے دبا ہو

میازار عامی بیک خردلہ
عوام کو رائی کی برابر بھی نہ ستا

کہ سلطاں شبانست و عامی گلہ
اس لیے کہ بادشاہ چرواہا، عوام اس کا گلہ ہیں

چو پرخاش بینند و بیداد ازو
جب وہ اس کی جانب سے عداوت اور ظلم دیکھیں

شباں نیست گرگست فریاد ازو
تو وہ چرواہا نہیں بھیڑیا ہے اس سے فریاد ہے

بد انجام رفت و بد اندیشہ کرد
بد انجام چلا گیا اور اس نے برا سوچا

کہ با زیر دستاں جفا پیشہ کرد
کہ اس نے ماتحتوں پر ظلم کی عادت ڈالی

نہ خواہی کہ نفریں کنند از پست
اگر تو نہیں چاہتا کہ تیرے بعد تجھے برا کہیں

نکو باش تا بد نگوید کست
تو نیک بن تا کہ تجھے کوئی برا نہ کہے

[1] ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ منصف بادشاہ قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہوگا۔

[2] قرآن مجید میں آیا ہے اگر تم شکر کروگے تو ہم تمہیں اور زیادہ دیں گے۔

حکایت

شنیدم کہ در مرزے از باختر
میں نے سنا ہے کہ مغرب[1] کے ایک شہر میں

برادر دو بودند از یک پدر
ایک باپ سے دو بھائی تھے

سپہدار و گردن کش و پیلتن
بہادر، متکبّر اور ہاتھی جیسے

نکو روی و دانا و شمشیر زن
خوبصورت، عقلمند، تلوار باز

پدر ہر دو را سہمگیں مرد یافت
باپ نے دونوں کو رعب دار پایا

طلبگار جولان و ناورد یافت
گھوڑ دوڑ کا شوقین اور جنگ جو پایا

برفت آں زمیں را دو قسمت نہاد
اس نے مرتے وقت زمین کے دو حصے کر دیے

بہر یک پسر زاں نصیبے بداد
ہر ایک لڑکے کو اس میں سے ایک حصہ دیدیا

مبادا کہ بریکدگر سر کشند
نہ ہو[2] کہ ایک دوسرے پر سرکشی کریں

بہ پیکار شمشیر کیں بر کشند
لڑائی سے کینہ کی تلواریں سونتیں،

پدر بعد ازاں روزگارے شمرد
اس کے بعد باپ نے چند دن گنے

بجاں آفریں جان شیریں سپرد
شیریں جان جان کے پیدا کرنے والے کے سپرد کی

اجل بگسلانیدش طناب امل
موت نے اس کی امید کے رسے ڈھیلے کر دیئے

وفاتش فروبست دست عمل
موت نے اس کے کام کے ہاتھ کو باندھ دیا

مقرر شد آں مملکت بر دو شاہ
وہ مملکت دو بادشاہوں کے لیے ہو گئی

کہ بےحد و مر بود گنج و سپاہ
اس لیے کہ خزانہ اور سپاہی بے حد اور ان گنت تھے

بحکم نظر در بہ افتادہ خویش
اپنی رائے کے مطابق اپنی بھلائی کے لیے

گرفتند ہر یک یکے راہ پیش
ہر ایک نے ایک راستہ اختیار کیا

یکے عدل تا نام نیکو برد
ایک نے انصاف کیا تاکہ نیک نامی کمائے

یکے ظلم تا مال گرد آورد
دوسرے نے ظلم شروع کیا تاکہ مال جمع کرے

یکے عاطفت سیرت خویش کرد
ایک نے مہربانی کرنا اپنی عادت بنائی۔

درم داد و تیمار درویش کرد
روپیہ خرچ کیا اور غریبوں کی دیکھ بھال کی

بنا کرد و ناں داد و لشکر نواخت
تعمیر کی اور روٹیاں بانٹیں اور لشکر کو نوازا

شب از بہر درویش شب خانہ ساخت
فقیروں کی رات کے لیے مسافر خانہ بنایا

خزائن تہی کرد و پُر کرد جیش
خزانے خالی کر ڈالے اور لشکر جمع کیا

ق

چناں کز خلائق بہنگام عیش
جیسا کہ عیش کے وقت لوگ کرتے ہیں

بگردوں شدے بانگ شادی چو رعد
گرج کی طرح خوشی کی آوازیں آسمانوں تک جاتی تھیں

چو شیراز در عہد بوبکر سعد
جیسا کہ ابوبکر سعد کے زمانے میں شیراز ہے

خدیو خردمند فرّخ نہاد
نیک طبیعت، عقلمند، بادشاہ

کہ شاخ امیدش برومند باد
خدا کرے اس کی امید کی شاخ پھلے

---

۱ باختر مغرب اور مشرق دونوں معنی میں آتا ہے

۲ آپس کی لڑائی کی وجہ سے ملک تقسیم کر کے دونوں کو دے دیا۔

۳ یعنی باپ مر گیا۔

۴ یعنی ابوبکر کے دور میں جس طرح خوشیاں مناتے ہیں اور جشنوں میں آوازیں آسمان تک پہونچتی ہیں۔

حکایت شنو کودکِ نامجوئے
اس نامور لڑکے کا قصہ سنو۔

ملازم بدلدارئے خاص و عام
ہر خاص و عام کی دلداری کا پابند

دراں ملک قاروں برفتے دلیر
اس ملک میں روپے پیسے والا[1] اطمینان سے سفر کرتا تھا

نیامد برایامِ او بر دلے
اس کے زمانہ میں کسی کے دل پر نہ لگا

سر آمد بتائیدِ مُلک از سراں
ملک کی تائید سے بڑوں پر بڑا بن گیا

دگر خواست کافزوں کند تخت و تاج
دوسرے (لڑکے) نے چاہا کہ تخت و تاج کو بڑھائے

طمع کرد در مال بازرگاں
تاجروں کے مال میں لالچ کرنے لگا

نگویم کہ بدخواہِ درویش بود
میں یہ نہیں کہتا کہ وہ فقیروں کا دشمن تھا

بامیدِ بیشی نداد و نخورد
اضافہ کے لالچ میں نہ دیا نہ کھایا

کہ تا جمع کرد آں زر از گربزی
مکاری سے اس نے جب تک لشکر جمع کیا

شنیدند بازارگاناں خبر
تاجروں کو یہ معلوم ہوا

بریدند از آنجا خرید و فروخت
انہوں نے اس جگہ سے خرید و فروخت بند کر دی

چو اقبالش از دوستی سر بتافت
جب اقبال نے اس کی دوستی سے منہ پھیر لیا

ستیزِ فلک بیخ و بارش بکند
آسمان کی دشمنی نے اس کی جڑ اور بنیاد اکھاڑ دی

وفا در کہ جوید چو پیماں گسیخت
وفاداری کس سے چاہے جب عہد و پیمان توڑ ڈالے

چہ نیکی طمع دارد آں بے صفا
وہ بدباطن بھلائی کی کیا امید رکھے

پسندیدہ پے بود و فرخندہ خوئے
جو نیک قدم مبارک عادت تھا

ثنا گوئے حق بامداداں و شام
صبح و شام خدا کی تعریف کرنے والا

کہ شہ دادگر بود و درویش سیر
کیونکہ بادشاہ منصف اور فقیر پیٹ بھرا ہوا تھا

بگویم کہ خارے کہ برگ گلے
میں کانٹا ہی نہیں کہتا ہوں بلکہ پھول کی پتی بھی

نہادند سر بر خطش سروراں
بڑوں[2] نے اس کے حکم پر سر جھکایا

بیفزود بر مردِ دہقاں خراج
کاشتکاروں پر ٹیکس کا اضافہ کر دیا

بلا ریخت بر جانِ بیچارگاں
ان بیچاروں کی جان پر ہلاکت ڈھائی

حقیقت کہ او دشمنِ خویش بود
[3] حقیقتاً وہ خود اپنا دشمن تھا

خردمند داند کہ ناخوب کرد
عقلمند جانتے ہیں کہ برا کیا۔

پراگندہ شد لشکر از عاجزی
تنگ آکر لشکر ادھر ادھر ہو گیا

کہ ظلم است در بوم آں بے ہنر
کہ اس بے ہنر کے ملک میں ظلم ہے

زراعت نیامد رعیت بسوخت
کھیتی نہ اگی رعایا جل بھن گئی

بنا کام دشمن برو دست یافت
تو لامحالہ دشمن اس پر قابو پا گیا

سُمِ اسپِ دشمن دیارش بکند
دشمن کے گھوڑوں کے سموں نے بستی سرزمین روند دی

خراج از کہ خواہد چو دہقاں گریخت
ٹیکس کس سے وصول کرے جب کاشتکار بھاگ گئے

کہ باشد دعائے بدش در قفا
بد دعا جس کے پیچھے لگی ہو

[1] قارون سے مالدار بخیل مراد لیا جاتا ہے۔

[2] یعنی بڑے بڑے سردار اس کی ہر تحریر پر سرِ تسلیم خم کرتے تھے۔

[3] چونکہ اس کا طرزِ عمل خود اس کی تباہی کا سبب تھا لہذا وہ خود اپنا دشمن ثابت ہوا۔

[4] یعنی جب خود غدار تھا تو دوسرے وفادار کیسے ہوتے۔

چو بختش نگوں بود در کاف کُن[1]
لفظِ کن کے کاف میں جب اس کا نصیبہ اوندھا تھا

نکرد آنچہ نیکانش گفتند کُن
اس نے وہ نہ کیا جو نیکوں نے کرنے کو کہا

چہ[2] گفتند نیکاں براں نیک مرد
اُس بھلے مانس کے لیے نیکوں نے کیا کہا

تو برخور کہ بیداد گر بر نخورد
تو فائدہ اٹھا جب اس ظالم نے نہ اٹھایا

گمانش خطا بود و تدبیر سُست
اس کا خیال غلط اور تدبیر کمزور تھی

کہ در عدل بود آنچہ در ظلم جُست
اس لیے کہ انصاف میں وہ تھا جو اس نے ظلم سے چاہا

حکایت

یکے بر سر شاخ و بُن می بُرید
ایک شخص شاخ پر تھا اور جڑ کاٹ رہا تھا

خداوند بستاں نگہ کرد و دید
باغ کے مالک نے نظر ڈالی اور دیکھا

بگفتا گر ایں مرد بد می کند
اس نے کہا یہ شخص اگر برا کر رہا ہے

نہ با من کہ با نفسِ خود می کند
تو میرے ساتھ نہیں بلکہ خود اپنے ساتھ کر رہا ہے

نصیحت نجا تست اگر بشنوی
اگر تو سنے، نصیحت نجات کا سبب ہے

ضعیفاں میفگن بکتف قوی
قوی بازو سے کمزوروں کو نہ گرا

کہ فردا بداور برد خسروے
اس لیے کہ کل خدا کے سامنے بادشاہ کو پکڑ کر لے جائیگا

گدائے کہ پیشت نیرزد جوے
وہ فقیر جو تیری نگاہ میں ایک جو کے قابل بھی نہیں ہے

چو خواہی کہ فردا بوی مہترے
اگر تو چاہتا ہے کہ کل کو بڑا بنے

مکن دشمنِ خویشتن کہترے
کسی چھوٹے کو اپنا دشمن نہ بنا

کہ چوں بگذرد بر تو ایں سلطنت
اس لیے کہ جب تیری حکومت جاتی رہے گی

بگیرد بکیں آں گدا دامنت
تو کینہ کی وجہ سے وہ فقیر تیرا پلہ پکڑے گا

مکن پنجہ از ناتواناں بدار
ایسا نہ کر، پنجہ کو کمزوروں سے ہٹائے رکھ

کہ گر بفگنندت شوی شرمسار
اس لیے کہ اگر وہ تجھے گرالیں گے تو شرمندہ ہوگا

کیونکہ کہ زشتست در چشمِ آزادگاں[3]
آزاد لوگوں کی نگاہ میں برا ہے

بیفتادن از دستِ افتادگاں
ذلیلوں کے ہاتھ ذلیل ہونا

بزرگانِ روشن دل نیک بخت
بڑے لوگ، روشن دل، نیک نصیب

بفرزانگی تاج بردند و تخت
دانائی سے تاج و تخت (حاصل کر) لیے گئے ہیں

بدُنبالۂ راستاں کج مرو
سیدھوں کے ساتھ ٹیڑھا نہ چل!

وگر راست خواہی ز سعدی شنو
اور اگر سچ چاہتا ہے تو سعدی کی سن!

صفت جمعیت اوقات درویش راضی

خدائی فیصلوں پر راضی رہنے والے درویش کے جمعیت اوقات کی صفت

بگو جاہے از سلطنت بیش نیست
یہ نہ کہہ کہ سلطنت سے بڑھکر کوئی رتبہ ہی نہیں ہے

کہ ایمن تر از مُلکِ درویش نیست
کیونکہ درویش کے ملک سے بڑھکر کوئی چیز قابلِ اطمینان نہیں ہے

[1] کُن بمعنی ہو جا قرآن پاک میں ہے کہ حق تعالیٰ جب کسی چیز کو پیدا فرمانا چاہتا ہے تو لفظ کُن فرما دیتا ہے اور وہ ہو جاتی ہے تو کن سے مراد ازل ہے اور کاف سے مراد ازل کا پہلا دن۔

[2] مصرع اول میں سوال اور دوم میں جواب ہے۔

[3] کم تر درجہ کے لوگوں سے شکست کھانا انتہائی ذلت آمیز ہے

[4] ظاہری سلطنت تو زوال پذیر ہے اور درویش کو جو تسلیم و رضا کی دولت حاصل ہوتی ہے وہ ناقابلِ زوال ہے۔

سبکبار مردم سبکتر روند
ہلکے بوجھ والے تیز جاتے ہیں
حق اینست و صاحب دلاں بشنوند
یہی سچ ہے اور صاحب دل سچی بات سنتے ہیں

تہیدست تشویش نانے خورد
خالی ہاتھ والا ایک روٹی کی فکر کرتا ہے
ملک ہم بقدر جہانے خورد
بادشاہ تمام ملک کی بقدر غم کھاتا ہے

گدا را چو حاصل شود نان شام
فقیر کو جب شام کی روٹی مل جاتی ہے
چناں خوش بخسپد کہ سلطان شام
ایسے آرام سے سوتا ہے جیسے کہ شام کا بادشاہ

غم و شادمانی بسر می رود
غم اور خوشی دونوں گزر جاتے ہیں
بمرگ ایں دو از سر بدر می رود
مرنے پر یہ دونوں چیزیں سر سے نکل جاتی ہیں،

چہ آں را کہ بر سر نہادند تاج
کیا حاصل اسکو جس کے سر پر لوگوں نے تاج رکھا ہے
چہ آں را کہ بر گردن آمد خراج
کیا حاصل اس کو جس کی گردن پر ٹیکس واجب ہے

اگر سرفرازے بکیواں برست
اگر کوئی بڑا زحل پر ہے۔
وگر تنگ دستے بزنداں درست
اور اگر کوئی مفلس قید خانہ میں ہے

درانِدم کاجل بر سر ہر دو تاخت
اس وقت جبکہ موت دونوں کے سر پر لپک پڑے
ق
نمی شاید از یکدگر شاں شناخت
ان میں سے ایک کو دوسرے سے پہچانا نہیں جا سکتا

حکایت

شنیدم کہ یک بار در دجلہ
میں نے سنا ہے کہ ایک بار دجلہ میں
سخن گفت با عابدے کلّہ
ایک کھوپڑی نے ایک عابد سے کہا

کہ من فرّ فرماں دہی داشتم
کہ میں حکمرانی کا دبدبہ رکھتی تھی،
بسر بر کلاہ مہی داشتم
سر پر بڑائی کی ٹوپی رکھتی تھی

سپہرم مدد کرد و نصرت وفاق
آسمان نے میری مدد اور فتح نے موافقت کی
گرفتم بباز وئے دولت عراق
حکومت کی طاقت سے میں نے عراق پر قبضہ کر لیا

طمع کردہ بودم کہ کرماں خورم
مجھے لالچ تھا کہ کرمان کو بھی ہڑپ کر دوں
کہ ناگہ بخوردند کرماں سرم
اچانک کیڑوں نے میرا سر کھا لیا

بکن پنبۂ غفلت از گوش ہوش
ہوش کے کان سے غفلت کی روئی نکال
کہ از مردگاں پندت آید بگوش
تاکہ تیرے کان میں مردوں کی نصیحت آئے

نصیحت در معنی نکوکاری و بدکاری و عاقبت آں

نیکی اور بدی کے بارے میں نصیحت اور اس کا انجام

نکوکار مردے نباشد بدش
نیکوں کے لیے بدی نہیں ہوتی ہے
نورزد کسے بد کہ نیک آیدش
ایسا نہیں ہوتا ہے کہ کوئی بدی کرے اور اسکو نیکی ملے

شر انگیز ہم در سر شر رود
شر پھیلانے والا بھی شر میں مبتلا ہوتا ہے
چو کژدم کہ با خانہ کمتر رود
بچھو کی طرح کہ بہت کم بل میں لوٹتا ہے

---

۱ حدیث شریف ہے کہ ہلکے پھلکے نجات پا گئے اور بوجھ والے ہلاک ہوئے
۲ یعنی مرنے کے بعد غریب و امیر یکساں ہیں
۳ مجھے کرمان کے فتح کرنے کا خیال تھا کہ موت آگئی اور کیڑوں نے میرا سر کھا لیا
۴ انسان کو مرے ہوئے انسانوں سے نصیحت حاصل کرنا چاہیے۔
۵ یعنی نیکی کا بدلہ نیکی اور بدی کا بدلہ بدی ہے۔
۶ شر انگیز لامحالہ اپنے شر کی پاداش بھگتتا ہے۔ بچھو کاٹنے کے خیال سے بل سے نکلتا ہے عموماً مارا جاتا ہے۔

اگر نفع کس در نہادِ تو نیست
اگر تیری طبیعت میں کسی کو نفع پہنچانا نہیں ہے

چنیں جوہر و سنگِ خارا یکیست
تو ایسا گوہرا اور سنگِ خارا یکساں ہے

غلط گفتم اے یارِ شائستہ خوی
اے عمدہ خصلت یار میں نے غلط کہا۔

کہ نفعست در آہن و سنگ وروی
کیونکہ لوہے اور پتھر اور کانسی میں تو فائدہ ہے

چنیں آدمی مردہ بہ ننگ را
عیب دار ہونے کی وجہ سے ایسے آدمی کا مرنا بہتر ہے

کہ بر وے فضیلت بود سنگ را
جس پر پتھر کو بھی فضیلت حاصل ہو

نہ ہر آدمی زادہ از دد بہ است
ہر آدمی درندہ سے افضل نہیں ہے

کہ دد ز آدمی زادہ بد بہ است
اس لیے کہ بد انسان سے درندہ بہتر ہے

بہ است از دد انسانِ صاحب خرد
صاحبِ عقل انسان درندہ سے بہتر ہے

نہ انساں کہ در مردم افتد چو دد
نہ وہ انسان جو درندے کی طرح انسانوں کو پھاڑے

چو انساں نداند بجز خورد و خواب
جب انسان کھانے اور سونے کے علاوہ کچھ نہ جانتا ہو

کدامش فضیلت بود بر دواب
اس کو چوپاؤں پر کیا فضیلت ہے

سوارِ نگوں بخت بے راہ رو
اوندھے نصیبہ والا۔ بے راہ چلنے والا سوار

پیادہ برد زو بر فتن گرو
اس پر پیدل چلنے والا سبقت لے جاتا ہے

کسے دانہ نیک مردی نکاشت
کوئی ایسا نہیں ہے جس نے نیکی کا دانہ بویا ہو

کزو خرمنِ کامِ دل بر نداشت
پھر اس سے دلی مقصد کا کھلیان نہ اٹھایا ہو

نہ ہرگز شنیدم در عمرِ خویش
میں نے اپنی عمر میں ہرگز نہیں سنا

کہ بد مرد را نیکی آید بہ پیش
کہ برے انسان کے آگے نیکی آئی ہو

حکایت

گربزے بچاہے در افتادہ بود
ایک پہلوان کنوئیں میں گر پڑا تھا،

کہ از ہولِ او شیر نر مادہ بود
جس کے ڈر سے نر شیر مادہ تھا

بداندیش مردم بجز بد ندید
لوگوں کا برا سوچنے والے نے برائی کے سوا کچھ نہ دیکھا

بیفتاد و عاجز تر از خود ندید
وہ گرا اور اس نے اپنے سے زیادہ عاجز کسی کو نہ دیکھا

ہمہ شب ز فریاد و زاری نخفت
تمام رات پکارنے اور رونے کی وجہ سے نہ سویا

یکے بر سرش کوفت سنگے و گفت
ایک شخص نے اس کے سر پر پتھر مارا اور کہا

تو ہرگز رسیدی بفریادِ کس
تو بھی کبھی کسی کی فریاد کو پہنچا تھا

کہ می خواہی امروز فریاد رس
کہ آج فریاد کو پہنچنے والے کا خواہشمند ہے

ہمہ تخم نیکو دمی کاشتی
تو نے تو تمام نیک دی کے بیج کی کاشت کی تھی

ببیں لاجرم بر کہ برداشتی
دیکھ لامحالہ تو نے کیا پھل پایا۔

کہ بر جانِ ریشت نہد مرہمے
تیری زخمی جان پر کون مرہم رکھے؟

کہ دلہا ز ریشت بنالد ہمے
جب کہ تیرے لگائے ہوئے زخموں سے دل نالاں ہیں

۱ یعنی اگر کوئی انسان گوہر ہی کیوں نہ ہو جب اس کی طبیعت میں نفع رسانی نہیں ہے تو وہ اور پتھر برابر ہیں بلکہ وہ پتھر سے بھی برا ہے کیونکہ پتھر اور لوہا تو پھر بھی کچھ نہ کچھ کام آہی جاتا ہے۔

۲ یہ اس سے مذاق میں کہا ورنہ وہ تو ظالم تھا۔

تو مارا ہمی چاہ کندی براہ
تونے ہمارے لئے راستہ میں کنواں کھودا

دو کس چہ کنند از پئے خاص و عام
دو آدمی خاص و عام کے لیے کنواں کھودتے ہیں

یکے تا کند تشنہ را تازہ حلق
ایک اس لیے کہ پیاسے کو تازہ حلق بنائے

اگر بد کنی چشم نیکی مدار
اگر تو برا کرتا ہے تو نیکی کی توقع نہ رکھ!

نہ پندارم اے در خزاں کشتہ جو
اے وہ کہ جس نے خزاں[۲] کے موسم میں جو بویا ہے مجھے خیال نہیں ہے

درختِ زقوم ار بجاں پروری
تھوہر کے درخت کو تو اگر جان لگا کے پرورش کرے

رُطب ناورد چوب خر زہرہ بار
کنیر کی شاخ کھجور کا پھل نہ لائے گی

بسر لاجرم در فتادی بچاہ
لامحالہ تو اوندھا کنوئیں میں گرا

یکے نیک محضر دگر زشت نام
ایک نیک طبیعت دوسرا بدنام

دگر تا بگردن در افتند خلق
دوسرا اس لیے کہ لوگ سر کے بل اس میں گریں

کہ ہرگز نیارد گز انگور بار
اس لیے کہ جھاؤ کبھی انگور کا پھل نہیں دیتا ہے

کہ گندم ستانی بوقت درو
کہ تو کٹنے کے وقت گیہوں حاصل کرے گا

مپندار ہرگز کز و بہ خوری
تو یہ نہ سمجھ کہ اس سے بہی کھائے گا

چہ تخم افگنی بر ہماں چشم دار
تو نے جو بویا ہے اسی کی توقع رکھ!

حکایت

حکایت کنند از یکے نیک مرد
ایک نیک انسان کا قصہ بیان کرتے ہیں

بسر ہنگ دیواں نگہ کرد تیز
کچہری کے سپاہی کو اس نے گھور کر دیکھا،

چو حجت نماند جفا جوئے را
ظالم کے پاس جب دلیل نہیں رہتی

بخندید و بگریست مردِ خدای
باخدا آدمی ہنسا اور رویا

چو دیدش کہ خندید و دیگر گریست
جب اس نے دیکھا کہ وہ ہنسا اور پھر رویا

بگفتا ہمی گریم از روزگار
اس نے کہا زمانہ کے ظلم سے روتا ہوں

ہمی خندم از لطفِ یزدانِ پاک
خدائے پاک کی مہربانی سے ہنستا ہوں

یکے گفتش اے نامورِ شہریار
کسی نے اس سے کہا کہ اے مشہور بادشاہ

کہ اکرام حجاجِ یوسف[۳] نکرد
کہ اس نے حجاج بن یوسف کی عزت نہ کی

کہ نطعش[۴] بینداز و ریگش بریز
کہ اس کے لیے چمڑا بچھائے اور اس پر ریتا پھیلائے

پرخاش در ہم کشد روئے را
تو لڑائی کے لیے چہرہ غصہ میں بھرتا ہے

عجب ماند سنگین دلِ تیرہ رای
بدنمائے، سنگدل تعجب میں پڑ گیا

بپرسید کیں خندہ و گریہ چیست
تو اس نے پوچھا کہ یہ ہنسا اور رونا کیسا؟

کہ طفلان بیچارہ دارم چہار
اس لئے کہ چار بے سہارا بچے رکھتا ہوں

کہ مظلوم رفتم نہ ظالم بخاک
کہ میں مظلوم بنکر جا رہا ہوں ظالم بنکر نہیں

بکن دست ازیں پیر دہقاں بدار
نہ کر۔ اس بڈھے گنوار سے ہاتھ اٹھالے

۱۰

[۱] اسی لیے مشہور ہے چاہ کنندہ راچاہ درپیش
[۲] یعنی پت جھڑ کے زمانہ میں جبکہ کوئی چیز بھی نہیں اگتی ہے۔
[۳] حجاج بن یوسف ثقفی مشہور ظالم گورنر تھا
[۴] سرِ دربار اگر کسی کو قتل کیا جاتا تھا تو چمڑا بچھا کر اس پر ریتا پھیلا دیتے تھے پھر اس پر قتل کرتے تھے تاکہ خون اِدھر اُدھر نہ بہے۔

که خلقی بدو تکیه دارند و پشت
اس لیے کہ کچھ لوگ اسی کا سہارا رکھتے ہیں

روا نیست خلقی بیکبار کشت
سب کو یکبارگی مار ڈالنا درست نہیں ہے[1]

بزرگی و عفو و کرم پیشه کن
بڑائی اور درگذر اور بخشش کی عادت ڈال

ز خردان اطفالش اندیشه کن
اس کے چھوٹے چھوٹے بچوں کا خیال کر!

مگر دشمن خاندان خودی
شاید[2] تو اپنے ہی خاندان کا دشمن ہے

که بر خاندانها پسندی بدی
کہ خاندانوں کے لیے بدی پسند کرتا ہے

مپندار و دلها بداغ تو ریش
جبکہ دل تیرے داغوں سے زخمی ہیں تو یہ نہ سمجھ

که روز پسین آیدت خیر پیش
کہ مرنے کے دن تیرے سامنے بھلائی آئے گی

نخفتست مظلوم از آهش بترس
جو مظلوم نہیں سویا اس کی آہ سے ڈر

ز دود دل صبحگاهش بترس
اس کی صبح کے وقت کے دل کے دھوئیں سے ڈر!

نترسی که پاک اندرونے شبے
تو نہیں ڈرتا کہ کوئی پاک باطن کسی رات میں

برآرد ز سوز جگر یاربے[3]
سوزِ جگر سے یارب کہے۔

بسودا چناں بروے افشاند دست
غصہ میں اس نے اس پر ایسے ہاتھ پھینکے

که حجاج را دست حجت ببست
کہ حجاج کے دلیل کے ہاتھ باندھ دیے

نه ابلیس بد کرد و نیکی ندید
کیا ایسا نہیں ہوا کہ شیطان نے برائی کی اور نیکی نہ دیکھی

بر[4] پاک ناید ز تخم پلید
ناپاک بیج سے پاک پھل نہیں پیدا ہوتا ہے

مدر پردهٔ کس بهنگام جنگ
لڑتے وقت کسی کا پردہ چاک نہ کر

که باشد ترا نیز در پرده ننگ
اس لیے کہ تیرے بھی کچھ عیب پردے میں ہوں گے

مزن بانگ بر شیر مردان درشت
شیر مردوں کو سخت نہ للکار!

چو با کودکاں بر نیائی بمشت
جب کہ تو مکہ بازی میں بچوں سے بھی نہیں جیت سکتا۔

شنیدم که نشنید و خونش بریخت
میں نے سنا ہے کہ اس نے ایک نہ سنی اور اس کا خون بہادیا

ز فرمان داور که داند گریخت[5]
اللہ کے حکم سے بھاگنا کون جانتا ہے

بزرگے دراں فکرت آں شب نخفت
وہ بزرگ اس رات اسی فکر میں نہ سویا۔

بخواب اندروں دید درویش و گفت
خواب میں درویش کو دیکھا اور اس نے کہا

دمے بیش بر من سیاست نراند
وہ مجھ پر تھوڑی دیر سے زیادہ سزا نہ دے سکا

عقوبت برو تا قیامت بماند
اس پر قیامت تک کے لیے عذاب مسلط ہو گیا

حکایت

یکے پند میداد فرزند را
ایک شخص لڑکے کو نصیحت کر رہا تھا

نکو دار پند خردمند را
عقلمند کی نصیحت کو اچھی طرح یاد رکھ!

مکن جور بر خردگاں اے پسر
اے لڑکے! چھوٹوں پر ظلم نہ کر

که یک روزت افتد بزرگے بسر
اس لیے کہ ایک روز کوئی بڑا تجھ سے بھی بھڑے گا

---

۱ یعنی بچوں کا اس پر گذارا ہے یہ مرجائے گا تو وہ سب مرجائیں گے۔
۲ جو دوسرے خاندانوں پر ظلم ڈھاتا ہے وہ دراصل اپنے خاندان کا دشمن ہے۔
۳ یعنی بددعا کرے۔
۴ که هر چه برخود نه پسندی بدیگراں مپسند کا بھی یہی مطلب ہے۔
۵ یعنی اللہ کو یہی منظور تھا سو ہوا۔

نمی ترسی اے کودک کم خرد — کہ روزے پلنگیت برہم درد
دیکھ اے کم عقل لڑکے تو نہیں ڈرتا — کہ کسی روز کوئی چیتا تجھے پھاڑ ڈالے

بخردی درم زور سرپنجہ بود — دلِ زیردستاں زمن رنجہ بود
بچپن میں مجھے بھی طاقت کا زور تھا — مجھ سے کمزوروں کا دل رنجیدہ تھا

بخوردم یکے مشت زور آوراں — نکردم دگر زور بر لاغراں
میں نے طاقتوروں کا ایک گھونسا کھایا — پھر کبھی کمزوروں پر زور نہیں کیا۔

گفتار

الا تا بغفلت نخسپی کہ نوم — حرامست بر چشم سالارِ قوم
دیکھ تو غفلت سے ہرگز نہ سو اس لیے کہ سونا — قوم کے سردار کی آنکھ پر حرام ہے

غم زیردستاں بخور زینہار — بترس از زبردستی روزگار
کمزوروں کا غم ضرور کھا۔ — زمانہ کی زبردستی سے ڈر!

نصیحت کہ خالی بود از غرض — چو داروئے تلخست دفع مرض
جو نصیحت غرض سے خالی ہو — کڑوی دوا کی طرح مرض کی دافع ہے

حکایت دریں معنی

یکے را حکایت کنند از ملوک — کہ بیماری رشتہ کردش چو دوک
بادشاہوں میں سے ایک کا قصہ بتاتے ہیں — کہ اس کو نہروے[1] کی بیماری نے تکلے کی طرح کر دیا

چنانش در انداخت ضعف جسد — کہ می برد بر کمتریناں حسد
بدن کی کمزوری نے اس کو ایسا عاجز کر دیا — کہ وہ کمتر لوگوں پر بھی حسد کرنے لگا،

کہ شاہ ارچہ بر عرصہ نام آورست — چو ضعف آمد از بیدقے کمترست
اس لیے کہ شاہ شطرنج اگرچہ بساط پر نام آور ہے — جب کمزور پڑ جائے تو پیادہ سے بھی کم ہے

ندیمے زمین ملک بوسہ داد — کہ عمر خداوند جاوید باد
ایک ہمنشین نے بادشاہ کی زمین چومی — کہ حضور کی عمر دراز ہو

دریں شہر مردے مبارک دمست — کہ از پارسایاں چنوئے کمست
اس شہر میں ایک ایسا مبارک دم انسان ہے — کہ پرہیزگاروں میں اس جیسے کم ہیں

نبردند پیشش مہمات کس — کہ مقصود حاصل نشد در نفس
لوگ[2] اس کے سامنے اپنی مشکلات نہیں لے گئے — کہ دم بھر میں مدعا حاصل نہ ہو گیا ہو،

بخواں تا بخواند دعائے بریں — کہ رحمت رسد ز آسماں بر زمیں
اس کو بلا بھیج تاکہ اس مرض پر دعا پڑھ دے — تاکہ آسمان سے زمین پر رحمت پہنچ جائے

بفرمود تا مہتران خدم — بخواندند پیر مبارک قدم
اس نے فرمایا تو نوکروں کے سرداروں نے — مبارک قدم بوڑھے کو بلا لیا

۱ نہروا ایک قسم کا پھوڑا ہے جس کی جڑیں دھاگے کی طرح بدن میں پھیل جاتی ہیں۔
۲ اس کی دعا سے فوراً مدعا حاصل ہو جاتا ہے۔

بگفتا دعائے کن اے ہوشمند
اس نے کہا اے ہوشمند دعا فرما دیجیے

شنید ایں سخن پیرِ خم بودہ پشت
جھکی کمر بڈھے نے یہ بات سنی،

کہ حق مہربانست بر دادگر
کہ خدا انصاف کرنے والے پر مہربان ہے

دعائے منت کے شود سودمند
میری دعا تیرے لیے کب مفید ہوگی،

تو نا کردہ بر خلق بخشایشے
تو نے مخلوق پر بخشش نہیں کی،

ببایدت عذرِ خطا خواستن
تجھے تو خطا کا عذر کرنا چاہیے

کجا دست گیرد دعائے ویت
اس کی دعا تیری دستگیری کب کر سکتی ہے

شنید ایں سخن شہریارِ عجم
عجم کے بادشاہ نے یہ بات سنی

بر نجید و پس با دلِ خویش گفت
رنجیدہ ہوا پھر اپنے دل میں کہا:-

بفرمود تا ہر کہ در بند بود
اس نے حکم دیدیا جو بھی قید میں تھا

جہاں دیدہ بعد از دو رکعت نماز
دو رکعت نماز کے بعد جہاندیدہ نے

کہ اے برفرازندۂ آسماں
کہ اے[۳] آسمان کے بلند کرنے والے!

ولی ہمچناں بر دعا داشت دست
ولی کے اسی طرح دعا میں ہاتھ اٹھے ہوئے تھے

تو گفتی ز شادی بخواہد پرید
تو یہ کہے گا کہ خوشی سے اڑ جائے گا،

بفرمود و گنجینۂ گوہرش
اس نے حکم دیدیا کہ اس کے موتیوں کے خزانہ کو

حق از بہرِ باطل نشاید نہفت
باطل کی خاطر حق کو چھپانا نہ چاہیے

کہ در رشتہ چوں سوزنم پائے بند
کہ سوئی کی طرح دھاگوں والی بیماری سے میں بندھا ہوں

بہ تندی بر آورد بانگِ درشت
غصہ سے سخت آواز نکالی،

ببخشای و بخشایشِ حق نگر
بخشش کر اور خدا کی بخشش دیکھ

اسیرانِ مظلوم در چاہ و بند
مظلوم قیدی تو کنوئیں[۱] اور قید میں ہیں

کجا بینی از دولت آسایشے
تو دولت سے راحت کہاں دیکھ سکے گا،

پس از شیخِ صالح دعا خواستن
پھر نیک بزرگ سے دعا کرانی چاہیے[۲]

دعائے ستمدیدگاں در پیت
جبکہ مظلوموں کی بددعا تیرے درپے ہے

ز خشم و خجالت بر آمد بہم
تو غصہ اور شرمندگی سے بگڑ گیا،

چہ رنجم حقست ایں کہ درویش گفت
میں رنجیدہ کیوں ہوں درویش نے جو کچھ کہا صحیح ہے

بفرمانش آزاد کردند زود
اس کے حکم سے انھوں نے فوراً چھوڑ دیا

بداور بر آورد دستِ نیاز
عاجزی کا ہاتھ خدا کی طرف اٹھایا۔

بجنگش گرفتی بصلحش بماں
اس کو تو نے جنگ میں گرفتار فرمایا صلح سے اس کو چھوڑ دے

کہ رنجور افتادہ برپائے جست
کہ پڑا ہوا بیمار اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا

چو طاؤس چوں رشتہ در پا ندید
مور کی طرح جب پیر میں تار نہ دیکھا[۴]

فشاندند در پای و زیرِ سرش
لوگوں نے اس کے پیروں اور سر پر نچھاور کر دیا

ازاں جملہ دامن بیفشاند و گفت
اس تمام خزانے سے اس نے دامن جھٹک دیا اور کہا

(۱۰)

۱ سخت قسم کے مجرموں کو کنوئیں میں بند کر دیا جاتا تھا۔
۲ انسان کو پہلے تمام گناہوں سے توبہ کرنی چاہیے پھر ہی کسی بزرگ کی دعا مفید ہو سکتی ہے۔
۳ یعنی ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی کہ وہ گناہوں کی وجہ سے مرض کی قید میں تھا اب اس کو اچھا کر دے۔
۴ یعنی اس کو مرض سے نجات پا جانے کی ایسی خوشی ہوئی کہ رقص طاؤسی کرنے لگا

مرو باسر رشته بارِ دگر
نہر دکی جڑ کی طرف پھر دوبارہ نہ جانا
مبادا کہ دیگر کند رشتہ سر
ایسا نہ ہو کہ دوبارہ نارو سرا ابھارے

چو بارے فتادی نگہدار پای
جب ایک بار تو گرا ہے تو پیروں کو سنبھال
کہ یکبارِ دیگر بلغزد زجای
کہ دوبارہ جگہ سے نہ پھسلے

زسعدی شنو کیں سخن راستست
سعدی سے سن لے یہ سچی بات ہے
نہ ہر بارے افتادہ برخاستست
کوئی گر کر ہر مرتبہ نہیں اٹھتا ہے

گفتار

جہاں اے پسر مُلک جاوید نیست
اے لڑکے دنیا ہمیشگی کا ملک نہیں ہے
ز دنیا وفاداری امید نیست
دنیا سے وفاداری کی امید نہیں ہے

نہ بر باد رفتے سحرگاہ وشام
کیا صبح وشام ہوا پر نہ اڑتا تھا
سریر سلیمان علیہ السلام
حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت

بآخر ندیدی کہ بر باد رفت
آخر میں تو نے نہیں دیکھا کہ برباد ہو گیا
خنک آنکہ با دانش وداد رفت
خوش تو وہ ہے جو دانائی اور انصاف کے ساتھ مرا

کسے زیں میاں گوئے دولت ربود
حکومت کی بازی ان میں سے وہ جیت لے گیا
کہ در بند آسائش خلق بود
جو مخلوق کے آرام کی فکر میں رہا

بکار آمد آنہا کہ بر داشتند
وہی کام میں آیا جو سمیٹ لے گئے
نہ گرد آوریدند و بگذاشتند
نہ کہ جمع کر گئے اور چھوڑ گئے

حکایت

شنیدم کہ در مصر میر اجل
میں نے سنا ہے کہ مصر میں ایک بڑا سردار
سپہ تاخت بر روزگارش اجل
اس کی عمر پر موت نے فوج دوڑا دی

جمالش برفت از رخ دلفروز
اس کے دل کو روشن کرنے والے رخ سے حسن جاتا رہا
چو خور زرد شد بس نماند زروز
اس لیے کہ جب سورج پیلا پڑا پھر دن کا کچھ باقی نہیں رہتا

گزیدند فرزانگان دست فوت
عقلمندوں نے اس کے فوت ہونے پر ہاتھ کو کاٹا
کہ در طب ندیدند داروئے موت
اس لیے کہ انھوں نے طب میں موت کی دوا نہ پائی

ہمہ تخت و ملکے پذیرد زوال
تمام تخت اور ملک زوال کو قبول کرتے ہیں
بجز مُلک فرمانِدۂ لایزال
ہمیشہ رہنے والے حاکم کے ملک کے علاوہ

چو نزدیک شد روزِ عمرش بشب
جب[۵] اس کی زندگی کا دن رات کے قریب ہوا
شنیدند می گفت در زیر لب
تو لوگوں نے سنا وہ آہستہ سے کہتا تھا

کہ در مصر چوں من عزیزے نبود
میری طرح کا کوئی عزیز[۶] مصر میں نہ تھا
چو حاصل ہمیں بود چیزے نبود
جب نتیجہ یہی تھا تو کچھ بھی نہ تھا

---

۱ دوبارہ ظلم وستم نہ کرنا ورنہ پھر مرض میں مبتلا ہو جائے گا۔

۲ یعنی ضروری نہیں کہ توبہ کرنے سے ہر بار معافی ہو جائے

۳ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایسا تخت عنایت کیا تھا جو صبح کو ایک ماہ کی اور شام کو ایک ماہ کی مسافت طے کر لیتا تھا۔

۴ یعنی جو کچھ خدا کے راستے میں صرف کر گئے وہ ساتھ لے گئے جو مال جمع کر کے چھوڑ گئے وہ دوسروں کا ہوا۔

۵ یعنی اس کی موت کا وقت آ گیا۔

۶ مصر کے ہر بادشاہ کو عزیز کہا جاتا تھا۔

جہاں گرد کردم نخوردم برش
میں نے دنیا جمع کی اس کا پھل نہ کھایا

پسندیدہ رائے کہ بخشید و خورد
بہتر رائے والا وہی ہے جس نے دیا اور کھایا

دریں کوش تا با تو ماند مقیم
اس میں کوشش کر جب تک وہ تیرے پاس ہو

کند خواجہ بر بسترِ جاں گداز
جان گھلانے والے بستر پر آقا

دراں دم ترا می نماید بدست
اس وقت تجھے ہاتھ کے ذریعہ دکھا رہا ہے

کہ دستے بجود و کرم کن دراز
کہ ایک ہاتھ تو دینے میں اور بخشش میں پھیلا

کنونت کہ دستست خارے بکن
اب کہ تیرا ہاتھ ہے کوئی کانٹا نکال

بتابد بسے ماہ و پروین و ہور
کافی وقت ایسا ہوگا کہ چاند ستارے سورج چمکیں گے

برفتم چو بیچارگاں از سرش
عاجزوں کی طرح اس پر سے میں چلا گیا

جہاں از پئے خویشتن گرد کرد
دنیا اپنے لیے جمع کی

یکے ہر چہ از تو ماند دریغست و بیم
کہ جو تجھ سے رہ جائے گا وہ افسوس ہے اور خوف

یکے دست کوتاہ و دیگر دراز
ایک ہاتھ سمیٹتا ہے ایک پھیلاتا ہے

کہ دہشت زبانش ز گفتن ببست
اس لیے کہ خوف نے اس کی زبان باندھ دی ہے

دگر دست کوتہ کن از ظلم و آز
دوسرا ہاتھ ظلم اور حرص سے کوتاہ کر

دگر کے برآری تو دست از کفن
پھر کفن سے ہاتھ کب نکال سکے گا

کہ سر بر نداری ز بالینِ گور
تو قبر کے سرہانے سے سر نہ اٹھائے گا

حکایت

قزل ارسلاں قلعہ سخت داشت
قزل ارسلاں ایک مضبوط قلعہ رکھتا تھا

نہ اندیشہ از کس نہ حاجت بہیچ
نہ اس کو کسی کا ڈر تھا نہ کسی کی ضرورت

چناں نادر افتاد در روضۂ
باغیچے میں ایسا نادر واقع ہوا تھا

شنیدم کہ مردے مبارک حضور
میں نے سنا ہے کہ ایک بابرکت صحبت والا مرد

حقائق شناسے جہاندیدۂ
حقیقتوں کو پہچاننے والا جہاندیدہ

بخندید کیں قلعہ خرم است
وہ ہنسا کہ یہ قلعہ مبارک ہے

نہ پیش از تو گردن کشاں داشتند
کیا تجھ سے پہلے بادشاہ نہیں رکھتے تھے

کہ گردن بالوند بر می فراشت
جو الوند (پہاڑ) سے اپنی گردن اونچی رکھتا تھا

چو زلفِ عروساں رہش پیچ پیچ
اس کا راستہ دلہنوں کی زلفوں کی طرح پیچ در پیچ تھا

کہ بر لاجوردی طبق بیضۂ
جیسا کہ سبز طباق میں انڈا

بنزدیک شاہ آمد از راہِ دور
دور راستہ سے بادشاہ کے پاس آیا

ہنرمندے آفاق گردیدۂ
ہنرمند، دنیا میں گھومے ہوئے

ولیکن نہ پندارمش محکم است
لیکن میں نہیں سمجھتا کہ وہ مضبوط ہے

دمے چند بودند و بگذاشتند
چند دن ٹھہرے اور چھوڑ کر چلے گئے

۱۔ یعنی نیکیاں کر کے دنیا سے اپنا ذخیرہ آخرت جمع کیا۔
۲۔ یعنی اس پر مرتے وقت افسوس ہوگا اور خدائی مواخذہ کا خوف ہوگا۔
۳۔ نزع کے وقت انسان عموماً ایک ہاتھ سکوڑتا ہے اور ایک دراز کرتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ سکوڑ کر ظلم و حرص سے ہاتھ کھینچ اور دراز کر کے بخشش کی طرف ہاتھ بڑھانے کا اشارہ کرتا ہے۔
۴۔ کسی کی مدد کر کے اس کی تکلیف دور کر۔

۱۰

۵۔ قزل ارسلان سلجوقی فارس کا مشہور بادشاہ ہے۔ الوند ہمدان کا مشہور پہاڑ ہے جس سے بارہ ہزار چشمے بہتے ہیں۔
۶۔ یعنی اس قلعہ کو کسی دشمن کا ڈر نہ تھا اور نہ ضرورتوں میں کسی کا محتاج تھا
۷۔ سبزہ زار میں مدور قلعہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسا سبز لگن میں انڈا۔
۸۔ موت کے حملہ سے نہ بچا سکے گا۔
۹۔ اس قلعہ میں بہت سے آئے اور چلے گئے۔

نہ بعد از تو شاہانِ دیگر برند
کیا تیرے بعد دوسرے بادشاہ نہیں برتیں گے
درختِ امید ترا بر خورند
تیری امیدوں کے درخت سے پھل کھائیں گے

ز دوران و مُلکِ پدر یاد کن
باپ کے ملک اور زمانہ کو یاد کر!
دل از بندِ اندیشہ آزاد کن
دل کو فکر کی قید سے آزاد کر!

چناں روزگارش بکنجے نشاند
زمانہ نے اس کو اس طرح گوشہ میں بٹھا دیا
کہ بر یک پشیزش تصرّف نماند
اس کا ایک پیسہ پر تصرف نہ رہا

چو نومید ماند از ہمہ چیز و کس
جب وہ ہر چیز اور ہر شخص سے نا امید ہوا
امیدش بفضلِ خدا ماند و بس
فقط خدا کی مہربانی پر اس کی امید رہی

برِ مردِ ہشیار دنیا خس است
ہوشیار انسان کے نزدیک دنیا تنکا ہے
کہ ہر مدتے جائے دیگر کس است
کہ ہر زمانہ میں دوسرے کی جگہ ہے

حکایت

چنیں گفت شوریدۂ در عجم
ایک بے باک نے عجم میں
بکسریٰ کہ اے وارثِ مُلکِ جم
کسریٰ کو کہا کہ اے جمشید کے ملک کے وارث

اگر مُلک بر جم بماندے و بخت
اگر ملک اور نصیبہ جمشید کا ساتھ دیتا
ترا چوں میسّر شدے تاج و تخت
تاج و تخت تجھے کیسے میسّر آتا

اگر گنجِ قاروں بدست آوری
اگر قارون کا خزانہ تیرے ہاتھ لگ جائے
نماند مگر آنچہ بخشی بری
وہ بھی نہ رہے گا، ہاں جو تو بخشے گا وہ لیجائے گا

حکایت

چو اَلپ ارسلاں جاں بجاں بخش داد
جب اَلپ ارسلاں نے جان دینے والے کو جان دی
پسر تاجِ شاہی بسر بر نہاد
لڑکے نے شاہی تاج سر پر رکھا

بتربت سپردندش از تاج و گاہ
تخت اور تاج سے ہٹا کر اس کو قبر کے سپرد کیا
نہ جائے نشستن نہ آماج گاہ
نہ بیٹھنے کی جگہ نہ ٹہلنے کی،

چنیں گفت دیوانۂ ہوشیار
ایک ہوشیار دیوانہ نے یہ کہا
چو دیدش پسر روزِ دیگر سوار
جب اس نے اس کے لڑکے کو دوسرے دن سوار دیکھا

زہے مُلک و دوراں سر در نشیب
کیا ہی اندھا ملک اور زمانہ ہے
پدر رفت و پائے پسر در رکیب
باپ چلا گیا اور بیٹے کا پیر رکاب میں ہے

چنین است گردیدنِ روزگار
زمانہ کی گردش ایسی ہی ہے۔
سبک سیر بدعہد ناپائدار
تیز رفتار، بدعہد، ناپائیدار

چو دیرینہ روزے سر آورد عہد
جب بوڑھا اپنا زمانہ ختم کرتا ہے
جواں دولتے سر بر آرد ز مہد
جوان دولت والا گہوارے سے سر اٹھاتا ہے

الپ ارسلان
پیٹ بھر اشیر - یہ قزل ارسلان کے باپ کا نام ہے۔
یعنی ایسی تنگ قبر جس میں نہ بیٹھنے کی گنجائش تھی نہ چلنے پھرنے کی۔

منہ بر جہاں دل کہ بیگانہ ایست
دنیا سے دل نہ لگا یہ بیگانہ ہے
نہ لائق بود عیش با دلبرے
ایسے دلبر کے ساتھ زندگی مناسب نہیں ہے
نکوئی کن امسال چوں دہ تراست
اس سال نیکی کر جب گانوں تیرے قبضہ میں ہے

چو مُطرب کہ ہر روز در خانہ ایست
گویّے کی طرح کہ ہر روز ایک گھر میں ہے
کہ ہر بامدادش بود شوہرے
کہ ہر صبح کو جس کا ایک شوہر ہو
کہ سالِ دگر دیگرے دہ خداست
کیونکہ دوسرے سال گانوں کا مالک دوسرا ہوگا

حکایت

بزرگے جفا پیشہ در حدِ غور
غورؔ کے علاقہ میں ایک ظالم بادشاہ
خراں زیرِ بارِ گراں بے علف
بھاری بوجھ میں بے گھاس چرے، گدھے
چو مُنعم کند سفلہ را روزگار
جب زمانہ کسی کمینے کو بڑا بنا دیتا ہے
چو بامِ بلندش بود خود پرست
جب کسی خود پرست کی اٹاری اونچی ہوتی ہے
شنیدم کہ بارے بعزمِ شکار
میں نے سنا ہے کہ ایک بار شکار کے ارادے سے
پیاپے بدنبالِ صیدے براند
پے در پے ایک شکار کے پیچھے دوڑا
بہ تنہا ندانست روی و رہے
اکیلا کسی شخص اور راستہ کو نہ پہچان سکا:
خرے دید پویندۂ کارگر
اس نے ایک گدھا دیکھا، بھاگنے والا، کام کا
یکے مردِ کُرد استخوانے بدست
ایک کرد کی ہڈی ہاتھ میں لیے ہوئے
شہنشہ برآشفت و گفت اے جواں
بادشاہ بگڑ گیا اور بولا اے جوان!
چو زور آوری خود نمائی مکن
اگر تجھ میں طاقت ہے تو خود نمائی نہ کر
پسندش نیامد فرومایہ قول
کمزور بات اس کو پسند نہ آئی۔

گرفتے خرِ روستائی بزور
گانوں والے کا گدھا زبردستی پکڑ لیتا
بروزے دو مسکیں شدندے تلف
دو ایک روز میں بیچارے مر جاتے
نہد بر دلِ تنگِ درویش بار
تو وہ فقیر کے تنگ دل پر بار ڈالتا ہے
کند بول و خاشاک بر بامِ پست
وہ پیشاب اور کوڑا نیچی چھت پر ڈالتا ہے
برون رفت بیداد گر شہریار
ظالم بادشاہ باہر نکلا
شبش در گرفت از حشم دور ماند
اس کو رات نے آپکڑا، نوکروں سے دور رہ گیا
بینداخت ناکام شب در دہے
ناکام ہو کر رات کو ایک گانوں میں ڈیرا ڈالدیا
توانا و زور آور و بار بر
تکڑا، طاقت ور، بوجھ لے جانیوالا
چناں میزدش کاستخواں می شکست
اس کو اس طرح مار رہا تھا کہ اس کی ہڈیاں توڑتا تھا
ز حد رفت جورت بریں بے زباں
اس بے زبان پر تیرا ظلم حد سے بڑھ گیا
برافتادہ زور آزمائی مکن
کمزور پر زور آزمائی نہ کر!
یکے بانگ بر پادشہ زد بہول
وہ بادشاہ پر خوفناک آواز سے چیخا۔

ؔ ایک علاقہ کا نام ہے یا ایک شہر کا۔ غوری خاندان جو ہندستان کا حکمراں رہا ہے اسی کی طرف منسوب ہے۔ یہ گانوں والوں کے گدھے جبراً بیگار میں پکڑ لیتا تھا، بھاری بوجھ ان پر لادتا اور ان کو چارہ بھی نہ دیتا تھا۔

گرفتم نہ بیہودہ اینکار پیش
میں نے یہ کام خواہ مخواہ نہیں کیا ہے
بسا کس کہ پیشش تو معذور نیست
بہت سے آدمی جو تیرے نزدیک معذور نہیں ہیں

ملک را درشت آمد از وے خطاب
اس کی گفتگو بادشاہ پر گراں گذری
کہ پندارم از عقل بیگانہ
کیونکہ میں سمجھتا ہوں تو عقل سے بیگانہ ہے

بخندید کاے ترک ناداں خموش
وہ ہنسا کہ اے بے عقل ترک چپ رہ
نہ دیوانہ خواند کس اُو را نہ مست
اس کو نہ کوئی دیوانہ کہتا ہے، نہ مست

جہاں جوی گفت اے ستمگارہ مرد
بادشاہ نے کہا اے ظالم انسان!
دراں بحر مردے جفا پیشہ بود
اس سمندر میں ایک ظالم انسان تھا

جزائر ز کردار او پُر خروش
جزیروں کے باشندے اس سے نالاں تھے
پس آں را ز بہر مصالح شکست
تو اُس کو مصلحتوں کی وجہ سے توڑا تھا

شکستہ متاعے کہ در حرز تست
وہ شکستہ سامان جو تیرے قبضہ میں ہے
بخندید دہقان روشن ضمیر
روشن باطن گاؤں والا ہنسا

نہ از جہل می بشکنم پائے خر
میں نادانی کی وجہ سے گدھے کا پیر نہیں توڑ رہا ہوں
خراین جایگیر لنگ و تیمار کش
اس جگہ لنگڑا رنجیدہ گدھا

تو آں را نگوئی کہ کشتی گرفت
تو اسے کچھ نہیں کہتا جس نے کشتی پکڑ لی
تفو بر چناں ملک و دولت کہ راند
ایسے ملک اور حکومت پر تھو ہے جو اس نے چلائی

برو چوں ندانی پس کارِ خویش
جب تو نہیں جانتا تو اپنے کام میں لگ
چوں وابینی از مصلحت دور نیست
اگر غور سے دیکھے گا تو مصلحت سے خالی نہیں ہے

بگفتا بیا تا چہ بینی صواب
اس نے کہا تو کیا خوبی دیکھتا ہے بتا
نہ مستی ہمانا کہ دیوانہ
مست نہیں بلکہ تو دیوانہ ہے

مگر حالِ خضرت نیامد بگوش
شاید خضر کا حال تیرے کانوں میں نہیں پڑا
چرا کشتیِ ناتواناں شکست
اس نے غریبوں کی کشتی کیوں توڑی

چہ دانی کہ خضر آں برائے چہ کرد
تجھے کیا معلوم کہ خضر نے وہ کیوں کیا تھا
کہ دلہا از و بحر اندیشہ بود
جس کی وجہ سے دل فکر کا سمندر تھے

جہانے ز دستش چو دریا بجوش
ایک دنیا اس کے ہاتھ سے دریا کی طرح متلاطم تھی۔
کہ سالار ظالم نگیرد بدست
تاکہ ظالم سردار نہ پکڑ لے

ازاں بہ کہ در دست دشمن درست
اس سے بہتر ہے کہ وہ سالم دشمن کے ہاتھ پڑے
کہ پس حق بدست منست اے امیر
کہ پھر تو حق میرے ہاتھ میں ہے اے بادشاہ

کہ از جور سلطان بیداد گر
بلکہ ظالم بادشاہ کے ظلم سے ڈر کر
ازاں بہ کہ پیش ملک بار کش
اس سے بہتر ہے کہ بادشاہ کے پاس بوجھ اٹھانے والا ہو

کہ چوں تا ابد نام زشتی گرفت
کہ اس نے قیامت تک کے لیے کیسی بدنامی حاصل کی
کہ شنعت بر او تا قیامت بماند
کہ اس پر برائی قیامت تک کے لیے رہی۔

مطلب تجھے بظاہر ان کا کام غلط معلوم ہوگا لیکن اگر غور سے دیکھے گا تو اس کام میں مصلحت نظر آئیگی کیونکہ جس مصلحت سے خضر نے کشتی توڑی تھی اسی مصلحت سے میں گدھے کو لنگڑا بنا رہا ہوں۔

ستمگر جفا بر تنِ خویش کرد
ظالم نے اپنے اوپر ظلم کیا

نہ بر زیر دستانِ درویش کرد
نہ کہ غریب ماتحتوں پر

کہ فردا دراں محفلِ نام و ننگ
اس لیے کہ کل کو عزت اور ذلت کی اس محفل میں

بگیرد گریبان و ریشش بچنگ
وہ چنگل سے اس کا گریبان اور داڑھی پکڑے گا

نہد بارِ او زار بر گردنش،
گناہوں کا بوجھ اس کی گردن پر دھرے گا

نیارد سر از عار بر کردنش
وہ اپنے کیے کی ذلت سے سر نہ اٹھائے گا

گرفتم کہ خر بارش اکنوں کشد
میں مانتا ہوں آج گدھا اس کا بوجھ اٹھاتا ہے

دراں روز بارِ خراں چوں کشد
اس دن گدھے کا بوجھ وہ کیسے اٹھائے گا۔

گر انصاف پرسی بد اختر کسست
اگر تو انصاف سے پوچھے تو بد نصیب وہ شخص ہے

کہ در راحتش رنج دیگر کسست
کہ اس کے آرام میں دوسرے کو تکلیف ہے

ہمیں پنج روزش تنعم بود
یہی پانچ دن اس کی راحت کے ہوتے ہیں

کہ شادیش در رنج مردم بود
کیونکہ اس کی خوشی لوگوں کے رنج میں ہوتی ہے

اگر بر نخیزد بہ آں مردہ دل
اگر وہ مردہ دل سو کر نہ اٹھے تو بہتر ہے

کہ خسپند از مردم آزردہ دل
جس کی وجہ سے لوگ آزردہ دل ہو کر سوئیں

شہ ایں جملہ بشنید و چیزے نگفت
بادشاہ نے یہ سب کچھ سنا اور کچھ نہ بولا

بہ بست اسپ و سر بر نمد زین بخفت
گھوڑا باندھا اور زین کے نمدے پر سر رکھ کر لیٹ گیا

ہمہ شب ز بیداری اختر شمرد
تمام رات بیداری میں ستارے گنے،

ز سودا و اندیشہ خوابش نبرد
پریشانی اور سوچ میں اس کو نیند نہ آئی

چو آوازِ مرغِ سحر گوش کرد
جب مرغِ سحر کی آواز اس کے کان میں آئی

پریشانیِ شب فراموش کرد
رات کی پریشانی کو بھول گیا

سواراں ہمہ شب پے رگ تاختند
تمام رات سوار ڈھونڈتے رہے

سحر گہ پے اسپ بشناختند
صبح کو انھوں نے گھوڑے کی پیڑ پہچانی

براں عرصہ بر اسپ دیدند و شاہ
اس میدان میں انھوں نے گھوڑے اور بادشاہ کو دیکھا

پیادہ دویدند یکسر سپاہ
تمام سپاہی پیدل دوڑ پڑے

بخدمت نہادند سر بر زمیں
انھوں نے تعظیم میں زمین پر سر رکھ دیے

چو دریا شد از موجِ لشکر زمیں
لشکر کی پٹار سے زمین سمندر بن گئی،

بزرگاں نشستند و خوان خواستند
بڑے لوگ بیٹھے اور انھوں نے دسترخوان طلب کیا

بخوردند و مجلس بیاراستند
کھایا پیا اور محفل آراستہ کی،

چو شورِ طرب در نہاد آمدش
جب اس کی طبیعت پر مستی کا جوش آیا

ز دہقانِ دوشینہ یاد آمدش
اس کو گزشتہ رات کا گاؤں والا یاد آیا

بفرمود و جستند و بستند سخت
اس نے حکم دیا وہ دوڑ پڑے اور اسے کو مضبوط باندھا

بخواری فگندند در پائے تخت
ذلت کے ساتھ اس کو تخت کے پائے کے پاس ڈال دیا

۱۔ ظالم سے چونکہ ظلم کا بدلہ لیا جائے گا لہذا اس کا ظلم خود اپنے اوپر۔
۲۔ یعنی میدانِ حشر میں
۳۔ مظلوم کے گناہ ظالم پر لادے جائیں گے۔
۴۔ یعنی قیامت کے روز
۵۔ پنج روزہ سے مراد دنیا کی چند روزہ زندگی مراد ہے۔
۶۔ یعنی سونے کے بعد زندہ نہ اٹھے۔

سیہ دل بر آہیخت شمشیر تیز
جلاد نے تیز تلوار سونتی

شمرد آں دم از زندگی آخرش
وہ سمجھ گیا اس کی زندگی کا آخری وقت ہے،

نہ بینی کہ چوں کارد بر سر بود
تو نے نہیں دیکھا جب چاقو سر پر رکھا جاتا ہے

چو دانست کز خصم نتواں گریخت
جب اس نے سمجھ لیا کہ دشمن سے بچکر نہیں بھاگ سکتا ہے

سرِ ناامیدی بر آورد و گفت
مایوسی کا سر اٹھایا اور کہا

ز نامہربانی کہ در دورِ تست
اس بے رحمی سے جو تیرے دور میں ہے

نہ من کردم از دستِ جورت نفیر
صرف میں ہی تیرے ظلم کے ہاتھ سے نالاں نہیں ہوں

عجب کز منت بر دل آمد درشت
تعجب ہے کہ صرف میرا کہنا ہی تجھے گراں گذرا

وگر سخت آمد نکوہش ز من
اگر میری بدگوئی تجھے گراں گذری ہے

ترا چارہ از ظلم برگشتن است
تیری تدبیر ظلم چھوڑ دینا ہے

چو بیداد کردی توقع مدار
جب تو نے ظلم کیا ہے تو توقع نہ رکھ!

ندانم کہ چوں خسپدت دیدگاں
میں نہیں سمجھتا، تیری آنکھیں کیسے سوتی ہیں

بداں کے ستودہ شود پادشاہ
سمجھ لے! اس طرح بادشاہ قابلِ تعریف کب ہو سکتا ہے

چہ سود آفریں بر سرِ انجمن،
لوگوں کے مجمع میں تعریف کا کیا فائدہ

گرفت ایں سخن شاہِ ظالم بگوش
یہ بات ظالم بادشاہ کے کان میں پڑی

دراں دہ کہ طالع نمودش بہی
جس گاؤں میں اس کے نصیبہ نے بہتری[۶] دکھائی

ندانست بیچارہ روئے گریز
وہ بیچارہ بھاگنے کا رخ نہ جان سکا،

بگفت انچہ گردید در خاطرش
جو کچھ اس کے مزاج میں آیا اس نے کہہ ڈالا

قلم را زبانش رواں تر بود
قلم کی نوک تیز ہو جاتی ہے

بنا باکی او تیر ترکش بریخت
اس نے بے باکی سے ترکش کے تیر چلائے

شبِ گور در دہ محالست خفت
قبر میں سونے کی رات کو گاؤں میں سونا ناممکن ہے

ہمہ عالم آوازۂ جورِ تست
تمام عالم میں تیرے ظلم کا شہرہ ہے۔

کہ خلقے ز خلقے یکے گشتہ گیر
بلکہ تمام مخلوق۔ تمام مخلوق سے ایک مرا ہوا سمجھ

بکش گر توانی ہمہ خلق کشت
اگر مار سکتا ہے تو سب کو مار ڈال!

بانصاف بیخ نکوہش بکن
تو انصاف سے کام لیکر بدگوئی کی جڑ کو ختم کر دے

نہ بیچارۂ بے گنہ کشتن است
نہ کہ ایک بیچارے بے گناہ کو قتل کرنا

کہ نامت بہ نیکی رود در دیار
کہ تیرا نام ملکوں میں نیکی سے پھیلے گا

نخفتہ ز دستت ستمدیدگاں
جب تیرے ہاتھ کے ستائے ہوئے نہیں سوتے ہیں

کہ خلقش ستایند در بارگاہ
کہ لوگ دربار میں اس کی تعریف کریں

پس چرخہ نفریں کناں مرد و زن
جب مرد و عورت پیٹھ پیچھے ملامت کریں

ز سرمستئے غفلت آمد بہوش
غفلت کی سرمستی سے ہوش میں آگیا

دہی را ببخشید فرماں دہی
وہاں کی سرداری اس گاؤں والے کو دے دی

[۱] جس طرح قلم کو تراشنے سے نوک قلم تیز ہو جاتی ہے اسی طرح انسان کے سر پر جب تلوار دھر دی جاتی ہے اور وہ زندگی سے مایوس ہو جاتا ہے جو دل میں آتا ہے کہہ ڈالتا ہے

[۲] یعنی آمادہ بجنگ ہو گیا۔

[۳] یعنی جس رات میں قبر میں سونا مقدر ہے گاؤں میں وہ رات بسر نہیں ہو سکتی ہے۔

[۴] تیرے ظلم سے صرف میں ہی نالاں نہیں ہوں بلکہ ساری پبلک نالاں ہے اب اگر ان میں سے صرف مجھے ماریگا تو کیا نتیجہ ہے۔

[۵] ظلم کی بجائے انصاف کرنے لگ تاکہ بدگوئی کی جو اصل وجہ ہے وہ ختم ہو جائے

[۶] یعنی اس کو نصیحت حاصل ہوئی

بیاموزی از عالماں عقل و خوی
تو عقل[۱] و اخلاق عالموں سے سیکھتا ہے
نہ چندانکہ از جاہل عیب جوی
لیکن اسقدر نہیں جس قدر عیب جو جاہل سے

ز دشمن شنو سیرت خود کہ دوست
اپنے حالات دشمن سے سنو اس لیے کہ دوست تو
ہر آنچہ از تو آید بچشمش نکوست
جو کچھ تم سے ہوتا ہے اس کی آنکھ کو بھاتا ہے

ستایش سرایاں نہ یارِ تو اند
تعریف کرنے والے تیرے دوست نہیں ہیں
ملامت کناں دوستدارِ تو اند
ملامت کرنے والے تیرے دوست ہیں۔

ترش روی بہتر کند سرزنش
بدمزاج بہتر سرزنش کرتا ہے۔
کہ یاران خوش طبع شیریں منش
نہ کہ خوش مزاج، میٹھی طبیعت دوست

ازیں بہ نصیحت نگوید کست
تجھے اس سے بہتر کوئی نصیحت نہ کرے گا
وگر عاقلی یک اشارت بست
اور اگر تو سمجھدار ہے تو ایک اشارہ کافی ہے

حکایت

چو دور خلافت بماموں رسید
جب مامون[۲] کا دور خلافت آیا
یکے ماہ پیکر کنیزک خرید
تو ایک چاند جیسے جسم والی لونڈی خریدی

بچہر آفتابے بتن گلبنے
چہرہ کے اعتبار سے آفتاب جسم کے لحاظ سے پھولوں کی شاخ
بعقل خردمند بازی کنے
عقلمند کی عقل سے کھیلنے والی

بخون عزیزاں فرو بردہ چنگ
عاشقوں[۳] کے خون میں چنگل ڈبوئے ہوئے
سر انگشتہا کردہ عناب رنگ
انگلیوں کے سروں کو عنابی بنائے ہوئے

برابروئے عابد فریبش خضاب
اس[۴] کی عابد فریب ابرو پر نیل
چو قوس قزح بود بر آفتاب
ایسا معلوم ہوتا تھا جیسا کہ آفتاب پر دھنک کمان

شب خلوت آں لعبت حور زاد
خلوت کی رات میں اس حور کی نسل کی گڑیا نے
مگر تن در آغوش ماموں نداد
البتہ اپنے آپ کو مامون کی بغل کے سپرد نہ کیا

گرفت آتش خشم در وے عظیم
غصہ کی بہت بڑی آگ اس میں بھڑک اٹھی
سرش خواست کردن چو جوزا[۵] دو نیم
اس نے اس کے سر کو جوزا کی طرح دو ٹکڑے کر دینا چاہا

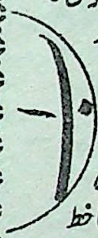
بگفتا سر اینک بشمشیر تیز
وہ بولی یہ سر موجود ہے اس کو تیز تلوار سے
بیند از و با من مکن خفت و خیز
اتار پھینک اور میرے ساتھ سونا اور نشست برخاست نہ کر

بگفت از کہ بر دل گزند آمدت
اس نے کہا کس سے تیرے دل کو تکلیف پہنچی ہے
چہ خصلت ز من ناپسند آمدت
میری کون سی عادت تجھے ناپسند آئی ہے

بگفت ار کُشی ور شگافی سرم
وہ بولی اگر تو مجھے مار بھی ڈالے اور میرے سر کو پھاڑ دے
ز بوئے دہانت برنج اندرم
تیرے منہ کی بدبو سے مجھے تکلیف ہے

کشد تیر پیکار و تیغ ستم
جنگ کا تیر اور ستم کی تلوار مار ڈالتی ہے
بیکبار و بوئے دہاں دمبدم
یکبارگی اور منہ کی بدبو پے در پے

[۱] انسان عالموں سے تو سیکھتا ہی ہے لیکن جاہلوں سے بھی بہت کچھ سیکھ لیتا ہے۔
[۲] مشہور عباسی خلیفہ ہارون الرشید کا بیٹا۔
[۳] یعنی اس کے پوروں پر مہندی نہ تھی بلکہ عاشقوں کا خون تھا۔
[۴] سنگھار میں ابروؤں پر نیل کا خط کھینچا جاتا تھا۔



[۵] جوزا آسمان کے بارہ برجوں میں سے ایک برج کا نام ہے جس کی شکل دو جڑواں انسانوں کی طرح بتائی جاتی ہے۔

شنید این سخن سرورِ نیک بخت
نیک بخت بادشاہ نے یہ بات سنی تو

بشورید و برخود بپیچید سخت
پریشان ہو گیا اور اپنے اوپر سخت پیچ و تاب کھانے لگا

دلش گرچہ در حال ازو رنجہ شد
اگرچہ فی الحال اس کا دل اس سے رنجیدہ ہوا

دوا کرد و خوشبوی چوں غنچہ شد
دوا اور خوشبو لگائی تو غنچہ جیسا ہو گیا

پری چہرہ را ہمنشیں کرد و دوست
اس نے پری چہرہ کو ہم نشین اور دوست بنا لیا

کہ ایں عیب من گفت یارِ من اوست
کہ اس نے میرا عیب بتا دیا یہ میرا دوست ہے

بنزدِ من آں کس نکوخواہِ تست
میرے نزدیک تیرا خیر خواہ وہ ہے

کہ گوید فلاں خار در راہِ تست
جو بتا دے کہ تیرے راستہ میں فلانہ کانٹا ہے

بگمراہ رفتن نکو میروی
غلط راستہ چلنے پر یہ کہنا کہ تو ٹھیک جا رہا ہے

جفائے تمامست و جورِ قوی
پورا ستم اور بہت بڑا ظلم ہے

ہر آنگہ کہ عیبت نگویند پیش
جب کہ تیرا عیب سامنے نہ بتائیں

ہنر دانی از جاہلی عیب خویش
تو نادانی سے اپنے عیب کو ہنر سمجھے گا

بگو شہد شیریں شکر فائقست
مت کہہ شہد شیریں ہے اور شکر سب سے بڑھکر ہے

کسے را کہ سقمونیا لائقست
اس شخص سے جو سقمونیا کے لائق ہے

چہ خوش گفت یکروز دارو فروش
ایک روز ایک دارو فروش نے کیا اچھی بات کہی

شفا بایدت داروئے تلخ نوش
اگر تجھے شفا چاہیے تو کڑوی دوا پی

بپرویزنِ معرفت بیختہ
جو معرفت کی چھلنی میں چھنی ہوئی ہو

بشہدِ عبادت برآمیختہ
اور عبادت کے شہد میں ملی ہوئی ہو

حکایت

شنیدم کہ از نیک مردے فقیر
میں نے سنا ہے کہ ایک نیک مرد فقیر سے

دل آزردہ شد پادشاہے کبیر
ایک بڑا بادشاہ دل آزردہ ہو گیا

مگر بر زبانش حقے رفتہ بود
شاید اس کی زبان پر کوئی حق بات آ گئی ہو گی

ز گردن کشی بروے آشفتہ بود
وہ تکبر کی وجہ سے اس پر ناراض تھا

بزنداں فرستادش از بارگاہ
اس کو دربار سے قید خانہ میں روانہ کر دیا

کہ زور آزمایست بازوئے شاہ
اس لیے کہ بادشاہ کا بازو قوی ہوتا ہے

ز یاراں یکے گفتش اندر نہفت
دوستوں میں سے کسی نے اس سے چپکے سے کہا

مصالح نبود ایں سخن گفت، گفت
یہ بات کہنی مناسب نہ تھی۔ اس نے کہا

رسانیدنِ امرِ حق طاعتست
سچی بات کہہ دینا عبادت ہے

ز زنداں نترسم کہ یک ساعتست
میں قید خانہ سے نہیں ڈرتا کیونکہ تھوڑی دیر کے لیے ہے

ہماں دم کہ در خفیہ ایں راز رفت
اسی وقت جبکہ یہ راز کی بات چپکے سے ہوئی

حکایت بگوشِ ملک باز رفت
خبر بادشاہ کے کان میں پڑ گئی۔

ے۱ گندہ دہنی کا خوشبو سے معالجہ کیا تو منہ غنچہ کی طرح معطر ہو گیا۔

ے۲ یعنی جو شخص صفراوی امراض میں مبتلا ہے اس کو دوا سقمونیا استعمال کرنی چاہیے اس کے سامنے میٹھے کے فضائل بیان نہ کر

بخندید کو ظنّ بیہودہ بُرد
وہ ہنسا کہ یہ اس کا بیہودہ خیال ہے

غلامے بدرویش برد ایں پیام
ایک غلام یہ پیام درویش کے پاس لے گیا

کہ دنیا ہمیں ساعتے بیش نیست
کہ دنیا ہی تھوڑی دیر سے زیادہ نہیں ہے

نہ گر دستگیری کنی خرّمم
اگر تو دستگیری کرے تو میں خوش نہیں ہوں

ترا گر سپاہست و فرمان و گنج
تیرے پاس اگر لشکر اور حکم اور خزانہ ہے

بدروازۂ مرگ چوں در شویم
جب ہم موت کے دروازے میں داخل ہوں گے

منہ دل بریں دولتِ پنج روز
اس چندروزہ دولت سے دل نہ لگا

نہ پیش از تو بیش از تو اندوختند
تجھ سے پہلے لوگوں نے تجھ سے زیادہ جمع نہیں کیا

چناں زی کہ ذکرت بتحسیں کنند
اس طرح زندگی گذار کہ تیرا ذکر بھلائی سے کریں

نباید برسم بد آئیں نہاد
بری رسموں کا قانون نہ بنانا چاہیے

وگر برسر آید خداوند زور
اور اگر کوئی طاقت والا غالب آجائے

بفرمود دلتنگ روی ازجفا
ظالم نے ازروی جفا حکم دیا

چنیں گفت مردِ حقائق شناس
حقیقتوں کے جاننے والے انسان نے یہ کہا

من از بے زبانی ندارم غمے
مجھے اپنے بے زبان ہو جانے کا بھی غم نہیں ہے

اگر بے نوائی برم ور ستم
مجھے بے نوائی برداشت کرنی پڑے خواہ ظلم

عروسی بود نوبتِ ماتمت
تیرے۶ ماتم کا وقت بھی شادی ہے۔

نداند کہ خواہد دراں حبس مُرد
وہ یہ نہیں جانتا کہ وہ جیل خانہ میں مَر جائیگا

بگفتا بخسرو بگو اے غلام
وہ بولا اے غلام بادشاہ سے کہہ دے

غم و خرمی پیش درویش نیست
غم اور خوشی درویش کے نزدیک کچھ نہیں ہے

نہ گر سر بری در دل آید غمم
اگر تو سر قلم کرے تو میرے دل میں غم نہ آئے گا

مرا گر عیالست و حرمان و رنج
میرے پاس اگر بال بچے اور محرومی اور غم ہے

بیک ہفتہ باہم برابر شویم
ایک ہفتہ میں برابر ہو جائیں گے

تنِ خویشتن را بآتش مسوز
اپنا جسم آگ میں نہ جلا

بہ بیداد کردن جہاں سوختند
بلکہ انھوں نے ظلم کرکے جہان کو جلایا

چو مُردی نہ بر گور نفریں کنند
جب تو مرے تو قبر پر لعنت نہ کریں

کہ گویند لعنت براں کیں نہاد
کہ لوگ کہیں خدا کی اس پر پھٹکار جس نے یہ بنایا

نہ زیرش کند عاقبت خاکِ گور
کیا انجام کار قبر کی مٹی اس کو زیر نہیں کرتی ہے

کہ بیروں کنندش زباں از قفا
کہ اس کی زبان گدی سے کھینچ لیں

ازیں ہم کہ گفتی ندارم ہراس
جو تو نے حکم دیا اس سے بھی مجھے خوف نہیں

کہ دانم کہ ناگفتہ داند ہمے
اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ وہ بدون کہے بھی جان جاتا ہے

گرم عاقبت خیر باشد چہ غم
اگر انجام بخیر ہو جائے تو غم کیا ہے

گرت نیک روزی بود خاتمت
اگر تجھے بہتر خاتمہ میسر آجائے

۱ یعنی وہ سمجھ رہا ہے کہ میں اس کو چند دن کی قید کر رہا ہوں میں نے تو اس کو حبس دوام کی سزا دی ہے۔

۲ یعنی میں یہ نہیں سمجھا بلکہ میرے نزدیک تو دنیا ہی چند روزہ ہے اور درویشوں کے یہاں دنیا کا رنج و خوشی کوئی حقیقت نہیں رکھتی ہے۔

۳ چند دن میں دونوں کا جسم یکساں طور پر گل سڑ کر برابر ہو جائیگا

۱۰

۴ ہم نے روی ازجفا کو ازروی جفا پڑھکر ترجمہ کیا ہے اگر دلتنگ روی پڑھا جائے تو اس کے معنی ہوں گے وہ شخص جس کے چہرہ پر دل تنگی رونما ہو۔

۵ کیونکہ اللہ تعالیٰ دلوں کی بات بھی جانتا ہے۔

۶ یعنی مرنے کا وقت جو دراصل ماتم کا وقت ہے وہ دراصل شادی کا وقت ہے۔

حکایت

یکے مشت زن بختِ روزی نداشت
ایک پہلوان کے مقدر میں روزی نہ تھی

ز جورِ شکم گِل کشیدے بپشت
پیٹ[1] کے ظلم سے کمر پر مٹی ڈھوتا

مدام از پریشانیٔ روزگار
زمانہ کی پریشانی سے ہمیشہ

گہش جنگ با عالمِ خیرہ کُش
کبھی اس کی جنگ بیباکی سے قتل کرنے والے زمانہ سے ہوتی

گہ از دیدنِ عیشِ شیرینِ خلق
کبھی[2] لوگوں کے شیریں عیش کو دیکھنے سے

گہ از کارِ آشفتہ بگریستے،
کبھی اپنے بگڑے کاموں سے روتا

کساں شہد نوشند مرغ و برہ
لوگ شہد اور مرغ اور حلوان کھاتے ہیں

گر انصاف پُرسی نہ نیکوست ایں
اگر تو انصاف سے پوچھے تو یہ بات اچھی نہیں ہے

دریغ ار فلک شیوۂ ساختے
ہائے اگر آسمان کوئی ایسا رستہ بنا دیتا

مگر روزگارے ہوس راندمے
شاید کبھی دن میں دل کی حسرت نکال لیتا

شنیدم کہ روزے زمینے بکافت
میں نے سنا ہے کہ اس نے ایک دن زمین کھودی

بخاک اندرش عقدِ بگسیختہ
اس[4] کا ہار مٹی میں ٹوٹا ہوا

دہاں بے زباں پندمی گفت و راز
بے زبان منہ نصیحت اور راز کی بات کہہ رہا تھا

نہ ایں است حالِ دہن زیرِ گِل
مٹی کے نیچے منہ کا کیا یہ حال نہیں ہے

غم از گردشِ روزگاراں مدار
زمانہ کی گردش کا غم نہ کر!

نہ اسباب شامش مہیا نہ چاشت
نہ اس کے لیے شام کا سامان مہیا تھا نہ صبح کا

کہ روزی محالست خوردن بمشت
اس لیے کہ پہلوانی کے ذریعہ روزی کمانا ناممکن ہے

دلش محنت آلود و تن سوگوار
اس کا دل مشقت میں تھا اور جسم رنجیدہ رہتا تھا

گہ از بختِ شوریدہ رویش ترش
کبھی پریشان نصیبہ کی وجہ سے اس کا منہ بنا ہوتا

فرو می شدے آب تلخش بحلق
اس کے گلے سے پانی کڑوا اترتا

کہ کس دید ازیں صعب تر زیستے
کہ کسی نے اس سے زیادہ سخت زندگی دیکھی ہے۔

مرا روئے ناں می نہ بیند ترہ
میری روٹی ساگ کا بھی منہ نہیں دیکھتی ہے

برہنہ من و گربہ را پوستیں
کہ میں[3] تو ننگا اور بلی کے لیے پوستین

کہ گنجے بدست من انداختے
کہ کوئی خزانہ میرے ہاتھ میں ڈالدیتا

زخود گردِ محنت بیفشاندمے
اپنے سے محنت کی گرد جھاڑ لیتا

عظامِ زنخدانِ بوسیدہ یافت
اس میں سے ٹھوڑی کی بوسیدہ ہڈیاں ملیں۔

گہرہائے دنداں فرو ریختہ
دانتوں کے موتی گرے ہوئے

کہ اے خواجہ با بے مرادی بساز
کہ اے خواجہ محرومی سے موافقت کر!

شکر خوردہ انگار یا خونِ دل
شکر[5] کھائے ہوئے سمجھ یا خون دل پیے ہوئے

کہ بے جا بگردد بسے روزگار
اس لیے کہ بسا اوقات زمانہ بے جا بھی گردش کرتا ہے

[1] یعنی اس کا ذریعہ معاش مزدوری کرنا تھا۔
[2] لوگوں کے عیش و عشرت کو دیکھ کر پانی بھی کڑوا لگتا تھا۔
[3] وہ ننگا تھا بلی کے بدن پر بال ہوتے ہیں۔
[4] اس ٹھوڑی پر دانت جھڑ گئے تھے۔
[5] یعنی اس منہ نے خواہ شکر کھائی ہو، خواہ خونِ دل پیا ہو۔

ہماں لحظہ کیں خاطرش روی داد
اسی وقت جب یہ اس کے دل میں آیا

غم از خاطرش رخت یکسو نہاد
غم نے اس کی طبیعت سے اپنا سامان ایک طرف رکھ دیا

کہ اے نفس بے رای و تدبیر و ہش
کہ اے بے رائے اور بے تدبیر اور بے ہوش نفس!

بکش بارِ تیمار و خود را مکش
غم کا بوجھ برداشت کر اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کر

اگر بندہ بار بر سر برد
خواہ انسان سر پر بوجھ اٹھائے

وگر سر باوجِ فلک بر برد
خواہ آسمان کی بلندی پر سر لے جائے

دراں دم کہ حالش دگرگوں شود
جس وقت اس کا حال دگرگوں ہوگا

ق

بمرگ از سرش ہر دو بیروں شود
موت کی وجہ سے دونوں چیزیں اس کے سر سے نکل جائیں گی

غم و شادمانی نماند ولیک
غم اور خوشی باقی نہیں رہتی ہاں

جزائے عمل ماند و نامِ نیک
عمل کا بدلہ اور نیک نام رہتا ہے

کرم پائے دارد نہ دیہیم و تخت
بخشش باقی رہتی ہے نہ تاج و تخت

بدہ کز تو ایں ماند اے نیک بخت
دے تاکہ تجھ سے یہ باقی رہے اے نیک بخت

مکن تکیہ بر مُلک و جاہ و حشم
حکومت اور مرتبے اور لشکر پر بھروسہ نہ کر

کہ پیش از تو بود است و بعد از تو ہم
اس لئے کہ یہ چیزیں تجھ سے پہلے بھی تھیں اور تیرے بعد بھی رہیں گی

زر افشاں چو دنیا بخواہی گذاشت
سونا نچھاور کر دے جب تو دنیا کو چھوڑے ہی گا

کہ سعدی دُر افشاند گر زر نداشت
اس لیے کہ سعدی موتی نچھاور کرتا ہے اگر وہ سونا نہیں رکھتا ہے

حکایت

حکایت کنند از جفا گسترے
لوگ ایک ظالم کا قصہ بتاتے ہیں

کہ فرماندہی داشت بر کشورے
کہ وہ ایک ملک پر حکومت رکھتا تھا۔

در ایامِ او روزِ مردم چو شام
اس کے زمانہ میں لوگوں کا دن شام کی طرح تھا

شب از بیمِ او خوابِ مردم حرام
رات کو اس کے خوف سے لوگوں کی نیند حرام تھی

ہمہ روز نیکاں از و در بلا
تمام دن نیک لوگ اس کی وجہ سے مصیبت میں

بشب دست پاکاں از و بر دعا
رات کو پاک لوگوں کے ہاتھ اس کے لیے بد دعا میں

گروہے برِ شیخ آں روزگار
ایک جماعت اس دور کے ایک بزرگ کے پاس جاکر

ز دستِ ستمگر گرستند زار
ظالم کے ہاتھ سے زار زار رونے لگی

کہ اے پیرِ دانائے فرخندہ رای
کہ اے عقلمند، مبارک تدبیر والے بزرگ!

بگو ایں جواں را بترس از خدای
اس جوان سے کہہ دے کہ وہ خدا سے ڈرے

بگفتا دریغ آیدم نامِ دوست
اس نے کہا اس کے سامنے خدا کا نام لینے سے میں بچتا ہوں

کہ ہر کس نہ درخورد پیغامِ اوست
اس لیے کہ ہر شخص اس کے پیغام کے لائق نہیں ہے

کسے را کہ بینی ز حق برکراں
جب تو کسی کو حق سے منحرف دیکھے

منہ با وے اے خواجہ حق درمیاں
تو اے صاحب اس کے معاملہ میں خدا کو بیچ میں نہ لا

ے۱ مرتے وقت متکبر اور مزدور کی یکساں حالت ہے
ے۲ یعنی اپنا کلام جو موتیوں کی طرح ہے۔
ے۳ دن کا نور خوشی سے اور شام کی تاریکی رنج و غم سے کنایہ ہوتی ہے
ے۴ خدا کا پیغام ہر شخص کو نہیں دیا جاسکتا۔

حقت گفتم اے خسرو نیک رای
اے نیک رائے بادشاہ میں نے تجھ سے صحیح کہا

بر مردِ ناداں نریزم علوم
بیوقوف آدمی کے سامنے میں علوم نہیں بکھیرتا ہوں

چو در روے نگیرد عدو دانَدم
جب وہ بات اس میں اثر نہ کریگی مجھے دشمن سمجھے گا

ترا عادت اے پادشہ حق رویست
اے بادشاہ تجھے تو حق پر چلنے کی عادت ہے

نگیں خصلتے دارد اے نیک بخت
اے نیک بخت نگ کے نقوش کی یہ خاصیت ہے

عجب نیست گر ظالم از من بجاں
کوئی تعجب نہیں ہے اگر ظالم مجھ سے دل سے

تو ہم پاسبانی بانصاف و داد
تو بھی انصاف اور عطا کے ذریعہ محافظ ہے

ترا نیست منّت زروئے قیاس
از روئے قیاس تیرا احسان نہیں ہے

کہ در کارِ خیرت بخدمت بداشت
اس لیے کہ اسی نے تجھے کار خیر کی خدمت کے لیے مقرر کیا ہے

ہمہ کس بمیدانِ کوشش در اند
سب انسان کوشش کے میدان میں ہیں

تو حاصل نہ کردی بکوشش بہشت
تو نے اپنی کوشش سے بہشت حاصل نہیں کی

دلت روشن و وقت مجموع باد
خدا کرے تیرا دل روشن رہے اور تجھے دل جمعی حاصل رہے

حیاتت خوش و رفتنت بر صواب
تیری زندگی اچھی رہے، تیرا چلن ٹھیک رہے

تواں گفت حق پیشِ مردِ خدای
مردِ خدا کے سامنے ہی حق بات کہی جا سکتی ہے

کہ ضائع کنم تخم در شورہ بوم
کہ میں شوریلی زمین میں بیج ضائع کروں

برنجد بجان و برنجاندم
دل سے رنجیدہ ہوگا اور مجھے بھی رنجیدہ کریگا

دلِ مردِ حق گوی ازینجا قویست
اسی وجہ سے حق گو انسان کا دل قوی ہے

کہ در موم گیرد نہ در سنگِ سخت
کہ وہ موم میں اثر کرتا ہے نہ کہ سخت پتھر میں

برنجد کہ دزد ست و من پاسباں
رنجیدہ ہو کیونکہ وہ چور اور میں نگہبان ہوں

کہ حفظِ خدا پاسبانِ تو باد
خدا کرے اللہ کی حفاظت تیری نگہبان رہے

خداوند را فضل و منّ و سپاس
مہربانی اور احسان اور شکر خدا کے لئے ہے

نہ چوں دیگرانت معطّل گذاشت
دوسروں کی طرح تجھے بیکار نہیں بنایا

ولے گوئے بخشش نہ ہر کس برند
لیکن بخشش کی بازی ہر شخص نہیں جیتتا ہے

خدا در تو خوئے بہشتی سرشت
خدا نے تیرے اندر بہشت والوں کی عادت پیدا فرمادی

قدم ثابت و پایہ مرفوع باد
تو ثابت قدم رہے اور تیرا مرتبہ بلند ہو

عبادت قبول و دعا مستجاب
بندگی قبول ہو، اور دعا منظور ہو

ملہ یہاں سے سعدی نے اپنے ممدوح ابو بکر کو خطاب کیا ہے۔
ملہ عموماً انگوٹھی کے نگ پر نقوش کندہ ہوتے ہیں انگوٹھی موم پر لگائی جائے تو موم پر وہ نقش آجاتے ہیں
ملہ یعنی اگر اللہ تجھ سے اپنی مخلوق کی حفاظت کرا رہا ہے تو تجھے احسان جتانے کا موقع نہیں بلکہ یہ سب خدا کے فضل و کرم سے ہے
ملہ ہر شخص اپنی نیک نامی کی کوشش کرتا ہے لیکن یہ سعادت کسی کسی کو میسّر آتی ہے۔

گفتار

ہمی تا بر آید بتدبیر کار
جب تک تدبیر سے کام نکلے

چو نتواں عدو را بقوت شکست
جب دشمن کو طاقت سے شکست نہ دیجا سکے

مدارائے دشمن بہ از کارزار
دشمن سے نرمی برتنا لڑائی سے بہتر ہے

بہ نعمت بباید درِ فتنہ بست
انعام کے ذریعہ فتنہ کا دروازہ بند کرنا چاہیے

گر اندیشہ داری ز دشمن گزند
اگر تجھے دشمن سے نقصان کا اندیشہ ہے
بتعویذ احساں زبانش بہ بند
تو احسان کے تعویذ سے اس کی زبان بندی کر دے

عدو را بجائے خسک زر بریز
دشمن کے لیے گوکھرو کی بجائے سونا بچھا دے
کہ احساں کند کند دندان تیز
اس لیے کہ احسان تیز دانتوں کو کُند کر دیتا ہے

بتدبیر شاید جہاں خورد و بوس
تدبیر اور خوشامد کے ذریعہ دنیا سے فائدہ اٹھا
چو دستے نشاید گزیدن ببوس
جب کوئی ہاتھ کاٹا نہ جا سکے تو اس کو بوسہ دے

بتدبیر رستم در آید بہ بند
تدبیر سے رستم بھی قید میں آجاتا ہے
کہ اسفندیارش[۱] نہ جست از کمند
جس کی کمند سے اسفندیار نہ بچ سکا

عدو را بفرصت تواں کند پوست
موقع سے دشمن کی کھال کھینچ لینی چاہیے
پس اورا مراعات چناں کن کہ دوست[۲]
پھر اس سے دوست کی طرح رعایت برت

حذر کن ز پیکار کمتر کسے
کم درجہ کے آدمی سے لڑنے سے بچ
کہ از قطرہ سیلاب دیدم بسے
اس لیے کہ بسا اوقات میں نے قطرہ سے سیلاب بنتا دیکھا ہے

مزن تا توانی بر ابرو گرہ
جہاں تک ہوسکے پیشانی پر گرہ نہ ڈال!
کہ دشمن اگرچہ زبوں دوست بہ
اس لیے کہ دشمن اگرچہ کمزور ہو اس کا دوست ہونا بہتر ہے

بود دشمنش تازہ و دوست ریش
اس کا دشمن تازہ دم اور دوست زخمی ہوگا
کسے کش بود دشمن از دوست بیش[۳]
جس کے دشمن دوستوں سے زیادہ ہوں

مزن با سپاہے ز خود بیشتر
اپنے سے زیادہ تعداد کے لشکر پر حملہ نہ کر
کہ نتواں زد انگشت با نیشتر[۴]
اس لیے کہ انگلی نشتر پر نہیں ماری جا سکتی

وگر زو توانا تری در نبرد
اور اگر تو لڑائی میں اس سے زیادہ قوی ہے
نہ مردیست بر ناتواں زور کرد
تو کمزور پر زور کرنا بہادری نہیں ہے

اگر پیل زوری وگر شیر جنگ
اگر تو ہاتھی کے زور والا اور شیر کے پنجہ والا ہے
بنزدیک من صلح بہتر کہ جنگ[۵]
میرے نزدیک جنگ سے صلح بہتر ہے

چو دست از ہمہ حیلتے در گسست
اگر تمام تدبیروں سے ہاتھ عاجز آجائے
حلال است بردن بشمشیر دست
تو تلوار پر ہاتھ لے جانا درست ہے

اگر صلح خواہد عدو سر مپیچ
اگر دشمن صلح چاہے تو سر نہ موڑ۔
وگر جنگ جوید عناں بر مپیچ
اور اگر وہ لڑائی چاہے تو باگ نہ موڑ

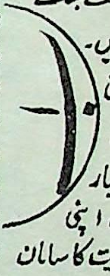
کہ گر وے بہ بندد در کارزار
اس لیے کہ اگر وہ لڑائی کا دروازہ بند کرے گا
ترا قدر و ہیبت شود یک ہزار
تیرا مرتبہ اور ہیبت ایک ہزار گنا ہو جائے گا۔

ورا و پائے جنگ آورد در رکاب
اور اگر وہ لڑائی کا پیر رکاب میں لائے
نخواہد بحشر از تو داور حساب[۶]
تو اللہ میدان حشر میں تجھ سے حساب نہ لیں گے

تو ہم جنگ را باش چوں فتنہ خاست
تو بھی جنگ کے لیے تیار رہ جب فتنہ اٹھے
کہ بر کینہ ور مہربانی خطاست
اس لیے کہ کینہ پرور پر مہربانی کرنا غلطی ہے

---

۱ اسفندیار ابن گشتاسپ کو مشہور پہلوان رستم نے ہلاک کر دیا تھا۔
۲ یعنی دشمن پر فتح پانے کے بعد کرم کرنا چاہیے۔
۳ انسان کو دشمنوں سے زیادہ دوست بنانے چاہییں۔



۴ یعنی اپنے اختیار سے اپنی اذیت کا سامان نہ کرے۔
۵ والصلح خیر (جنگ سے صلح بہتر ہے) قرآن میں فرمایا گیا ہے۔
۶ جنگ میں مرنے والوں کا تجھ سے محاسبہ نہ ہوگا۔

۱

چو با سفلہ گوئی بلطف و خوشی
جب تو مہربانی اور خوشی سے کسی کمینہ سے گفتگو کریگا

فزوں گردد ش کبر و گردن کشی
تو اس کا غرور اور تکبر اور زیادہ ہو جائیگا

چو دشمن در آید بعجز از درت
جب دشمن عاجزی کے ساتھ تیرے دروازہ پر آئے

بدر کن ز دل کین و خشم از سرت
تو دل سے کینہ اور سر سے غصہ نکال دے

چو زنہار خواہد کرم پیشہ کن
جب وہ امان چاہے کرم اختیار کر

ببخشای و از مکر ش اندیشہ کن
معاف کر دے، اور اس کے مکر سے ڈرتا رہ!

ز تدبیر پیر کہن بر مگرد
پرانے بوڑھوں کی تدبیر سے انحراف نہ کر

کہ کار آزمودہ بود سال خورد
اس لیے کہ پرانا آدمی تجربہ کار ہوتا ہے

در آرند بنیاد رویں ز پائے
کانسی کی دیوار اکھاڑ ڈالتے ہیں

جواناں بہ شمشیر و پیراں برائے
جوان تلوار سے اور بوڑھے عقل سے

بیندیش در قلب ہیجا مفر
لڑائی کے دوران میں بچاؤ کی جگہ کی سوچ رکھ

چہ دانی کز آن کہ باشد ظفر
تجھے کیا معلوم فتح کس کے حصہ میں ہے

چو بینی کہ لشکر ز ہم دست داد
جب تو دیکھے کہ لشکر ایک دوسرے سے جدا ہو گیا

بہ تنہا مدہ جان شیریں بباد
تو پیاری جان کو تنہا برباد نہ کر

اگر بر کناری برفتن بکوش
اگر تو کنارے پر ہے تو چل دینے کی کوشش کر

وگر در میاں لبس دشمن بپوش
اور اگر درمیان میں ہے تو دشمن کا لباس پہن لے

وگر خود ہزاری و دشمن دویست
اور اگر تو ایک ہزار اور دشمن دو سو ہے

چو شب شد در اقلیم دشمن مایست
جب رات ہو جائے دشمن کے ملک میں نہ ٹھہر!

شب تیرہ پنجہ سوار از کمیں
اندھیری رات میں پچاس سوار کمین گاہ سے نکل کر

چو پانصد بشوکت بدرد زمیں
پانچسو کی طرح دبدبہ سے زمین دہلا دیتے ہیں

چو خواہی بریدن بشب راہہا
اگر تو رات میں راستے طے کرنا چاہے

حذر کن نخست از کمیں گاہہا
تو پہلے کمین گاہوں سے بچاؤ کر لے

میان دو لشکر چو یک روزہ راند
دونوں لشکروں کے درمیان جب لشکر یکروزہ مسافت طے کرے

سر پنجۂ زور مندش نماند
اس کا طاقتور سرپنجہ ختم ہوا

تو آسودہ بر لشکر ماندہ زن
تو آرام اٹھاتے ہوئے، تھکے ہوئے لشکر پر حملہ کر دے

کہ ناداں ستم کرد بر خویشتن
اس لیے کہ اس نادان نے خود اپنے اوپر ظلم کیا ہے

چو دشمن شکستی میفگن علم
جب تو دشمن کو شکست دیدے پھر بھی جھنڈا نہ گرا

کہ بازش نیاید جراحت بہم
تاکہ اس کے زخم پھر بھر نہ آئیں

بسے در قفائے ہزیمت مراں
بھاگے ہوئے کا زیادہ پیچھا نہ کر!

نباید کہ دور افتی از یاوراں
ایسا نہو کہ تو مددگاروں سے دور پڑ جائے

ہوا بینی از گرد ہیجا چو میغ
اور لڑائی کی گرد کی وجہ سے تو ہوا کو ابر کی طرح دیکھے گا

بگیرند گردت بزوبین و تیغ
تو وہ نیزے اور تلوار سے تجھے گھیر لیں گے

١ الخروج قبل الولوج یعنی گھسنے سے پہلے نکلنے کی فکر کر
٢ تاکہ دشمن تجھے اپنا آدمی سمجھے۔
٣ عام نسخوں میں اشعار اسی طرح پر ہیں لیکن بہار بوستاں میں اس طور پر لکھے ہیں۔ میان دو لشکر چو یک روزہ راہ۔ بماند بزن خیمہ بر جایگاہ گر او پیش دستی کند غم مدار۔ ور افراسیاب است مغزش برار رندانی کہ لشکر چو یک روزہ راند۔ سر پنجۂ زور مندش نماند ان اشعار کا مطلب نہایت واضح ہے۔
٤ تو مددگاروں سے دور پڑ جائے گا اور لڑائی کا گرد و غبار ابر کی طرح تجھے مددگاروں کی نگاہ سے اوجھل کر دے گا اور دشمن تجھ کو گھیر لے گا

بدنبال غارت نراند سپاه
لشکر لوٹ کے پیچھے نہ پڑے

که خالی بماند پسِ پشت شاه
کہ بادشاہ کی پشت خالی رہ جائے گی

سپه را نگهبانیِ شهریار
لشکر کے لیے بادشاہ کی حفاظت

به از جنگ در حلقهٔ کارزار
لڑائی کے میدان میں جنگ کرنے سے بہتر ہے

گفتار

دلاور که بارے تہوّر نمود
کوئی بہادر[1] جب ایک مرتبہ بہادری دکھائے

بباید بمقدارش اندر فزود
تو اس کی بہادری کی بقدر اس کا مرتبہ بڑھا دینا چاہیے

که بارِ دگر دل نهد بر هلاک
اس لیے کہ وہ دوبارہ جان دینے پر آمادہ ہو جائے گا

ندارد ز پیکارِ یاجوج باک
یاجوج کی جنگ سے بھی نہ ڈرے گا

سپاهی در آسودگی خوش بدار
راحت کے وقت لشکر کو خوش رکھ!

که در حالتِ سختی آید بکار
تاکہ سختی کے وقت کام آئے

کنون[3] دستِ مردانِ جنگی ببوس
جنگی بہادروں کی اب دست بوسی کر لے

نه آنگه که دشمن فرو کوفت کوس
نہ کہ اس وقت جب دشمن نقارہ بجا دے

سپاهی که کارش نباشد برگ
جس سپاہی کے پاس ساز و سامان نہ ہو

چرا دل نهد روزِ هیجا بمرگ
وہ جنگ میں مرنے پر کیسے آمادہ ہو گا

نواحیِّ مُلک از کفِ بدسگال
مُلک کے اطراف کی بدخواہ کے ہاتھ سے

بلشکر نگهدار و لشکر بمال
لشکر کے ذریعہ اور لشکر کی مال کے ذریعہ حفاظت کر

مَلِک را بود بر عدو دست چیر
بادشاہ کا دشمن پر غلبہ کا ہاتھ ہو

چو لشکر دل آسوده باشند و سیر
جب لشکر آرام سے اور پیٹ بھرا ہو

بهای سرِ خویشتن می خورد
وہ اپنے سر کی قیمت کھاتا ہے

نه انصاف باشد که سختی برد
تو یہ انصاف نہ ہو گا کہ وہ سختی جھیلے —

چو دارند گنج از سپاهی دریغ
جب خزانے کو لشکر سے بچا کر رکھیں

دریغ آیدش دست بردن به تیغ
تو اس کو تلوار کی طرف ہاتھ بڑھانا برا معلوم ہو گا

چه مردی کند در صفِ کارزار
جنگ کی صف میں کیا بہادری کرے گا

چو دستش تهی باشد و کار زار
جب کہ اس کا ہاتھ خالی ہو اور کام خراب ہو

گفتار

به پیکارِ دشمن دلیران فرست
دشمن سے جنگ کے لیے بہادروں کو بھیج

هژبران[4] بناوردِ شیران فرست
شیروں سے لڑنے کے لیے خوں خوار شیر دلوں کو بھیج

برای جهاندیدگان کار کن
زمانہ دیکھے ہوؤں کی رائے کے مطابق کام کر!

که صید آزموده است گرگِ کهن
اس لیے کہ پرانا بھیڑیا شکار کا تجربہ رکھتا ہے

---

[1] سپاہی اگر لوٹ مار میں لگ جائیں گے بادشاہ بے یار و مددگار رہ جائیگا

[2] بہادری کا کا صلہ ملنے سے بہادری میں اور اضافہ ہو جاتا ہے یاجوج ماجوج یافث ابن نوح کی ایک نسل ہے

[3] صلح کے وقت سپاہیوں کی خاطر مدارات اخلاص پر مبنی ہوگی اور جنگ کے وقت خوشامد پر محمول ہوگی۔

[4] ہزبر مطلقاً شیر اور درندہ شیر کے معنی میں بولا جاتا ہے۔

مترس از جوانان شمشیر زن
تلوار باز جوانوں سے نہ ڈر!

جوانان پیل افگن شیر گیر
ہاتھی کو پچھاڑنے والے شیروں کو پکڑ لینے والے نوجوان

خردمند باشد جہاندیدہ مرد
جہاندیدہ انسان عقلمند ہوتا ہے

جوانان شایستہ و بخت ور
لائق اور نصیبہ ور نوجوان

گرت مملکت باید آراستہ
اگر تجھے منظم ہوئی مملکت چاہیے

سپہ را مکن پیشرو جز کسے
لشکر کا پیشرو اس شخص کے سوا کسی کو نہ بنا

نتابد سگ صید روی از پلنگ
شکاری کتا چیتے سے منہ نہیں موڑتا ہے

چو پروردہ باشد پسر در شکار
جب لڑکا شکار میں پلا ہو

بکشتی و نخچیر و آماج و گوی
کشتی اور شکار اور نشانہ بازی اور گیند سے

بگرمابہ پروردہ و عیش و ناز
عیش اور ناز اور حمام میں پلا ہوا

دو مردش نشانند بر پشت زیں
دو مرد اس کو زین پر بٹھائیں

یکے را کہ دیدی تو در جنگ پشت
لڑائی میں تو جس کی پشت دیکھے

مخنث بہ از مرد شمشیر زن
ایسے تلوار باز مرد سے ہیجڑا بہتر ہے

حذر کن ز پیران بسیار فن
چالباز بوڑھوں سے بچ

ندانند دستان روباہ پیر
بوڑھی لومڑی کے حیلے نہیں جانتے ہیں

کہ بسیار گرم آزمودست و سرد
اس لیے کہ اس نے گرم و سرد بہت آزمایا ہے

ز گفتار پیران نہ پیچند سر
بوڑھوں کی بات سے سر نہیں موڑتے

بدہ کار معظم بنو خاستہ
تو بڑے کام نوجوانوں کے سپرد نہ کر!

کہ در جنگہا بودہ باشد بسے
جو بہت سی لڑائیوں میں رہا ہو

ز روبہ رمد شیر نادیدہ جنگ
لڑائی نہ دیکھا ہوا شیر لومڑی سے بھاگ جاتا ہے

نترسد چو پیش آیدش کارزار
اگر اس کو جنگ پیش آ جائے تو وہ نہ ڈریگا

دلاور شود مرد پرخاشجوی
جنگ جو انسان بہادر بن جاتا ہے

برنجد چو بیند در جنگ باز
پریشان ہوتا ہے جب لڑائی کا دروازہ کھلا دیکھتا ہے

بود کش زند کودکے بر زمیں
تو بعید ہوگا کہ اس کو بچہ زمین پر پٹخ دے گا

بکش گر عدو در مصافش نکشت
اس کو مار دے اگر جنگ میں دشمن نے اسکو نہیں مارا ہے

کہ روز وغا سر بتابد چو زن
جو کہ جنگ کے دن سر موڑ کر عورت کی طرح بھاگے

حکایت

چہ خوش گفت گرگین بفرزند خویش
گرگین نے اپنے لڑکے سے کیا خوب کہا

اگر چوں زناں جست خواہی گریز
اگر تو عورتوں کی طرح بھاگنا چاہے

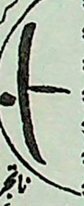
چو قربان پیکار بربست و کیش
جب لڑائی کی کمان کی میان اور ترکش باندھا

مرو آب مردان جنگی مریز
تو مت جا، بہادروں کی آبرو ریزی نہ کر!

۱ ناتجربہ کار پیر اس قدر خوفناک نہیں ہے جس قدر کہ باتدبیر بوڑھا

۲ کسی مملکت کا بہتر نظم جب ہی قائم ہوگا جبکہ نظم بوڑھوں کے ہاتھ میں ہو۔

۳ کشتی گیری شکار بازی، نشانہ بازی، چوگان، بچوں میں بہادری پیدا کرتے ہیں۔



۴ اگر اس قدر ناتجربہ کار ہو کہ دو آدمیوں کے سہارے گھوڑے پر سوار ہوتا ہے تو بچہ بھی اس کو مار لے گا

۵ بھاگنے والا سپاہی لشکر کی تباہی کا سبب ہوتا ہے

۶ ایران کے ایک پہلوان کا نام ہے۔

سوارے کہ بنمود در جنگ پشت — نہ خود را کہ نام آوراں را بکشت
وہ سوار جو لڑائی میں پشت دکھائے — اس نے اپنے آپ کو ہی نہیں بلکہ بہادروں کو تباہ کر دیا

تہور نیاید مگر زاں دو یار — کہ افتند در حلقۂ کارزار
بہادری ان ہی دو دوستوں سے ہوتی ہے — جو جنگ کے حلقہ میں پھنس جائیں

دو ہمجنس و ہم سفرہ و ہم زباں — بکوشند در قلب ہیجا بجاں
دو ہم جنس، ہم نوالہ، ہم زبان — جنگ کے درمیان میں جان سے کوشش کرتے ہیں

کہ ننگ آیدش رفتن از پیش تیر — برادر بچنگال دشمن اسیر
اس لیئے کہ تیر کے سامنے سے بچنے سے شرم آتی ہے — جب ایک بھائی دشمن کے پنجہ میں قیدی ہو

چو بینی کہ یاراں نباشند یار — ہزیمت بجائے غنیمت شمار
جب تو دیکھے کہ دوست، دوست نہیں — تو مال غنیمت کی بجائے پسپائی سمجھ

گفتار

دو تن پرور اے شاہ کہتر نواز — یکے اہل بازو دوم اہل راز
اے کمزوروں کی پرورش کرنیوالے بادشاہ دو آدمیوں کی پرورش کر — ایک طاقتور کی دوسرے رازدار کی

ز نام آوراں گوئے دولت برند — کہ دانا و شمشیر زن پرورند
ایسے لوگ ناموروں سے بازی جیت لے جاتے ہیں — جو عقلمند اور سپاہی کی پرورش کرتے ہیں

ہر آں کو قلم را نورزید و تیغ — بر او گر بمیرد مگو اے دریغ
جس نے قلم اور تلوار کی مشق نہ کی — اگر وہ مرجائے تو اس پر ہائے کا نعرہ نہ لگا

قلم زن نگہدار و شمشیر زن — نہ مطرب کہ مردی نیاید ز زن
انشا پرداز اور تلوار باز کی نگہداشت کر! — نہ کہ گویئے کی اس لیے کہ عورت سے بہادری نہیں ہو سکتی

نہ مردیست دشمن در اسباب جنگ — تو مدہوش ساقی و آواز چنگ
انسانیت نہیں ہے کہ دشمن سامان جنگ میں لگا ہو — تو ساقی اور ستار میں مدہوش ہو

بسا اہل دولت ببازی نشست — کہ دولت برفتش ببازی ز دست
بہت سے اہل دولت بازی میں لگے — بازی کی وجہ سے اچانک دولت ان کے ہاتھ سے نکل گئی

گفتار

نگویم ز جنگ بداندیش ترس — در آوازۂ صلح ازو بیش ترس
میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ دشمن کی جنگ سے ڈر — بلکہ صلح کے پیام سے اس سے زیادہ ڈر

بسا کس بروز آیت صلح خواند — چو شب شد سپہ بر سر خفتہ راند
بہت سے ایسے ہیں جنھوں نے دن میں صلح کی آیت پڑھی — جب رات ہوئی سوتے ہوئے کے سر پر لشکر چڑھا لایا

زرہ پوش خسپند مرد اوژناں — کہ بستر بود خوابگاہ زناں
بہادروں کو پچھاڑنے والے زرہ پہنکر سوتے ہیں — اس لیے کہ بستر عورتوں کی خوابگاہ ہے

۱ بھاگنے والا سپاہی پورے لشکر کی تباہی کا سبب ہے۔

۲ یعنی لشکریوں کی باہمی ناموافقت شکست کا سبب ہوتی ہے۔

۳ بادشاہ کو لشکر اور عقلمندوں کی پرورش کرنی چاہیئے۔

بخیمہ دروں مردِ شمشیر زن[1]
بہادر انسان خیمہ میں

برہنہ نخسپد چو در خانہ زن
گھر میں عورتوں کی طرح ننگے نہیں سوتے ہیں

بباید نہاں جنگ را ساختن
جنگ کی تیاری خفیہ طور پر کرنی چاہیے

کہ دشمن نہاں آورد تاختن
اس لیے کہ دشمن خفیہ طور پر حملہ کرتا ہے

حذر کارِ مردانِ کار آگہ است
واقف کار بہادروں کا کام احتیاط ہے

یزک سدِ روئین لشکر گہ است[2]
فوج کا اگلا حصہ لشکر گاہ کے لیے کانسی کی دیوار ہے

گفتار

میانِ دو بدخواہ کوتاہ دست[3]
دو کمزور دشمنوں کے درمیان

نہ فرزانگی باشد ایمن نشست
اطمینان سے بیٹھنا عقلمندی نہیں ہے

کہ گر ہر دو باہم سگالند راز
اس لیے کہ اگر دونوں آپس میں مشورہ کریں گے

شود دست کوتاہِ ایشاں دراز
ان کا کوتاہ ہاتھ دراز ہو جائے گا

یکے را بہ نیرنگ مشغول دار
ایک کو حیلہ میں مشغول رکھ!

دگر را بر آور ز ہستی دمار
دوسرے کے وجود سے ہلاکت پیدا کر

اگر دشمنے پیش گیرد ستیز
اگر کوئی دشمن لڑائی پر آمادہ ہو

بشمشیر تدبیر خونش بریز
تدبیر کی تلوار سے اس کی خونریزی کر دے

برو دوستی گیر با دشمنش[4]
جا اور اس کے دشمن سے دوستی کر لے

کہ زنداں شود پیرہن بر تنش
تاکہ اس کے بدن پر کپڑا قید خانہ بن جائے

چو در لشکر دشمن افتد خلاف
جب دشمن کے لشکر میں اختلاف ہو

تو بگذار شمشیر خود در غلاف
تو اپنی تلوار کو میان میں کر لے

چو گرگاں پسندند برہم گزند
جب بھیڑیے ایک دوسرے کو ستانا پسند کریں

بر آساید اندر میاں گوسپند
ان میں بکری آرام سے رہتی ہے

چو دشمن بدشمن شود مشتغل[5]
جب دشمن، دشمن کے ساتھ مشغول ہو

تو با دوست بنشیں بآرامِ دل
تو دل کے آرام کے ساتھ دوست کے ساتھ بیٹھ

گفتار اندر ملاطفت دشمن از روئے عاقبت اندیشی

عاقبت اندیشی کے طور پر دشمن کے ساتھ نرمی کے برتاؤ کا بیان

چو شمشیر پیکار بر داشتی
جب تو لڑائی کی تلوار سونتے

نگہدار پنہاں رہِ آشتی[6]
تو خفیہ طور پر صلح کے راستہ کی نگاہ رکھ!

کہ لشکر کشوفانِ مغفر شگاف
اس لیے کہ لشکر چیرنے والے، خود کو پھاڑنے والے

نہاں صلح جویند و پیدا مصاف
پوشیدہ طور پر صلح جوئی اور علی الاعلان جنگ کرتے ہیں

دلِ مردِ میداں نہانی بجوی
مردِ میدان کی خفیہ طور پر دل جوئی کر

کہ باشد کہ در پایت افتد چو گوی
ہو سکتا ہے کہ گیند کی طرح تیرے پیروں میں آپڑے

[1] بہادر انسان جنگ کے خیمہ میں ہتھیار پہن کر سوتے ہیں، عورتیں گھر میں ہتھیار سے ننگی سوتی ہیں۔

[2] یزک مقدمۃ الجیش کو کہتے ہیں جس کا کام لشکر گاہ کی حفاظت اور دشمن سے باخبر رہنا ہے۔

[3] ہاتھ کی کوتاہی کمزوری سے اور درازدستی غلبہ سے کنایہ ہے۔

[4] اگر تو دشمن کے دشمن سے دوستی کر لے تو تیرا دشمن خود بخود تنگ آ جائے گا۔

[5] جب تیرا دشمن اپنے کسی دوسرے دشمن سے برسرِ پیکار ہے تو تجھے اطمینان حاصل ہے۔

[6] دانائی یہی ہے کہ حالتِ جنگ میں بھی صلح پر آمادہ رہنا چاہیے۔

چو سالارے از دشمن افتد بجنگ
دشمن کا اگر کوئی سردار جنگل میں آ جائے
بکشتن برش کرده باید درنگ
تو اس کے قتل کرنے میں تاخیر کرنی چاہیے

کہ افتد کزیں نیمہ ہم سرورے
کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس لشکر کا بھی کوئی سردار
بماند گرفتار در چنبرے
کسی گھیرے میں گرفتار ہو جائے

وگر کشتی ایں بندۂ ریش را
اگر تو نے اس زخمی قیدی کو مار ڈالا
نہ بینی دگر بندۂ خویش را
تو پھر تو اپنے قیدی کو بھی نہ دیکھے گا[۱]

نترسد کہ دورانش بندی کند
کیا نہیں ڈرتا کہ زمانہ اس کو قیدی کر دے
کہ بر بندیاں زور مندی کند
جو کہ قیدیوں پر بہادری دکھاتا ہے

کسے بندیاں را بود دستگیر
قیدیوں کی وہی دستگیری کرتا ہے
کہ خود بوده باشد بہ بندی اسیر
جو خود قید میں گرفتار رہا ہو

اگر سر نہد بر خطت سرورے
اگر کوئی سردار تیرے حکم پر سر دھرے
چو نیکش بداری نہد دیگرے
اگر تو اس سے معاملہ اچھا کریگا تو دوسرا بھی سر دھریگا

وگر خفیہ ده دل بدست آوری
اگر تو خفیہ طور پر دس دلوں کو ہاتھ میں لے
ازاں بہ کہ صد ره شبیخوں بری
اس سے بہتر ہے کہ سو بار شبخون مارے

گفتار اندر حذر کردن از دشمنے کہ در طاعت آید

اس دشمن سے احتیاط کرنے کا بیان جو تیری اطاعت کرے

گرت خویش دشمن شود دوستدار
اگر دشمن کا کوئی اپنا تیرا دوست بن جائے
ز تلبیس ایمن مشو زینہار
تو ہرگز فریب سے مطمئن نہ ہونا

کہ گردد درونش بکین تو ریش
اس لیے کہ اس کا باطن تیرے کینہ سے زخمی ہوگا
چو یاد آیدش مہر و پیوند خویش
جب اس کو اپنے کا رشتہ اور محبت یاد آئیگی

بد اندیش را لفظ شیریں مبیں
دشمن کی میٹھی بات کا خیال نہ کر
کہ ممکن بود زہر در انگبیں
اس لیے کہ شہد میں زہر ہو سکتا ہے

کسے جان از آسیب دشمن برد
وہی شخص دشمن کی اذیت سے جان بچائے گا
کہ مر دوستاں را بدشمن شمرد
جو کہ خالص دوستوں کو بھی دشمن سمجھے[۲]

نگہدارد آں شوخ در کیسہ دُر
تھیلی میں موتی وہ محفوظ رکھتا ہے وہ چالاک
کہ بیند ہمہ خلق را کیسہ بُر
جو تمام مخلوق کو جیب تراش سمجھے

سپاہی کہ عاصی شود در امیر
[۳] وہ سپاہی جو کسی حاکم کا نافرمان ہو
ورا تا توانی بخدمت مگیر
جب تک ممکن ہو اس کو خدمت میں نہ لے

ندانست سالار خود را سپاس
جب وہ اپنے سردار کی شکر گزاری نہ جانا
ترا ہم نداند ز غدرش ہراس
تو تیری بھی نہ جانے گا، اس کی غداری سے ڈر

بسوگند و عہد استوارش مدار
قسم اور عہد کی وجہ سے اس کو ہموار نہ سمجھ!
نگہبان پنہاں برو بر گمار
خفیہ محافظ اس پر مقرر کر دے

[۱] یعنی وہ بدلے میں تمہارے قیدی قتل کر دے گا۔
[۲] یعنی دوستوں سے بھی ایسا محتاط رہے جیسا کہ دشمنوں سے۔
[۳] جس سپاہی میں غداری کی عادت ہوتی ہے وہ ہر جگہ غداری کرتا ہے

نو آموز را ریسماں کن دراز
تو سیکھ کی رسی ڈھیلی کر دے

چو اقلیم دشمن بجنگ و حصار
جب تو دشمن کا ملک اور قلعہ لڑائی سے

که بندی چو دنداں بخوں در برد
اس لیے کہ قیدی خون میں دانت ڈبو لیتا ہے

چو بر کندی از دست دشمن دیار
جب دشمن کے ہاتھ سے تو نے ملک چھین لیا

که گر باز کوبد در کارزار
اس لیے کہ اگر وہ دوبارہ جنگ کا دروازہ کھٹکھٹائیگا

و گر شہریاں را رسانی گزند
اور اگر تو نے شہریوں کو تکلیف پہنچائی ہے

مگو دشمن تیغ زن بر درست
یہ نہ کہہ کہ تلوار باز دشمن دروازہ پر ہے

بتدبیر جنگ بد اندیش کوش
مخالف سے جنگ کی تدبیر کر

منه در میاں راز با ہر کسے
ہر کسی کے سامنے راز نہ رکھ!

سکندر که با شرقیاں حرب داشت
سکندر جس کا مشرق والوں سے جنگ کا ارادہ تھا

چو بہمن بزاولستاں خواست شد
بہمن کو جب زاولستان کی خواہش ہوئی

اگر جز تو داند که عزم تو چیست
اگر تیرے سوا کوئی جان جائے کہ تیرا ارادہ کیا ہے

کرم کن نه پرخاش و کیں آوری
بخشش کر نہ کہ لڑائی اور کینہ وری

چو کارے بر آید بلطف و خوشی
جب مہربانی اور خوشی سے کام نکلے

نخواہی که باشد دلت دردمند
اگر تو یہ نہیں چاہتا کہ تیرا دل دردمند ہو

ببازو توانا نباشد سپاه
محض قوت بازو سے لشکر قوی نہیں ہوتا

نه بگسل که دیگر نه بینیش باز
نہ توڑ کہ تو اس کو دوبارہ نہ دیکھے گا

بگیری بزندانیانش سپار
لے لے، تو اس کو قیدیوں کے سپرد کر دے

ز حلقوم بیداد گر خوں خورد
تو ظالم کے گلے سے خون پیتا ہے

رعیت بساماں تر از وے بدار
تو رعیت کو اس سے زیادہ آرام سے رکھ

بر آرند عام از درِ غش دمار
عوام اس کا سر توڑ ڈالیں گے

در شہر بر روئے دشمن مبند
تو شہر کا دروازہ دشمن پر بند نہ کر

که ہمباز دشمن بشہر اندر ست
اس لیے کہ دشمن کا شریک شہر کے اندر ہے

مصالح بیندیش و نیت بپوش
مصلحتوں کو سوچتا رہ اور نیت کو پوشیدہ رکھ

که جاسوس ہم کاسه دیدم بسے
اس لیے کہ اکثر جاسوس کو ہم پیالہ دیکھا ہے

در خیمه گویند در غرب داشت
کہتے ہیں اس کے خیمہ کا دروازہ مغرب کی طرف تھا

چپ آوازه افگند و از راست شد
بائیں جانب کی شہرت دی اور داہنی جانب روانہ ہوا

بریں رای و دانش بباید گریست
اس رائے اور عقل پر رونا چاہیے

که عالم بزیر نگیں آوری
تاکہ عالم کو تو قبضہ میں لے آئے

چه حاجت به تندی و گردن کشی
تو سختی اور سرکشی کی کیا ضرورت ہے

دل دردمنداں بر آور ز بند
تو دردمندوں کا دل قید سے چھڑا دے

برو ہمت از ناتواناں بخواه
جا اور کمزوروں سے دعا کرا؟

۱۔ جو تیرا قدیمی ملازم نہ ہو اس کو بالکل آزاد نہ کر ورنہ بھاگ جائیگا

۲۔ دشمن کا قلعہ فتح کرنے کے بعد اس کو اسی دشمن کے قیدیوں کے سپرد کر دے وہ چونکہ اس کے جانی دشمن ہونگے تو اس کو دوبارہ قابض ہونے نہ دیں گے۔

۳۔ دنداں بخوں بردن مصیبت جھیلنا

۴۔ تاکہ وہ تیرے دلدادہ ہو جائیں اور پہلے بادشاہ پر تجھے ترجیح دیں۔

۵۔ اس لیے کہ دروازہ بند کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا خود اندرونی بغاوت پیدا ہو جائیگی

۱۰

۶۔ وہی تیری رعایا دشمن سے ساز باز کریگی

۷۔ سکندر نے چینیوں پر حملہ کا ارادہ کیا تھا مگر اس نے اپنا خیمہ مغرب رخ ڈال رکھا تھا تاکہ اس کے ارادہ کو کوئی نہ سمجھ سکے

۸۔ بہمن اردشیر پسر اسفندیار شاہ ایران کا نام ہے زاولستان سیستان کو کہتے ہیں

دعائے ضعیفان امیدوار
کمزور امیدواروں کی دعا
زبازوئے مردی بہ آید بکار
طاقت کے بازو سے بہتر کام آتی ہے

ہر آنکہ استعانت بدرویش برد
جسنے درویش سے مدد چاہی
اگر با فریدوں زد از پیش برد
اگر فریدوں سے مقابلہ ہوا جیت گیا

باب دوم در احسان

دوسرا باب احسان کے بیان میں

اگر ہوشمندی بمعنی[1] گرای
اگر تو ہوشمند ہے تو حقیقت کی طرف توجہ کر
کہ معنی ز صورت بماند بجای
کیونکہ حقیقت ظاہر سے زیادہ پائیدار ہے

کرا دانش وجود و تقوی نبود
جس کو عقل اور سخاوت اور تقوی حاصل نہ ہو
بصورت درش ہیچ معنی نبود
اس کے ظاہر میں کوئی حقیقت نہیں......

کسے خسپد آسودہ در زیر گل[2]
مٹی کے نیچے وہ آرام سے سوتا ہے
کہ خسپند زو مردم آسودہ دل
جس سے لوگ آرام سے سوئیں

غم خویش[3] در زندگی خور کہ خویش
زندگی میں اپنی فکر کرلے اس لیے کہ اپنے لوگ
بمردہ نپردازد از حرص خویش
اپنی حرص کی وجہ سے مردے کی نہیں لگتے ہیں

زر و نعمت اکنوں بدہ کان تست
سونا اور نعمت اب خرچ کرلے کیونکہ تیری ملکیت میں ہے
کہ بعد از تو بیروں ز فرمان تست
تیرے مرنے کے بعد تیرے حکم سے باہر ہے

نخواہی کہ باشی پراگندہ دل
اگر تو یہ نہیں چاہتا کہ پراگندہ خاطر
پراگندگاں را ز خاطر مہل
تو پریشان لوگوں کو دل سے نہ نکال

پریشاں کن امروز گنجینہ چست
خزانہ کو آج فوراً بانٹ دے
کہ فردا کلیدش نہ در دست تست
اس لیے کہ کل کو اس کی کنجیاں تیرے ہاتھ میں نہ ہونگی

تو با خود ببر توشۂ خویشتن
تو اپنا توشہ خود اپنے ساتھ لے لے
کہ شفقت نیاید ز فرزند و زن
اس لیے کہ بیوی بچے مہربانی نہیں کرتے

کسے گوئے دولت ز دنیا برد
دنیا سے وہ شخص بازی جیت کرلے جاتا ہے
کہ با خود نصیبے بعقبی برد
جو خود اپنا حصہ آخرت میں لے جاتا ہے

بغمخوارگی چوں سر انگشت من
غمخوارگی کے ساتھ سوائے اپنی انگلیوں کے
نخارد کسے در جہاں پشت من
کوئی شخص دنیا میں میری کمر نہیں کھجاتا

مکن بر کف دست نہ ہر چہ ہست
جو کچھ ہے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ ایسا نہ کر
کہ فردا بدنداں بری پشت دست
کہ کل کو ہاتھ کی پشت دانتوں تک لے جائے

بپوشیدن ستر درویش کوش
فقیر کی ستر پوشی کی کوشش کر
کہ ستر خدایت بود پردہ پوش
تاکہ خدا کا پردہ تیرا ستر پوش ہو

مگرداں غریب از درت بے نصیب
مسافر کو دروازہ سے محروم نہ لوٹا
مبادا کہ گردی بدرہا غریب
ایسا نہ ہو کہ تو دروازوں پر مسافر بنا پھرے

[1] جس انسان میں باطنی خوبیاں نہیں ہیں وہ ایک بے معنی تصویر ہے۔
[2] یعنی قبر میں۔
[3] انسان کو دنیا میں عقبیٰ کی فکر کرلینی چاہیے۔ مرنے کے بعد عزیز و اقارب اپنی دوڑ دھوپ میں لگ جاتے ہیں مردے کا کوئی خیال نہیں رکھتا۔
[4] یعنی نیک کام کرکے اور صدقہ و خیرات کرکے آخرت کا توشہ تیار کرلے۔
[5] یعنی تھیلی میں بند نہ کر اور خدا کی راہ میں خرچ کردے۔ مکن کا تعلق دوسرے مصرع سے ہے۔
[6] فقرا کو لباس دے تاکہ خدا تیرے گناہوں کی ستر پوشی کرے۔

بزرگے رساند بمحتاج خیر
بڑا آدمی ضرور تمند کو خیر پہنچاتا ہے
کہ ترسد کہ محتاج گردد بغیر
کیونکہ وہ ڈرتا ہے کہ وہ غیر کا محتاج بنے

بحال دل خستگاں در نگر
دل ٹوٹے ہوؤں کے حال کو دیکھ!
کہ بارے دل خستہ باشی مگر
شاید تو بھی کبھی دلگیر ٹوٹا ہوا بنے

فروماندگاں را دروں شاد کن
عاجزوں کے دلوں کو خوش کر!
ز روز فروماندگی یاد کن
عاجزی کے دن کو یاد کر!

نہ خواہندۂ بر در دیگراں
اگر تو دوسروں کے دروازے پر بھیک مانگنے والا نہیں ہے
بشکرانہ خواہندہ از در مراں
تو اس کے شکرانہ میں بھیک مانگنے والے کو دروازہ سے نہ بھگا

گفتار اندر نواختن یتیماں و رحمت بر حال ایشاں

کہاوت یتیموں کو نوازنے اور ان کے حال پر رحم کرنے کے بیان میں

پدر مردہ را سایہ بر سر فگن
جس کا باپ مرگیا ہو اس کے سر پر سایہ کر
غبارش بیفشان و خارش بکن
اس کا غبار جھاڑ اور اس کا کانٹا نکال!

ندانی چہ بودش فروماندہ سخت
کیا تجھے معلوم نہیں کہ اس کو کیا ہوا ہے کہ وہ سخت عاجز ہے
بود تازہ بے بیخ ہرگز درخت
بے جڑ کا درخت کبھی تازہ ہوتا ہے؟

چو بینی یتیمے سر افگندہ پیش
جب تو کسی یتیم کو سامنے سر ڈالے دیکھے
مدہ بوسہ بر روئے فرزند خویش
اپنے بچے کے رخسار پر بوسہ نہ دے

یتیم ار بگرید کہ نازش خرد
یتیم اگر روتا ہے اس کا ناز کون اٹھاتا ہے
وگر خشم گیرد کہ بارش برد
اگر وہ غصہ کرتا ہے تو اس کا بوجھ کون برداشت کرتا ہے

الا تا نگرید کہ عرش عظیم
خبردار! وہ رونہ پڑے اس لیے کہ عرش عظیم
بلرزد ہمی چوں بگرید یتیم
لرزتا ہے جب یتیم روتا ہے

برحمت بکن آبش از دیدہ پاک
محبت سے اس کی آنکھ سے آنسو پونچھ
بشفقت بیفشانش از چہرہ خاک
مہربانی سے اس کے چہرہ سے خاک جھاڑ

اگر سایۂ خود برفت از سرش
اگر اس کے سر سے اس کا سایہ چلا گیا ہے
تو در سایۂ خویشتن پرورش
تو اپنے سایے میں اس کی پرورش کر

من آنگہ سر تاجور داشتم
میرا سر اس وقت ایک بادشاہ کا سر تھا!
کہ سر در کنار پدر داشتم
جب میں باپ کی گود میں سر رکھتا تھا

اگر بر وجودم نشستے مگس
اگر میرے جسم پر مکھی بیٹھتی
پریشاں شدے خاطر چند کس
تو بہت سے آدمیوں کی طبیعت پریشان ہوجاتی

کنوں گر بزنداں برندم اسیر
اب اگر مجھے قید خانہ میں قیدی بنا کر لے جائیں
نباشد کس از دوستانم نصیر
میرے دوستوں میں سے کوئی مددگار نہ ہوگا

مرا باشد از درد طفلاں خبر
بچوں کے درد کی مجھے خبر ہوگی
کہ در طفلی از سر برفتم پدر
اس لیے کہ بچپن میں میرے سر پر سے باپ چلا گیا

۱۰

۱۔ یتیم بچہ کی مثال بے جڑ کے درخت کی سی ہے جو کبھی سرسبز و شاداب نہیں رہتا۔
۲۔ یعنی جس کا باپ مرگیا ہے۔
۳۔ یعنی مصیبت زدہ کا وہی خیال کرتا ہے جو خود کسی مصیبت میں پھنسا ہو۔

حکایت در ثمرۂ نیکوکاری

حکایت نیکی کے پھل کے بیان میں

کسے دید در خواب صدر خجند
خجند کے سردار کو کسی نے خواب میں دیکھا

کہ خارے ز پائے یتیمے بکند
جس نے ایک یتیم کے پیر سے کانٹا نکالا تھا

ہمی گفت در روضہ ہا می چمید
باغیچوں میں ٹہلتا ہوا کہہ رہا تھا

کزاں خار برمن چہ گلہا دمید
کہ اس کانٹے کی بدولت میرے لئے کس قدر پھول کھلے ہیں

مشو تا توانی ز رحمت بری
جب تک ہو سکے تو رحم سے خالی نہ ہو

کہ رحمت برندت چو رحمت بری
جب تو رحم کرے گا تو تجھ پر رحم کریں گے

چو انعام کردی مشو خود پرست
جب تو احسان کرے تو متکبر نہ بن

کہ من سرورم دیگرے زیر دست
کہ میں سردار ہوں اور دوسرا کمزور ہے

اگر تیغ دورانش انداختست
اگر اس کو زمانہ کی تلوار نے گرایا ہے

نہ شمشیر دوراں ہنوز آختست
تو کیا اب زمانہ کی تلوار کھینچی ہوئی نہیں ہے

چو بینی دعا گوئے دولت ہزار
جب تو ہزاروں دولت کو دعا دینے والے دیکھے

خداوند را شکر نعمت گزار
اللہ کے انعام کا شکر ادا کر

کہ چشم از تو دارند مردم بسے
کہ بہت سے انسان تجھ سے امید رکھتے ہیں

نہ تو چشم داری بدست کسے
تو کسی کے ہاتھ سے امید نہیں رکھتا

کرم خواندہ ام سیرت سروراں
میں نے پڑھا ہے کہ کرم سرداروں کی سیرت ہے

غلط گفتم اخلاق پیغمبراں
میں نے غلط کہا یہ تو پیغمبروں کا اخلاق ہے

حکایت در اخلاق پیغمبراں

حکایت پیغمبروں کے اخلاق کے بیان میں

شنیدم کہ یک ہفتہ ابن السبیل
میں نے سنا ہے کہ ایک ہفتہ تک کوئی مسافر

نیامد بمہماں سرائے خلیل
حضرت خلیل اللہ کے مہمان خانہ میں نہ آیا

ز فرخندہ خوئی نخوردے پگاہ
مبارک عادت کی وجہ سے وہ صبح کو نہ کھاتے

مگر بینوائے در آید ز راہ
شاید کوئی بیچارہ راستہ سے آجائے

بروں رفت و ہر جانبے بنگرید
باہر نکلے اور ہر جانب دیکھا

بر اطراف وادی نگہ کرد و دید
جنگل کے کناروں پر نظر ڈالی اور دیکھا

بہ تنہا یکے در بیاباں چو بید
ایک شخص بید جیسا اکیلا جنگل میں

سر و مویش از برف پیری سفید
اس کا سر اور بال بڑھاپے کی وجہ سے برف کی طرح سفید

بدلداریش مرحبائے بگفت
اس کی دلداری کے لیے خوش آمدید کہا

برسم کریماں صلائے بگفت
سخیوں کی عادت کے مطابق کھانے کی دعوت دی

کہ اے چشمہائے مرا مردمک
کہ اے میری آنکھوں کی پتلی!

یکے مردمی کن بنان و نمک
روٹی اور نمک کھا کر مہربانی کیجیے

۱؎ حدیث شریف میں ہے:- "ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء" تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

۲؎ اگر قدرت نے تجھے یہ موقع دیا ہے کہ تو دوسروں پر احسان کر سکے تو گھمنڈ نہ کر اس لیے کہ وہ تلوار جس سے دوسرے گھائل ہوئے ہیں اب بھی کھنچی ہوئی ہے۔

۳؎ کرم سرداروں کی نہیں بلکہ پیغمبروں کی سیرت ہے۔

۴؎ روزمرہ صبح سے شام تک کھانے کے منتظر رہے۔

۵؎ یعنی ایک ہفتہ کے بعد ایسا ہوا۔

۶؎ صلا۔ دعوت دینے کو کہتے ہیں۔

نعم گفت و برجست و برداشت گام
اس نے "ہاں" کہا اٹھا اور قدم اٹھائے

که دانست خلقش علیه السلام
کیونکہ ان کے اخلاق جانتا تھا (ان پر خدا کا سلام ہو)

رقیبان مهماں سرائے خلیل
خلیل اللہ کے مہمان خانے کے محافظوں نے

بعزت نشاندند پیر ذلیل
بوڑھے کمزور کو عزت سے بٹھایا

بفرمود و ترتیب کردند خواں
انھوں نے فرمایا اور انھوں نے دسترخوان لگا دیا

نشستند بر هر طرف همگناں
ہر جانب سب بیٹھ گئے

چو بسم اللہ آغاز کردند جمع
جب سب نے بسم اللہ شروع کی

نیامد ز پیرش حدیثے بسمع[1]
اس بوڑھے کی تو کوئی بات کان تک نہ آئی۔

چنیں گفتش اے پیر دیرینه روز
خلیل اللہ نے اس کو یہ فرمایا کہ بڑی عمر کے بوڑھے!

چو پیراں[2] نمی بینمت صدق و سوز
میں تجھ میں بوڑھوں کا سا صدق اور سوز نہیں دیکھتا ہوں

نه شرط ست وقتیکه روزی خوری
کیا یہ ضروری نہیں ہے کہ جس وقت تو کھانا کھائے

که نام خداوند روزی بری
کہ روزی کے مالک کا نام لے

بگفتا نه گیرم طریقت بدست
اس نے کہا میں تمہاری بات نہیں مانتا تمہارا راستہ

که نشنیدم از پیر آذر پرست
اس لیے کہ میں نے آتش پرست پیر سے سنا ہے۔

بدانست پیغمبر نیک فال
نیک شگون پیغمبر نے جان لیا

که گبر است پیر تبه بوده حال
کہ تباہ حال بوڑھا آتش پرست ہے

بخواری براندش چو بیگانه دید
اس کو ذلت کے ساتھ نکال دیا جب اس کو بیگانہ دیکھا

که منکر بود پیش پاکاں پلید
اس لیے کہ پاک لوگوں کے پاس ناپاک برا ہوتا ہے

سروش آمد از کردگار جلیل
خدائے بزرگ کی جانب سے وحی آئی

بهیبت ملامت کناں کاے خلیل
جلال کے ساتھ، ملامت کرتی ہوئی کہ اے خلیل!

منش داده صد ساله روزی و جاں
میں نے سو سال تک اس کو روزی اور جان دی

ترا نفرت آمد ازو یک زماں
تجھے اس سے تھوڑی دیر کے لیے بھی نفرت ہوئی

گر او می برد پیش آتش سجود
اگر وہ آگ کے سامنے سجدہ کرتا ہے

تو واپس چرا می بری دست جود
تو سخاوت کا ہاتھ کیوں پیچھے ہٹاتا ہے

گفتار اندر احسان با مرد نیک و بد
کہاوت نیک اور بد انسانوں کے ساتھ احسان کرنے کے بیان میں

گره بر سر بند احسان مزن
احسان کے بند کے سرے پر گرہ نہ لگا

که این زرق و شید است و آں مکر و فن[3]
کہ یہ تو جھوٹ اور بناوٹ ہے وہ چالاکی اور فریب ہے

زیاں می کند مرد تفسیر داں[4]
تفسیر جاننے والا نقصان کرتا ہے۔

که علم و ادب می فروشد بناں
کہ علم اور ادب کو روٹی کے بدلے بیچتا ہے

کجا عقل باشرع فتوی دهد
عقل مع شرع کے یہ فتویٰ کب دے سکتے ہیں۔

که مرد خرد دیں بدنیا دهد
کہ عقلمند آدمی دنیا کے بدلے میں دین دے دے

۱۰

[1] یعنی اس بوڑھے نے بسم اللہ نہ پڑھی
[2] بڑھاپے میں لامحالہ خدا سے تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔
[3] یعنی لوگوں کے عیوب نکال کر اپنی داد و دہش کو بند کر
[4] جو واعظ روٹیوں کے لیے وعظ کہتا ہے وہ برا کرتا ہے۔

ولیکن توبستاں کہ صاحب خرد
لیکن تو خریدلے اس لیے کہ عقلمند انسان
ازارزاں فروشاں برغبت خرد
سستا بیچنے والوں سے شوق سے خریدتا ہے

حکایت عابد باشیادِ شوخ دیدہ
عابد کی حکایت مکار بیباک کے ساتھ

زبان دانے آمد بصاحبدلے
ایک لسّان ایک صاحبدل کے پاس آیا
کہ محکم فرو ماندہ ام در گلے
کہ میں دلدل میں بری طرح پھنس گیا ہوں۔

یکے سفلہ را دہ درم بر من است
ایک کمینے کے دس ۲ درہم مجھ پر واجب ہیں
کہ دانگے ازو بر دلم دہ من است
جس کے ایک دانگ کا میرے دل پر دس من وزن ہے

ہمہ شب پریشاں ازو حالِ من
اس کی وجہ سے میرا حال ساری رات پریشان رہتا ہے
ہمہ روز چوں سایہ دُنبالِ من
پورے دن وہ سایہ کی طرح میرے پیچھے رہتا ہے

بکرد از سخنہائے خاطر پریش
۳ دل پریشان کرنے والی باتوں سے اس نے
درونِ دلم چوں درِ خانہ ریش
میرے دل میں ایسے ہی زخم ڈالدیے ہیں جیسا کہ دروازہ پر

خدایش بکر تازِ مادر بزاد
شاید خدا نے جب سے اس کو ماں نے جنا ہے
جز آں دہ درم چیزِ دیگر نداد
ان دس درہموں کے علاوہ کچھ دیا ہی نہیں ہے

ندانستہ از دفترِ دیں الف
دین کی کتاب کا الف بھی وہ نہیں جانتا ہے
نخواندہ بجز بابِ لاینصرف ۴
لاینصرف کے باب کے علاوہ اس نے کچھ نہیں پڑھا ہے

خور از کوہ یک روز سر بر نزد
سورج نے کسی دن بھی پہاڑ سے سر نہیں ابھارا
کہ آں قلتباں حلقہ بر در نزد
کہ اس دیّوث نے دروازہ پر زنجیر نہ بجائی ہو

در اندیشہ ام تا کدام کریم
میں اسی فکر میں ہوں تاکہ کوئی سخی
ازاں سنگدل دست گیرد بسیم
مجھے چاندی دیکر اس سنگدل سے دستگیری کرے

شنید ایں سخن پیرِ فرخ نہاد
بوڑھے مبارک طبیعت نے یہ بات سنی۔
درستے دو در آستینش نہاد
دو اشرفیاں اس کی آستین میں رکھدیں

زر افتاد در دستِ افسانہ گوی
بَت بنے کے ہاتھ سونا لگا!
بروں رفت ازآنجا چو خور تازہ روی
اس جگہ سے آفتاب کی طرح تازہ رو ہو کر باہر آیا

یکے گفت شیخ ایں ندانی کہ کیست
ایک شخص بولا اے شیخ آپ کو معلوم نہیں یہ کون ہے
بر و گر بمیرد نباید گریست
اگر وہ ۵ مرجائے تو اس پر رونا نہ چاہیے

گدائے کہ بر شیر نر زیں نہد
۶ یہ ایسا گداگر ہے کہ نر شیر پر زین کستا ہے
ابو زید را اسپ و فرزیں نہد
ابوزید کے سامنے گھوڑا اور فرزین رکھ دیتا ہے

بر آشفت عابد کہ خاموش باش
وہ عبادت گذار بگڑا کہ چپ رہ!
تو مردِ زباں نیستی گوش باش
تو زبان کا مرد ۷ نہیں ہے کان بن جا

اگر راست بود آنچہ پنداشتم
۸ اگر وہی درست ہے جو میں نے خیال کیا ہے
زخلق آبروئیش نگہداشتم
تو میں نے مخلوق سے اس کی آبرو بچادی ہے

۱ یعنی دنیا دیکر دین خریدلے۔
۲ درہم ۳ ماشہ اور چار رتی کے وزن کا سکہ تھا۔ دانگ اس کے چھٹے حصے کے وزن کا سکہ تھا۔
۳ یعنی اس نے باتوں سے میرا دل ایسا ہی زخمی کر دیا جس طرح تقاضوں کی آمد و رفت میں دروازہ گھس دیا ہے۔
۴ لاینصرف کے معنی "وہ نہیں واپس ہوگا" نحو کی کتابوں میں غیر منصرف کا باب ہوتا ہے جس میں

ایسے صیغوں کا ذکر ہوتا ہے جو ایک حالت پر قائم رہتے ہیں
۵ ایسا برا شخص ہے کہ اس کا مرجانا بہتر ہے
۶ نر شیر پر زین کسنا بہت ہی چالاک شخص کا کام ہے۔ ابوزید مشہور شطرنج باز اور مکار شخص ہے۔ اسپ و فرزیں نہادن یعنی گھوڑے اور فرزیں کی چال چل کر بازی جیتنا۔
۷ زبان کا مرد وہ ہے جو سلیقہ سے بات کر سکے
۸ یعنی وہ دشمن تھا

اگر شوخ چشمی و سالوس کرد
اگر اس نے بے حیائی اور مکاری کی ہے

الا تا نہ پنداری افسوس کرد
ہرگز یہ نہ سمجھنا کہ میں افسوس کروں گا

کہ خود را نگہداشتم آبروی
اس لیے کہ میں نے اپنی آبرو کو بچا لی

ز دستِ چناں گربزِ یاوہ گوی
ایسے مکار بیہودہ گو کے ہاتھ سے

بد و نیک را بذل کن سیم و زر
برے اور اچھے پر چاندی سونا خرچ کر

کہ این کسب خیرست و آں دفعِ شر
اس لیے کہ یہ[۱] بھلائی کمانا ہے اور وہ شر کو دفع کرنا ہے

خنک آنکہ در صحبتِ عاقلاں
وہ شخص خوش نصیب ہے جو عقلمندوں کی صحبت میں

بیاموزد اخلاقِ صاحبدلاں
نیک لوگوں کے اخلاق سیکھے

گرت عقل و رائیست و تدبیر و ہوش
اگر تجھ میں عقل اور رائے اور تدبیر اور ہوش ہے

بعزت کنی پندِ سعدی بگوش
تو سعدی کی نصیحت کو عزت سے سنے گا

کہ اغلب دریں شیوہ دارد مقال
اس لیے[۲] کہ اس کی گفتگو عموماً اسی طرز کی ہوتی ہے

نہ در چشم و زلف و بناگوش و خال
نہ کہ آنکھ اور زلف اور کان کی لو اور تل کے بارے میں

حکایتِ پدرِ مُمسک و فرزندِ جوانمرد
بخیل باپ اور سخی لڑکے کا قصہ

یکے رفت و دنیا ازو یادگار
ایک شخص مرگیا اور دنیا کی دولت اسکی یادگار رہ گئی

خلف بود صاحبدلے ہوشیار
اس کا لڑکا نیک اور ہوشیار تھا

نہ چوں ممسکاں دست بر زر گرفت
بخیلوں کی طرح اس نے سونے پر مٹھی نہیں بھینچی

چو آزادگاں دست ازو بر گرفت
شریفوں کی طرح اس سے ہاتھ اٹھا لیا

ز درویش جا را نماندے برش
اپنے پاس کی جگہ فقیروں سے خالی نہ رکھتا

مسافر بمہمان سرای اندرش
اس کے مہمان خانہ میں مسافر ہوتے

دلِ خویش و بیگانہ خرسند کرد
اپنے اور غیر کے دل کو خوش کیا

نہ ہمچوں پدر سیم و زر بند کرد
باپ کی طرح چاندی اور سونے کو بند نہ کیا

ملامت کنے گفتش اے باد دست
ایک ملامت کرنیوالے نے اس سے کہا کہ اے فضول خرچ

بیک رہ پریشاں مکن ہرچہ ہست
جو کچھ تیرے پاس ہے اس کو یکبارگی ختم نہ کر[۳]

بسالے تواں خرمن اندوختن
ڈھیر سالوں میں جمع کیا جاسکتا ہے

بیک دم نہ مردی بود سوختن
ایک دم سے پھونک دینا انسانیت نہیں ہے

چو در تنگدستی نداری شکیب
جب تنگدستی کے وقت تو صبر نہ کر سکے

نگہدار وقتِ فراخی حسیب
تو فراخی کے وقت حساب کو مدنظر رکھ!

مثل

بدختر چہ خوش گفت بانوئے دہ
گاؤں کی بی بی نے لڑکی سے کیا بھلی بات کہی۔

کہ روزِ نوا برگ سختی بنہ
مالداری کے زمانے میں تنگی کے وقت کے لیے کچھ بچا رکھ دے

۱ اچھے پر خرچ کرنا بھلائی کمانا ہے اور برے پر خرچ کرنا اس کے شر سے بچنا ہے۔

۲ یعنی سعدی کا کلام نصیحت آمیز ہے وہ عاشقانہ غزلیں زیادہ نہیں کہتا ہے۔

۳ یعنی اندھا دھند خرچ نہ کر۔

همه وقت پُر دار مشک و سبوئے
مشک اور ٹھلیا ہر وقت بھری رکھ!

که پیوسته در ده رواں نیست جوے
اس لیے کہ گاؤں میں ہر وقت نہر نہیں بہتی ہے

بدنیا تواں آخرت یافتن
دُنیا کے ذریعہ آخرت کو حاصل کیا جاسکتا ہے

بزر پنجۂ دیو بر تافتن،
سونے سے دیو کا پنجہ موڑا جاسکتا ہے

زدستِ تہی بر نیاید امید
خالی ہاتھ سے کوئی امید پوری نہیں ہوتی ہے

بزر بر کنی چشمِ دیوِ سفید
سونے کے ذریعہ تو سفید دیو[2] کی آنکھ نکال سکتا ہے

اگر تنگ دستی مرو پیشِ یار
اگر تو تنگدست ہے تو یار کے سامنے نہ جا

وگر سیم داری بیا و بیار
اور اگر چاندی رکھتا ہے[3] آ اور لا

تہیدست در خوبرویاں مپیچ،
خالی ہاتھ حسینوں پر نہ ڈال

که بے ہیچ مردم نیرزد بہیچ
کیونکہ بدون مال کے انسان کسی قابل نہیں۔

وگر ہر چه داری بکف بر نہی
اور اگر جو کچھ بھی تیرے پاس ہے ہتھیلی پر رکھ لے گا!

کفت وقتِ حاجت بماند تہی
تو ضرورت کے وقت تیری ہتھیلی خالی ہوگی

[4] گدایاں بسعی تو ہرگز قوی
فقراء تیری کوشش سے کبھی قوی —

نگردند و ترسم تو لاغر شوی
نہ ہوں گے اور مجھے ڈر ہے تو کمزور ہوجائے گا

باز آمدم بحکایتِ فرزندِ خلف

چو مناعِ خیر ایں حکایت بگفت
جب خیر سے روکنے والے نے یہ قصہ بیان کیا

ز غیرت جواں مرد را رگ بخفت
غیرت کی وجہ سے جواں مرد کی رگ سو گئی

پراگنده دل گشت ازاں گفتگوے
اس گفتگو سے پریشان دل بنا

برآشفت و گفت اے پراگنده گوے
بگڑ گیا اور بولا اے پریشان باتیں کرنے والے

مرا دستگاہے که پیرامنست
وہ سرمایہ جو میرے پاس ہے

پدر گفت میراثِ جدّ منست
باپ[5] نے کہا تھا میرے دادا کی میراث ہے

نه ایشاں بخسّت نگہداشتند
کیا انھوں نے کنجوسی سے اس کو جمع نہیں کیا

بحسرت بمردند و بگذاشتند،
حسرت سے وہ مرگئے اور چھوڑ گئے

بدستم بیفتاد مالِ پدر
باپ کا مال میرے ہاتھ پڑا

که بعد از من افتد بدستِ پسر
جو کہ میرے بعد لڑکے کے ہاتھ پڑے گا

ہماں به که امروز مردم خورند
یہی بہتر ہے کہ آج لوگ کھالیں

که فردا پس از من بیغما برند
اس لیے کہ کل کو میرے بعد لوٹیں گے۔

خور و پوش و بخشای و راحت رساں
کھا اور پہن اور دے اور آرام پہنچا

نگه می چه داری ز بہرِ کساں
لوگوں[6] کے لیے کیا حفاظت کرتا ہے

برند از جہاں با خود اصحابِ رای
عقلمند لوگ دنیا سے اپنے ساتھ لیجاتے ہیں

فرومایه ماند بحسرت بجای
کمینہ حسرت سے اپنی جگہ رہ جاتا ہے

[1] حالی نے کہا ہے "گر راہ خدا میں دو تو خدا بھی راضی"
[2] دیو سفید ایک دیو تھا جو جنگ میں رستم کے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔
[3] یعنی اس کے گھر پر آ اور سونا چاندی لاکر خرچ کر۔
[4] یعنی اگر اپنا سب کچھ فقیروں میں تقسیم کر دیگا تو فقیر مالدار نہ بنیں گے اور تو فقیر ہوجائے گا۔
[5] یعنی باپ دادا سے اسی طرح منتقل ہوتا آرہا ہے۔
[6] یعنی بخیل دم و درم کی دولت کا نگہبان ہے۔

زر و نعمت اکنوں بدہ کان تست — کہ بعد از تو بیرون ز فرمان تست
سونا اور نعمت اب دیدے اس لیے کہ تیری ملکیت ہے — کیونکہ تیرے بعد تیرے حکم سے باہر ہے

بدنیا توانی کہ عقبیٰ خری — بخر جانِ من ورنہ حسرت خوری
تو یہ کر سکتا ہے کہ دنیا کے بدلے عقبیٰ خریدے — خریدلے۔ میری جان ورنہ حسرت کرے گا

حکایت اندر راحت رسانیدن بہمسایگاں

حکایت پڑوسیوں کو آرام پہنچانے کے بیان میں

بنا لید وقتے زنے پیش شوے — کہ دیگر مخر نانِ بقال کوے
ایک وقت ایک بیوی شوہر کے سامنے رو پڑی — کہ کوچے کے بنیئے سے پھر روٹی نہ خریدنا

ببازارِ گندم فروشاں گراے — کہ ایں جو فروش است و گندم نماے
گندم فروشوں کے بازار میں جا — اس لیے کہ یہ گو گندم نما جو فروش ہے

نہ از مشتری کاز دحامِ مگس — بیک ہفتہ رویش ندید ست کس
خریداروں کی وجہ سے نہیں بلکہ مکھیوں کے ہجوم کی وجہ سے — ایک ایک ہفتہ کسی نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا

بدلداری آں مردِ صاحب نیاز — بزن گفت کاے روشنائی بساز
اس نیازمند نے دلداری کے ساتھ — بیوی سے کہا کہ اے گھر کی رونق! کہا مان

بامیدِ ما کلبہ آنجا گرفت — نہ مردی بود نفع ازو وا گرفت
اس نے ہماری توقع پر یہاں دکان لی ہے — اس کا نفع روکنا انسانیت نہیں ہے

رہِ نیک مردانِ آزادہ گیر — چو استادۂ دست افتادہ گیر
نیک شریف لوگوں کی روش اختیار کر — جب تو کھڑا ہے کسی گرے ہوئے کا ہاتھ پکڑ

ببخشای کانانکہ مردِ حقند — خریدارِ دکانِ بے رونقند
معاف کردے اس لیے کہ جو صحیح انسان ہیں۔ — وہ بے رونق دوکان کے خریدار بنتے ہیں

جوانمردی اگر راست خواہی ولیست — کرم پیشۂ شاہِ مرداں علیست
اگر تو سچی بات سننا چاہتی ہے تو سخی ولی ہے — سخاوت شاہ مرداں حضرت علی کا شیوہ ہے

حکایت

شنیدم کہ مردے براہِ حجاز — بہر خطوہ کردے دو رکعت نماز
میں نے سنا کہ ایک شخص حجاز کے راستے میں — ہر قدم پر دو رکعت نماز پڑھتا

چناں گرم رو در طریقِ خدای — کہ خارِ مغیلاں نکندے ز پای
خدا کے راستے میں اس قدر تیز چلنے والا — کہ ببول کے کانٹے پیر سے نہ نکالتا تھا

باخر ز وسواس خاطر پریش — پسند آمدش در نظر کارِ خویش
بالآخر طبیعت کو پریشان کرنے والے خیالات کی وجہ سے — اس کی نگاہ میں اس کو اپنا کام اچھا معلوم ہوا

بہ تلبیس ابلیس در چاہ رفت — کہ نتواں ازیں خوب تر راہ رفت
شیطان کی مکاری کی وجہ سے وہ غرور میں پھنس گیا — کہ اس سے بہتر راستہ کوئی نہیں چل سکتا ہے

۱۰

۱ یعنی اس کی دوکان گاہک تو نظر نہیں آتا مکھیاں بھنکتی ہیں۔
۲ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس کے یہاں گاہک کم آتے ہیں لہذا انہی کے ذریعہ اس کا بھلا ہو جائے
۳ کیونکہ کانٹا نکالنے سے بھی سفر میں خلل پڑتا ہے۔
۴ شیطان نے اس کو یہ سمجھا دیا کہ وہ سب سے بہتر عبادت گذار ہے۔

گرش رحمت حق نہ دریافتے
اگر رحمت حق اُس کو نہ آلیتی

غرورش سر از جادہ برتافتے
تو غرور اس کا سر سیدھے راستے سے موڑ دیتا

یکے ہاتف از غیب آواز داد
ایک ہاتف نے غیب سے پکارا

کہ اے نیک بخت مبارک نہاد
کہ اے نیک بخت مبارک طبیعت!

مپندار گر طاعتے کردۂ
اگر تو نے عبادت کی ہے تو گھمنڈ نہ کر!

کہ نزلے بدیں حضرت آوردۂ
کہ تو کوئی تحفہ اس دربار میں لایا ہے

باحسانے آسودہ کردن دلے
ایک دل کو احسان کے ذریعہ آرام پہنچانا

بہ از الف رکعت بہر منزلے
ہر پڑاؤ پر ہزار رکعت پڑھنے سے بہتر ہے

حکایت

بسرہنگ سلطاں چنیں گفت زن
بادشاہ کے سپاہی کی بیوی نے کہا

کہ خیز اے مبارک در رزق زن
کہ اے بابرکت اٹھ اور رزق کا دروازہ کھٹکھٹا

برو تا ز خوانت نصیبے دہند
جا، تاکہ دسترخوان سے تجھے بھی حصہ دیں

کہ فرزندگانت بسختی درند
کیونکہ تیری اولاد مصیبت میں ہے

بگفتا بود مطبخ امروز سرد
اس نے کہا باورچی خانہ تو آج ٹھنڈا ہوگا

کہ سلطاں بشب نیّتِ روزہ کرد
کیونکہ بادشاہ نے رات سے روزہ کی نیت کی ہے

زن از ناامیدی سر انداخت پیش
بیوی نے ناامیدی سے سر جھکا لیا

ہمی گفت با خود دلِ فاقہ ریش
فاقہ سے زخمی دل اپنے آپ سے کہتی تھی

کہ سلطاں ازیں روزہ گوئی چہ خاست
بتا بادشاہ کو اس روزے سے کیا حاصل[1]

کہ افطار او عیدِ طفلانِ ماست
کیونکہ اس کا افطار کرنا ہمارے بچوں کی عید ہے

خورندہ کہ خیرش برآید ز دست
وہ روزہ خور جس کے ہاتھ سے بھلائی ہو

بہ از صائم الدہر دنیا پرست
دنیا پرست تمام عمر کے روزے رکھنے والے سے بہتر ہے

مسلّم کسے را بود روزہ داشت
روزہ رکھنا اس کے لیے ٹھیک ہے[2]

کہ درماندۂ را دہد نان چاشت
جو کسی عاجز کو دوپہر کی روٹی کھلائے

وگرنہ چہ حاجت کہ زحمت بری
ورنہ کیا ضرورت ہے کہ تو تکلیف اٹھائے

ز خود باز گیری و ہم خود خوری
اپنے آپ ہی سے لے اور خود ہی کھالے[3]

خیالاتِ نادانِ خلوت نشیں
گوشہ نشین نادان کے خیالات

بہم بر کند عاقبت کفر و دیں
کفر اور دین کا انجام یکساں کر دیتے ہیں

صفائیست در آب و آئینہ نیز
صفائی پانی میں بھی ہے اور آئینہ میں بھی

ولیکن صفا را بباید تمیز
لیکن صفائی میں تمیز کرنی چاہیے[4]

۱۰

[1] جو روزہ فاقہ زدوں کے لیے مزید مصیبت کا سامان بنے وہ بیکار ہے۔

[2] روزہ کا حاصل تو یہ ہونا چاہیے کہ اپنا دوپہر کا کھانا کسی دوسرے بھوکے کو کھلادے۔

[3] روزے کی وجہ سے جو دوپہر کا کھانا بچے وہ خود ہی شام کو کھالے

[4] پانی کی صفائی آئینہ کی صفائی سے بدرجہا بہتر ہے۔ پانی کی صفائی دوسروں کے لیے مفید ہے تو عبادت وہی بھلی ہے جس سے دوسروں کو بھی فائدہ پہنچے۔

حکایت کریم تنگدست با سائل
ایک تنگدست سخی کا سائل کے ساتھ قصہ

یکے را کرم بود و قوت نبود
ایک شخص میں سخاوت تھی طاقت نہ تھی

کہ سفلہ خداوندِ ہستی مباد
خدا کرے کوئی کمینہ مالدار نہ ہو

کسے را کہ ہمت بلند اوفتد
جس کسی کی ہمت بلند ہوتی ہے

چو سیلاب ریزاں کہ بر کوہسار
جیسا[1] کہ بہنے والا سیلاب کہ پہاڑ پر

نہ درخورد سرمایہ کردے کرم
وہ سرمایہ[2] کے حساب سے سخاوت نہ کرتا

برش تنگدستے دو حرفے نبشت
ایک تنگدست نے اس کو مختصراً لکھا:—

یکے دست گیرم بچندے درم
ایک بار چند درہم دے کر میری دستگیری کر

بچشم اندرش قدرِ چیزے نبود
اس[3] کی نگاہ میں کسی چیز کی قدر نہ تھی

بخصمان بندی فرستاد مرد ق
قیدی کے مخالفوں کے پاس اس مردِ خدا نے پیغام بھیجا

بدارید چنداں کف از دامنش
کچھ[4] دنوں کے لیے اس کے دامن سے ہاتھ ہٹا لو

وزآنجا بزنداں درآمد کہ خیز
اور اس جگہ سے وہ قید خانہ میں پہنچا کہ اٹھ!

چو گنجشک درِ باز دید از قفس
چڑیا جب پنجرہ کا دروازہ کھلا دیکھے

چو بادِ صبا زاں زمیں سیر کرد
پروا کی طرح اس سرزمین سے چل دیا

گرفتند حالے جواں مرد را
انھوں نے فوراً اس سخی کو گرفتار کر لیا

چو بیچارگاں راہِ زنداں گرفت
عاجزوں کی طرح اس نے قید خانہ کا راستہ لیا

کفافش بقدرِ مروت نبود
اس کا روزینہ سخاوت کی بقدر نہ تھا

جواں مرد را تنگدستی مباد
سخی کو کبھی تنگدستی نہ ہو

مرادش کم اندر کمند اوفتد
اس کا مقصد بہت کم رسی میں پھنستا ہے

نگیرد ہمی بر بلندی قرار
اونچائی پر نہیں ٹھہرتا ہے

تنک مایہ بودے ازیں لاجرم
اسی وجہ سے لامحالہ تنگدست رہتا

کہ اے خوب فرجام فرخ سرشت
کہ اے نیک انجام مبارک طبیعت

کہ چندست تا من بزنداں درم
کیونکہ میں چند دن سے قید میں پڑا ہوں

ولیکن بدستش پشیزے نبود
لیکن اس کے ہاتھ میں کوئی پیسہ نہ تھا

کہ اے نیک نامانِ آزاد مرد
کہ اے ایک آزاد مرد کے بارے میں نیک نام لوگو

وگر میگریزد ضماں بر منش،
اور اگر وہ بھاگ جائے گا تو میں ذمہ دار ہوں

وزیں شہر تا پائے داری گریز
اور جتنا بھی بھاگ سکے اس شہر سے بھاگ جا

قرارش نبود اندر و یک نفس
تو اس کو ایک سانس کے لیے بھی اس میں قرار نہیں آتا

نہ سیرے کہ بادش رسیدے بگرد
ایسی رفتار سے نہیں کہ ہوا بھی اس کی گرد کو پہنچ سکے

کہ حاصل کنی سیم یا مرد را
کہ تو چاندی یا اس آدمی کو لا!

کہ مرغ از قفس رفتہ نتواں گرفت
کیونکہ پنجرے سے بھاگا ہوا پرند پکڑا نہیں جا سکتا

[1] کیونکہ اس کے مقاصد بھی بلند ہوتے ہیں تو وہ بہت کم حاصل ہوتے ہیں۔
[2] بلند ہمت انسان کی مثال پہاڑ کی سی ہے اور مقاصد بہنے والے سیلاب کی طرح ہیں۔
[3] یعنی آمدنی سے زیادہ داد و دہش کرتا تھا۔
[4] وہ اس کے لیے قیمتی سے قیمتی چیز خرچ کر ڈالتا لیکن اس کے پاس کچھ نہ تھا۔
[5] یعنی کچھ دن کے لئے اسکو قید سے آزاد کر دو۔
[6] یعنی اس آزاد قیدی کو تو اب وہ نہ لا سکتا تھا۔

شنیدم کہ در حبس چندے بماند
میں نے سنا ہے کہ کچھ دن قید خانہ میں رہا
نہ رقعہ نبشت و نہ فریاد خواند
نہ سفارش کے لیے خط لکھا اور نہ فریاد کی

زمانہا نیاسود و شبہا نخفت
بہت دنوں تک نہ آرام کیا، نہ راتوں کو سویا
برو پارسائے گذر کرد و گفت
وہاں سے ایک نیک آدمی گذرا اور اس نے کہا

نہ پندارمت مالِ مردم خوری
میرا یہ خیال تو نہیں ہو سکتا کہ تو نے کسی کا مال مارا ہے
چہ پیش آمدت تا بزنداں دری
کیا معاملہ پیش آیا کہ تو قید خانہ میں ہے

بگفتا کہ ہاں اے مبارک نفس
اس نے کہا ہاں بابرکت سانس والے
نخوردم بحیلت گری مالِ کس
میں نے حیلہ گری سے کسی کا مال نہیں کھایا ہے

یکے ناتواں دیدم از بند ریش
میں نے ایک کمزور کو قید سے زخمی دیکھا
خلاصش ندیدم بجز بندِ خویش
میں نے اس کی رہائی بجز اپنی قید کے نہ دیکھی

ندیدم بنزدیکِ دانش پسند
عقل کی رو سے مجھے یہ بات پسند نہ آئی
من آسودہ و دیگرے پائے بند
کہ میں آرام سے ہوں اور دوسرا قیدی ہو

بمُرد آخر و نیک نامی برد
انجام کار وہ مر گیا اور نیک نامی لے گیا
زہے زندگانی کہ نامش نمرد
کیا خوب زندگی ہے کہ اس کا نام نہ مرا

تنِ زندہ دل خفتہ در زیرِ گل
زندہ دل جسم مٹی کے نیچے سویا ہوا
بہ از عالمے زندۂ مردہ دل
ایک زندہ جہان سے بہتر ہے جو مردہ دل ہو

دلِ زندہ ہرگز نگردد ہلاک
زندہ دل ہرگز ہلاک نہیں ہوتا
تنِ زندہ دل گر بمیرد چہ باک
زندہ دل جسم اگر مر جائے تو کیا مضائقہ ہے

۱ ایک زندہ دل انسان مر کر بھی دنیا بھر کے زندہ مردہ دلوں سے بہتر ہے۔ ۲ یعنی تیار ہوا ۳ یعنی حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔

حکایت در معنیٔ احسان با خلق خدا

یکے در بیاباں سگِ تشنہ یافت
ایک شخص نے ایک پیاسے کتے کو جنگل میں پایا
بروں از رمق در حیاتش نیافت
اس کی زندگی میں آخری سانس سے زیادہ کچھ نہ پایا

کلہ دلو کرد آں پسندیدہ کیش
اس پسندیدہ طبیعت نے ٹوپی کا ڈول بنایا
چو حبل اندراں بستہ دستارِ خویش
اپنی پگڑی کو اس میں رسی کی طرح باندھا

بخدمت میاں بست و بازو کشاد
خدمت کے لیے کمر باندھی اور بازو کھولا
سگِ ناتواں را دمے آب داد
کمزور کتے کو تھوڑا سا پانی دیا۔

خبر داد پیغمبر از حالِ مرد
اس شخص کے حال کی پیغمبر نے خبر دی
کہ داور گناہانِ او عفو کرد
کہ خدا نے اس کے گناہ معاف کر دیے

الا گر جفا کاری اندیشہ کن
خبردار اگر تو ظالم ہے تو ڈر!
کرم پیشہ گیر و وفا پیشہ کن
سخاوت کی عادت ڈال اور وفا کو پیشہ بنا

کسے با سگے نیکوئی گم نہ کرد
کسی شخص نے کتے کے ساتھ نیکی کو بھی ضائع نہیں کیا
کجا گم شود خیر با نیک مرد
تو نیک انسان کے ساتھ بھلائی کب ضائع ہوگی

گرم کن براں کت برآید ز دست
کرم کر جس پر بھی تیرے ہاتھ سے ہو سکے

جہانباناں در خیر بر کس نہ بست
خدا نے نیکی کا دروازہ کسی پر بند نہیں فرمایا ہے

گرت در بیاباں نباشد چہے [1]
اگر جنگل میں تیرا کوئی کنواں نہ ہو

چراغے بنہ در زیارت گہے
تو کسی زیارت گاہ میں چراغ ہی رکھ دے

بقنطار زر [2] بخش کردن ز گنج
خزانے میں سے بہت کچھ دیدینا

نہ چندانکہ دینارے از دست رنج
اتنا نہیں ہے جیسا کہ مزدوری سے ایک دینار

بَرد ہر کسے بار در خورد زور
طاقت کے مطابق ہر شخص بوجھ لے جاتا ہے

گرانست پائے ملخ پیش مور
چیونٹی کے آگے ٹڈی کا پیر بھاری ہے

تو با خلق نیکی کن اے نیک بخت
اے نیک بخت! تو مخلوق کے ساتھ نیکی کر

کہ فردا نگیرد خدا بر تو سخت
[3] تاکہ کل کو خدا تجھ پر سخت گیری نہ کرے

گر از پا درآید نماند اسیر
اگر گر بھی پڑے تو قیدی نہ رہے گا

کہ افتادگاں را بود دستگیر
جو کہ عاجزوں کا دستگیر ہو

بآزار فرماں مدہ بر رہی
نوکر کو تکلیف دہ حکم نہ دے

کہ باشد کہ افتد بفرماں دہی
کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ حاکم بن جائے

چو تمکین و جاہت بود بر دوام
جب تیری قدرت اور مرتبہ ہمیشگی کے ساتھ ہو

مکن زور بر مردِ درویش عام
تب بھی عام فقیر انسان پر زور نہ کر!

کہ افتد کہ با جاہ و تمکین شود
اس لیے کہ ہو سکتا ہے وہ مرتبہ اور قدرت والا ہو جائے

چو بیذق [4] کہ ناگاہ فرزیں شود
جیسا کہ پیادہ اچانک فرزیں ہو جاتا ہے

نصیحت شنو مردم نیک بیں
نصیحت [5] سننے والا، نیک بیں انسان

نباشد درو بیخ دل تخمِ کیں
اس میں کوئی دل کینہ کا بیج نہیں بوتا۔

خداوندِ خرمن زیاں می کند
کھلیان کا مالک تباہی کرتا ہے

کہ بر خوشہ چیں سر گراں می کند
کہ بال چننے والے پر ناراض ہوتا ہے

نترسد کہ نعمت بمسکیں دہد
اس سے نہیں ڈرتا کہ خدا مسکین کو دولت دیدے

وزاں بارِ غم بر دلِ ایں نہد
اور اس کے غم کا بوجھ اس کے دل پر رکھ دے

بسا زورمندا کہ افتاد سخت
بہت سے طاقتور ہیں کہ وہ سخت گرے

بس افتادہ را یاوری کرد بخت
بہت سے گرے ہوؤں کی نصیبہ نے مدد کی

دلِ زیر دستاں نباید شکست
کمزوروں کا دل نہ توڑنا چاہیے

مبادا کہ روزے شود زیر دست
نہ ہو کہ کسی دن وہ خود کمزور ہو جائے

حکایت

بنالید درویشے از ضعفِ حال
حالت کی کمزوری سے ایک درویش رو پڑا

برِ تندروئے خداوندِ مال
ایک مال دار بد مزاج کے سامنے

---

[1] یعنی اگر مسافروں کے لیے کنواں نہیں کھدوا سکتا ہے تو رہگذر پر چراغ ہی جلادے۔

[2] تنگدست کو تھوڑا دینے پر جو ثواب مل جاتا ہے مالدار کو بہت کچھ خرچ کرنے پر بھی وہ نہیں ملتا۔

[3] یعنی سخی سے اگر کوئی گناہ بھی ہوگا تو اللہ اس کو معاف کر دیں گے۔

[4] پیادہ اور فرزیں شطرنج کے دو مہروں کے نام ہیں اور بعض چالوں میں پیادہ فرزیں بن جاتا ہے اور اس کو وزیر کی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔

[5] نیک بیں انسان میں کسی کی طرف سے کینہ نہیں ہوتا۔

نہ دینار دادش سیہ دل نہ دانگ
سیاہ دل نے اس کو نہ دینار دیا نہ پیسہ

دلِ سائل از جورِ اُو خوں گرفت
بھکاری کا دل اس کے ظلم سے خون ہو گیا

توانگر ترش روی بارے چراست
مالدار اس وقت ترش رو کیوں ہے

بفرمود کوتہ نظر تا غلام
کوتاہ نظر نے حکم دے دیا چنانچہ نوکر نے

بہ ناکردنِ شکرِ پروردگار
خدا کا شکر نہ کرنے کی وجہ سے

بزرگیش سر در تباہی نہاد
اس کی بزرگی نے تباہی میں سر دھرا

شقاوت برہنہ نشاندش چو سیر
بدبختی نے اس کو لہسن کی طرح ننگا کر بٹھایا

فشاندش قضا بر سر از فاقہ خاک
تقدیر نے اس کے سر پر فاقہ کی خاک اڑائی

سراپائے حالش دگرگوں نہ گشت
اُس کی پوری حالت دگرگوں ہو گئی

غلامش بدستِ کریمے فتاد
اس کا غلام ایک سخی کے ہاتھ پڑا

بدیدارِ مسکینِ آشفتہ حال
پریشان[3] حال مسکین کو دیکھ کر

شبانگہ یکے بر درش لقمہ جُست
رات کے وقت ایک شخص نے اس کے دروازہ پر لقمہ مانگا

بفرمود صاحب نظر بندہ را
رحم دل نے نوکر کو حکم دیا

چو نزدیک بردش زخواں بہرہٗ
جب[4] وہ دسترخوان سے حصہ اس کے پاس لیگیا

چو نزدیک آمد برِ خواجہ باز
جب مالک کے پاس لوٹ کر آیا

بپرسید سالارِ فرخندہ خوی
مبارک طبیعت آقا نے دریافت کیا

بر وزد بسر باری از طیرہ بانگ
بے عقلی سے اس پر غصہ سے چیخ پڑا —

سر از غم بر آورد و گفت اے شگفت
غم سے سر ابھارا اور بولا ہائے تعجب!

بگرمی نترسد ز تلخیئے خواست
شاید وہ بھیک کی کڑواہٹ سے نہیں ڈرتا ہے

براندش بزاری و زجرِ تمام
ذلت اور پوری جھڑکی سے اس کو نکال دیا

شنیدم کہ برگشت از و روزگار
میں نے سنا ہے اس سے زمانہ برگشتہ ہو گیا

عطارد[1] قلم در سیاہی نہاد
عطارد نے سیاہی میں قلم رکھا

نہ بارش رہا کرد و نے بارگیر
نہ اس کا سامان چھوڑا نہ بوجھ لادنے والا

مشعبد[2] صفت کیسہ و دست پاک
بازیگر کی طرح اس کی تھیلی اور ہاتھ صاف ہو گیا

بگورش پس از مدتے بر گذشت
اس کے بعد جب اس کی تباہی پر ایک زمانہ گزر گیا

توانگر دل و دست و روشن نہاد
جو دل اور ہاتھ کا مالدار اور روشن طبیعت تھا

چناں شاد بودے کہ مسکیں بمال
اس طرح خوش ہوتا تھا جیسا کہ مسکین مال کو دیکھ کر

ز سختی کشیدن قدمہاش سست
سختی جھیلنے کی وجہ سے اس کے قدم سست تھے

کہ خشنود کن مردِ درماندہ را
کہ تھکے ہوئے کو خوش کر دے

بر آورد بے خویشتن نعرہٗ
اس نے بے خود ہو کر نعرہ مارا

عیاں کرد اشکش بدیباجہ راز
اس کے چہرے کے آنسوؤں نے راز کھول دیا

کہ اشکت ز جورِ کہ آمد بروی
کہ تیرے چہرے پر آنسو کس کے ظلم سے آئے ہیں

[1] عطارد ایک ستارہ کا نام ہے جو آسمان کا منشی کہلاتا ہے قلم در سیاہی نہادن، کسی تحریر کو قلم زد کر دینا۔
[2] بازیگر اپنے کرتب سے روپے اور تھیلیاں دکھاتا ہے لیکن انجام کار اس کے پاس کچھ نہیں رہتا۔
[3] کسی پریشان حال کی پریشانی دور کر کے اس کو انتہائی خوشی ہوتی تھی۔
[4] جب وہ فقیر کو روٹی دینے گیا تو ایک دم سے چیخ مار کر رونے لگا۔

بگفت اندرونم بشورید سخت
اس نے کہا میرا دل سخت بے چین ہو گیا
براحوال ایں پیر شوریدہ بخت
اس پریشان نصیب بوڑھے کے احوال پر

کہ مملوک وے بودم اندر قدیم
اس لیے کہ میں پہلے اس کا غلام تھا
خداوند املاک و اسباب و سیم
جو کہ جائدادوں اور ساما نوں و چاندی کا مالک تھا

چو کوتاہ شد دستش از عز و ناز
جب عزت اور ناز سے اس کا ہاتھ کوتاہ ہو گیا
کند دست خواہش بدرہا دراز
تو سوال کا ہاتھ دروازوں پر پھیلاتا ہے

بخندید و گفت اے پسر جور نیست
وہ ہنسا اور بولا اے لڑکے ظلم نہیں ہے
ستم بر کس از گردش دور نیست
زمانہ کی گردش کا کسی پر ظلم نہیں ہے

نہ آں تنگ روز نیست بازارگاں
کیا یہ وہی بدنصیب تاجر نہیں ہے
کہ بردے سر از کبر بر آسماں
جو تکبر کی وجہ سے آسمان پر سر رکھتا تھا

من آنم کہ آں روزم از در براند[1]
میں وہی ہوں کہ اس روز دروازے سے مجھے نکلوا دیا تھا
بروز منش دور گیتی نشاند
دور زمانہ نے اس کو میری حالت پر پہنچا دیا

نگہ کرد باز آسماں سوئے من
آسمان نے دوبارہ میری طرف دیکھا
فروشست گرد غم از روئے من
میرے چہرے سے غم کی گرد دھوئی

خدا ار بحکمت ببندد درے
خدا اگر کسی مصلحت سے کوئی دروازہ بند کرتا ہے
کشاید بفضل و کرم دیگرے
فضل و کرم سے دوسرا دروازہ کھول دیتا ہے

بسا مفلس بے نوا سیر شد
بہت سے بے سروسامان مفلس ہیں جو پیٹ بھرے ہو گئے
بسا کار منعم زبر زیر شد
بہت سے مالداروں کا کام درہم برہم ہو گیا

حکایت

یکے سیرت نیک مرداں شنو
ایک بار نیک مردوں کی سیرت سن
اگر نیک مردی و پاکیزہ رو
اگر تو نیک مرد اور نیک چلن ہے

کہ شبلی[2] ز حانوت گندم فروش
گندم فروش کی دکان سے شبلی
بدہ برد انبان گندم بدوش
گیہوں کا بورا کندھے پر رکھ کر گاؤں میں لے گئے

نگہ کرد مورے در آں غلہ دید
نگاہ ڈالی تو اس غلہ میں ایک چیونٹی دیکھی
کہ سرگشتہ از ہر طرف میدوید
جو پریشان ہر طرف سے دوڑ رہی تھی

ز رحمت برو شب نیارست خفت[3]
اس پر شفقت کی وجہ سے رات بھر نہ سو سکے
بماوائے خود بازش آورد و گفت
اس کو اس کے ٹھکانے پر واپس لائے اور کہا

مروت[4] نباشد کہ ایں مور ریش
انسانیت نہ ہوگی کہ اس پریشان چیونٹی کو
پراگندہ گردانم از جائے خویش
اس کی جگہ سے پریشان کر دوں

درون پراگندگاں جمع دار
پریشان لوگوں کے دل کو مطمئن کر
کہ جمعیت باشد از روزگار
تاکہ زمانہ سے تجھے اطمینان ہو

[1] میں وہی بھکاری ہوں جس کو اس نے دھکے دے کر نکلوا دیا تھا۔ اب آج اس پر وہ وقت ہے جو پہلے میرے اوپر تھا

[2] یہ ایک مشہور بزرگ گذرے ہیں۔ جو حضرت جنید بغدادی کے خلیفہ تھے۔

[3] اس چیونٹی کی بے چینی کو دیکھ کر بے چین ہو گئے۔

[4] یعنی چیونٹی کو جگہ سے بے جگہ کرنا انسانیت نہیں ہے

چہ خوش گفت فردوسی پاک زاد
پاک نسل فردوسی نے کیا اچھا کہا ہے
کہ رحمت براں تربت پاک باد
خدا کرے اس قبر پر رحمت نازل ہو

میازار مورے کہ دانہ کش ست
اس چیونٹی کو نہ ستا جو ایک دانہ کھینچنے والی ہے
کہ جاں دارد و جان شیریں خوش ست
اس لیے کہ وہ بھی جان رکھتی ہے اور پیاری جان اچھی ہے

سیاہ اندروں باشد و سنگدل
وہ سیاہ باطن اور سنگ دل ہے
کہ خواہد کہ مورے شود تنگدل
جو یہ چاہے کہ کوئی چیونٹی بھی تنگ دل ہو

مزن بر سر ناتواں دست زور
طاقت کا ہاتھ کمزور کے سر پر نہ مار
کہ روزے بپایش در افتی چو مور
کہ کسی دن چیونٹی کی طرح اس کے پاؤں میں آئے گا

نہ بخشید بر حال پروانہ شمع
شمع نے پروانہ کے حال پر ترس نہ کھایا
نگہ کن کہ چوں سوخت در پیش جمع
دیکھ مجمع میں کیسی جلی

گرفتم ز تو ناتواں تر بسے است
میں مانتا ہوں بہت سے تجھ سے کمزور ہیں
توانا تر از تو ہم آخر کسے است
آخر کوئی تو تجھ سے بھی زیادہ طاقتور ہے

گفتار اندر جوانمردی و ثمرہ آں
جوانمردی سخاوت اور اس کے پھل کے بیان میں

ببخش اے پسر کآدمی زادہ صید
اے لڑکے بخشش کر اس لیے کہ انسان کو شکار
باحساں تواں کرد و وحشی بقید
احسان سے کیا جا سکتا ہے اور وحشی کو قید

عدو را بالطاف گردن بہ بند
مہربانیوں سے دشمن کی گردن باندھ
کہ نتواں بریدن بہ تیغ ایں کمند
اس لیے کہ یہ رسی تلوار سے نہیں کاٹی جا سکتی ہے

چو دشمن کرم بیند و لطف و جود
جب دشمن بخشش اور مہربانی اور سخاوت دیکھتا ہے
نیاید دگر خبث از و در وجود
دوبارہ اس سے خباثت وجود میں نہیں آتی ہے

مکن بد کہ بد بینی از یار نیک
برائی نہ کر ورنہ نیک دوست سے بھی برائی دیکھے گا
نروید ز تخم بدی بار نیک
برائی کے بیج سے اچھا پھل نہیں اُگتا ہے

چو با دوست دشوار گیری و تنگ
جب تو دوست کے ساتھ سخت گیری اور تنگی کرے گا
نخواہد کہ بیند ترا نقش و رنگ
وہ نہیں چاہے گا کہ تیرا نقش اور رنگ دیکھے

وگر خواجہ با دشمناں نیک خوست
اور اگر خواجہ دشمنوں کے ساتھ نیک عادت ہے
بسے بر نیاید کہ گردند دوست
زیادہ وقت نہ گذرے گا کہ وہ دوست بن جائیں گے

حکایت در معنی صید کردن دلہا باحسان
احسان کے ذریعہ دلوں کا شکار کرنے کے بیان میں

برہ در یکے پیشم آمد جواں
ایک راستہ میں ایک نوجوان میرے سامنے آیا
بتگ در پیش گوسفندے دواں
ایک بکری اس کے پیچھے بھاگی چلی جا رہی تھی

بدو گفتم ایں ریسمانست و بند
میں نے اس سے کہا کہ یہ رسی اور بندش کی وجہ ہے
کہ می آرد اندر پیت گوسپند
جو بکری کو تیرے پیچھے پیچھے لا رہی ہے۔

۱؎ شاہنامہ کا مصنف مشہور شاعر ہے
۲؎ یہ شمع کا پگھلنا اس کی بیرحمی کی وجہ سے ہے۔
۳؎ داد و دہش سے انسان اور وحشی جانور کو پابند کیا جا سکتا ہے۔
۴؎ دوستوں کے ساتھ برائی کروگے تو وہ بھی برائی سے پیش آئیں گے۔
۵؎ یعنی یہ بکری رسی کی وجہ سے تیرے پیچھے چل رہی ہے۔

ببستش طوق و زنجیر ازو باز کرد
اس نے فوراً اس کا پٹا اور زنجیر کھول دی

چپ و راست پوئیدن آغاز کرد
اُس نے بائیں اور دائیں طرف دوڑنا شروع کر دیا

بره همچناں در پیش میدوید
راستہ پر اسی طرح اس کے پیچھے دوڑ رہی تھی

که خو خورده بود از کف مرد خوید
اس لیے کہ اس شخص کے ہاتھ سے جَو اور خوید کھائے ہوئے تھی

چو باز آمد از عیش و بازی بجای
جب وہ کھیل کود سے اپنی جگہ واپس لوٹا

مرا دید و گفت اے خداوند رای
مجھے دیکھا اور بولا اے صاحب رائے!

نه ایں ریسماں می برد با منش
رسی اس کو میرے ساتھ نہیں لے چلتی ہے

که احساں کمندیست در گردنش
بلکہ احسان اس کے گلے کی رسی ہے

بلطفے که دید ست پیل دماں
مہربانی جو مست ہاتھی نے دیکھی ہو

نیارد همی حمله بر پیل باں
فیل بان پر حملہ نہیں کرتا ہے

بداں را نوازش کن اے نیکمرد
اے نیک مرد! بدوں پر مہربانی کر

که سگ پاس دارد چو ناں تو خورد
کیونکہ کتا جب تیری روٹی کھاتا ہے تو تیری حفاظت کرتا ہے

براں مرد کند ست دندان یوز
اس شخص پر چیتے کے دانت کُند ہو جاتے ہیں

که مالد زباں بر پنیرش دو روز
جس کے پنیر پر وہ دو دن زبان مل دیتا ہے

۱۰

حکایت درویش با روباه

فقیر کا لومڑی کے ساتھ قصہ

یکے روبہے دید بے دست و پای
ایک شخص نے ایک لومڑی کو بے ہاتھ پاؤں کے دیکھا

فرو ماند در صنع و لطف خدای
خدا کی کاریگری اور مہربانی میں حیران رہ گیا

که چوں زندگانی بسر می برد
کہ وہ زندگی کیسے بسر کرتی ہے

بدیں دست و پا از کجا می خورد
ایسے ہاتھ پیر ہوتے ہوئے کہاں سے کھاتی ہے

دریں بود درویش شوریده رنگ
فقیر دیوانہ وار اسی میں تھا۔

که شیرے در آمد شغالے بچنگ
کہ ایک شیر ایک گیدڑ کو پنجہ میں دبائے آیا

شغالے نگوں بخت را شیر خورد
بدبخت گیدڑ کو شیر نے کھایا

بماند آنچه روباه ازو سیر خورد
جو بچا اس کو لومڑی نے پیٹ بھر کر کھایا

دگر روز باز اتفاقے فتاد
دوسرے دن بھی ایسا ہی اتفاق ہوا

که روزی رساں قوت روزش بداد
کہ روزی پہنچانے والے نے اس دن کی خوراک اسکو پہنچا دی

یقیں مرد را دیده بیننده کرد
یقین نے اس شخص کی آنکھیں کھول دیں

شد و تکیه بر آفریننده کرد
روانہ ہو گیا اور پیدا کرنے والے پر بھروسہ کیا

کزیں پس بکنجے نشینم چو مور
کہ اس کے بعد چیونٹی کی طرح ایک گوشہ میں بیٹھ جاؤنگا

که روزی نخوردند پیلاں بزور
اس لیے کہ ہاتھی بھی اپنی طاقت کے بل روزی نہیں کھاتے

زنخداں فرو برد چندے بجیب
تھوڑے دنوں تک ٹھوڑی گریبان میں ڈالے رکھی

که بخشنده روزی فرستد ز غیب
کہ دینے والا غیب سے روزی بھیجیگا

۱ـ خوید بوزن دوید ہے، جو کے سبز چارے کو کہا جاتا ہے۔
۲ـ فیل بان چونکہ ہاتھی پر احسان کرتا ہے اس لیے بدمستی کی حالت میں بھی اس پر حملہ نہیں کرتا ہے۔
۳ـ چیتے کو پنیر کھلا کر ہلایا جاتا ہے۔

نہ بیگانہ تیمار خوردش نہ دوست
اس کا غم نہ غیر نے کیا نہ کسی دوست نے
چو چنگش رگ و استخواں ماند و پوست
اس کی رگیں اور ہڈیاں اور کھال ستار کی طرح ہوگئی

چو صبرش نماند از ضعیفی و ہوش
جب ضعف کی وجہ سے اس کا صبر اور ہوش نہ رہا
ز دیوارِ محرابش آمد بگوش
محراب کی دیوار سے اس کے کان میں آیا

برو شیر درندہ باش اے دغل
اے کمینہ جا اور پھاڑنے والا شیر بن
مینداز خود را چو روباہِ شل
اپنے آپ کو لنجی لومڑی کی طرح نہ ڈال

چناں سعی کن کز تو ماند چو شیر
ایسی کوشش کر کہ شیر کی طرح تجھ سے بچ رہے
چو روبہ چہ باشی بوا ماندہ سیر
لومڑی کی طرح بچے ہوئے سے کیوں پیٹ بھرتا ہے

چو شیراں کرا گردن فربہ است
جس کی گردن شیروں کی طرح موٹی ہے
گر افتد چو روبہ سگ از وے بہ است
اگر وہ لومڑی کی طرح پڑا رہے تو کتا اس سے بہتر ہے

بچنگ آر و با دیگراں نوش کن
پنجہ میں لا اور دوسروں کو کھلا
نہ بر فضلۂ دیگراں گوش کن
دوسروں کے بچے ہوئے پر کان نہ دھر

بخور تا توانی ببازوئے خویش
جب تک ہو سکے اپنے بازو کے ذریعہ کھا
کہ سعیت بود در ترازوئے خویش
جب تک تیری کوشش تیری ترازو میں ہے

چو مرداں ببر رنج و راحت رساں
مردوں کی طرح تکلیف اٹھا اور آرام پہنچا
مخنث خورد دست رنج کساں
لوگوں کی محنت کی کمائی ہیجڑا کھاتا ہے

برو دست گیر اے نصیحت پذیر
اے نصیحت کو قبول کرنیوالے جا اور دستگیری کر
نہ خود را بیفگن کہ دستم بگیر
نہ کہ اپنے آپ کو گرا دے کہ میری دستگیری کر

خدا را براں بندہ بخشائش ست
اس بندہ پر خدا کی مہربانی ہے
کہ خلق از وجودش در آسائش ست
جس کے وجود سے مخلوق کو راحت ہے

کرم ورزد آں سر کہ مغزے در وست
جس سر میں بھیجا ہے وہ کرم اختیار کرتا ہے
کہ دوں ہمتانند بے مغز پوست
کیونکہ کم ہمت لوگ بے گری کا چھلکا ہیں۔

کسے نیک بیند بہر دو سرائے
دونوں جہان میں وہ نیکی دیکھتا ہے
کہ نیکی رساند بخلق خدائے
جو خلق خدا کو نیکی پہنچاتا ہے

حکایت عابد بخیل

بخیل عابد کا قصہ

شنیدم کہ مردیست پاکیزہ بوم
میں نے سنا کہ ایک شخص پاک طبیعت
شناسا و رہ رو در اقصائے روم
حق شناس اور سالک روم کے اطراف میں ہے

من و چند سالوک صحرا نورد
میں اور چند سیاح بیاباں طے کرنے والے
بر فتیم قاصد بدیدار مرد
اس انسان کی زیارت کا قصد کرکے چل پڑے

سر و چشم ہر یک ببوسید و دست
اس نے ہر ایک کے سر اور آنکھ اور ہاتھ کو بوسہ دیا
بتمکین و عزت نشاند و نشست
وقار اور عزت سے بٹھایا اور بیٹھ گیا

۱ یعنی وہ سوکھ کر ستار کی طرح بن گیا
۲ ترازو سے مراد بازو ہے یعنی جب تک تیرے بازو میں قوت ہے۔
۳ ایک مرد کا کام یہی ہے کہ دوسروں کی خاطر تکلیف اٹھائے دوسروں کی کمائی کھانا ہیجڑاپن ہے۔

زرش دیدم و زرع و شاگرد و رخت
میں نے اس کا سونا اور کھیتی اور نوکر اور سامان دیکھا
ولے بے مروت چو بے بر درخت
لے لیکن ایسا بے مروت جیسے بے پھل کا درخت

بخلق و لطف گرم رو مرد بود
اخلاق اور مہربانی میں بہت تیز انسان تھا
ولے دیگدانش قوی سرد بود
لیکن ۲ اس کا چولھا بہت ٹھنڈا تھا

ہمہ شب نبودش قرار و ہجوع
اس کو تمام رات سکون اور نیند نہ آئی
ز تسبیح و تہلیل و مارا ز جوع
تسبیح اور تہلیل کی وجہ سے اور ہمیں بھوک کی وجہ سے

سحرگہ میاں بست و در باز کرد
صبح کو اس نے کمر کسی اور دروازہ کھولا
ہماں لطف و دوشینہ آغاز کرد
گزشتہ رات کی سی مہربانی شروع کی

یکے بذلہ شیریں خوش طبع بود
ایک شیریں لطیفہ گو خوش طبع تھا
کہ با ما مسافر دراں ربع بود
جو اس سرزمین میں ہمارے ساتھ مسافر تھا

مرا بوسہ گفتا بہ تصحیف دہ
اس نے کہا ہمیں بوسہ تصحیف ۳ کے ساتھ دیجیے
کہ درویش را توشہ از بوسہ بہ
اس لیے کہ فقیر کے لیے بوسے سے توشہ بہتر ہے

بخدمت منہ دست بر کفش من
خدمتگاری میں میرے جوتے نہ اٹھا
مرا ناں دہ و کفش بر سر بزن
مجھے روٹی دے ۴ اور سر پر جوتے مار لے

بایثار مرداں سبق بردہ اند
ایثار کی وجہ سے لوگ بازی لے گئے ہیں
نہ شب زندہ داراں دل مردہ اند
شب زندہ دار لوگ مرے ہوئے دل کے نہیں ہوتے ہیں

ہمی دیدم از پاسبانِ تتار
تتار ۵ کے پاسبان کو بھی میں نے ایسا ہی دیکھا
دل مردہ و چشم شب زندہ دار
دل مردہ اور آنکھ رات کو زندہ رکھنے والا

کرامت جوانمردی و ناں دہیست
شرافت، سخاوت اور روٹی دینا ہے
مقالات بیہودہ طبل تہیست
بیہودہ باتیں خالی ڈھول ہے

قیامت کسے باشد اندر بہشت
قیامت میں بہشت میں وہ ہو گا۔
کہ معنی طلب کرد و دعویٰ بہشت
جس نے حقیقت طلب کی اور دعویٰ چھوڑ دیا

بمعنیٰ تواں کرد دعویٰ درست
حقیقت سے دعوے کو ٹھیک کیا جا سکتا ہے
دم بے قدم تکیہ گاہیست سست
بے اصل باتیں کمزور ٹیکن ہے

لے مالدار تھا لیکن بے پھل درخت کی طرح بے فیض تھا۔
۲ یعنی مہمانوں کے لئے اس کے چولھے پر کبھی کھانا نہ پکتا تھا
۳ تصحیف کے معنی ایک کلمہ کو نقطے بدل کر دوسرا کلمہ بنا کر پڑھنا۔ بوسہ کی با کا اگر نقطہ بدل کر اوپر دو نقطے کر دیئے جائیں تو توشہ بن جائے گا۔
۴ بھوکے کو کھانا نہ دیا جائے اور تعظیم کے لیے اس کے جوتوں پر ہاتھ رکھا جائے اس سے اس کو کیا فائدہ
۵ تتار ترکستان کا ایک علاقہ ہے
۶ تیز رفتاری میں اس کی ٹاپوں کی آواز ایسا سماں باندھ دیتی تھی گویا تڑا تڑ اولے برس رہے ہیں۔

حکایت حاتم طائی و صفت جوانمردی وے

حاتم طائی اور اس کی سخاوت کی خوبی کا قصہ

شنیدم در ایام حاتم کہ بود
میں نے سنا کہ حاتم کے زمانہ میں تھا
بخیل اندرش بادپائے چو دود
اس کے گھوڑوں میں دھوئیں کی طرح ایک تیز رو گھوڑا

صبا سرعتے رعد بانگ ادہمے
صبا کی سی تیزی والا گرج کی آواز والا مشکی
کہ بر برق پیشی گرفتے ہمے
جو کہ بجلی سے بھی آگے بڑھ جاتا تھا

بتگ ژالہ میریخت بر کوہ و دشت
بھاگ سے پہاڑ اور جنگل میں اولے برساتا تھا
تو گفتی مگر ابر نیساں گذشت
تو یہ کہے گا کہ شاید بہار کے موسم کا ابر گذرا ہے

یکے سیل رفتار ہاموں نورد
ایک سیلاب کی سی چال جنگل طے کرنے والا

بگفتند مردان صاحب علوم
جاننے والے لوگوں نے کہیں

کہ ہمتائے او در کرم مرد نیست
کہ سخاوت میں اس جیسا کوئی آدمی نہیں ہے

بیاباں نوردے چو کشتی بر آب
اس طرح سے جنگل کو طے کرنے والا جیسا کہ پانی پر کشتی

بدستورِ دانا چنیں گفت شاہ
عقلمند وزیر سے بادشاہ نے یہ کہا

ق

من از حاتم آں اسپ تازی نژاد
میں حاتم سے وہ تازی نسل کا گھوڑا

بخواہم گر او مکرمت کرد و داد
مانگوں گا اگر اس نے مہربانی کی اور دیدیا

بدانم کہ در وے شکوہِ مہیست
تو میں جانوں گا کہ اس میں بڑائی کی شان ہے

وگر رد کند بانگِ طبلِ تہیست
اور اگر اس نے انکار کیا تو خالی ڈھول کی آواز ہے

رسولِ خردمند عالم بطے
طے کو جاننے والا عقلمند قاصد

روان کرد و دہ مرد ہمراہ وے
روانہ کر دیا اور دس آدمی اس کے ہمراہ

زمیں مردہ و ابرِ گریاں بر و[1]
زمین مردہ اور ابر اس پر رونے والا

صبا کردہ بارِ دگر جاں درو
پروائی نے دوبارہ اس میں جان ڈالی

بمنزل گہِ حاتم آمد فرود
حاتم کی قیام گاہ پر اترنا ہوا

بر آسود چوں تشنہ بر زندہ رود
آرام پایا جیسا کہ کوئی پیاسا رواں نہر پر

سماطے بیفگند و اسپے بکشت
اس نے دسترخوان بچھایا گھوڑا ذبح کیا

بدامن شکر داد شاں زر بمشت
ان کے دامن میں شکر دی اور مٹھی میں سونا

شب آنجا ببودند و روزِ دگر
رات وہ اس جگہ ٹھہرے اور دوسرے دن

بگفت انچہ دانست صاحب خبر
قاصد کو جو معلوم تھا اس نے کہا

ہمی گفت[2] و حاتم پریشاں چو مست
وہ کہہ رہا تھا اور حاتم دیوانہ کی طرح پریشان تھا

ز حسرت بدنداں ہمیکند دست
حسرت کی وجہ سے دانتوں سے ہاتھ کاٹتا تھا

کہ اے بہرہ ورِ موبدِ نیک نام
اے نصیبہ ور نیک نام دانا

چرا پیش از ینم نگفتی پیام
تو نے اس سے پہلے مجھ سے پیغام کیوں نہ کہا

من آں بادرفتار دُلدل شتاب
میں نے اسی ہوا کی سی رفتار والے دُلدل کی طرح دوڑنے کے

ز بہر شما دوش کردم کباب
گزشتہ رات تمہارے لیے کباب بنا دیئے

کہ دانستم از دستِ باران و سیل
اس لیے کہ میں جانتا تھا کہ بارش اور بہاؤ کی وجہ سے

نشاید شدن در چراگاہ خیل
گھوڑوں کی چراگاہ نہ جایا جا سکے گا

---

[1] یہ قاصدوں کے پہنچنے کے وقت کا بیان ہے یعنی برسات کا موسم تھا
[2] ہم نے پہلے شعر کے ہمی گفت کا فاعل قاصد کو بنایا ہے لہذا یہاں ایک لفظ گفت جس کا فاعل حاتم ہوگا مقدر ماننا پڑے گا۔

بنوعے دگر روی و راہم نبود
اور کسی قسم کی طرف میری توجہ اور راستہ نہ تھا

جز ایں بر در بارگاہم نبود
اس کے علاوہ میرے خیمہ کے دروازہ پر نہ تھا

مروت ندیدم در آئین خویش
اپنے رسم ورواج کے مطابق میں نے انسانیت نہ سمجھی

کہ مہماں بخسپید دل از فاقہ ریش
کہ مہمان فاقہ سے دل زخمی ہو کر سوئے

مرا نام باید در اقلیم فاش
مجھے ملک میں آشکارا نام چاہیے

دگر مرکب نامور گو مباش
گو پھر مشہور سواری نہ ہمیں

کساں را درم داد و تشریف و اسپ
ان لوگوں کو درہم اور خلعت اور گھوڑے دیے

طبیعی است اخلاق نیکو نہ کسب
نیک اخلاق طبعی ہوتے ہیں نہ کہ کسبی

خبر شد بروم از جواں مردِ طے
کلیے کے سخی کی خبر روم میں پہنچی

ہزار آفریں کرد بر طبع وے
اس نے اس کی طبیعت پر ہزار آفریں کہی۔

ز حاتم بدیں نکتہ راضی مشو
حاتم کے اس مختصر سے قصہ پر خوش نہ ہو

ازیں نغز تر ماجرائے شنو
اس سے بھی زیادہ عجیب قصہ سن

حکایت در آزمودن پادشاہ یمن حاتم را بآزاد مردی

شاہ یمن کا حاتم کو سخاوت میں آزمانے کا قصہ

ندانم کہ گفت ایں حکایت بمن
مجھے یاد نہیں یہ حکایت مجھ سے کس نے کہی ہے

کہ بود ست فرماں دہے در یمن
کہ یمن میں ایک بادشاہ تھا

ز نام آوراں گوئے دولت ربود
ناموروں سے وہ دولت کی بازی جیت لے گیا تھا

کہ در گنج بخشی نظیرش نبود
اس لیے کہ خزانے بخشنے میں اس کا نظیر نہ تھا

تواں گفت اُو را سحاب کرم
اس کو بخشش کا بادل کہا جا سکتا تھا

کہ دستش چو باراں فشاندے درم
اس لیے کہ اس کے ہاتھ بارش کی طرح درہم برساتے تھے

کسے نام حاتم نبردے برش
کوئی شخص حاتم کا نام اس کے سامنے نہ لیتا

کہ سودا نرفتے از و در سرش
کہ اس کے سر میں غصہ نہ بھر جاتا

کہ چند از مقالات آں باد سنج
کہ اس ہوا تولنے والے کی باتیں کب تک

کہ نے ملک دارد نہ فرماں نہ گنج
جس کے پاس نہ ملک ہو نہ حکم ہے نہ خزانہ

شنیدم کہ جشنے ملوکانہ ساخت
میں نے سنا ہے کہ اس نے ایک شاہی جشن منایا

چو چنگ اندراں بزم خلقے نواخت
چنگ کی طرح اس محفل میں مخلوق کو نوازا

درِ ذکر حاتم کسے باز کرد
کسی نے حاتم کے ذکر کا باب کھولا

دگر کس ثنا گفتن آغاز کرد
دوسرے نے اس کی تعریف کرنی شروع کر دی

حسد مرد را بر سر کینہ داشت
اس شخص کو حسد نے کینہ پر آمادہ کر دیا

یکے را بخون خوردنش برگماشت
ایک شخص کو اس کے قتل پر مقرر کر دیا

کہ تا ہست حاتم در ایامِ من
کہ جب تک میرے زمانہ میں حاتم ہے

نخواہد بہ نیکی شدن نامِ من
میرا نام نیک نہ ہو سکے گا

۱ے بناوٹ سے نیک خلقی نہیں آتی ہے

۲ے مشہور سخیوں سے بھی زیادہ سخی تھا۔

۳ے حاتم کا نام سنکر اس کو غصہ آجاتا اس لیے کہ اس کو اپنے سے زیادہ سخی سمجھا جاتا تھا

۴ے ہوا تولنے والا یعنی مفلس۔

۵ے یعنی جس طرح چنگ کی آواز سے جملہ اہل مجلس خوش ہوتے ہیں اسی طرح سب کو خوش کر دیا۔

بلا جوئے راہِ بنی طے گرفت
بلا ڈھونڈھنے والے نے بنی طے کا راستہ لیا

جوانے برہ پیش باز آمدش
ایک جوان نے راستہ میں اس کا استقبال کیا

نکو روئی و دانا و شیریں زباں
خوبصورت اور عقلمند اور شیریں زبان

کرم کرد و غم خورد و پوزش نمود
اس نے شرافت برتی اور غم خواری کی اور معافی چاہی

نہادش سحر بوسہ بر دست و پای
صبح کو اس کے ہاتھ پیر پر چند بوسے دیے

بگفتا نیارم شد ایدر مقیم
اس نے کہا میں اب مقیم نہیں رہ سکتا

بگفت ار نہی با من اندر میاں
اس نے کہا اگر تو وہ ہمارے درمیان رکھے گا

بمن دار گفت اے جواں مرد گوش
اس نے کہا اے بہادر دھیان لگا

دریں بوم حاتم شناسی مگر
شاید اس وطن میں تو حاتم کو جانتا ہو گا

سرش پادشاہِ یمن خواستست
اس کا سر شاہِ یمن نے مانگا ہے

گرم رہنمائی بدانجا کہ اوست
اگر تو میری اس جگہ تک راہنمائی کر دے جہاں وہ ہے

بخندید برنا کہ حاتم منم
نوجوان ہنسا کہ حاتم تو میں ہی ہوں

نباید کہ چوں صبح گردد سفید
یہ مناسب نہیں کہ جب صبح روشن ہو جائے

چو حاتم بآزادگی سر نہاد
جب حاتم نے آزادی سے سر رکھ دیا

بخاک اندر افتاد بر پائے جست
زمین پر گر پڑا اور اٹھا

بینداخت شمشیر و ترکش نہاد
تلوار پھینک دی اور ترکش رکھ دیا

بکشتن جواں مرد راپے گرفت
اس سخی کے قتل کے درپے ہو گیا

کز و بوئے انسے فراز آمدش
جس سے اس کو محبت کی بو آئی

بر خویش برد آں شبش میہماں
وہ اس رات میں اس کو اپنے پاس مہمان بنا کر لے گیا

بد اندیش را دل بہ نیکی ربود
نیکی سے بدخواہ کا دل اچک لیا

کہ نزدیکِ ما چند روزے بپای
کہ ہمارے پاس چند دن ٹھہر

کہ در پیش دارم مہمے عظیم
اس لیے کہ مجھے ایک بڑا معاملہ درپیش ہے

چو یاران یک دل بکوشم بجاں
تو ایک دل دوستوں کی طرح میں پوری کوشش کروں گا

کہ دانم جواں مرد را پردہ پوش
اس لیے کہ میں جانتا ہوں بہادر پردہ پوش ہوتے ہیں

کہ فرخندہ نامست و نیکو سیر
جو کہ مبارک نام اور نیک سیرت ہے

ندانم چہ کیں در میاں خاستست
مجھے معلوم نہیں کہ دونوں میں کیا دشمنی ہے

ہمیں چشم دارم ز لطف تو دوست
تو دوست تیری مہربانی سے مجھے یہ توقع ہے

سر اینک جدا کن بہ تیغ از تنم
سر موجود ہے تلوار سے میرے تن سے جدا کر لے

گزندت رسد یا شوی ناامید
تو تجھے کوئی نقصان پہنچے یا تو ناامید ہو

جواں را بر آمد خروش از نہاد
جوان کی ذات سے چیخ نکلی

گہش خاک بوسید و گہ پای و دست
کبھی اس کی زمین چومی کبھی ہاتھ پیر

چو فرماں براں دست بر کش نہاد
فرماں برداروں کی طرح سینہ پر ہاتھ رکھا

۱؎ یہ جوان کی صفات ہیں۔
۲؎ یعنی مہمان نوازی میں اپنی کوتاہیوں کی
۳؎ وہ معاملہ مجھے بتا میں تیری مدد کروں گا۔
۴؎ یعنی شاہ یمن کے قاصد نے اس میزبان سے کہا
۵؎ یعنی رات کی تاریکی میں اپنا کام کر کے چل دے۔

که گر من گلے بر وجودت زنم
کہ اگر میں تیرے جسم پر ایک پھول بھی ماروں

نه مردم که در کیش مرداں زنم
تو میں[1] مرد نہیں کہوں بلکہ مردوں کی شریعت میں عورت ہوں

دو چشمش بہوسید و در بر گرفت
اس کی دونوں آنکھیں چومیں اور بغلگیر ہوا

وزآں جا طریق یمن بر گرفت
اور وہاں سے یمن کا راستہ لیا

ملک در میانِ دو ابروئے مرد
بادشاہ اس مرد کی دونوں[2] ابروؤں کے درمیان سے

بدانست حالے که کارے نکرد
فوراً جان گیا کہ اس نے کام نہیں کیا

بگفتش بیا تا چه داری خبر
اس سے کہا آ کیا خبر رکھتا ہے

چرا سر نه بستی بفتراک[3] بر
شکاردان سے سر کیوں نہیں باندھا

مگر بر تو نام آورے حمله کرد
شاید تجھ پر نام آور نے حملہ کر دیا

نیاوردی از ضعف تاب نبرد
تو کمزوری سے لڑائی کی تاب نہ لایا

جواں مردِ شاطر زمیں بوسه داد
چالاک بہادر نے زمین کو بوسہ دیا

ملک را ثنا گفت و تمکیں نهاد
بادشاہ کی تعریف کی اور آداب بجا لایا

بدو گفت کاے شاهِ باداد و هوش
اس سے کہا اے بخشش اور ہوش والے بادشاہ

ازیں در سخنهائے حاتم نیوش
اس طور پر حاتم کی باتیں سن

ق

که دریافتم حاتمِ نامجوی
میں نے نام آور حاتم کو پایا

هنرمند و خوش منظر و خوب روی
ہنرمند اور خوش منظر اور خوبصورت

جواں مرد و صاحب خرد دیدمش
میں نے اس کو بہادر اور عقلمند دیکھا

بمردانگی فوقِ خود دیدمش
اس کو بہادری میں اپنے سے زیادہ دیکھا

مرا بارِ لطفش دوتا کرد پشت
اس کی مہربانی نے میری کمر دوہری کر دی

بشمشیرِ احسان و فضلم بکشت
احسان اور بڑائی کی تلوار سے اس نے مجھے مار ڈالا

بگفت آنچه دید از کرمهائے وے
اس نے اس کے جو کرم دیکھے تھے بتائے

شهنشه ثنا گفت بر آلِ طے
بادشاہ نے طے والوں کی تعریف کی

فرستاده را داد مُهر و درم
قاصد کو اشرفیاں اور درم دیئے

که مُهرست بر نامِ حاتم کرم
کہ حاتم کے نام پر کرم کی مُہر ہے

مر اُو را رسد گر گواهی دهند
اس کو حق ہے اگر لوگ یہ گواہی دیں۔

که معنیٔ[4] و آوازه اش هم هند
کہ اس کی حقیقت اور شہرت ساتھ ساتھ ہیں

حکایت دخترِ حاتم در روزگارِ پیغمبر علیه الصلوٰة والسلام

آنحضورؐ کے زمانہ میں حاتم کی لڑکی کا قصہ

شنیدم که طے در زمانِ رسول
میں نے سنا ہے کہ قبیلہ طے نے آنحضورؐ کے زمانہ میں

نکردند منشورِ ایماں قبول
ایمان کا حکم نامہ منظور نہ کیا

فرستاد لشکر بشیر و نذیر[5]
انھوں نے خوش خبری دینے والا اور ڈرانیوالا ایک لشکر روانہ کیا

گرفتند ازیشاں گروہے اسیر
جس نے ان میں سے ایک جماعت کو قیدی بنا کر پکڑ لیا

---

[1] یعنی تجھ جیسے شریف پر ہاتھ اٹھانا مردوں کا کام نہیں ہے۔
[2] یعنی پیشانی سے سمجھ گیا
[3] فتراک چمڑے کا ایک تھیلا زین سے آویزاں ہوتا تھا جس میں شکار کر کے ڈال لیتے تھے۔
[4] لوگ اس کی تعریفیں صحیح کرتے ہیں جیسی اس کی شہرت ہے وہ حقیقۃً ویسا ہی ہے۔
[5] یعنی آنحضورؐ نے ایسا لشکر روانہ کیا جو ان کے مسلمان ہو جانے پر ان کو جنت کی خوشخبری دے اور نہ ماننے پر عذاب سے ڈرائے۔

بفرمود کشتن بشمشیر کیں
غصہ کی تلوار سے مار ڈالنے کا انھوں نے حکم فرمایا

زنے گفت من دختر حاتمم
ایک عورت نے کہا میں حاتم کی لڑکی ہوں

کرم کن بجائے من اے محترم
اے محترم! مجھ پر کرم کیجیے

بفرمانِ پیغمبرِ پاک رائے
پاک رائے، پیغمبر کے حکم سے

دراں قوم باقی نہادند تیغ
اس بقیہ قوم میں[۲] انھوں نے تلوار سونت لی

بزاری بشمشیر زن گفت زن
عورت نے جلاد سے عاجزی سے کہا

مروّت نہ بینم رہائی ز بند
میں قید سے رہائی شرافت نہیں سمجھتی ہوں

ہمی گفت گریاں براخوانِ طے
طے کے بھائیوں پر روتے ہوئے وہ یہ کہہ رہی تھی

ببخشیدش آں قوم و دیگر عطا
وہ قوم اس کو بخشدی اور پھر انعام دیا

کہ ناپاک بودند و ناپاک دیں
اس لئے کہ وہ بے باک اور ناپاک دین والے تھے

بخواہند ازیں نامور حاکمم
اس نامور حاکم سے لوگ میری درخواست کریں[۱]

کہ مولائے من بود از اہلِ کرم
اس لیے کہ میرا باپ اہل کرم میں سے تھا

کشادند زنجیرش از دست و پای
اس کے ہاتھ پیر سے زنجیر کھول دی

کہ رانند سیلابِ خوں بے دریغ
تاکہ بے دریغ ان کا خون بہائیں !

مرا نیز با جملہ گردن بزن
سب کے ساتھ میری بھی گردن مار دے

بہ تنہا و یارانم اندر کمند
اکیلی اور میرے ساتھی رسّی میں ہوں

بسمعِ رسول آمد آوازِ وے
رسول کے کان میں اس کی آواز آئی

کہ ہرگز نکرد اصل و گوہر خطا
کیونکہ اصل اور جوہر خطا نہیں کرتا ہے[۳]

حکایت در آزاد مردی و حاتم و ذکر پادشاہِ اسلام
سخاوت اور حاتم اور اسلام کے بادشاہ کا قصہ

زبنگاہِ حاتم یکے پیر مرد
ایک بوڑھے نے حاتم کے خیمہ سے

زراوی چنیں یاد دارم خبر
بیان کرنے والے کی یہ بات مجھے یاد ہے

زن از خیمہ گفت ایں چہ تدبیر بود
خیمہ سے عورت بولی یہ کیا تدبیر تھی

شنید ایں سخن نامبردارِ طے
طے کے نامور نے یہ بات سنی

اگر او درخورِ حاجتِ خویش خواست
اگرچہ اس نے اپنی ضرورت کے مطابق مانگی

چو حاتم بآزادمردی دگر
حاتم جیسا سخی پھر

طلب دہ درم سنگ فانیذ کرد
دس[۴] درہم کی بقدر شکر مانگی

کہ پیشش فرستاد تنگِ شکر
کہ اس نے اس کے پاس شکر کا بورا بھیج دیا

ہماں دہ درم حاجتِ پیر بود
بوڑھے کی ضرورت تو دس درہم کی بقدر تھی

بخندید و گفت اے دلآرامِ حے
ہنسا اور بولا اے قبیلہ کے دل کی راحت

جوانمردیِ آلِ حاتم کجاست
تو[۵] حاتم کے خاندان کی سخاوت کہاں ہے

ز دورانِ گیتی نیاید مگر
زمانہ کی گردش سے نہ پیدا ہوا، مگر

---

[۱] یعنی لوگ آنحضور کے پاس جاکر میری درخواست پیش کردیں

[۲] چونکہ بنی طے نے جزیہ اور اسلام سے انکار کیا تھا لہٰذا ان کے قتل کے لیے تلوار سونت لی۔

[۳] یعنی آنحضور نے فرمایا کہ اس لڑکی نے اپنی قوم کے ساتھ شرافت کا ثبوت اس لیے دیا ہے کہ وہ صحیح اور صحیح جوہر کی ہے۔

[۴] دس درہم کا وزن دو تولہ سات ماشہ چار مونگچی ہوتا ہے

[۵] یعنی اگر میں اس کی فرمائش کی بقدر دیتا تو میری سخاوت پر دھبہ آجاتا۔

ابوبکر سعد آنکه دستِ نوال
ابوبکر بن سعد جس کی عطا کے ہاتھ کو

نہد ہمتش بر دہانِ سوال
اس کی ہمت سوال کے منہ پر رکھ دیتی ہے

رعیت پناہا دلت شاد باد
اے رعیت پناہ تیرا دل خوش رہے

بسعیت مسلمانی آباد باد
تیری کوشش سے مسلمانی آباد ہو

سرافرازد ایں خاکِ فرخندہ بوم
یہ خاکِ مبارک زمین فخر کرتی ہے

زعدلت بر اقلیم یونان و روم
تیرے انصاف کی وجہ سے یونان اور روم پر

چو حاتم کہ گر نیستے فرّ وے
حاتم کی طرح کہ اگر اس کی شان و شوکت نہ ہوتی

نبردے کس اندر جہاں نامِ طے
تو دنیا میں کوئی طے کا نام بھی نہ لیتا

ثنا ماند ازاں نامور در کتاب
کتاب میں اس نامور کی تعریف باقی ہے

ترا ہم ثنا ماند و ہم ثواب
تیری بھی تعریف اور ثواب باقی رہے گا

کہ حاتم بداں نام و آوازہ خواست
اس لیے کہ حاتم نے تو اس سے نام اور شہرت چاہی

ترا سعی و جہد از برائے خداست
تیری کوشش اور محنت خدا کے لیے ہے

تکلف بر مردِ درویش نیست
فقیر پر بناوٹ نہیں ہے

وصیت ہمیں یک سخن بیش نیست
اس ایک بات سے زیادہ وصیت نہیں ہے

کہ چندانکہ جہدت بود خیر کن
کہ جس قدر تیری طاقت ہو بھلائی کر

ز تو خیر ماند ز سعدی سخن
تیری نیکی باقی رہے گی اور سعدی کا کلام

١ یعنی ابوبکر عطا کا ہاتھ سائل کے منہ پر رکھ کر اس کو بند کر دیتا ہے
٢ تیری ذات گرامی سے شیراز کا مرتبہ یونان اور روم سے بڑھا ہوا ہے۔
٣ سخاوت سے حاتم کا مقصد نام آوری تھا تیرا منشا رضائے الٰہی ہے۔
٤ یعنی سعدی بے تکلف بات کہتا ہے

١٠

حکایت در حلم پادشاہاں
بادشاہوں کی بردباری کے بیان میں

یکے را خرے در گِل افتادہ بود
ایک شخص کا گدھا کیچڑ میں پھنس گیا تھا

ز سودائش خوں در دل افتادہ بود
غصہ سے اس کے دل میں خون پڑ گیا تھا

بیابان و باران و سرما و سیل
جنگل اور بارش اور جاڑا اور بہاؤ

فروہشتہ ظلمت بر آفاق ذیل
تاریکی اطراف پر دامن لٹکائے ہوئے

ہمہ شب دریں غصہ تا بامداد
تمام رات صبح تک اس غصہ میں

سقط گفت و نفرین و دشنام داد
بیہودہ بکتا رہا اور لعنت اور گالیاں دیتا رہا

نہ دشمن برست از زبانش نہ دوست
اس کی زبان سے نہ دشمن بچا نہ دوست بچا

نہ سلطاں کہ آں بوم و بر زانِ اوست
نہ بادشاہ اس لیے وہ جنگل اور زمین اسی کا تھا

قضا شاہ کشور یکے نام جوے
خدا کا کرنا کہ ملک کا نامور بادشاہ

بہ نخچیر گہ بد بچوگان و گوے
شکارگاہ میں تھا مع بلے اور گیند کے

شنید آں سخنہائے دور از صواب
بادشاہ نے وہ غلط باتیں سنیں

نہ صبر شنیدن نہ روئے جواب
جن کے سننے کا نہ اسکو صبر تھا نہ جواب کا موقع تھا

نگہ کرد سالارِ اقلیم دید
اس نے نگاہ ڈالی ملک کے بادشاہ کو دیکھا

کہ بر پشتہ ماجرائے شنید
کہ اس نے ٹیلہ پر سے ماجرا سنا ہے

ملک شرگیں در حشم بنگریست
بادشاہ نے شر ناکر نوکروں کو دیکھا
که سودائے ایں برمن از بہر چیست
کہ اس کا غصہ مجھ پر کیوں ہے

یکے گفت شاہا بہ تیغش بزن
ایک بولا اے بادشاہ اس کو تلوار سے مار دے
که نگذاشت کس را نہ دختر نہ زن
اس لیے کہ اس نے کسی کو نہ چھوڑا نہ لڑکی کو نہ بیوی کو

نگہ کرد سلطانِ عالی محل
بلند مرتبہ بادشاہ نے نگاہ ڈالی
خودش در بلا دید و خر در وحل
اس کو مصیبت میں دیکھا اور گدھے کو کیچڑ میں

ببخشید بر حالِ مسکین مرد
مسکین انسان کے حال پر بخشش کی
فرو خورد خشم سخنہائے سرد
نامناسب باتوں کے غصہ کو پی گیا

زرش داد و اسپ و قبا پوستیں
اس کو سونا دیا اور گھوڑا اور پوستین کی قبا
چہ نیکو بود مہر در وقتِ کیں
غصہ کے وقت پیار کیسا ہی بھلا ہے

یکے گفتش اے پیرِ بے عقل و ہوش
کسی نے اس سے کہا اے بے عقل و ہوش بوڑھے
عجب رستی از قتل گفتا خموش
قتل سے خوب بچا، وہ بولا چپ رہ

اگر من بنالیدم از دردِ خویش
اگر میں اپنے درد کی وجہ سے نالاں ہوا
وے انعام فرمود در خوردِ خویش
اس نے اپنے مناسب انعام دیا

بدی را بدی سہل باشد جزا
برائی کا بدلہ برائی آسان ہے
اگر مردی اَحْسِنْ اِلٰی مَنْ اَسَا
اگر تو انسان ہے تو اس کے ساتھ احسان کر جس نے برا کیا ہے

حکایت توانگر سفلہ و درویش صاحبدل

کمینے مالدار اور صاحب دل فقیر کا قصہ

شنیدم کہ مغرورے از کبر مست
میں نے سنا ہے کہ ایک مغرور نے جو تکبر سے مست تھا
در خانہ بر روئے سائل ببست
بھکاری پر دروازہ بند کر دیا

بکنجے فرو ماندہ بنشست مرد
وہ بھکاری تھک کر ایک گوشے میں بیٹھ گیا
جگر گرم و آہ از تفِ سینہ سرد
(اس حال میں کہ) جگر گرم اور سینہ کی جلن سے آہ ٹھنڈی تھی

شنیدش یکے مردِ پوشیدہ چشم
اس کو ایک اندھے نے سنا
بگفتا چہ در تابت آورد و خشم
اس نے کہا تجھے گرمی اور غصہ میں کس چیز نے مبتلا کیا ہے

فرو گفت و بگریست بر خاکِ کوئے
اس نے بیان کیا اور رو دیا کوچہ کی خاک پر
جفائے کزاں شخصش آمد بروئے
اس ظلم کو جو اس شخص سے اس پر ہوا تھا

بگفت اے فلاں ترک آزار کن
وہ بولا اے فلاں رنج ختم کر!
یک امشب بنزدِ من افطار کن
ایک یہ کہ آج رات میرے پاس افطار کر

بخلق و فریبش گریباں کشید
اخلاق اور تدبیر سے اس کا گریبان کھینچا
بمنزل در آورد و خواں کشید
اس کو گھر میں لایا اور دستر خوان بچھایا

برآسود درویشِ روشن نہاد
روشن طبیعت درویش نے پیٹ بھرا
بگفت ایزدت روشنائی دہاد
کہا خدا تجھے بینائی عنایت فرمائے

ملا اس نے سب ہی کو گالیاں دی ہیں۔
ملا انسان کا کمال یہی ہے کہ غصہ کے مقام پر بھی پیار سے کام لے
ملا میں تو مصیبت زدہ تھا میرا واویلا بھی درست تھا اس نے جو کچھ کیا وہ اس کی شرافت کا تقاضا تھا
ملا یعنی رنج کی وجہ سے اس کا سینہ جل رہا تھا اور ٹھنڈی آہیں بھر رہا تھا۔
ملا یعنی اس کی آہیں ایک اندھے نے سن لیں۔

۱۰

شب از نرگسش قطرہ چندے چکید
رات میں اس کی نرگس[1] سے چند قطرے ٹپکے

حکایت بشہر اندر افتاد و جوش
شہر میں قصہ اور جوش پھیلا

شنید ایں سخن خواجہ سنگدل
اس سنگدل صاحب نے یہ بات سنی

بگفتا حکایت کن اے نیک بخت
اس[2] نے کہا نیک بخت بتا

کہ بر کردت ایں شمع گیتی فروز
جہان کو روشن کرنے والی تیری یہ شمع کس نے روشن کردی

تو کوتہ نظر بودی و سست رائے
تو کم نظر اور بد عقل تھا

بروئے من ایں در کسے کرد باز
میرے لئے یہ دروازہ اسی نے کھولا

اگر بوسہ بر خاکِ مرداں زنی
اگر تو بزرگوں کی خاک پر بوسہ دے گا

کسانیکہ پوشیدہ چشمِ دل اند
جو لوگ دل کے اندھے ہیں

چو برگشتہ دولت ملامت شنید
جب نصیب پھرے نے ملامت سنی

کہ شہبازِ من صیدِ دامِ تو شد
کہ میرا شہباز تیرے جال کا شکار بن گیا

کسے چوں بدست آورد جُرّہ باز
وہ شخص کس طرح سے شہباز کو پکڑ سکتا ہے

سحر دیدہ بر کرد و دنیا بدید
صبح اس نے آنکھ کھولی اور دنیا کو دیکھا

کہ بے دیدہ دیدہ بر کرد دوش
کہ گزشتہ رات ایک اندھا بینا ہو گیا ہے

کہ برگشت درویش ازو تنگدل
جس سے تنگدل ہو کر درویش واپس ہوا تھا

کہ چوں سہل شد بر تو ایں کارِ سخت
کہ یہ سخت کام تجھ پر کیسے آسان ہو گیا

بگفت اے ستمگارہ آشفتہ روز
اس نے کہا اے ظالم پریشان زمانہ

کہ مشغول گشتی بجغد از ہمائے
کہ ہما[3] کے بدلے اُلّو میں پھنس گیا

کہ کردی تو بر روئے او در فراز
جس پر تو نے دروازہ بند کیا تھا

بمردی کہ پیش آیدت روشنی
بزرگی کی قسم تیرے سامنے روشنی آ جائیگی

ہمانا کزیں توتیا غافلند
وہی اس توتیا سے غافل ہیں

سرانگشتِ حسرت بدنداں گزید
حسرت کی انگلی دانتوں سے کاٹی

مرا بود دولت بنامِ تو شد
دولت میری تھی تیرے نام ہو گئی

فرو بردہ چوں موش دنداں باز
جو چوہے کی طرح حرص میں دانت گاڑے ہو

گفتار اندر دلداری خلقے تا برسند باہل دلے

کہاوت مخلوق کی دلداری کے بیان میں تا کہ کسی اہل دل تک پہنچ جائیں

اَلا گر طلب گارِ اہلِ دِلی
آگاہ! اگر تو کسی صاحب دل کا طلبگار ہے

خورش دہ بدرّاج و کبک و حمام
تیتر اور چکور اور کبوتر کو دانہ ڈال!

چو ہر گوشہ تیرِ نیاز افگنی
جب تو عاجزی کا تیر ہر طرف چلائے گا

ز خدمت مکن یک زماں غافلی
تو خدمت سے تھوڑی دیر کیلئے بھی غفلت نہ کر

کہ یکروزت افتد ہمائے بدام
تا کہ کسی روز ہما تیرے جال میں آ جائے

امید است ناگہ کہ صیدے کنی
امید ہے کہ تو اچانک شکار کرلے گا

---

[1] یعنی آنکھوں سے کچھ پانی بہا۔
[2] یعنی وہی جس نے اس درویش کو نکال کر دروازہ بند کر لیا تھا اس اندھے کے پاس پہنچا اور بولا تیری مشکل کیسے حل ہو گئی
[3] یعنی دنیا کے لالچ کی وجہ سے ایک بزرگ کو گھر سے نکال دیا۔
[4] بزرگوں کی خاک کو بوسہ دینے سے دل روشن ہو جاتے ہیں ۔
[5] جو ہما کو پھانسنا چاہے گا اس کو دوسرے پرندوں کو بھی دانہ چگانا پڑے گا اچھے بزرگ ظاہر داروں میں ملے جلے ہوتے ہیں ۔

دُرے ہم بر آید ز چندیں صدف
بہت سی سیپیوں میں سے کوئی موتی بھی نکل آتا ہے

ز صد چوبہ آید یکے بر ہدف
سو تیروں میں سے کوئی نشانہ پر بیٹھتا ہے

حکایت دریں معنیٰ
قصہ اسی بیان میں

یکے را پسر گم شد از راحلہ
منزل سے ایک شخص کا لڑکا گم ہو گیا

شبانگہ بگردید در قافلہ
رات کے وقت قافلہ میں چکر کاٹتا پھرا

ز ہر خیمہ پرسید و ہر سو شتافت
ہر خیمہ میں پوچھا اور ہر جانب دوڑا

بتاریکی آں روشنائی بتافت
اندھیرے میں وہ نور کو چمکا

چو آمد بر مردم کارواں
جب قافلہ کے آدمیوں کے پاس پہنچا

شنیدم کہ می گفت با ساروان
تو میں نے سنا کہ اونٹ والے سے کہہ رہا تھا

ندانی کہ چوں راہ بردم بدوست
تجھے معلوم نہیں کہ میں دوست تک کیسے پہنچا

ہر آنکس کہ پیش آمدم گفتم اوست
جو بھی میرے سامنے آیا میں نے کہا وہی ہے

مشایخ بجاں طالب ہر کسند
بزرگ، دل سے ہر شخص کے طالب ہوتے ہیں

کہ باشد کہ وقتے بمردے رسند
تاکہ ہو سکے کہ کسی وقت وہ کسی انسان تک پہنچ جائیں

برند از برائے دلے بارہا
ایک دل کی خاطر بہت سے بوجھ اٹھاتے ہیں

خورند از برائے گلے خارہا
ایک پھول کے لیے بہت سے کانٹے کھاتے ہیں

حکایت ہمدریں معنیٰ
قصہ اسی بیان میں

ز تاج ملک زادۂ در مناخ
پڑاؤ میں ایک شہزادے کے تاج سے

شبے لعلے افتاد در سنگلاخ
ایک رات ایک لعل پتھریلی زمین میں گر گیا

پدر گفتش اندر شب تیرہ رنگ
تاریک تنگ رات میں باپ نے اس سے کہا

چہ دانی کہ گوہر کدامست و سنگ
تجھے کیا معلوم کہ گوہر کونسا ہے اور پتھر کون سا

ہمہ سنگہا گوش دار اے پسر
اے لڑکے! سب پتھروں کی حفاظت کر

کہ لعل از میانش نباشد بدر
اس لیے کہ لعل ان سے باہر نہ ہوگا

در اوباش پاکان شوریدہ رنگ
پراگندہ رنگ نیک لوگ رندوں میں

ہماں جائے تاریک و لعل اند و سنگ
وہی اندھیری جگہ اور پتھر اور لعل ہیں

بعزت بکش بار ہر جاہلے
ہر جاہل کا بوجھ عزت سے برداشت کر!

کہ افتی بسر وقت صاحبدلے
کسی وقت کسی صاحب دل تک پہنچ جائے گا۔

کسے را کہ با دوستے سر خوشست
کسی کو اگر کسی دوست سے عشق ہے

نہ بینی کہ چوں بار دشمن کشست
کیا تو نہیں دیکھتا وہ دشمن کا بوجھ کیونکر برداشت کرتا ہے

بدرد چو گل جامہ از دست خار
پھول کی طرح کپڑے کانٹوں سے پھاڑتا ہے

کہ خوں در دل افتادہ خندد چو نار
بلکہ جس کا دل خون میں ڈوبا ہوا ہو وہ انار کی طرح ہنستا ہے

۱؎ یعنی ہر شخص کو اپنا لڑکا سمجھ کر تحقیق کرتا تھا تب لڑکا ملا۔
۲؎ یعنی ہر کس و ناکس کی خدمت کرنی پڑتی جب کسی کس تک پہنچتے ہیں۔
۱۰
۳؎ یعنی محبوب کی خاطر رقیبوں کو سہنا پڑتا ہے۔
۴؎ یعنی جس کا دل عشق میں خون ہو وہ انار کی طرح ہنستا ہے انار کے دانے جب سرخ ہو جاتے ہیں تو چھلکا پھٹ جاتا ہے گویا وہ اس کا ہنسنا ہے۔

غمِ جملہ خور در ہوائے یکے
ایک کی محبت میں بہت سوں کا غم کھا
مراعاتِ صد کن برائے یکے
ایک کی وجہ سے سو کی رعایت کر

گرت خاکپایانِ شوریدہ سر
اگر دیوانے، گرے پڑے، تیری
حقیر و فقیر اند اندر نظر
نظر میں ذلیل اور محتاج ہیں

ق

تو ہرگز مبیں شاں بچشم پسند
تو ہرگز انہیں پسندیدگی کی نگاہ سے نہ دیکھ
کہ ایشاں پسندیدۂ حق پسند
اس لیے کہ ان کا پسندیدۂ حق ہونا کافی ہے

کسے را کہ نزدیک ظنت بد اوست
کسی ایسے شخص کے متعلق جو تیری نگاہ میں بُرا ہو
چہ دانی کہ صاحب ولایت خود اوست
تجھے کیا معلوم کہ وہ صاحب ولایت ہو

در معرفت برکسانیست باز
معرفت خداوندی کا دروازہ ان پر کھلا ہے
کہ درہاست بر روئے ایشاں فراز
جن پر لوگوں کے دروازے بند ہیں

بسا تلخ عیشانِ تلخی چشاں
بہت سے کڑوی زندگی رکھنے والے کڑواہٹ چکھنے والے
کہ آیند در حلّہ دامن کشاں[1]
فاخرہ لباس میں دامن کھینچے ہوئے آئیں گے

بہ بوسی گرت عقل و تدبیر ہست
اگر تجھ میں عقل اور تدبیر ہے تو بوسہ دے
ملک زادہ[2] را در نواخانہ دست
شہزادے کے ہاتھ کو قید خانہ میں

کہ روزے فرج یابد از شہر بند
اس لیے کہ وہ ایک دن قید خانہ سے رہائی حاصل کرے گا
بلندیت بخشد چو گردد بلند
جب بلند ہو گا تو تجھے بلندی بخشے گا

مسوزاں درختِ گل اندر خریف
خزاں میں پھولوں کے درخت کو نہ جلا
کہ در نو بہارت نماید طریف
کیونکہ نو بہار میں تجھے تازہ نظر آئے گا

حکایت پدرِ بخیل و فرزند لاابالی
بخیل باپ اور لاپرواہ لڑکے کا قصہ

یکے زہرۂ خرج کردن نداشت
ایک شخص خرچ کرنے کا پتہ نہ رکھتا تھا
زرش بود و یارائے خوردن نداشت
اس کے پاس مال تھا اور کھانے کی طاقت نہ رکھتا تھا

نخوردے کہ خاطر بیاسایدش
وہ نہ کھاتا کہ اپنے آپ کو آرام پہنچائے
ندادے کہ فردا بکار آیدش
نہ دیتا کہ کل کو اس کے کام آئے

شب و روز در بندِ زر بود و سیم
دن رات سونے چاندی کی فکر میں تھا
زر و سیم در بندِ مردِ لئیم
سونا اور چاندی کمینہ شخص کی قید میں تھا

بدانست روزے پسر در کمیں
ایک دن لڑکے نے پوشیدہ مقام سے دیکھ لیا
کہ ممسک کجا کرد زر در زمیں
کہ بخیل نے سونا زمین میں کس جگہ رکھا ہے

زخاکش بر آورد و برباد زاد
اُس نے زمین سے نکال لیا اور برباد کر دیا
شنیدم کہ سنگے در آنجا نہاد
میں نے سنا ہے ایک پتھر اس جگہ رکھ دیا

جواں مرد را زر بقائے نکرد
جوان لڑکے کے پاس سونا نہ ٹکا۔
بیک دستش آمد بدیگر بخورد
ایک ہاتھ سے اس کے پاس آیا دوسرے سے اڑا دیا

---

[1] یعنی دنیاوی زندگیوں میں جنھوں نے مصائب جھیلے ہیں جنت میں فاخرہ لباس میں ہوں گے۔
[2] یعنی جب وہ معتوب ہو تو اس کے ساتھ احسان کر تاکہ اقتدار پر آنے کے بعد تجھے فائدہ پہنچائے۔

۱۰

کزیں کم زنے بود نا باک رو
ایسا فضول خرچ اور بد وضع تھا

نہادہ پدر چنگ در نائے خویش
باپ نے ستار حلق میں رکھا

پدر زار و گریاں ہمہ شب نخفت
باپ روتے دھوتے تمام رات نہ سویا

زر از بہر خوردن بود اے پدر
اے باپ سونا خرچ کے لیے ہوتا ہے

زر از سنگ خارا بروں آورند
سنگ خارا سے سونا نکالتے ہیں

زر اندر کف مرد دنیا پرست
دنیا پرست کی ہتھیلی میں سونا

چو در زندگانی بدی با عیال
جب تو زندگی میں متعلقین کے ساتھ برا ہے

چو چشمارو آنگہ خورند از تو سیر
تو چشمارو کی طرح ہے وہ تجھ سے پیٹ بھر کر کھائیں گے

بخیل توانگر بدینار و سیم
مالدار بخیل اشرفیوں اور چاندی پر

ازاں سالہا می بماند زرش
اسی واسطے برسوں اس کا روپیہ رہتا ہے

بسنگ اجل ناگہش بشکنند
موت کے پتھر سے اچانک اس کو توڑیں گے

پس از بردن و گرد کردن چو مور
لے جانے اور چیونٹی کی طرح جمع کرنے کے بعد

سخنہائے سعدی مثالست و پند
سعدی کی باتیں مثال اور نصیحت ہیں

دریغست ازیں روئے بر تافتن
ان سے منہ موڑنا افسوسناک ہے

کلاہش ببازار و میزر گرو
کہ اس کی ٹوپی اور لنگی بازار میں گروی رہتی تھی

پسر چنگی و نائی آورد پیش
لڑکے نے ستار اور شہنائی بجانیوالوں کو سامنے بلایا

پسر بامداداں بخندید و گفت
لڑکا صبح کو ہنسا اور بولا

ز بہر نہادن چہ سنگ و چہ زر
رکھنے کے لیے پتھر اور سونا یکساں ہے

کہ بخشند و پوشند و آساں خورند
تاکہ دیں اور پہنیں اور آرام سے کھائیں

ہنوز اے برادر بسنگ اندرست
ابھی تک اے بھائی پتھر ہی کے اندر ہے

گرت مرگ خواہند ازیشاں منال
اگر وہ تیرا مرنا چاہیں تو شکوہ نہ کر

کہ از بام پنجہ گز افتی بزیر
جبکہ تو پچاس گز کی چھت سے نیچے گرے گا

طلسمیست بالائے گنجے مقیم
ایک جادو ہے جو خزانہ پر قائم ہے

کہ لرزد طلسمے چنیں بر سرش
کیونکہ اس طرح کا جادو اس پر ہل رہا ہے

بآسودگی گنج قسمت کنند
آرام سے خزانہ بانٹ لیں گے

بخور پیش ازاں کت خورد کرم گور
اس سے پہلے کھالے کہ تجھے قبر کے کیڑے کھائیں

بکار آیدت گر شوی کاربند
تیرے کام آئیں گی اگر تو عمل کرے گا

کزیں روئے دولت تواں یافتن
کیونکہ انہی سے دولت پائی جاسکتی ہے

۱. یعنی حلق سے رونے کی آوازیں نکالنے لگا۔
۲. سونا، پتھر کی رگوں میں سے نکالا جاتا ہے۔
۳. چشمارو، ڈراؤنا نشان ہوتا ہوتا ہے جو کھیتوں پر جانوروں کو ڈرانے کے لیے گاڑ دیا جاتا ہے۔
۴. مشہور ہے کہ خزانہ پر سانپ کا پتلا بنا کر جادو کر دیا جاتا ہے جو خزانہ نکالنے والے کو اژدہا نظر آتا ہے۔
۵. دانگ درم کا چھٹا حصہ ہوتا تھا اور درم ۳ تولہ ۲ ماشہ ۴ لالرڑی کا ہوتا تھا۔



حکایت احسان اندک و ثمرۂ آں بے نہایت

تھوڑے سے احسان اور اس کے بے انتہا پھل کا قصہ

جوانے بدانگے کرم کردہ بود
ایک نوجوان نے ایک دانگ بخشا تھا

تمنائے پیرے برآوردہ بود
ایک بوڑھے کی تمنا پوری کی تھی

بجُرمے گرفت آسماں ناگہش
اچانک آسمان نے اس کو ایک جرم میں گرفتار کر لیا

تماشا کناں بر در و کوئے و بام
تماشائی دروازے اور کوچے اور چھت سے تماشا دیکھ رہے تھے

چو دید اندر آشوب درویش پیر
جب بوڑھے فقیر نے شور و غل میں دیکھا

دلش بر جواں مردِ مسکین بخست
جواں مرد مسکین پر اس کا دل زخمی ہو گیا

بر آورد زاری کہ سلطاں بمُرد
رونے لگا کہ بادشاہ مر گیا ہے

بہم بر ہمے سُود دست دریغ
افسوس کا ہاتھ ہاتھ پر ملتا تھا

بفریاد از ایشاں بر آمد خروش
ان کی فریاد سے شور پیدا ہو گیا

پیادہ بسر تا درِ بارگاہ
بارگاہ کے دروازے تک پیدل تیز

جواں از میاں رفت و بردند پیر
جوان درمیان سے نکل گیا وہ بوڑھے کو لے گئے

بہولش بپرسید و ہیبت نمود
اس کو دھمکا کر دریافت کیا اور رعب دکھایا

چو نیکست خوئے من و راستی
جبکہ میری عادت نیک اور ٹھیک ہے

بر آورد پیرِ دلاور زباں
بہادر بوڑھے نے زبان کھولی

بقولِ دروغیکہ سلطاں بمُرد
اس جھوٹی بات کی وجہ سے کہ بادشاہ مر گیا

ملِک زیں حکایت چناں بر شگفت
بادشاہ اس قصہ سے ایسا خوش ہوا

وزیں جانب افتان و خیزان جواں
اس جانب سے جوان گرتا پڑتا

یکے گفتش از چار سوئے قصاص
قصاص کے چورا ہے سے ایک شخص نے اس سے کہا

ق

فرستاد سلطاں بکشتن گہش
بادشاہ نے اس کو قتل گاہ میں بھیج دیا

تگاپوئے ترکان و جوشِ عوام
سپاہیوں کی بھاگ دوڑ اور عوام کے جوش کا

جواں را بدستِ خلائق اسیر
جوان کو لوگوں کے ہاتھ میں قیدی

کہ بارے دل آوردہ بودش بدست
کیونکہ ایک بار اس نے اس کا دل ہاتھ میں لیا تھا

جہاں ماند و خوئے پسندیدہ برد
دنیا رہ گئی اور وہ اچھی عادتیں اپنے ساتھ لے گیا ہے

شنیدند ترکانِ آہختہ تیغ
تلوار سونتے ہوئے سپاہیوں نے سنا

تپانچہ زناں بر سر و روئے و دوش
سر اور چہرہ اور کاندھے پیٹتے ہوئے

دویدند و بر تخت دیدند شاہ
دوڑے اور انھوں نے بادشاہ کو تخت پر دیکھا

بگردن بر تخت سلطاں اسیر
بادشاہ کے تخت پر گردن کے ذریعہ قیدی بنا کر

کہ مرگِ منت خواستن بر چہ بود
کہ تجھے میرا مرنا چاہنا کس بنا پر تھا — ؟

بدِ مردم آخر چرا خواستی
آخر انسانوں کی بدخواہی تو نے کیوں کی

کہ اے حلقہ در گوشِ حکمت جہاں
کہ اے بادشاہ جہان تیرے حکم کا تابعدار ہے

نمُردی و بے چارہ جاں ببُرد
تو نہ مرا اور وہ بے چارہ جان بچا لے گیا

کہ چیزیش بخشید و چیزے نگفت
کہ اس کو کچھ دیا اور کچھ نہ کہا

ہمی رفت و بیچارہ ہر سو دواں
جا رہا تھا اور ہر جانب کو بھاگ رہا تھا

چہ کردی کہ آمد بجانت خلاص
تو نے کیا کیا کہ تیری جان کو چھٹکارا ملا۔

۱۔ تو میرے مرنے کا خواہاں کیوں تھا
۲۔ اچھے بادشاہ کی موت کی تمنا مخلوق کی بدخواہی ہے۔
۳۔ عموماً چوراہے پر قتل کرتے تھے تاکہ عبرت حاصل ہو۔

۱۰۸

بگوشش فرو گفت کاے ہوشمند
اس نے اس کے کان میں کہا اے ہوشمند

یکے تخم در خاک ازاں می نہد
ایک شخص مٹی میں بیج اسی لئے ڈالتا ہے

جوے باز دارد بلائے درشت
سخت بلا مصیبت کو ایک جَو ٹال دیتا ہے

حدیثِ درست آخر از مصطفیٰ است
آخر آنحضورؐ کی حدیث صحیح ہے

عدو را نہ بینی دریں بقعہ پائے
تو اس سرزمین میں دشمن کے قدم نہ دیکھے گا

بگیرا اے جہانے بروئے تو شاد
اے وہ بادشاہ کہ دنیا تیرے چہرہ سے خوش ہے لے

کس از کس بدورِ تو بارے نبرد
تیرے دور میں کسی نے کسی سے تکلیف نہیں اٹھائی

توئی سایۂ لطفِ حق بر زمیں
تو زمین پر اللہ کی مہربانی کا سایہ ہے

ترا قدر اگر کس نداند چہ غم
اگر کوئی تیرا مرتبہ نہ جانے تو کیا غم ہے

بجانے و دانگے رہیدم ز بند
ایک جان اور ایک دانگ کی وجہ سے میں قید سے چھوٹ گیا

کہ روزِ فرو ماندگی بر دہد
کہ ضرورت کے دن پھل دے گا

عصائے ندیدی کہ عوج بکشت
تو نے نہیں دیکھا کہ لاٹھی نے عوج کو مار ڈالا

کہ بخشایش و خیر دفع بلا ست
کہ عطا اور بھلائی بلا کو دفع کرنے والی ہے

کہ بوبکر سعد است کشور کشائے
اس لیے کہ بوبکر سعد بادشاہ ہے

جہانے کہ شادی بروئے تو باد
ایک دوسرے جہان کہ خدا کرے تیرا چہرہ خوش رہے

گلے در چمن جورِ خارے نبرد
چمن میں پھول نے کانٹے کا ظلم نہ سہا

پیمبر صفت رحمۃ العالمیں،
پیغمبرؐ کی طرح دونوں جہان کے لئے رحمت ہے

شب قدر را می ندانند ہم
لوگ شب قدر کو بھی نہیں جانتے ہیں

حکایت در معنی ثمرۂ نیکوکاری

نیکی کرنے کے پھل کے بیان میں قصہ

کسے دید صحرائے محشر بخواب
کسی نے خواب میں حشر کا میدان دیکھا

ہمی بر فلک شد ز مردم خروش
آدمیوں کا آسمان پر غل پہنچ گیا

یکے شخص ازیں جملہ در سایہ
ان سب میں سے ایک شخص سایہ میں تھا

بپرسید کاے مجلس آرائے مرد
اس نے پوچھا کہ اے مجلس کی زینت انسان

رزے داشتم بر درِ خانہ گفت
اس نے کہا گھر کے دروازے پر انگور کی بیل تھی

دریں وقت نومیدی آں مرد راست
اس بھلے انسان نے اس ناامیدی کے وقت

مسِ تفتہ روئے زمیں ز آفتاب
روئے زمین آفتاب کی وجہ سے گرم تانبا تھی

دماغ از تپش می بر آمد بجوش
گرمی کی وجہ سے دماغ کھول رہا تھا

بگردن بر از خلد پیرایہ
گلے میں جنت کا لباس تھا

کہ بود اندریں مجلس است پایمرد
اس مجلس میں تیرا کون مددگار تھا

بسایہ درش نیک مردے بخفت
اس کے سایہ میں ایک نیک مرد سویا

گناہم ز دادار داور بخواست
منصف حاکم سے میرے گناہ کے بارے میں درخواست کی

۱ یعنی ایک شخص نے ایک دانگ کی وجہ سے مجھے بچا دیا۔
۲ معمولی صدقہ بڑی مصیبت کو ٹال دیتا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کی معمولی لکڑی نے عوج بن عنق کو فنا کر ڈالا تھا۔
۳ یعنی عقبےٰ



بکمالے۔
۴ آنحضورؐ دونوں جہانوں کے لیے رحمت ہیں ایسا ہی تو بھی ہے
۵ اگر کسی اچھی چیز کو لوگ نہ جان سکیں تو اس میں برائی نہیں ہے۔ شب قدر کس قدر فضیلتوں بھری رات ہے لیکن کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کب ہوتی ہے۔

که یارب برین بنده بخشایشے
کہ اے خدا اس بندہ کی بخشش فرما

کز و دیده ام وقتے آسایشے
اس لیے کہ میں نے اس سے ایک وقت آرام پایا ہے

چه گفتم چو حل کردم ایں راز را
جب میں نے یہ راز حل کر لیا تو کیا خوب کہا

بشارت خداوند شیراز را
کہ شیراز کے بادشاہ کے لیے خوش خبری ہے

که آفاق در سایهٔ ہمتش
اس لیے کہ عالم اس کی ہمت کے سایے میں

مقیم اند و بر سفرهٔ نعمتش
اور اس کی نعمتوں کے دستر خوان پر ٹھہرا ہے

درختیست مرد کرم باردار
سخی آدمی پھل دار درخت ہے

وزو بگذری ہیزم کوہسار
اور اس کے علاوہ پہاڑ کا ایندھن ہے

حطب را اگر تیشه بر پے زنند
ایندھن کی جڑ پر اگر کلہاڑا چلائیں

درخت برومند را کے زنند
تو پھل دار درخت کو کب کاٹتے ہیں

بسے پائدار اے درخت ہنر
اے ہنر کے درخت خدا کرے تو بہت پائدار رہے

که ہم میوه داری و ہم سایه در
کیونکہ تو میوہ دار بھی ہے اور سایہ دار بھی

گفتار اندر ہیبت ملوک و سیاست ملک
بادشاہوں کی ہیبت اور ملک کی تدبیر کے بیان میں کہاوت

بگفتیم در باب احساں بسے
احسان کے بارے میں ہم نے بہت سی باتیں کہیں

ولیکن نه شرطست با ہر کسے
لیکن ہر شخص کے ساتھ کرنا مناسب نہیں

بخور مردم آزار را خون و مال
انسانوں کو ستانے والے کا خون اور مال کھا جا

که از مرغ بد کنده به پر و بال
اس لیے کہ شریر پرند کے بال و پر اکھڑے ہوئے بہتر ہیں

کسے را که با خواجه تست جنگ
تیرے مالک سے جس کی لڑائی ہے

بدستش چرا می دہی چوب و سنگ
اس کے ہاتھ میں لکڑی اور پتھر کیوں دیتا ہے

برانداز بیخیکه خار آورد
وہ جڑ اکھاڑ دے جو کانٹا اگائے

درختے بپرور که بار آورد
اس درخت کی پرورش کر جو پھل لائے

کسے را بده پایهٔ مہتراں
سرداروں کا مرتبہ اس کو دے

که بر کہتراں سر ندارد گراں
جو چھوٹوں پر بد دماغی نہ کرے

مبخشای بر ہر کجا ظالمیست
جہاں بھی کوئی ظالم ہے اس کو معاف نہ کر

که رحمت برو جور بر عالمیست
کیونکہ اس پر رحم کرنا زمانہ پر ظلم ہے

جہاں سوز را کشته بہتر چراغ
ظالم کا چراغ گل ہوا ہی بہتر ہے

یکے به در آتش که خلقے بداغ
ایک شخص کا آگ میں جلنا بہتر نہ تمام مخلوق کا رنج میں رہنا

ہر آنکه که بر دزد رحمت کنی
جب تو چور پر رحم کرے

بباز و ئے خود کارواں می زنی
تو اپنی طاقت سے قافلہ پر ڈاکہ ڈال رہا ہے

جفا پیشگاں را بده سر بباد
ظالموں کو برباد کر دے

ستم بر ستم پیشه عدلست و داد
ظالم پر ظلم کرنا عدل اور انصاف ہے

۱۰

۱؎ یعنی سخی کی مثال تو پھل دار درخت کی سی ہے اور بقیہ لوگ اس ایندھن کی طرح ہیں جو پہاڑوں پر اگتا ہے۔
۲؎ بد انسان خدا کا دشمن ہے اس کی مدد نہ کرنی چاہیے۔
۳؎ ایسے ظالم کو آگ میں جلا دینا بہتر ہے جس سے تمام مخلوق رنجیدہ ہو۔
۴؎ چونکہ چور پر تیرا رحم کرنا قافلہ پر ڈاکہ زنی کا سبب بنا لہٰذا گویا تو نے ہی ڈاکہ ڈالا ہے۔

گفتار در معنیٔ احساں باکسے کہ سزاوار نباشد

کہاوت اُس شخص پر احسان کرنے کے بیان میں جو اُس کا مستحق نہیں ہے

شنیدم کہ مردے غمِ خانہ خورد
میں نے سنا ہے کہ ایک شخص کو اپنے گھر کی فکر ہوئی

کہ زنبور در سقفِ اولانہ کرد
اس لیے کہ بھڑوں نے اس کی چھت میں چھتہ لگا لیا

زنش گفت ازیناں چہ خواہی مکن
اس کی بیوی نے کہا ان سے تجھے کیا مطلب ہے، نہ اکھاڑ

کہ مسکیں پریشاں شوند از وطن
کہ بیچاری اپنی رہنے کی جگہ سے پریشان ہوں گی

بشد مردِ ناداں بہ کارِ خویش
بیوقوف شوہر اپنے کام میں لگ گیا

گرفتند یک روز زن را بہ نیش
ایک دن بھڑوں نے بیوی کو ڈنک مارا

بیامد ز دکّان سوئے خانہ مرد
شوہر دوکان سے گھر آیا

براں بے خرد زن بسے طیرہ کرد
اس پر بے عقل بیوی نے بہت غصہ کیا

زنِ بے خرد بر درو بام و کوی
بے عقل بیوی دروازے اور کوٹھے اور کوچہ میں

ہمی کرد فریاد و می گفت شوی
شور کر رہی تھی اور شوہر کہہ رہا تھا

مکن روئے بر مردم اے زن ترش ق
اے عورت لوگوں پر منہ نہ بنا

تو گفتی کہ زنبورِ مسکیں مکش
تو نے ہی تو کہا کہ مسکین بھڑوں کو نہ مار۔

کسے با بداں نیکوئی چوں کند
بروں کے ساتھ کوئی بھلائی کس طرح کرے

بداں را تحمّل بد افزوں کند [1]
بروں کی برداشت کرنا برائی کو بڑھاتا ہے

چوں اندر سرے بینی آزارِ خلق
اگر تو کسی سر میں لوگوں کی ایذاء دیکھے

بشمشیرِ تیزش بیازار حلق
تیز تلوار سے اس کے حلق کو ستا

سگ آخر کہ باشد کہ خوانش نہند
آخر کتا کیا ہے کہ لوگ اس کے لیے دسترخوان بچھائیں

بفرمای تا استخوانش دہند
حکم دے تاکہ اس کو ہڈی ڈالیں

چہ نیکو زد ست ایں مثل پیرِ دہ
گاؤں کے بڈھے نے کیا اچھی مثل بیان کی ہے

ستورِ لگد زن گراں بار بہ
[2] دولتی مارنے والا گدھا بوجھ سے لدا بہتر

اگر نیک مردی نماید عسس،
اگر سپاہی شرافت دکھائے

نیارد بشب خفتن از دزد کس
تو چور کی وجہ سے رات کو کوئی بھی نہ سو سکے

نئے نیزہ در حلقۂ کارزار
جنگ کے میدان میں نیزہ کی نے

بقیمت تر از نیشکر صد ہزار
نیشکر سے قیمت میں ایک لاکھ گنا زیادہ ہے

نہ ہر کس سزاوار باشد بمال
ہر شخص مال کے لائق نہیں ہے

یکے مال خواہد یکے گوشمال
ایک مال چاہتا ہے ایک گوشمالی

چو گربہ نوازی کبوتر برد
جب تو بلی کو نوازے گا کبوتر لے جائے گی

چو فربہ کنی گرگ یوسف درد
جب تو بھیڑیے کو موٹا کرے گا یوسف کو پھاڑے گا

بنائے کہ محکم ندارد اساس
جو عمارت مضبوط بنیاد نہ رکھے

بلندش مکن ور کنی زو ہراس
اس کو بلند نہ کر اور اگر کرے گا تو اس سے ڈر تا رہ

[1] اگر انسان بروں سے تحمل برتتا ہے تو وہ اور سرکش ہوجاتے ہیں

[2] کیونکہ لدھا ہوا گدھا دولتی نہ مار سکے گا۔

[3] یعنی بداصل کو زیادہ بلند نہ کر

گفتار اندر پیش بینی و عاقبت اندیشی

پیش بینی اور انجام سوچنے کے بیان میں کہاوت

چہ خوش گفت بہرامِ صحرا نشیں
صحرا نشین بہرام نے کیا خوب کہا
چو یکرانِ توسن زدش بر زمیں
جب سرکش گھوڑے نے اس کو زمین پر پٹخ دیا

دگر اسپے از گلہ باید گرفت
گلہ میں سے دوسرا ایسا گھوڑا پکڑنا چاہیے
کہ گر سرکشد باز شاید گرفت
جو سرکشی کرے تو تھاما جاسکے۔

سرِ چشمہ شاید گرفتن بمیل
چشمے کے منہ کو سلائی سے بند کردینا چاہیے
چو پُر شد نشاید گذشتن بہ پیل
جب وہ بھر جائے تو ہاتھی کے ذریعے بھی نہیں گذرا جاسکتا ہے

ببند اے پسر دجلہ گر آب کاست
اے لڑکے اگر دجلہ گھٹا ہوا ہو تب بند باندھ دے
کہ سودے ندارد چو سیلاب خاست
اس لیے کہ جب سیلاب پیدا ہوجائیگا پھر کوئی فائدہ نہیں

چو گرگِ خبیث آمد اندر کمند
جب خبیث بھیڑیا کمند میں آجائے
بکشش ورنہ دل برکن از گوسفند
اس کو مار ڈال ورنہ بکری سے دل ہٹالے

از ابلیس ہرگز نیاید سجود
شیطان سے کبھی سجدہ نہیں ہوتا
نہ از بدگہر نیکوئی در وجود
نہ بداصل سے نیکی وجود میں آتی ہے

بد اندیش را جائے و فرصت مدہ
مخالف کو جگہ اور موقع نہ دے
عدو در چہ و دیو در شیشہ بہ
دشمن کنوئیں میں اور دیو شیشی میں بہتر ہے

مگو شاید ایں مار کشتن بچوب
یہ نہ کہہ اس سانپ کو لکڑی سے مارنا چاہیے
چو سر زیرِ سنگِ تو دارد بکوب
جب اس نے تیرے پتھر کے نیچے سر کرلیا فوراً کوٹ دے

قلمزن کہ بد کرد با زیردست
جس محرر نے کمزور کے ساتھ برائی کی ہو۔
قلم بہتر او را بشمشیر دست
اس کا ہاتھ تلوار سے قلم کرنا بہتر ہے

مدبر کہ قانون بد می نہد
جو وزیر برا قانون بناتا ہے
ترا می برد تا بآتش دہد
وہ تجھے آگ میں ڈالنے لے جاتا ہے

مگو ملک را ایں مدبر بس است
یہ نہ کہہ کہ ملک کے لیے یہ وزیر کافی ہے
مدبر مخوانش کہ مُدبر کس است
اس کو منتظم نہ کہہ اس لیے کہ وہ بدبخت انسان ہے

سعید آورد قولِ سعدی بجائے
نیک بخت سعدی کی بات بجالاتا ہے
کہ توفیرِ ملک است و تدبیرِ رائے
کیونکہ وہ بات ملک کی بڑھوتری اور تدبیر اور رائے ہے

باب سوم در عشق

تیسرا باب عشق کے بیان میں

خوشا وقتِ شوریدگانِ غمش
اس کے غم کے دیوانے بھی خوش وقت ہیں
اگر ریش بینند و گر مرہمش
خواہ زخم دیکھیں یا زخم کا مرہم

گدایانے از پادشاہی نفور
ایسے گدا جو بادشاہی سے متنفر ہیں
بامیدش اندر گدائی صبور
اس کی تمنا میں گدائی پر صابر ہیں

[1] بہرام گور کو صحرا نشین بھی کہا جاتا ہے چونکہ وہ گورخر کے شکار کے شوق میں جنگلوں میں پڑا رہتا تھا۔

[2] یعنی انسان ہمیشہ ایسے گھوڑے پر سوار ہو جس پر قابو پاسکے۔

[3] موقع پاکر دشمن کو کنوئیں میں دھکا دے دے مشہور ہے کہ جنوں کو شیشی میں بند کردیا جاتا ہے۔

دمادم شراب الم درکشند
غم کی شراب پے درپے پیتے ہیں
وگر تلخ بینند دم درکشند
اگر کڑواہٹ بھی محسوس کرتے ہیں تو چپ ہو رہتے ہیں

بلائے خمار۱ است در عیشِ مُل
شراب کے عیش میں خمار کی مصیبت ہے
سلحدار خار است با شاخِ گل
پھول کی شاخ کے ساتھ کانٹا ہتھیار بند ہے

نہ تلخست صبرے کہ بریادِ اوست
جو اس کی یاد میں صبر ہے وہ کڑوا نہیں ہے
کہ تلخی شکر باشد از دست دوست
اس لیے کہ دوست کے ہاتھ سے کڑواہٹ شکر ہوتی ہے

اسیرش نخواہد رہائی ز بند
اس کا قیدی قید سے رہائی نہیں چاہتا
شکارش نخواہد خلاص از کمند
اس کا شکار پھندے سے چھٹکارا نہیں چاہتا

سلاطین عُزلت گدایانِ حے
خدا کے گدا گوشہ نشینی کے شاہ ہیں
منازل شناسانِ گم کردہ پے۲
منزلوں کو پہچاننے والے بے نشان ہیں

ملامت کشانند مستانِ یار
یار کے دیوانے ملامت برداشت کرنے والے ہیں
سبکتر برد اشترِ مست بار
مست اونٹ بوجھ تیزی سے لے جاتا ہے

بسر وقتِ شاں خلق کے رہ برند
ان کے اوقات کا مخلوق کو راستہ کب ملتا ہے
کہ چوں آبِ حیواں بظلمت دراند
کیونکہ وہ آبِ حیات کی طرح اندھیرے میں ہیں

چو بیت المقدس دروں پر ز تاب
بیت المقدس کی طرح باطن نور سے بھرا ہے
رہا کردہ دیوار بیروں خراب
باہر کی دیوار کو خستہ و خراب چھوڑ رکھا ہے

چو پروانہ آتش بخود در زنند
پروانے کی طرح خود کو آگ میں ڈال دیتے ہیں
نہ چوں کرم پیلہ۳ بخود در تنند
ریشم کے کیڑے کی طرح خود آرائی نہیں کرتے ہیں

دلآرام در بر دلآرام جوئے
حق تعالیٰ کے طالب معشوق در بغل ہیں
لب از تشنگی خشک بر طرفِ جوئے
دریا کے کنارے پر ہیں اور پیاس کی شدت سے ہونٹ خشک ہیں

نگویم کہ بر آب قادر نیند
میں یہ نہیں کہتا کہ وہ پانی پر قادر نہیں ہیں
کہ بر ساحلِ نیل مستسقی اند۴
بلکہ نیل کے کنارے پر جلندھر کے بیمار ہیں

گفتار اندر ثبوت عشقِ حقیقی بدلیلِ مجازی

عشق مجازی کی دلیل سے عشق حقیقی کے ثبوت کے بیان میں کہاوت

ترا عشق ہمچوں خودی زآب و گل
تیرا اپنے جیسے پانی مٹی کے بنے ہوئے سے عشق
رباید ہمی صبر و آرامِ دل
صبر اور دل کی راحت اڑا دیتا ہے

بہ بیداریش فتنہ بر خد و خال
بیداری میں اس کے رخسار اور تل پر فریفتہ
بخواب اندرش پائے بندِ خیال
سونے میں اس کے خیال کا پابند

بصدقش چناں سر نہی بر قدم
تو اس کے پیر پر ایسے خلوص سے سر رکھتا ہے
کہ بینی جہاں با وجودش عدم
کہ اس کے وجود کے سامنے دنیا کو معدوم سمجھتا ہے

چو در چشمِ شاہد نیاید زرت
جب تیرا روپیہ معشوق کی نظر میں نہیں آتا ہے
زر و خاک یکساں نماید برت
تو تجھے سونا اور مٹی یکساں معلوم ہوتا ہے

۱؎ خمار اس اعضا شکنی کو کہا جاتا ہے جو نشہ کے اتار کے وقت بدن میں پیدا ہوتی ہے۔
۲؎ خدا رسیدہ اپنے آپ کو گم کر دیتے ہیں۔
۳؎ ریشم کا کیڑا اپنے اوپر ریشم تنتا ہے اور اس کے نتیجے میں خود اندر رہ جاتا ہے اور مر جاتا ہے تو گویا اس نے خود آرائی کی اور فنا ہو گیا۔
۴؎ اہل اللہ کو وصال دوست ہر وقت حاصل رہتا ہے لیکن ان کی پیاس کسی طرح نہیں بجھتی ہے۔

دگر با کسے در نیاید نفس
پھر تو کسی دوسرے سے دل نہیں لگتا
تو گوئی بچشم اندرش منزلست
گویا تو اسی کی جگہ آنکھ میں سمجھتا ہے
نہ اندیشہ از کس کہ رسوا شوی
تجھے کسی کا ڈر نہیں کہ تو رسوا ہو جائے گا
گرت جاں بخواہد بکف بر نہی
اگر وہ تیری جان مانگے تو ہتھیلی پر رکھ لے گا
چو عشقے کہ بنیاد او بر ہواست
جب وہ عشق جس کی بنیاد خواہش پر ہے
عجب داری از سالکان طریق
تو تجھے راستہ کے سالکوں سے تعجب ہے
بسودائے جاناں ز جاں مشتغل
معشوق کی فکر میں جان سے بے نیاز ہیں
بیاد حق از خلق بگریختہ
خدا کی یاد میں مخلوق سے بھاگے ہوئے ہیں
نشاید بدارو دوا کردشاں
ان کا علاج دوا سے کرنا مناسب نہیں ہے
الست از ازل ہمچناں شاں بگوش
ازل سے ان کے کان میں الست اسی طرح ہے
گروہے عملدار عزلت نشیں
ایک گروہ جو کارکن ہے گوشہ نشین ہے
بیک نعرہ کوہے ز جا بر کنند
ایک نعرہ سے پہاڑ کو جگہ سے ہلا دیں
چو باد اند پنہان و چالاک پوئے
ہوا کی طرح پوشیدہ ہیں اور تیز رفتار ہیں
سحر ہا بگریند چندانکہ آب
آخر کی شب میں اس قدر روتے ہیں کہ آنسو
فرس کشتہ از بس کہ شب راندہ اند
جن کا گھوڑا مردہ ہے چونکہ رات کو بہت چلایا ہے
شب و روز در بحر سودا و سوز
رات اور دن جنون اور سوز کے سمندر میں ہیں

کہ با او نماند دگر جائے کس
اس لیے کہ اس کے ہوتے ہوئے دوسرے کی گنجائش نہیں رہتی
وگر چشم بر ہم نہی در دلست
اور اگر تو آنکھ بند کرتا ہے تو وہ دل میں ہے
نہ قوت کہ یکدم شکیبا شوی
نہ طاقت کہ فوراً صابر بن جائے
ورت تیغ بر سر نہد سر نہی
اور اگر وہ تیرے سر پر تلوار رکھے تو تو سر دھر دیگا
چنیں فتنہ انگیز و فرماں رواست
اس قدر فتنہ انگیز اور فرماں روا ہے
کہ باشند در بحر معنی غریق
جو کہ وہ حقیقت کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ہیں
بذکر حبیب از جہاں مشتغل
معشوق کے ذکر میں دنیا سے غافل ہیں
چناں مست ساقی کہ مے ریختہ
ساقی کے ایسے مست ہیں کہ شراب لنڈھائے ہوئے ہیں
کہ کس مطلع نیست بر درد شاں
کیونکہ ان کے درد سے کوئی واقف نہیں ہے
بفریاد قالوا بلیٰ در خروش
قالوا بلیٰ کی فریاد کا شور کر رہے ہیں
قدم ہائے خاکی دم آتشیں
جن کے قدم خاک آلودہ ہیں جن کا سانس آتشیں ہے
بیک نالہ ملکے بہم بر کنند
ایک نالہ سے ملک کو برباد کر دیں
چو مشک اند خاموش و تسبیح گوئے
مشک کی طرح ہیں خاموش اور تسبیح کرنے والے ہیں
فرو شوید از دیدہ شاں کحل خواب
ان کی آنکھوں سے نیند کا سرمہ دھو دیتے ہیں
سحر گہ خروشاں کہ وا ماندہ اند
صبح کو فریاد کرنے والے کہ وہ درماندہ ہیں
ندانند از آشفتگی شب ز روز
دیوانگی کی وجہ سے رات کا دن سے امتیاز نہیں کر سکتے ہیں

[1] یعنی بیداری میں معشوق آنکھوں میں سمایا رہتا ہے اور سونے میں اسی کے خواب نظر آتے ہیں۔
[2] جب عشق مجازی کے یہ احوال ہیں تو عشق حقیقی میں ان حالات پر کیا تعجب کی بات ہے۔
[3] حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازل میں روحوں کو جمع کر کے دریافت کیا "الستُ بربکم" کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ تو سب نے "بلیٰ" کہا تھا۔ یعنی کیوں نہیں ہے اسی کو عہدِ الست کہا جاتا ہے۔
[4] ابدال اور اقطاب دنیا میں تکوینی کاموں پر مقرر کیے گئے ہیں۔
[5] دنیا داروں کی نظر سے پوشیدہ ہیں لیکن فیض رساں ہیں۔
[6] گھوڑے سے مراد خاکی بدن ہے یعنی رات بھر کی عبادت میں جسم کو ماندہ کر دیتے ہیں پھر صبح کو بے قرار ہوتے ہیں کہ منزل دور ہے۔
[7] یعنی ان کی نگاہ میں رات دن یکساں ہے۔

چناں فتنہ بر حسنِ صورت نگار
نقاش کے حسن پر اس قدر فریفتہ ہیں

کہ با حسنِ صورت ندارند کار
کہ صورت کے حسن سے ان کو کوئی واسطہ نہیں

ندادند صاحبدلاں دل بپوست
صاحب دل چمڑی کو دل نہیں دیتے ہیں

وگر ابلہے داد بے مغز و گوست
اور اگر کسی بیوقوف نے دل لگایا ہے تو وہ نادان ادر بیل ہے

مئے صرفِ وحدت کسے نوش کرد
وحدت کی خالص شراب اس نے پی ہے

کہ دنیا و عقبیٰ فراموش کرد
جس نے دنیا اور عقبیٰ کو بھلادیا ہے

حکایت گدا زادہ با پادشاہزادہ
شہزادہ کے ساتھ فقیر کے لڑکے کا قصہ

شنیدم کہ وقتے گدا زادۂ
میں نے سنا ہے کہ ایک زمانہ میں ایک فقیر کا لڑکا

نظر داشت با پادشا زادۂ
ایک شہزادہ پر عاشق ہوگیا

ہمی رفت و می پخت سودائے خام
جاتا اور اپنے کچے خیال کو پختہ کرتا

خیالش فرو برد دنداں بکام
اس کا خیال مقصد میں دانت گڑوئے ہوئے تھا

زمیدانش خالی نبودے چو میل
اس کے میدان سے نہ ہٹتا پالے کی طرح

ہمہ وقت پہلوئے اسپش چو پیل
ہمیشہ فیل کی طرح اس کے گھوڑے کے پہلو میں رہتا

دلش خوں شد و راز در دل بماند
اس کا دل خون بن گیا اور راز دل ہی میں رہا

ولے پایش از گریہ در گِل بماند
لیکن اس کا پیر رونے کی وجہ سے دلدل میں پھنس گیا

رقیباں خبر یافتندش ز درد
رقیبوں کو اس کے درد کی خبر ہوگئی

دگر بارہ گفتندش اینجا مگرد
انھوں نے اس سے کہا یہاں پھر چکر نہ لگانا

دمے رفت و یاد آمدش روئے دوست
تھوڑی دیر کیلئے چلا گیا اور اس کو دوست کا چہرہ یاد آیا

دگر خیمہ زد بر سر کوئے دوست
اس نے پھر دوست کے کوچہ پر پڑاؤ ڈالدیا

غلامے شکستش سر و دست و پائے
ایک غلام نے اس کا سر اور ہاتھ پیر توڑ دیئے

کہ بارے نگفتیمت ایدر میائے
کہ ایک بار ہم تجھے نہیں سمجھا چکے کہ یہاں نہ آ

دگر رفت و صبر و قرارش نبود
وہ پھر چلا گیا اور اس کو صبر و قرار نہ تھا

شکیبائی از روئے یارش نبود
وہ دوست کے چہرے سے صبر نہ کر سکتا تھا

مگس وارش از پیش شکر بجور
مکھی کی طرح جبراً اس کو شکر پر سے

براندندے و باز گشتے بفور
ہٹا دیتے اور فوراً واپس آجاتا

کسے گفتش اے شوخ دیوانہ رنگ
کسی نے اس سے کہا اے بے حیا، دیوانے

عجب صبر داری تو بر چوب و سنگ
تعجب ہے تو لکڑی اور پتھر کی مہار کر لیتا ہے

بگفت ایں جفا بر من از دستِ اوست
اس نے کہا میرے اوپر یہ ظلم اس کے ہاتھوں ہے

نہ شرط است نالیدن از دستِ دوست
دوست کے ہاتھ سے نالاں ہونا مناسب نہیں ہے

من اینک دم دوستی می زنم
میں اب دوستی کا دم بھر رہا ہوں

گر او دوست دارد و گر دشمنم
خواہ وہ مجھے دوست سمجھے یا دشمن سمجھے

۱ یعنی جب وہ چوگاں کے میدان میں کھیلنے جاتا تو یہ وہاں پالے کی طرح جما رہتا۔
۲ اسپ اور پیلہ شطرنج کے دو مہروں کا نام ہے۔ جو ساتھ چلتے ہیں۔
۳ یعنی زبان سے تو اس نے رازِ دل نہ ظاہر کیا لیکن اس کے آنسوؤں نے راز کھول

زمن صبر بے او توقع مدار
اس کے بدون صبر کی توقع مجھ سے نہ رکھ!

نہ نیروئے صبرم نہ جائے ستیز
نہ مجھ میں صبر کی طاقت ہے نہ لڑائی کی

مگو زیں در بارگہ سر بتاب
یہ نہ کہہ کہ اس دربار سے سر موڑ لے

نہ پروانہ جاں دادہ در پائے دوست
کیا یہ نہیں ہے کہ دوست کے قدموں پر جان دیا ہوا پروانہ

بگفت ار خوری زخم چوگان او
اس نے کہا اگر تو اس کے بلے کا زخم کھائے

بگفتا سرت گر ببرد بہ تیغ
اس نے کہا اگر وہ تیرا سر تلوار سے کاٹ دے

یکے را کہ معشوق باشد یکے
کسی کا جب کوئی معشوق ہوتا ہے

مرا خود ز سر نیست چنداں خبر
مجھے اپنے سر کی اتنی بھی خبر نہیں ہے

مکن با من ناشکیبا عتیب
مجھ بے صبر سے پر غصہ نہ کر

چو یعقوبم ار دیدہ گردد سپید
حضرت یعقوب کی طرح اگر آنکھیں سفید بھی ہو جائیں

رکابش بہ بوسید روزے جواں
ایک دن جوان نے اس کی رکاب کو چوم دیا

بخندید و گفتا عناں بر مپیچ،
وہ ہنسا اور بولا باگ نہ موڑ

مرا با وجودِ تو ہستی نماند
تیرے وجود کے سامنے میری ہستی نہ رہی

بگرم جرم بینی مکن عیب من
اگر تو میری کوئی خطا بھی دیکھے تو عیب نہ لگا

بداں زہرہ دستت زدم در رکاب
اسی ہمت سے میں نے تیری رکاب پر ہاتھ ڈالا ہے

کشیدم قلم در سر نام خویش
میں نے اپنے نام پر قلم کھینچ دیا ہے

کہ با او ہم امکاں ندارد قرار
اس لیے کہ اس کے ہوتے ہوئے بھی قرار کا امکان نہیں ہے

نہ امکانِ بودن نہ پائے گریز
نہ ٹھہرنے کا امکان ہے نہ بھاگنے کے قدم

وگر سر چو میخم کشد در طناب
اگرچہ وہ میخ کی طرح میرے سر کو رسی سے کس دے

بہ از زندہ در کنج تاریک اوست
اس پروانہ سے بہتر ہے جو تاریک گوشہ میں زندہ ہو

بگفتا بپایش در افتم چو گو
اس نے کہا گیند کی طرح اس کے پیروں پر گر پڑوں گا

بگفت ایں قدر نبود از وے دریغ
اس نے کہا اس سے مجھے افسوس نہ ہوگا

نیازارد از وے بہر اندکے
تو وہ اس سے ہر تھوڑی سی بات پر ناخوش نہیں ہوتا ہے

کہ تاجست بر تارکم یا تبر
کہ میرے سر پر تاج ہے یا کلہاڑا

کہ در عشق صورت نہ بندد شکیب
اس لیے کہ عشق میں صبر کی کوئی صورت نہیں بنتی ہے

نبرم ز دیدارِ یوسف امید
تو بھی یوسف کے دیدار کی امید منقطع نہ کروں گا

برآشفت و برتافت از وے عناں
وہ بگڑ گیا اور اس سے باگ موڑی

کہ سلطاں عناں بر نہ پیچد ز ہیچ
اس لیے کہ بادشاہ کسی سے باگ نہیں موڑتا ہے

بیادِ تو ام خود پرستی نماند
تیری یاد میں میری خودی نہ رہی

توئی سر برآوردہ از جیب من
اس لیے کہ تو نے ہی میرے گریبان سے سر نکالا ہے

کہ خود را نیاوردم اندر حساب
کیونکہ میں اپنے آپ کو گنتی میں نہیں لاتا

نہادم قدم بر سر کام خویش
اپنے مقصد کو میں نے پامال کر دیا ہے

۱؎ یعنی جب اس کا دیدار بھی موجب بیقراری ہے تو اس کے بدون کیسے قرار آئے گا۔

۲؎ قرآن میں ہے کہ یوسف علیہ السلام کے فراق میں رونے روتے حضرت یعقوب کی آنکھیں سفید ہو گئی تھیں۔

۳؎ تو شہزادہ ہے بادشاہ ہر شخص کے حاجت روا ہوتے ہیں

۴؎ یعنی اب میں ہمہ اوست کے مقام پر ہوں میں نہیں ہوں تو ہی تو ہے

۵؎ تیرے وجود کے سامنے میرا وجود فنا ہو چکا ہے

مرا خود کُشد تیر آں چشم مست مجھے تو اس مست آنکھ کا تیر مارے ڈالتا ہے	چہ حاجت کہ آری بشمشیر دست اس کی کیا ضرورت ہے کہ تو تلوار ہاتھ میں سونتے
تو آتش بہ نے در زن و درگذر تو نرکل میں آگ لگا دے اور چلا جا	کہ نہ خشک در بیشہ ماند نہ تر تا کہ جنگل میں نہ خشک رہے نہ تر

حکایت در معنیٰ فنائے اہل محبت

قصہ اہل محبت کے فنا کے بیان میں

شنیدم کہ بر لحن خنیا گرے میں نے سنا ہے کہ ایک سازندہ کے گانے پر	برقص اندر آمد پری پیکرے ایک پری جسم والا رقص میں آ گیا
ز دلہائے شوریدہ پیرامنش اس کے چاروں طرف کے مست دلوں سے	گرفت آتش شمع در دامنش شمع کی آگ اس کے دامن میں لگ گئی
پراگندہ خاطر شد و خشمناک پریشان طبیعت اور غضبناک ہو گیا	یکے گفتش از دوستداراں چہ باک دوستوں میں سے ایک نے اس سے کہا کیا مضائقہ ہے
ترا آتش اے دوست دامن بسوخت اے دوست آگ نے ترا تو دامن ہی جلایا ہے	مرا خود بیک بار از من بسوخت مجھے تو خود ایکبارگی مجھ سے ہی جلا دیا
اگر یاری[1] از خویشتن دم مزن اگر تو عاشق ہے تو خودی کا دم نہ بھر	کہ شرک است با یار و با خویشتن اس لیے کہ با یار اور با خویشتن ہونا شرک ہے

حکایت در معنیٰ اشتغال اہل محبت

قصہ اہل محبت کی مشغولیت کے بیان میں

چنیں دارم از پیر دانندہ یاد ایک دانا بوڑھے کی بات مجھے اس طرح یاد ہے	کہ شوریدہ سر بصحرا نہاد کہ ایک دیوانہ جنگل کی طرف نکل گیا
پدر در فراقش نخورد و نخفت اس کے فراق میں باپ نے نہ کھایا اور نہ سویا	پسر را ملامت بکردند و گفت لوگوں نے لڑکے کو ملامت کی اور اس نے کہا
از آنگہ کہ یارم کس خویش خواند جب سے دوست نے اپنا کہہ کر پکارا ہے	دگر با کسم آشنائی نماند کسی دوسرے سے میری دوستی نہیں رہی
بحقش کہ تا حق جمالم نمود اس کے حق کی قسم جب سے مجھے حق نے اپنا جمال دکھا دیا ہے	دگر ہر چہ دیدم خیالم نمود اس کے علاوہ جو کچھ میں نے دیکھا ہے مجھے وہم معلوم ہوا ہے
نشد گم کہ روا ز خلائق بتافت جس نے مخلوق سے منہ موڑا ہے وہ گم نہیں ہوا ہے	کہ گم کردۂ خویش را باز یافت بلکہ اس نے اپنے گم شدہ کو پا لیا ہے
پراگندگانند[2] زیر فلک آسمان کے نیچے کچھ پراگندہ ہیں	کہ ہم دد[3] تواں خواندشاں ہم ملک کہ ان کو وحشی درندہ بھی کہا جا سکتا ہے اور فرشتہ بھی
زیادِ ملک چوں ملک نارمند فرشتے کی طرح وہ خدا کی یاد سے غافل نہیں ہوتے	شب و روز چوں دد ز مردم رمند دن رات وحشی درندوں کی طرح انسانوں سے بھاگتے ہیں

۱۰

[1] یعنی یار کے ہوتے ہوئے خودی کا احساس شریعت عشق کا شرک ہے۔
[2] یعنی اولیاء اللہ جو بظاہر پراگندہ نظر آتے ہیں
[3] خدا کی یاد میں لگے رہنے کی وجہ سے فرشتے ہیں۔ انسانوں سے وحشت کی وجہ سے درندے ہیں

قوی بازوانند کوتاہ دست
وہ قوی بازو والے کوتاہ ہاتھ والے ہیں

گہ آسودہ در گوشۂ خرقہ دوز
کبھی گوشہ میں آرام سے گدڑی سینے والے ہیں

نہ سودائے خود شاں نہ پروائے کس
نہ ان کو اپنا خیال نہ کسی کی پرواہ

پریشیدہ عقل و پراگندہ ہوش
پریشان عقل اور پراگندہ ہوش ہیں

بدریا نخواہد شدن بط غریق
بط دریا میں نہیں ڈوب سکتی

تہیدست مردانِ پُرحوصلہ
خالی ہاتھ، پُرحوصلہ بہادر ہیں

ندارند چشم از خلائق پسند
وہ مخلوق سے پسندیدگی کی توقع نہیں رکھتے

عزیزان پوشیدہ از چشم خلق
۳ وہ مخلوق کی آنکھ سے چھپے ہوئے اللہ کے پیارے ہیں

پُر از میوہ و سایہ ور چوں رزاند
وہ انگور کی بیل کی طرح سایہ اور پھل سے پُر ہیں

بخود سرفرو بردہ ہمچوں صدف
وہ سیپ کی طرح نیچے کو سر کیے ہوئے ہیں

نہ مردم ہمیں استخوانند و پوست
انسان ہڈیاں اور کھال ہی نہیں ہیں

نہ سلطاں خریدارِ ہر بندہ ایست
نہ بادشاہ ہر غلام کا خریدار ہے

اگر ژالہ ہر قطرۂ دُرشدے
اگر پانی کا ہر قطرہ موتی ہو جاتا

چو غازی بخود بر نہ بندند پلے
وہ نٹوں کی طرح اپنے پیر نہیں لگاتے ہیں

حریفانِ خلوت سرائے الست
وہ الست کی خلوت سرا کے ساتھی ہیں

بہ تیغ از غرض بر نگیرند چنگ
تلوار سے وہ اپنے مقصد سے دست بردار نہیں ہوتے ہیں

خردمند و شیدا و ہشیار مست
عقلمند ہیں، دیوانے ہیں اور ہشیار مست ہیں

گہ آشفتہ در مجلسے خرقہ سوز
کبھی مجلس میں پریشان، کملی پھونک دینے والے ہیں

نہ در کنج توحیدِ شاں جائے کس
نہ ان کی توحید کے گوشہ میں کسی کی جگہ

ز قولِ نصیحت گر آگندہ گوش
نصیحت کرنے والے کی بات سے کانوں کو ٹھونسنے والے ہیں

سمندر چہ داند عذابُ الحریق
سمندر ۲ (کیڑا) آگ کا عذاب کیا جانے

بیاباں نوردانِ بے قافلہ
بے قافلہ کے بیابان کو طے کرنے والے ہیں

کہ ایشاں پسندیدۂ حق بسند
کیونکہ ان کو حق کا پسندیدہ ہونا کافی ہے

نہ زنّار دارانِ پوشیدہ دلق
وہ دلق پہننے والے زنّار دار نہیں ہیں

نہ چوں ما سیہ کار و ازرق رزاند
۴ ہماری طرح سیاہ کار اور نیلا رنگنے والے نہیں ہیں

نہ مانند دریا بر آوردہ کف
دریا کی طرح جھاگ لائے ہوئے نہیں ہیں

نہ ہر صورتے جانِ معنیٰ دروست
ہر صورت میں حقیقت کی جان نہیں ہے

نہ در زیرِ ہر ژندۂ زندہ ایست
۵ نہ ہر گدڑی میں زندہ ہے

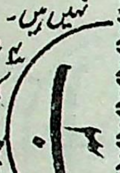
چو خرمہرہ بازار ازو پُر شدے
۶ گھونگھے کی طرح اس سے بازار بھر جاتا

کہ محکم رود پائے چوبیں ز جائے
اس لیے کہ لکڑی کا پیر جگہ سے سخت پھسلتا ہے

بیک جرعہ تا نفخۂ صور مست
ایک گھونٹ سے صور پھونکنے تک مست ہیں

کہ پرہیز و عشق آبگینہ است و سنگ
۹ اس لیے کہ خودی اور عشق کانچ اور پتھر ہے

۱ یعنی ان میں مختلف حیثیتوں سے یہ مختلف صفات ہیں۔
۲ سمندر کیڑا تو آگ ہی میں پرورش پاتا ہے اور آتش کا اس کو کوئی خوف نہیں یعنی یہ لوگ نہ جنت کے طالب ہیں نہ دوزخ سے بھاگنے والے ہیں
۳ وہ مخلوق کی نگاہ میں نہیں بھاتے لیکن اولیاء اللہ ہیں وہ مومن نما کافر نہیں ہیں۔



۴ نیلی کملی پہن کر سیاہ کاری کرنے والے نہیں ہیں۔
۵ بہت سے گدڑی پوش مُردہ دل ہیں۔
۶ یعنی اولیاء اللہ کی کثرت نہیں ہوتی ہے۔
۷ یعنی فرضی طور پر اپنی نمائش نہیں کرتے ہیں۔
۸ عہدِ الست کے پابند ہیں
۹ یعنی جس طرح کانچ اور پتھر میں بیر ہے اسی طرح خودی اور عشق میں بیر ہے

حکایت در معنی غلبۂ وجد و سلطنت عشق

قصہ بے خودی کے غلبہ اور عشق کی حکومت کے بیان میں

یکے شاہدے در سمرقند داشت
ایک شخص سمرقند میں ایک معشوق رکھتا تھا
کہ گفتی۱؎ بجائے سمرقند داشت
کہ گویا قصہ کی بجائے شکر رکھتا تھا

جمالے گرو بردہ از آفتاب
ایسا حسن جو آفتاب سے بازی لے گیا تھا
ز شوخیش بنیادِ تقویٰ خراب
اس کی شوخی سے تقوے کی بنیاد تباہ تھی

تعالی اللہ از حسن تا غایتے
خدا برتر ہے، حسن کی ایسی انتہا
کہ پنداری از رحمتست آیتے
کہ تو یقین کرے کہ وہ خدائی رحمت کی ایک نشانی ہے

ہمی رفتے و دیدہا در پیش
وہ چلتا تو نگاہیں اس کے درپے ہوتیں
دلِ دوستاں کردہ جاں برخیش
دوستوں کے دل اس کے پسینہ پر جان فدا کئے ہوئے تھے

نظر کردے ایں دوست در وے نہفت
یہ عاشق اس کی طرف چپکے سے دیکھتا
نگہ کرد بارے بہ تندی و گفت
اس نے ایک بار گھور کر دیکھا اور کہا

کہ اے خیرہ سر چند پوئی پیم
اے بے حیا کب تک میرا پیچھا کرے گا
ندانی کہ من مرغِ دامت نیم
تو نہیں جانتا کہ میں تیرے جال کا پرند نہیں ہوں

گرت بارِ دیگر بہ بینم بہ تیغ
اگر میں تجھے دوبارہ دیکھ لوں گا تو تلوار سے
چو دشمن ببرم سرت بے دریغ
دشمن کی طرح بے دریغ تیرا سر کاٹ ڈالوں گا

کسے گفتش اکنوں سرِ خویش گیر
کسی نے اس سے کہا اب اپنا راستہ پکڑ
ازیں سہل تر مطلبے پیش گیر
اس سے آسان معشوق تلاش کر

نہ پندارم ایں کام حاصل کنی
میری یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ مقصد تو حاصل کرلیگا
مبادا کہ جاں در سرِ دل کنی
ایسا نہ ہو کہ دل کے خیال میں جان دیدے

چو مفتونِ صادق ملامت شنید
جب سچے عاشق نے ملامت سنی
بدرد از دروں نالہ برکشید
درد کے ساتھ اندر سے ایک آہ کھینچی

کہ بگذار تا زخمِ تیغ ہلاک
رہنے دے تاکہ ہلاکت کی تلوار کا زخم
بغلطاندم لاشہ در خون و خاک
میری لاش کو خون و خاک میں تڑپائے

مگر پیشِ دشمن بگویند و دوست
شاید لوگ دشمن اور دوست کے سامنے بیان کریں
کہ ایں کشتۂ دست و شمشیر اوست
کہ یہ اس کے ہاتھ اور تلوار کا کشتہ ہے

نمی بینم از خاک کویش گریز
میں اسلئے تو کوچہ کی خاک سے بھاگنا مناسب نہیں سمجھتا ہوں
بہ بیداد گو آب رویم بریز
کہدو کہ تو ظلم سے میری آبرو ریزی کر

مرا توبہ فرمائی اے خود پرست
اے خود پرست مجھ سے توبہ کرنے کو کہتا ہے
ترا توبہ زیں گفتن اولیٰ تراست
اس کہنے سے تجھے توبہ کرنا بہت مناسب ہے

بنجشائے بر من کہ ہرچہ او کند
مجھے معاف کر اس لیے کہ وہ جو کچھ بھی کرے گا
و گر قصدِ خونست نیکو کند
اچھا ہی کرے گا خواہ وہ قتل کا ارادہ کرے

۱؎ یعنی نہایت شیریں کلام تھا

بسوزاندم ہر شبے آتشش
اُس کی آگ مجھے ہر رات کو جلا دیتی ہے

سحر زندہ گردم ببوئے خوشش
میں صبح کو اس کی خوشبو سے زندہ ہو جاتا ہوں

اگر میرم امروز در کوئے دوست
اگر آج میں دوست کی گلی میں مرجاؤں

قیامت زنم خیمہ پہلوئے دوست
قیامت میں دوست کے پہلو میں خیمہ زن ہوں گا

مدہ تا توانی دریں جنگ پشت
جب تک بن سکے اس جنگ میں پشت نہ دکھا

کہ زندہ است سعدی چو عشقش بکشت
اس لیے کہ سعدی زندہ ہے چونکہ اسکو عشق نے شہید کیا تھا

حکایت فدا شدن اہل محبت و ہلاکت را غنیمت شمردن

اہلِ محبت کے قربان ہونے اور ہلاکت کو غنیمت شمار کرنے کا قصہ

یکے تشنہ میرفت و جاں می سپرد
ایک شخص پیاسا جا رہا تھا اور جان دے رہا تھا[1]

بدو گفت نا بالغے کاے عجب
اس کو ایک نابالغ[2] نے کہا تعجب ہے

بگفتا نہ آخر دہاں تر کنم
اس نے کہا آخر میں بھی منہ تر نہ کروں

فتد تشنہ در آبدانِ عمیق
پیاسا گہرے گڑھے میں گر پڑتا ہے

اگر عاشقی دامنِ او بگیر
اگر تو عاشق ہے تو اس کا دامن تھام لے

بہشتِ تن آسانی آنگہ خوری
تن آسانی کا میوہ تو جب کھائیگا

دلِ تخم کاراں بود بار کش
کاشتکاروں کا دل تکلیف میں رہتا ہے

دریں مجلس آں کس بکامے رسید
اس مجلس میں وہی شخص مقصد کو پہنچا

خنک نیک بختے کہ در آب مُرد
وہ بہت نیک بخت ہے جو پانی میں مرا

چو مُردی چہ سیراب و چہ خشک لب
جب تو مرگیا تو کیا سیراب اور کیا خشک ہونٹ

کہ تا جانِ شیریں شِش در سر کنم
تاکہ شیریں جان اس کے خیال میں ختم کردوں

کہ داند کہ سیراب میرد غریق
اس لیے کہ وہ جانتا ہے کہ ڈوبا ہوا سیراب مرتا ہے

و گر گویدت جاں بدہ گو بگیر
اور اگر وہ کہے کہ جان دے تو کہہ لے

کہ بر دوزخِ نیستی بگذری
جب کہ نیستی کی دوزخ پر سے گذر جائے گا

چو خرمن برآید بخپسند خوش
جب کھلیان ہو جاتا ہے آرام سے سوتے ہیں

کہ در دورِ آخر بجامے رسید
جو آخری دور میں جام تک پہنچ گیا ہے

حکایت در صبر و ثبات روندگاں

سالکوں کے صبر و ثبات کا قصہ

چنیں نقل دارم ز مردانِ راہ
مجھے یہ بات سالکوں سے پہونچی ہے

کہ پیرے بدر یوزہ شد بامداد
کہ ایک بوڑھا صبح کو مانگنے نکلا

یکے گفتش ایں خانۂ خلق نیست
کسی نے اس سے کہا کہ یہ مخلوق کا گھر نہیں ہے

فقیرانِ منعم گدایانِ شاہ
مالدار[3] فقیر شاہ گدا ہیں

درِ مسجدے دید و آواز داد
اس نے ایک مسجد کا دروازہ دیکھا اور صدا دی

کہ چیزے دہندت بشوخی مایست
کہ تجھے وہ کوئی چیز دیں شرارت سے نہ ٹھہر

[1] یعنی وہ مرتے وقت یہ کہہ رہا تھا۔
[2] نابالغ سے مراد خام کار انسان ہے۔
[3] یعنی دنیا والوں سے استغنا کی وجہ سے مالدار معلوم ہوتے ہیں لیکن اللہ کی طرف ہر وقت محتاج ہیں مال و دولت نہ ہونے کی وجہ سے گدا ہیں لیکن دل کے استغنا کی وجہ سے شاہ ہیں
[4] بھیک انسانوں کے گھر سے مانگی جاتی ہے۔ یہ خدا کا گھر ہے۔

۱۰

بپرسید ایں خانہ کیست پس
اس نے پوچھا آخر یہ کس کا گھر ہے

بگفتا خموش ایں چہ لفظِ خطاست
اس نے کہا چپ رہ یہ کیا غلط بات ہے

نگہ کرد قندیل و محراب دید
اس نے نگاہ کی قندیل اور محراب کو دیکھا

کہ حیف است ازینجا فراتر شدن
کہ اس جگہ سے آگے بڑھنا ظلم ہے

نرفتم بنومیدی از ہیچ کوئے
میں کسی کوچے سے ناامید ہو کر واپس نہیں ہوا

ہم آنجا کنم دستِ خواہش دراز
وہاں بھی بھیک کا ہاتھ پھیلاؤں گا

شنیدم کہ سالے مجاور نشست
میں نے سنا ہے کہ ایک سال مجاور بنا بیٹھا رہا

شبے پائے عمرش فرو شد بگل
ایک رات اس کی عمر کا پیر مٹی میں دھنس گیا

سحر برد شخصے چراغش بسر
صبح کو ایک شخص اس کے سر کے پاس چراغ لے گیا

ہمی گفت غلغل کناں از فرح
خوشی میں گنگناتے ہوئے یہ کہہ رہا تھا

طلبگار باید صبور و حمول
طلبگار کو صابر[2] اور بُرد بار ہونا چاہیئے

چہ زرہا بخاکِ سیہ در کنند
کس قدر روپیہ سیاہ خاک میں ملاتا ہے

زر از بہر چیزے خریدن نکوست
سونا[3] کوئی چیز خریدنے کے لیے بہتر ہے

گر از دلبرے دل بہ تنگ آیدت
اگر کسی معشوق سے تیرا دل تنگ ہو جائے

ببر تلخ عیشی ز روئے ترش
بدمزاج کی وجہ سے کڑوی زندگی نہ گذار

ولے گر بخوبی ندارد نظیر
لیکن اگر وہ حسن میں اپنا ثانی نہیں رکھتا ہے

کہ بخشایشش نیست بر حالِ کس
کہ اس کی کسی کے حال پر عنایت نہیں ہے

خداوندِ خانہ خداوندِ ماست
گھر کا مالک ہمارا خدا ہے

بسوز از جگر نعرۂ برکشید
جگر سوزی سے ایک نعرہ مارا

دریغ است محروم ازیں در شدن
اس در سے محروم ہونا افسوسناک ہے

چرا از درِ حق روم زرد روئے
اللہ کے دروازے سے شرمندہ ہو کر کیسے جاؤں

کہ دانم نگردم تہی دست باز
اس لیے کہ میں جانتا ہوں ہاتھ خالی واپس نہ ہوگا

چو فریاد خواہاں برآورد دست
فریادیوں کی طرح ہاتھ اٹھائے رہا

طپیدن گرفت از ضعیفیش دل
کمزوری کی وجہ سے اس کے دل نے تڑپنا شروع کر دیا

رمق دید از و چوں چراغِ سحر
اس میں اس قدر رمق دیکھی جیسے صبح کا چراغ

و مَن دقّ بابَ الکریم انفتح
جس نے بھی سخی کا دروازہ کھٹکھٹایا ہے وہ کھلا ہے

کہ نشنیدہ ام کیمیا گر ملول
اس لیے کہ میں نے کسی کیمیا گر کو ملول ہوتے نہیں سنا

کہ باشد کہ روزے مسے زر کند
کہ ہو سکتا ہے کسی دن تانبے کو سونا کر دے

نخواہی خریدن بہ از نازِ دوست
دوست کے ناز سے زیادہ بہتر تو کوئی چیز نہ خرید سکے گا

دگر غمگسارے بچنگ آیدت
تو کوئی دوسرا غمگسار تیرے ہاتھ آ جائے گا

باَبے دگر آتشش باز کش
اس کی آگ کو دوسرے پانی سے بجھا دے

باندک دل آزار ترکش بگیر
تو تھوڑی سی دل آزاری کی وجہ سے اس کو نہ چھوڑ

[1] خدا کے دربار سے محروم رہنا کسی طرح مناسب نہیں لہٰذا یہیں پڑاؤ ڈالوں گا۔

[2] جب دنیا کا طالب مایوس کبھی مایوس نہیں ہوتا تو خدا کے طالب کے لیے مایوسی حرام ہے۔

۱۰

[3] سونے چاندی کا مقصد اشیاء حاصل کرنا ہے تو خدا کی ذات سے بہتر اور کیا شے ہو سکتی ہے۔

توان از کسے دل بپرداختن — کہ دانی کہ بے او توان ساختن
اس شخص سے دل ہٹایا جاسکتا ہے — جس کے بارے میں تجھے معلوم ہو کہ اس کے بدون گزارا ہو سکتا ہو

حکایت در معنی آنکہ طالب صادق بجفا بر نگردد

قصہ اس بیان میں کہ سچا عاشق ظلم برداشت کر نیسے نہیں ہٹتا

شبے تا سحر صالحے زندہ داشت — سحر دستہائے دعا بر فراشت
ایک بزرگ نے تمام رات شب بیداری کی — صبح کو دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے

یکے ہاتف انداخت در گوشِ پیر — کہ بے حاصلی رو سرِ خویش گیر
بوڑھے کے کان میں ہاتف نے کہا — کہ تو بے مراد ہے جا اپنا راستہ پکڑ

بریں در دعائے تو مقبول نیست — بخواری برو یا بزاری بایست
اس دروازے پر تیری دعا مقبول نہیں ہے — ذلت سے نکل جا یا کھڑا روتا رہ

شبے دیگر از ذکر و طاعت نخفت — مریدے ز حالش خبر داشت گفت
دوسری رات کو ذکر اور عبادت کی وجہ سے نہ سویا — ایک مرید کو اس کے حال کا علم تھا اس نے کہا

چو دیدی کزاں روئے بستست در — بہ بے حاصلی سعیِ چندیں مبر
جب تجھے معلوم ہے کہ اس جانب سے تیرا دروازہ بند ہے — بے کار اتنی کوشش نہ کر

بدیباچہ بر اشکِ یاقوت فام[1] — بحسرت بباریدو گفت اے غلام
چہرہ پر یاقوت جیسے آنسو — حسرت سے اس نے بہائے اور کہا اے لڑکے!

مپندار اگر وے عناں بر شکست — کہ من باز دارم زِ فتراک دست
یہ نہ خیال کر کہ اگر اس نے باگ موڑ لی ہے — تو میں شکار خانہ سے ہاتھ اٹھالوں گا

بنومیدی آنگہ بگردیدمے — ازیں رہ کہ راہِ دگر دیدمے
ناامیدی سے میں اس وقت اس راستہ سے واپس ہوتا — جب کہ میں دوسرا راستہ دیکھتا

چو خواہندہ محروم گشت از درے — چہ غم گر شناسد درِ دیگرے
جب بھکاری کسی دروازے سے محروم ہو — اگر وہ دوسرے راستہ سے واقف ہے تو اس کو کیا غم ہے

شنیدم کہ راہم دریں کوئے نیست — ولے ہیچ راہے دگر روئے نیست
میں نے سن لیا ہے کہ اس کوچہ میں میرے لیے راستہ نہیں ہے — لیکن دوسری جانب بھی تو کوئی راستہ نہیں ہے

دریں بود سر بر زمین فدے — کہ گفتند در گوشِ جانش ندے
وہ اس حالت میں تھا کہ فدا کاری کی زمین پر سر تھا — کہ اس کے دل کے کان میں انھوں نے آواز دی

قبولست گرچہ ہنر نیستش — کہ جز ما پناہے دگر نیستش
اگرچہ اس کو لیاقت نہیں ہے لیکن قبول ہے — کیونکہ اس کے لیے ہمارے سوا کوئی پناہ نہیں ہے

حکایت

یکے در نشاپور[2] دانی چہ گفت — چو فرزندش از فرضِ خفتن بخفت
تجھے معلوم ہے کہ نیشاپور میں ایک شخص نے کیا کہا — جب اس کا لڑکا عشاء کی نماز بغیر پڑھے سو گیا

[1] یعنی وہ خونی آنسوؤں سے رویا

[2] نیشاپور خراسان کا ایک مشہور شہر ہے۔

توقع مدار اے پسر گر کسی
اے لڑکے اگر تو انسان ہے تو یہ توقع نہ رکھ
کہ بے سعی ہرگز بجائے رسی
کہ بدوں کوشش کے کسی مقام پر تو پہنچ جائے گا

سمیلان[1] چو برنگیرد قدم
جو کا سمیلان قائم نہیں رہتا ہے
وجودیست بے منفعت چوں عدم
عدم کی طرح کا بے منفعت وجود ہے

طمع دار سود و بترس از زیاں
فائدے کی امید رکھ اور نقصان سے ڈر
کہ بے بہرہ باشند فارغ زیاں[2]
اسلئے کہ نقصان سے اندیشہ نہ رکھنے والے بے نصیب ہیں

حکایت در صبر بر جفائے آنکہ از و صبر نتواں کرد

اس شخص کے ظلم پر صبر کرنے کا قصہ جس کے بغیر صبر نہیں آ سکتا

شکایت کند نوعروس جواں[3]
ایک نوجوان کی دلھن شکایت کرتی ہے
بہ پیرے ز داماد نامہرباں
بوڑھے سے ظالم داماد کی

کہ مپسند چندیں کہ با ایں پسر
کہ یہ بات گوارا نہ کر کیونکہ اس لڑکے کے ساتھ
بتلخی رود روزگارم بسر
اتنی کڑواہٹ سے میری زندگی گذرے

کسانیکہ با من دریں منزلند
وہ عورتیں جو میرے ساتھ اس مقام پر ہیں
نہ بینم کہ چوں من پریشاں دلند[4]
میں نہیں دیکھتی کہ وہ میری طرح پریشان دل ہیں

زن و مرد باہم چناں دوستند
بیوی اور شوہر آپس میں ایسے دوست ہیں
کہ گوئی دو مغز و یکے پوستند
کہ گویا دو گری اور ایک چھلکا ہیں

ندیدم دریں مدت از شوئے من
میں نے اس عرصہ میں اپنے شوہر سے یہ نہیں دیکھا
کہ بارے بخندید در روئے من
کہ وہ ایک مرتبہ بھی مجھے دیکھ کر مسکرایا ہو

شنید ایں سخن پیر فرخندہ فال
مبارک نصیب بوڑھے نے یہ بات سنی
سخنداں بود مرد دیرینہ سال
زیادہ عمر کا آدمی بات سمجھنے والا ہوتا ہے

جوابے چہ پیرانہ اش گفت خوش
کیا اچھے پیرایہ میں اس کو جواب دیا
کہ گر خوب روییست بارش بکش
کہ اگر وہ حسین ہے اس کا بوجھ برداشت کر

دریغست روی از کسے تافتن
ایسے شخص سے منہ موڑنا افسوسناک ہے
کہ دیگر نشاید چنو یافتن
جس کا مثل دوسرا نہ پایا جا سکے

چرا سرکشی زانکہ گر سر کشد
تو کیوں سرکشی کرتی ہے اس سے کہ اگر وہ سرکشی کرے
بحرف وجودت[5] قلم در کشد
تو تیرے وجود کے حرف پر قلم پھیر دے گا

رضا دہ بفرمان حق بندہ وار
اللہ کے حکم پر بندوں کی طرح راضی رہ
کہ چوں او نہ بینی خداوندگار
اس لئے کہ اس جیسا آقا تو نہ دیکھ سکے گی

حکایت

یکم روز بر بندۂ دل بسوخت
ایک دن ایک غلام پر میرا دل جل گیا
کہ میگفت و فرماندہش میفروخت
جو کہہ رہا تھا اور اس کا آقا اس کو بیچ رہا تھا

---

[1] سمیلان ایک قسم کی گھاس ہے جو کھیتی کٹنے کے بعد خود بخود اگ آتی ہے لیکن وہ بالکل بے کار چیز ہے۔ محنت کی کاشت پھل دیتی ہے۔

[2] بے فکر انسان کبھی کوئی ترقی نہیں کر سکتا ہے

[3] یعنی نوجوان دلہن نے اپنے باپ سے اپنے شوہر کی شکایت کی۔

[4] یعنی شوہروں والی اور عورتیں میری طرح پریشان نہیں ہیں۔

[5] یعنی تیری زندگی ختم ہو جائیگی ہو ناقا

ترا بندہ از من بہ افتد بسے — مرا چوں تو دیگر نیفتد کسے
تجھے مجھ سے بہتر بہت غلام مل جائیں گے — مجھے تجھ جیسا دوسرا نہ ملے گا

حکایت در معنیٰ اختیار درد بر درماں از قبل دوست
دوست کی جانب سے درد کو علاج پر ترجیح دینے کے بیان میں قصہ

طبیبے پری چہرہ در مرو بود — کہ در باغ دل قامتش سرو بود
مرو میں ایک طبیب تھا جس کا چہرہ پری جیسا تھا — کہ دل کے باغ میں جس کا قد سرو جیسا تھا

نہ از دردِ دلہائے ریشش خبر — نہ از چشم بیمار خویشش خبر
نہ اس کو زخمی دلوں کے درد کا علم تھا — نہ اپنی بیمار آنکھوں کی اس کو خبر تھی

حکایت کند دردمندے غریب — کہ خوش بود چندے سرم با طبیب
ایک پردیسی بیمار بیان کرتا ہے — کہ طبیب سے کچھ دن مجھے عشق رہا

نمی خواستم تندرستئ خویش — کہ دیگر نیاید طبیبم بہ پیش[1]
میں اپنا اچھا ہونا نہ چاہتا تھا — اس لئے کہ پھر طبیب میرے پاس نہ آئیگا

بسا عقلِ زور آور چیرہ دست — کہ سودائے عشقش کند زیر دست
بہت سی تیز، ہوشیار عقلیں ہیں — جن کو عشق کا جنون مغلوب کر لیتا ہے

چو سودا خرد را بمالید گوش — نیارد دگر سر بر آورد ہوش
جب عشق عقل کے کان کھینچتا ہے — تو پھر ہوش سر نہیں ابھارتا

حکایت در معنیٰ استیلائے عشق بر عقل
عشق کے عقل پر غلبہ کے بیان میں

یکے پنجۂ آہنیں راست کرد — کہ با شیر زور آوری خواست کرد
ایک شخص نے آہنی پنجے کو ٹھیک کیا — کیونکہ اس نے شیر کے ساتھ زور آزمائی ٹھانی

چو شیرش بسر پنجہ در خود کشید — دگر زور در پنجۂ خود ندید
جب اس کو شیر نے پنجہ سے اپنی طرف کھینچا — پھر اس نے اپنے پنجے میں زور نہ دیکھا

یکے گفتش آخر چہ خسپی چو زن — بہ پنجۂ آہنیش بزن
ایک شخص نے اس سے کہا عورت کی طرح کیا سو رہا ہے — اس کو آہنی پنجے سے مار

شنیدم کہ مسکیں در آں زیر گفت — نشاید بدیں پنجہ با شیر گفت
میں نے سنا ہے کہ بیچارہ نیچے پڑا ہوا کہہ رہا تھا — اس پنجے سے شیر کے ساتھ مار پیٹ نہیں ہو سکتی

چو بر عقلِ دانا شود عشق چیرہ[2] — ہماں پنجۂ آہنین است و شیر
جب عقلمند کی عقل پر عشق غالب آجاتا ہے — وہی آہنی پنجے اور شیر کا قصہ ہے

چو در پنجۂ شیر مرد اوژنی — چہ سودت کند پنجۂ آہنی
جب تو مرد افگن شیر کے پنجے میں ہے — تو تجھے آہنی پنجہ کیا فائدہ دیگا

چو عشق آمد از عقل دیگر مگوے — کہ در دستِ چوگاں اسیر است گوے
جب عشق ہو جائے پھر عقل کی بات نہ کر — اس لئے کہ گیند تو بلے کے ہاتھ میں قیدی ہے

[1] یعنی اگر میں اچھا ہو گیا تو طبیب کی آمد و رفت بند ہو جائیگی۔

[2] یعنی عشق اور عقل کی مثال آہنی پنجے اور شیر کی سی ہے عشق کے مقابلہ میں عقل کی کچھ نہیں چلتی ہے

حکایت در معنی عزت محبوب در نظر محب

قصہ عاشق کی نظروں میں معشوق کی عزت کے بیان میں

میان دو عم زادہ وصلت فتاد
دو چچا زادوں میں شادی ہو گئی

دو خورشید سیمائے مہتر نژاد
دونوں آفتاب جیسے چہرے والے شریف النسل تھے

یکے را بغایت خوش افتادہ بود
ایک کو انتہا درجہ کا عشق تھا

دگر نافر و سرکش افتادہ بود
دوسرا متنفر اور سرکش واقع ہوا تھا

یکے لطف و خلق پری وار داشت
ایک محبت اور پری جیسے اخلاق رکھتا تھا

یکے روی در روی دیوار داشت
دوسرا چہرہ دیوار کی طرف رکھتا تھا

یکے خویشتن را بیاراستے
ایک اپنے آپ کو سنوارتا بناتا

دگر مرگ خویش از خدا خواستے
دوسرا خدا سے اپنی موت کا خواہش مند تھا

پسر را نشاندند پیران دہ
گاؤں کے بوڑھوں نے لڑکے کو بٹھایا

کہ مہرش برو نیست مہرش بدہ
کہ جب تجھے اس سے محبت نہیں ہے تو اس کا مہر ادا کر دے

بخندید و گفتا بصد گوسفند
وہ ہنسا اور بولا سو بکریوں کے بدلے

تغابن نباشد رہائی ز بند
قید سے چھٹکارا ٹوٹے کی بات نہیں ہے

بناخن پری چہرہ میکند پوست
پری جیسے چہرہ والی ناخن سے کھال نوچتی تھی۔

کہ ہرگز بدیں کے شکیبم ز دوست
کہ میں کبھی بھی دوست کو چھوڑ کر اس پر صبر نہیں کر سکوں گی

وکند ترک مہر و وفا و وصول
وہ محبت اور وفاداری اور وصال کو ترک کرتا ہے

مرا زاں چہ گر رد کند یا قبول
مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں وہ انکار کرے یا قبول

بیا ہم چنیں زندگانی کنم
اسی طرح زندگی بسر کروں گی

جفا بینم و مہربانی کنم
ظلم سہوں گی اور مہربانی کرتی رہوں گی

نہ صد گوسفندم کہ سی صد ہزار
سو نہیں بلکہ تیس ہزار بکریاں بھی

نباید بنا دیدن روئے یار
دوست کا چہرہ نہ دیکھنے کے بدلے میں نہیں چاہئیں

ترا ہر چہ مشغول دارد ز دوست
دوست سے تجھے جو چیز بھی بے نیاز بنائے

گر انصاف پرسی دلآرامت اوست
اگر تو انصاف سے پوچھتا ہے تیرا معشوق تو وہ ہے

یکے پیش شوریدہ حالے نشست
ایک شخص نے خدا کے طالب کو لکھا

کہ دوزخ تمنا کنی یا بہشت
کہ تو دوزخ کی تمنا کرتا ہے یا بہشت کی

بگفتا مپرس از من ایں ماجرا
اس نے کہا مجھ سے یہ قصہ نہ پوچھ

پسندیدم آنچہ او پسندد مرا
میں وہی پسند کرتا ہوں جو وہ میرے لیے پسند کرتا ہے

حکایت مجنون و صدق محبت او با لیلیٰ

مجنوں اور لیلیٰ کے ساتھ اس کی سچی محبت کا قصہ

مجنوں کسے گفت کاے نیک پے
مجنوں سے کسی نے کہا اے نیک قدم

چہ بودت کہ دیگر نیائی بحے
تجھے کیا ہو گیا کہ اب تو قبیلہ میں نہیں آتا

---

۱ یعنی لڑکا اور لڑکی آپس میں چچازاد بھائی بہن تھے۔
۲ یعنی لڑکی لڑکے پر فریفتہ تھی۔
۳ یعنی لڑکا لڑکی سے متنفر تھا۔
۴ یعنی لڑکی کو محبت تھی۔ شوہر شب کو سوتے میں اپنا رخ دیوار کی طرف کر لیتا تھا بیوی کی طرف متوجہ نہ ہوتا تھا۔
۵ یعنی لڑکی
۶ یعنی شوہر اپنی زندگی سے بیزار ہو گیا تھا۔
۷ مہر سو بکریاں تھیں۔
۸ مہر کی ادائیگی کے ذکر پر بیوی نے منہ پیٹ لیا اور جدائی پر راضی نہ ہوئی
۹ یعنی وہ میرے ساتھ خواہ کچھ بھی سلوک کرے میں اس کی دلدار ہوں۔

مگر در سرت شورِ لیلیٰ نماند
شاید تیرے سر میں لیلیٰ کا سودا نہیں رہا

خیالت دگر گشت و میلے نماند
تیرا خیال بدل گیا ہے اور محبت نہیں رہی

چو بشنید بیچارہ بگریست زار
جب بیچارے نے سنا زار زار رونے لگا

کہ اے خواجہ دستم ز دامن بدار
کہ اے صاحب میرا پیچھا چھوڑ

مرا خود دلِ دردمند است خیز
جا میرا دل تو خود ہی دردمند ہے

تو نیزم نمک بر جراحت مریز
تو میرے زخم پر نمک نہ چھڑک

نہ دوری دلیلِ صبوری بود
دور رہنا صبر کی دلیل نہیں ہوتی ہے

کہ بسیار دوری ضروری بود
کیونکہ بسا اوقات دوری ضروری ہوتی ہے

بگفت اے وفادار فرخندہ خوے
اس نے کہا اے مبارک عادت والے وفادار

پیامیکہ داری بلیلیٰ بگوے
لیلیٰ کے لیے جو تیرا پیغام ہے کہنا

بگفتا مبر نامِ من پیش دوست
اس نے کہا دوست کے سامنے میرا نام بھی نہ لینا

کہ حیف است ذکرِ من آنجا کہ اوست
اس لیے کہ جہاں وہ ہو اس جگہ میرا ذکر بھی ظلم ہے

حکایت سلطان محمود و صدق محبتا و و سیرتِ ایاز

سلطان محمود اور اس کی سچی محبت اور ایاز کی سیرت کا قصہ

یکے خردہ بر شاہ غزنیں گرفت
غزنیں[2] کے بادشاہ کی ایک شخص نے عیب جوئی کی

کہ حسنے ندارد ایاز اے شگفت
کہ ہائے تعجب ایاز کوئی حسن بھی نہیں رکھتا

گلے را کہ نے رنگ باشد نہ بوے
جس[3] پھول میں نہ رنگ ہو نہ خوشبو

غریب است سودائے بلبل بروے
اس سے بلبل کا عشق عجیب ہے

بمحمود گفت ایں حکایت کسے
کسی نے یہ قصہ سلطان محمود سے کہدیا

بہ پیچید از اندیشہ بر خود بسے
اس نے فکر سے اپنے اوپر بہت پیچ و تاب کھایا

کہ عشقِ من اے خواجہ بر خوے اوست
اے صاحب مجھے اس کی عادت سے عشق ہے

نہ بر قد و بالائے نیکوئے اوست
نہ کہ اس کے قد اور خوبصورت قامت سے

شنیدم کہ در تنگنائے شتر
میں نے سنا ہے کہ اونٹ ایک تنگ جگہ میں

بیفتاد و بشکست صندوقِ دُر
گر پڑا اور موتیوں کا صندوق ٹوٹ گیا

بیغما ملک آستیں بر فشاند
بادشاہ نے لوٹ لینے کی اجازت دیدی

وز آنجا بتعجیل مرکب براند
اور وہاں سے جلدی سے سواری بڑھا دی

سواراں پئے دُرّ و مرجاں شدند
سوار موتی اور مونگے کے درپے ہو گئے

ز سلطاں بیغما پریشاں شدند
لوٹ مار میں بادشاہ سے جدا ہو گئے

نماند از وشاقانِ گردن فراز
بلند مرتبہ والے نوکروں میں سے نہ رہا

کسے در قفائے ملک جز ایاز
کوئی بھی بادشاہ کے پیچھے ایاز کے سوا

نگہ کرد کائے دلبرِ پیچ پیچ
اس نے دیکھا کہ اے خم دار زلف میں دل پھنسانے والے

ز یغما چہ آوردہ گفت ہیچ
لوٹ میں سے کیا لایا اس نے کہا کچھ بھی نہیں

---

[1] ایک مقام پر پہنچکر عاشق اپنے آپکو گم کر دیتا ہے. معشوق کے سامنے اس کا ذکر دوئی کی دلیل ہے۔

[2] کابل کے علاقہ میں غزنی ایک شہر کا نام ہے سلطان محمود وہاں کا بادشاہ تھا جو ایاز کے اخلاق پر عاشق تھا۔

[3] بے رنگ و بو کے پھول پر بلبل عاشق نہیں ہوتی محمود بدصورت ایاز پر کیوں عاشق ہے

[4] یعنی بڑے بڑے عہدہ دار بادشاہ سے غافل ہو کر لوٹ میں لگ گئے۔

من اندر قفائے تو می تاختم
میں تو آپ کے پیچھے دوڑتا رہا

گرت قربتے ہست در بارگاہ
اگر دربار میں تجھے تقرب حاصل ہے

خلاف طریقت بود کاولیا
طریقت کے خلاف ہوگا اگر اولیاء

گر از دوست چشمت بر احسان اوست
اگر تیری نگاہیں دوست کے احسان پر لگی ہیں

ترا تا دہن باشد از حرص باز
جب تک حرص سے تیرا منہ کھلا ہے

حقیقت سرائیست آراستہ
حقیقت ایک آراستہ محفل ہے

نہ بینی کہ جائے کہ برخاست گرد
تو نے نہیں دیکھا کہ جہاں گرد اڑتی ہے

ز خدمت بنعمت نپرداختم
خدمت گذاری کی وجہ سے میں نال میں نہ لگا

بخلعت مشو غافل از پادشاہ
شاہی پوشاک کی وجہ سے بادشاہ سے غافل نہ ہو

تمنا کنند از خدا جز خدا
خدا کے سوا خدا سے تمنا کریں گے

تو در بند خویشی نہ در بند دوست
تو اپنی فکر میں ہے نہ کہ دوست کی

نیاید بگوش دل از غیب راز
دل کے کان میں غیب سے راز نہیں آتا ہے

ہوا و ہوس گرد برخاستہ
خواہش اور ہوس اڑتی گرد ہے

نہ بیند نظر ور چہ بیناست مرد
نگاہ نہیں دیکھ سکتی خواہ انسان بینا ہی ہو

حکایت در معنی قدم درست مرداں

نیک مردوں کی راست روی کا قصہ

قضا را من و پیرے از فاریاب
اتفاقاً میں اور فاریاب[۲] کا ایک بوڑھا

مرا یک درم بود و برداشتند
میرے پاس ایک درہم تھا انھوں نے سوار کر لیا

سیاہاں براندند کشتی چو دود
ملاحوں نے کشتی کو دھوئیں کی طرح اڑا دیا

مرا گریہ آمد ز تیمار جفت
ساتھی کے غم پر مجھے رونا آگیا

مخور غم برائے من اے پر خرد
اے عقلمند مجھ پر غم نہ کر

بگسترد سجادہ بر روئے آب
پانی کی سطح پر اس نے مصلیٰ بچھایا

ز مدہوشیم دیدہ آں شب نخفت
مدہوشی میں میری اس رات آنکھ نہ لگی

عجب ماندی اے یار فرخندہ رای
اے مبارک خیال دوست تو تعجب میں پڑ گیا

رسیدیم در خاک مغرب باٰب
دریا کے کنارے مغرب کی سرزمین میں پہنچے

بکشتی و درویش نگذاشتند
کشتی میں اور درویش کو نہ بیٹھنے دیا

کہ آں ناخدا ناخدا ترس بود
اس لئے کہ وہ کشتی والا خدا سے نہیں ڈرتا تھا

براں گریہ قہقہہ بخندید و گفت
اس رونے پر وہ قہقہہ مار کر ہنسا اور بولا

مرا آں کس آرد کہ کشتی برد
مجھے وہی ذات لائے گی جو کشتی لے جا رہی ہے

خیالست پنداشتم یا بخواب
میں سمجھا میرا وہم ہے یا خواب ہے

نگہ بامداداں بمن کرد و گفت
صبح کو اس نے مجھے دیکھا اور کہا

ترا کشتی آورد و ما را خدائے
تجھے کشتی لائی اور مجھے خدا

۱ہ یعنی ہوا و ہوس کی گرد خدا کی ذات کو نگاہوں سے اوجھل کر دیتی ہے

۲ہ فاریاب ایک جگہ کا نام ہے

۳ہ میرے پاس کرایہ تھا کشتی میں مجھے سوار کر لیا بوڑھا خالی ہاتھ تھا اس کو سوار نہ کیا۔

۱۰

۴ہ یعنی پانی پر مصلیٰ بچھانے کو میں حقیقت نہ سمجھا بلکہ محض خواب و خیال سمجھا

مر اہلِ صورت بدیں نگروند
ترجمہ: میری اس بات کا اہل ظاہر یقین نہ کریں گے

نہ طفلے کز آتش ندارد خبر
کیا ایسا نہیں ہے کہ وہ بچہ جو آگ کو نہیں پہچانتا ہے

پس آنانکہ در وجد مستغرق اند
تو وہ لوگ جو کہ حال میں مستغرق ہیں

نگہ دارد از تاب آتش خلیل
آگ کی گرمی سے ابراہیم خلیل اللہ کی نگہداشت کرتا ہے

چو کودک بدست شناور برست
جب بچہ تیراک کے ہاتھ میں ہے

تو بر روئے دریا قدم چوں زنی
تو دریا کی سطح پر کیسے قدم دھر سکتا ہے

کہ ابدال در آب و آتش روند
کہ ابدال پانی اور آگ میں چلتے ہیں

نگہدار دش بادر مہرور
مہربان ماں اس کی نگہداشت کرتی ہے

چنیں داں کہ منظور عین الحق اند
یہ سمجھ کہ وہ اللہ کے منظور نظر ہیں

چو تابوت موسیٰ زغرقاب نیل
جیسا کہ حضرت موسیٰ کے صندوق کو نیل میں ڈوبنے سے

نترسد وگر دجلہ پہنا ورست
تو وہ نہیں ڈرتا اگرچہ دجلہ چھانٹ دار ہے

چو مرداں کہ بر خشک تردامنی
ابدال کی طرح جب کہ تو زمین پر فاسق ہے

گفتار اندر معنیٰ فنائے موجودات با کبریائے باری عزّ اسمہٗ

خدا کی کبریائی کے مقابلہ میں موجودات کے فنا کا قصہ

رہِ عقل جز پیچ بر پیچ نیست
عقل کا راستہ پیچ در پیچ ہونے کے سوا کچھ نہیں ہے

تواں گفتن ایں با حقائق شناس
حقیقت شناسوں سے یہ بات کہی جا سکتی ہے

کہ پس آسمان و زمیں چیستند
کہ پھر آسمان اور زمین کیا ہیں

پسندیدہ پرسیدی اے ہوشمند
اے ہوشمند تو نے اچھی بات پوچھی

کہ ہاموں و دریا و کوہ و فلک
کہ جنگل اور دریا اور پہاڑ اور آسمان

ق

ہمہ ہرچہ ہستند ازاں کمترند
جو کچھ بھی ہیں اس سے کمتر ہیں

عظیمست پیشِ تو دریا بموج
تیرے نزدیک موج کی وجہ سے دریا بڑی چیز ہے

ولے اہلِ صورت کجا پے برند
لیکن اہل ظاہر کہاں پتہ پا سکتے ہیں

کہ گر آفتاب ست یک ذرہ نیست
کہ اگر آفتاب ہے تو ایک ذرہ نہیں ہے

بر عارفاں جز خدا ہیچ نیست
عارفوں کے نزدیک خدا کے علاوہ کچھ نہیں ہے

ولے خردہ گیرند اہلِ قیاس
ہاں عقل والے اس پر عیب لگائیں گے

بنی آدم و دام و دد کیستند
انسان اور چرندے درندے کیا ہیں

بگویم گر آید جوابت پسند
میں تجھے جواب دیتا ہوں اگر پسند آجائے

پری و آدمی زاد و دیو و ملک
پری اور انسان اور دیو اور فرشتے

کہ باہستیش نام ہستی برند
کہ اس کے وجود کے سامنے وجود دکھلائیں

بلند است گردونِ گرداں باوج
بلندی کی وجہ سے گھومنے والا آسمان بلند ہے

کہ اربابِ معنیٰ بملکے درند
کہ اہل باطن ایک ایسے ملک میں ہیں

وگر ہفت دریاست یک قطرہ نیست
اگر سات دریا ہیں تو ایک قطرہ نہیں ہیں

۱؎ سعدی کہتے ہیں میں نے جو اس بزرگ کی کرامات بتائی ہے اس پر اہل ظاہر کو یقین نہ آئے گا۔

۲؎ ابدال اولیاء اللہ کا ایک گروہ ہوتا ہے

۳؎ چونکہ اولیاء اللہ حال میں ڈوبے رہتے ہیں اور خودی سے بالکل غافل ہوتے ہیں لہٰذا خدا ان کے وجود کی خود نگرانی فرماتا ہے۔

۴؎ کہ وہ انسان جو خشکی پر اللہ کی نافرمانی کرتا ہے سمندر میں خدا اس کی کیا حفاظت کریگا۔

۵؎ یعنی خواہ تیری عقل میں نہ آسکے لیکن عارف باللہ جانتے ہیں کہ اصل وجود وجود باری ہے۔

۶؎ یعنی جس قدر بھی مخلوق خدا ہے۔

۷؎ اہل ظاہر چونکہ مشاہدہ حق سے محروم ہیں لہٰذا ان کی نگاہ میں کائنات کی عظمت ہے لیکن جو ہر وقت ذات و صفات کا مشاہدہ کرتے ہیں یہ کل کائنات ان کی نگاہ میں ہیچ ہے

چو سلطان عزت علم بر کشد — جہاں سر بجیب عدم در کشد

عزت کا بادشاہ جب جھنڈا بلند کر دیتا ہے — تو دنیا عدم کے گریبان میں سر ڈال دیتی ہے

حکایت دہقاں در لشکر سلطاں

دیہاتی کا شاہی لشکر میں آنے کا قصہ

رئیس دہے با پسر در رہے — گذشتند بر قلب شاہنشہے

گاؤں کا چودھری مع اپنے لڑکے کے ایک راستے میں — ایک بادشاہ کے لشکر پر سے گذرے

پسر چاؤشاں دید و تیغ و تبر — قبا ہائے اطلس کمر ہائے زر

لڑکے نے نقیب اور تلوار اور تبر دیکھے — اطلس کی قبائیں پہنے زریں پیٹیاں لگائے

یلانِ کماں دارِ نخچیر زن — غلامانِ ترکش کشِ تیر زن

تیر کمان والے شکاری پہلوان دیکھے — ترکش اٹھانے والے، تیر انداز غلام دیکھے

یکے در برش پرنیانی قباہ — یکے بر سرش خسروانی کلاہ

کسی[1] کے بدن پر پرنیاں کی قبا — کسی کے سر پر شاہی ٹوپی

پسر کاں ہمہ شوکت و پایہ دید — پدر را بغایت فرو مایہ دید

جس لڑکے[2] نے یہ تمام شوکت اور دبدبہ دیکھا — باپ کو انتہائی کم درجہ دیکھا

کہ حالش بگردید و رنگش بریخت — ز ہیبت بہ بیغولہ در گریخت

کہ اس کی حالت بگڑ گئی اور اس کا رنگ اڑ گیا — خوف سے ایک طرف کو بھاگا

پسر گفتش آخر بزرگِ دہی — بسرداری از سر بزرگاں مہی

لڑکے نے اس سے کہا آخر تو گاؤں کا سردار ہے — سرداری میں بڑے سرداروں سے بڑا ہے

چہ بودت کہ بر بیدی از جاں امید — بلرزیدی از پادشاہے چو بید

تجھے کیا ہوا کہ جان سے ناامید ہو گیا — بادشاہ سے بید کی طرح لرزنے لگا

بلے گفت سالار و فرماں دہم — ولے عزتم ہست تا در دہم

اس نے کہا ہاں میں سردار اور حاکم ہوں — لیکن میری اسی وقت تک عزت ہے جب تک گاؤں میں ہوں

بزرگاں ازاں وحشت آلودہ اند — کہ در بارگاہِ ملک بودہ اند

بڑے لوگ اسی وجہ سے دہشت زدہ ہو جاتے ہیں — کیونکہ وہ بادشاہ کے دربار میں رہ چکے ہیں

تو اے بے خبر ہمچناں در دہی — کہ بر خویشتن منصبے می نہی

اے بے خبر تو تو گاؤں ہی میں ہے — کہ اپنے لیے کوئی مرتبہ سمجھ رہا ہے

نگفتند حرفے زباں آوراں — کہ سعدی نگوید مثالے براں

شاعروں نے کوئی بات نہیں کہی — کہ سعدی نے اس پر کوئی مثال نہ کہدی ہو

حکایت کرم شب تاب

جگنو کا قصہ

مگر دیدہ باشی کہ در باغ و راغ — بتابد بشب کرمکے چوں چراغ

شاید تونے باغ اور سبزہ زار میں دیکھا ہوگا — رات میں ایک کیڑا چراغ کی طرح چمکتا ہے

[1] یعنی جب وجود حقیقی ظہور اختیار کرلے تو ممکنات بے حقیقت ہیں۔

[2] یعنی کوئی نقیب پرنیاں کی قبا پہنے تھا، کوئی نقیب شاہی ٹوپی اوڑھے تھا۔

[3] یعنی لڑکے نے شاہی لشکر کی شان و شوکت دیکھی ادھر دیکھا کہ باوا رعب کی وجہ سے زبوں حال ہے۔

[4] یعنی ہر بڑے کے سامنے چھوٹا بے حقیقت ہے تو جن لوگوں کو مشاہدۂ حق ہے ان کی نگاہ میں ممکنات لاشئی محض ہیں۔

یکے گفتش اے مرغک شب فروز
کسی نے اس سے کہا اے رات کو روشن کرنے والے کیڑے
چہ بودت کہ بیروں نیائی بروز
تجھے کیا ہوا ہے کہ دن میں نہیں نکلتا ہے

ببیں کا تشیں کرمک خاک زاد
دیکھ خاک سے پیدا شدہ آگ جیسے کیڑے نے
جواب از سر روشنائی چہ داد
روشن دلی سے کیا جواب دیا

کہ من روز و شب جز بصحرا نیم
کہ میں تو دن رات جنگل ہی میں ہوں
ولے پیش خورشید پیدا نیم
لیکن[1] آفتاب کے ہوتے ہوئے نظر نہیں آتا ہوں

حکایت دانشمند با اتابک سعد بن زنگی غفر اللہ لہٗ

ایک عقلمند کا اتابک بن زنگی کے ساتھ قصہ

ثنا گفت بر سعد زنگی کسے
کسی شخص نے سعد بن زنگی کی تعریف کی
کہ بر تربتش باد رحمت بسے
خدا کرے اس کی قبر پر بہت رحمت نازل ہو

درم داد و تشریف و بنواختش
اس کو مال اور پوشاک دی اور اس کو نوازا
بمقدار خود منزلت ساختش
اپنی حیثیت کے اعتبار سے اس کی منزلت کی

چو اللہ و بس دید بر نقش زر
جب[2] اس نے زری کی کڑھائی میں اللہ و بس دیکھا
بشورید و برکند خلعت ز بر
دیوانہ ہوگیا اور بدن سے پوشاک اتار ڈالی

ز سوزش چناں شعلہ در جاں گرفت
دیوانگی سے اس کے بدن میں ایسی آگ لگی
کہ برجست و راہ بیاباں گرفت
کہ اچھلا اور جنگل کا راستہ لیا

یکے گفتش از ہمنشینان دشت
جنگل کے ساتھیوں میں سے ایک نے اس سے کہا
چہ دیدی کہ حالت دگرگونہ گشت
تو نے کیا دیکھا کہ حالت دگرگوں ہوگئی

تو اول زمیں بوسہ دادی سہ جائے
تو نے[3] شروع میں زمین کو تین جگہ بوسہ دیا
نبایستی آخر زدن پشت پائے
آخر میں لات مارنا مناسب نہ تھا

بخندید کاول ز بیم و امید
وہ ہنسا کہ شروع میں تو خوف اور امید سے
ہمی لرزہ بر تن فتادم چو بید
میرے بدن پر بید کی طرح لرزہ پڑا[4]

باخر ز تمکین اللہ و بس
آخر میں اللہ و بس[5] کے دبدبے سے
نہ چیزم بچشم اندر آمد نہ کس
میری نگاہ میں نہ کوئی چیز آئی نہ کوئی انسان

حکایت مرد حق شناس

حق کو پہچاننے والے کا قصہ

بشہرے در از شام غوغا فتاد
شام کے علاقے کے ایک شہر میں شور ہوا
گرفتند پیرے مبارک نہاد
لوگوں نے ایک مبارک طبیعت انسان کو گرفتار کرلیا

ہنوز آں حدیثم بگوش اندر ست
وہ بات اب تک میرے کان میں گونج رہی ہے
چو قیدش نہادند بر پا و دست
جب اس کے ہاتھ اور پیر میں بیڑی پہنائی

ق

کہ گفت ار نہ سلطاں اشارت کند
کہ اس[6] نے کہا اگر بادشاہ اشارہ نہ کرے
کرا زہرہ باشد کہ غارت کند
کس کا پتہ ہے کہ لوٹے

---

[1] ہر بڑی حقیقت کے مقابلہ میں چھوٹی چیز کالعدم ہے اسی طرح وجود باری کے سامنے کائنات لاشی محض ہیں۔
[2] جو پوشاک دی تھی اس پر زری سے اللہ و بس یعنی صرف اللہ ہی کڑھا ہوا تھا۔
[3] یعنی جب دربار میں پہنچا تو مال دولت کی خاطر بادشاہ کے دربار کی زمین کو تین جگہ بوسہ دیا آخر میں سب پر لات مار کر جنگل نکلا
[4] یعنی اس جرم میں جس کا شور ہوا تھا۔
[5] یعنی حوادث سب خدا کی مشیت سے ہیں۔

بباید چنیں دشمنے دوست داشت — کہ میدانمش دوست بر من گماشت
ایسے دشمن کو دوست سمجھنا چاہیے — جس کے بارے میں مجھے معلوم ہو کہ دوست نے مسلط کیا ہے

اگر عز و جاہست وگر ذل و قید — من از حق شناسم نہ از عمرو زید
خواہ عزت اور مرتبہ ہو، خواہ ذلت اور قید ہو — میں اللہ ہی کی جانب سے سمجھتا ہوں نہ کہ عمرو اور زید کی جانب سے

ز علت مدارائے خردمند بیم — چو داروئے تلخت فرستد حکیم
اے عقلمند بیماری سے نہ ڈر — اگر طبیب تجھے کڑوی دوا بھیجے

بخور ہرچہ آید ز دست حبیب — نہ بیمار دانا تراست از طبیب
جو دوست کے ہاتھ سے آئے وہ کھالے — اس لیے کہ بیمار طبیب سے زیادہ عقلمند نہیں ہے

حکایت صاحب نظر پارسا

نیک عارف کا قصہ

یکے را چو من دل بدست کسے — گرو بود و میبرد خواری بسے
میری طرح ایک شخص کا دل ایک کے ہاتھ — گروی تھا اور بہت ذلت برداشت کرتا تھا

پس از ہوشمندی و فرزانگی — بدف بر زدندش ز دیوانگی
ہوشمندی اور عقلمندی کے بعد — اس کی دیوانگی کے ڈھول پٹوا دیے

قفا خوردے از دست یاران خویش — چو مسمار پیشانی آوردہ پیش
اپنے دوستوں سے طمانچے کھاتا — کیل کی طرح آگے کو پیشانی لگائے ہوئے

خیالش چناں بر سر آشوب کرد — کہ بام دماغش لگدکوب کرد
اس کا خیال اس کے سر پر اس طرح مسلط ہو گیا — کہ اس کے دماغ کی اٹاری کو پامال کر دیا

ز دشمن جفا بردے از بہر دوست — کہ تریاک اکبر بود زہر دوست
دوست کی خاطر دشمن کا ظلم سہتا — اس لیے کہ دوست کا زہر بڑا تریاک ہوتا ہے

نبودش ز تشنیع یاراں خبر — کہ غرقہ ندارد ز باراں خبر
دوستوں کے طعن و تشنیع کی اس کو خبر نہ تھی — اس لیے کہ ڈوبا ہوا بارش سے بے خبر ہوتا ہے

کرا پائے خاطر برآید بسنگ — نیندیشد از شیشۂ نام و ننگ
جس کی طبیعت کا پاؤں پتھر پر پڑ جائے — وہ نام و ننگ کے شیشے کی فکر نہیں کرتا ہے

شبے دیو خود را پری چہرہ ساخت — در آغوش آں مرد و بروے بتاخت
ایک دن شیطان نے اپنے آپ کو پری چہرہ بنایا — اس مرد کی بغل میں اور اس پر ڈاکہ ڈالا

سحرگہ مجال نمازش نبود — ز یاراں کس آگہ ز رازش نبود
صبح کو اس کو نماز کی گنجائش نہ رہی — اس کے راز پردہ دوستوں میں سے کوئی آگاہ نہ تھا

بآبے فرو رفت نزدیک بام — برو بستہ سرما درے از رخام
صبح کے وقت وہ پانی میں اتر گیا — جس کا دروازہ موسم سرمانے سنگ مرمر سے بند کر دیا تھا

نصیحت گرے لومش آغاز کرد — کہ خود را بکشتی دریں آب سرد
ایک نصیحت کرنے والے نے اس کو ملامت شروع کر دی — کہ تونے اس ٹھنڈے پانی میں اپنے آپ کو مار ڈالا

۱ یہ رضا بالقضا کا مقام ہے۔
۲ حضرت حق تعالیٰ آلام میں مبتلا کرکے نیک بندوں کی اصلاح فرماتے ہیں اور مصیبتوں کو گناہوں کا کفارہ بناتے ہیں
۳ پہلے اس کو سب عقلمند کہتے تھے عشق کے بعد اس کو دیوانہ مشہور کر دیا
۴ معشوق کے تصور نے اس کی سب بلند خیالیاں ختم کر دیں وہ ہر ذلت برداشت کرتا۔
۵ یعنی اس کو بدخوابی میں نہانے کی حاجت ہو گئی۔
۶ یعنی وہ پانی یخ بستہ تھا۔

زبرنائے منصف برآمد خروش
منصف نوجوان کو جوش آگیا
کہ زنہار ازیں حرفِ منکر خموش
کہ خبردار اس بری بات سے چپ رہ

مرا پنج روز ایں پسر دل فریفت
کچھ دنوں سے اس لڑکے پر میرا دل فریفتہ ہے
زمہرش چنانم کہ نتواں شکیفت
اس کی محبت میں ایسا ہوگیا کہ صبر نہیں کر سکتا

نپسید بارے بخلق خوشم
اس نے ایک بار بھی خوش خلقی سے میری مزاج پرسی نہیں کی
نگر تا چہ بارش بجاں می کشم
دیکھ اس کا کس قدر بار دل سے برداشت کر رہا ہوں

پس آنرا کہ شخصم زخاک آفرید
تو وہ ذات کہ جس نے مجھے خاک سے پیدا کیا
بقدرت درو جانِ پاک آفرید
قدرت سے اس نے اس میں پاک جان ڈالی

عجب داری ار بارِ امرش برم
اگر میں اس کے حکم کا بوجھ برداشت کرتا ہوں تو تجھے تعجب ہوتا ہے
کہ دائم باحسان و فضلش درم
جب کہ میں ہمیشہ اس کے فضل اور احسان میں ہوں

گفتار اندر سماعِ اہلِ دل و تقریرِ حق و باطل آں

اہلِ دل کے گانا سننے اور اس کے حق و باطل ہونے کی گفتگو

اگر مردِ عشقی کمِ خویش گیر
اگر تو عشق کا مرد ہے تو اپنے آپکو گم کر دے
دگرنہ رہِ عافیت پیش گیر
ورنہ آرام کا راستہ اختیار کر!

مترس از محبت کہ خاکت کند
محبت سے نہ ڈر کہ وہ تجھے خاک کر دے گی
کہ باقی شوی گر ہلاکت کند[2]
بلکہ تو باقی رہے گا اگر وہ تجھے ہلاک کر دیگی

نروید نبات از حبوب درست
صاف دانوں سے سبزہ نہیں اُگتا ہے
مگر خاک بر روے بگردد نخست
بلکہ ان پر پہلے خاک پھرتی ہے

ترا باحق آں آشنائی دہد
تجھے حق سے وہی چیز متعارف کرائے گی
کہ از دستِ خویشت رہائی دہد
جو تیرے ہاتھ سے تجھے چھٹکارا دلائے گی

کہ تا باخودی در خودت راہ نیست
اس لیے کہ جب تک تو خودی میں ہو تجھے اپنے اندر کا راستہ نہ ملیگا
وزیں نکتہ جز بیخود آگاہ نیست
اور اس نکتہ سے سوائے بے خودوں کے کوئی واقف نہیں ہے

نہ مطرب کہ آوازِ پائے ستور
گویے کی آواز ہی نہیں بلکہ چوپائے کے پیر کی آواز
سماعست اگر عشق داری و شور
گانا ہے اگر تو عشق اور مستی رکھتا ہے

مگس پیشِ شوریدہ دل پر نزد
کسی عاشق مزاج کے سامنے مکھی نے پر نہیں پھڑپھڑائے
کہ او چوں مگس دست بر سر نزد
کہ اس نے مکھی کی طرح دو ہتھڑ سر پر نہ مارے ہو

نہ بم داند آشفتہ ساماں نہ زیر
عاشق مزاج زیر و بم نہیں جانتا
باوازِ مرغے بنالد فقیر
بلکہ فقیر پرند کی آواز پر رو دیتا ہے

سراینده خود می نگردد خموش
گانے والا خود کسی وقت بھی خاموش نہیں ہے
ولیکن نہ ہر وقت باز است گوش
لیکن ہر وقت کان کھلے ہوئے نہیں ہیں

چو شوریدگاں مے پرستی کنند
جب عاشق مے پرستی کرنے لگتے ہیں۔
بر آوازِ دولاب مستی کنند
رہٹ کی آواز پر جھومنے لگتے ہیں

---

۱ یعنی انسان جب عشق مجازی میں سب کچھ برداشت کرتا ہے تو عشق حقیقی میں اس کو بدرجہ اولیٰ برداشت کرنا چاہیے
۲ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق۔
۳ یعنی وہی کیفیت جو تیری خودی کو فنا کر دیگی تجھے وصل حق بنا دے گی۔
۴ یعنی صاحب دل کو مکھی کی بھنبھناہٹ پر بھی وجد آجاتا ہے۔
۵ زیر و بم دو پردوں کا نام ہے جن سے آواز ہلکی بھاری ہوتی ہے۔

برقص اندر آیند دولاب وار
رہٹ کی طرح رقص میں آجاتے ہیں

چو دولاب بر خود بگریند زار
رہٹ کی طرح اپنے اوپر زار زار رونے لگتے ہیں

بہ تسلیم سر در گریبان برند
خدا کو سونپنے کے لیے گریبان میں سر ڈال دیتے ہیں

چو طاقت نماند گریبان درند
جب طاقت نہیں رہتی تو گریبان پھاڑ ڈالتے ہیں

بگویم سماع اے برادر کہ چیست
بھائی میں بتاؤں کہ سماع کیا چیز ہے

مگر مستمع را بدانم کہ کیست
مگر میں سننے والے کو جان لوں کہ وہ کون ہے

گر از برج معنی بود طیر او[1]
اگر اس کا طائر روح حقیقت کے برج کا ہے

فرشتہ فرو ماند از سیر او
تو اس کی رفتار سے فرشتہ بھی عاجز ہے

وگر مرد لہوست و بازی و لاغ
اور اگر کھیل و کود اور تفریح کا بندہ ہے

قوی تر شود لہوش اندر دماغ
تو کھیل ہی اس کے دماغ میں اور قوی ہوگا

چہ مرد سماعست شہوت پرست
شہوت پرست کیا مرد سماع ہے؟

بآواز خوش خفتہ خیزد نہ مست
اچھی آواز سے سویا ہوا بیدار ہوتا ہے نہ کہ مدہوش

پریشاں شود گل بباد سحر
صبح کی نسیم سے پھول پریشان ہوتا ہے

نہ ہیزم کہ نشگافدش جز تبر
نہ کہ سوختہ جس کو کلہاڑا ہی پھاڑے گا۔

جہاں پر سماعست و مستی و شور[2]
سماع اور مستی اور شور سے جہان بھرا پڑا ہے

ولیکن چہ بیند در آئینہ کور
لیکن اندھا آئینہ میں کیا دیکھ سکتا ہے؟

مکن عیب درویش حیران و مست
حیران اور مست درویش کی عیب جوئی نہ کر!

کہ غرقست ازاں می زند پا و دست[3]
اس لیے کہ وہ تو ڈوبا ہوا ہے اسی وجہ سے ہاتھ پیر مارتا ہے

نہ بینی شتر بر حدائے عرب[4]
تو نے نہیں دیکھا کہ اونٹ عرب کی حدی پر

کہ چونش برقص اندر آرد طرب
اس کو مستی کس طرح رقص میں لے آتی ہے

شتر را چو شور طرب در سرست
جب مستی کا شور اونٹ کے سر میں بھی ہے

اگر آدمی را نباشد خرست
اگر آدمی میں نہ ہو تو وہ گدھا ہے

حکایت

شکر لب جوانے نے آموختے
ایک شیریں لب نوجوان بانسری بجانا سیکھتا

کہ دلہا در آتش چو نے سوختے[5]
جو نرکل کی طرح دلوں کو آگ میں جلاتا

پدر بارہا بانگ بروے زدے
غصے سے باپ بارہا اس پر چیختا

بہ تندی و آتش دراں نے زدے
غصے سے اور اس بانسری کو آگ میں جلادیتا

شبے بر ادائے پسر گوش کرد
ایک رات لڑکے کی ادائیگی کو سنا

سماعش پریشان و مدہوش کرد
سماع نے اس کو پریشان اور مدہوش کر دیا

ہمی گفت و بر چہرہ افگندہ خوے
چہرے پر پسینہ لائے ہوئے یہ کہہ رہا تھا

کہ آتش بمن زد دریں بار نے
کہ اس بار تو بانسری نے مجھ میں آگ لگادی

---

۱ یعنی اگر اس کی روح طائر لاہوتی ہے۔

۲ کائنات کا ہر ذرہ سماع کی کیفیت پیدا کر سکتا ہے لیکن طبیعت میں صلاحیت شرط ہے۔

۳ چونکہ وہ بحر محبت میں غرق ہوتا ہے اس لیے وجد کی حالت میں ہاتھ پیر مارتا ہے۔



۴ حدی وہ اشعار کہلاتے ہیں جن کو سن لینے سے اونٹ مست ہو کر چلتا ہے۔

۵ اس کی آواز سے عشق کی آگ بھڑک اٹھتی تھی۔

ندانی کہ شوریدہ حالان مست
تجھے معلوم نہیں کہ شوریدہ حال مست

چرا بر فشانند در رقص دست
رقص میں ہاتھ کیوں پھینکتے ہیں

گشاید درے بر دل از واردات
واردات کا دل پر دروازہ کھل جاتا ہے

فشانند سر دست بر کائنات
کائنات سے اپنا ہاتھ جھاڑتا ہے

حلالش بود رقص بر یاد دوست
دوست کی یاد پر اس کو رقص جائز ہے

کہ ہر آستینیش جانے در وست
جس کی ہر آستین میں ایک حقیقت ہو

گرفتم کہ خود چابکی در شنا
میں نے مانا کہ تیرنے میں خود ہوشیار ہو

برہنہ توانی زدن دست و پا
لیکن ننگا ہو کر ہی ہاتھ پیر مار سکتا ہے

بکن خرقۂ نام و ناموس و زرق
نام اور عزت اور مکر کا لباس اتار پھینک

کہ عاجز بود مرد با جامۂ غرق
اس لیے جو کپڑوں میں ڈوبا ہو وہ عاجز ہوتا ہے

تعلق حجابست و بے حاصلی
تعلق ایک پردہ ہے اور تو بے نتیجہ ہے

چو پیوندہا بگسلی واصلی
جب تو تعلق منقطع کرے گا واصل بحق ہے

حکایت

کسے گفت پروانہ را کاے حقیر
کسی نے پروانے سے کہا اے حقیر

برو دوستے در خور خود بگیر
جا اپنے مناسب کوئی دوست بنا

رہے رو کہ بینی طریق رجا
ایسا راستہ چل جس میں تجھے امید کی راہ نظر آئے

تو و مہر شمع از کجا تا کجا
تو اور شمع کی محبت، کہاں وہ کہاں تو

سمندر نۂ گرد آتش مگرد
تو سمندر نہیں ہے آگ کے چکر نہ لگا

کہ مردانگی باید آنگہ نبرد
اس لیے کہ بہادری چاہیے پھر لڑائی

ز خورشید پنہاں شود موش کور
چھچھوندر سورج سے چھپتی ہے

کہ جہلست با آہنیں پنجہ زور
اس لیے کہ آہنی پنجہ سے زور کرنا نادانی ہے

کسے را کہ دانی کہ خصم تو اوست
جس کے بارے میں تجھے علم ہے کہ وہ تیرا دشمن ہے

نہ از عقل باشد گرفتن بدوست
اس کو دوست بنانا عقل کی بات نہیں ہے

ترا کس نگوید نکو می کنی
تجھے کوئی نہیں کہتا کہ تو اچھا کرتا ہے

کہ جاں در سر و کار او می کنی
کہ اس کی خاطر جان قربان کرتا ہے

گدائے کہ از پادشہ خواست دخت
جس فقیر نے بادشاہ سے لڑکی چاہی

قفا خورد و سودائے بیہودہ پخت
اس نے طمانچہ کھایا اور بیہودہ خیال پکایا

کجا در حساب آورد چوں تو دوست
تجھ جیسے دوست کو وہ کس گنتی میں لائے گی

کہ روئے ملوک و سلاطین در وست
جبکہ ملوک اور سلاطین کا رخ اس طرف ہے

مپندار کو در چناں مجلسے
یہ نہ سمجھ کہ وہ اس جیسی مجلس میں

مدارا کند با چو تو مفلسے
تجھ جیسے مفلس کی خاطر تواضع کرے گی

۱؎ جب عالم لاہوت کے راز منکشف ہونے لگتو ہیں تو کائنات سے دست فشانی کرتا ہے

۲؎ جو راز ہائے حقیقت سے واقف ہو اس کو رقص جائز ہوگا

۳؎ یہ تک مخفی کہ جب تک ننگا نہ ہوگا حقیقت میں شناوری نہ کر سکے گا

۴؎ یعنی ماسوی اللہ سے تعلق۔

۵؎ سمندر آگ کے چوہے کو کہتے ہیں مشہور ہے کہ جب آگ مسلسل ایک ہزار سال تک روشن رہتی ہے تو اس میں ایک چوہا پیدا ہوتا ہے جس کو سمندر کہتے ہیں ۔ آگ میں رہتا ہے

۶؎ چونکہ اس کی آنکھیں آفتاب کا مقابلہ نہیں کر سکتی ہیں لہذا وہ منہ چھپا لیتی ہے

۷؎ شمع تیری دشمن ہے تجھے جلا کر خاک کر دیتی ہے۔

۸؎ اگر کوئی فقیر شہزادی سے نکاح کا پیغام دیگا تو اس کی لامحالہ پٹائی ہوگی

۹؎ شمع خانہ شاہی کی چیز ہے وہ تجھے کیا نگاہ میں لائے گی۔

وگر با ہمہ خلق نرمی کند
اگر وہ ساری دنیا کے ساتھ نرمی کرے گی

تو بے چارۂ بر تو گرمی کند
تو مفلس ہے تجھ پر گرمی کرے گی

نگہ کن کہ پروانۂ سوزناک
دیکھ! دردناک پروانے نے

چہ گفت اے عجب گر بسوزم چہ باک
کیا کہا ہائے تعجب اگر میں جلتا ہوں تو کیا پرواہ ہے

مرا چوں خلیل آتشے در دلست
خلیل اللہ کی طرح میرے دل میں ایک آگ ہے

کہ پنداری ایں شعلہ بر من گلست
گویا کہ یہ آگ میرے لیے پھول ہے

نہ دل دامنِ دلستاں میکشد
میرا دل معشوق کا دامن نہیں کھینچتا ہے

کہ مہرش گریبان جاں می کشد
بلکہ اس کی محبت جان کا گریبان کھینچتی ہے

نہ خود را بر آتش بخود میزنم
میں اپنے آپ کو خود آگ پر نہیں ڈالتا ہوں

کہ زنجیر شوق است در گردنم
بلکہ عشق کی زنجیر میری گردن میں ہے

مرا ہمچناں دور بودم کہ سوخت
میں اسی طرح دور تھا کہ اس نے مجھے پھونک دیا تھا

نہ ایں دم کہ آتش بمن در فروخت
اس وقت نہیں جب اس نے مجھ میں آگ لگائی ہے

نہ آں میکند یار در شاہدی
معشوقانہ انداز میں یار وہ کچھ نہیں کرتا

کہ با او تواں گفتن از زاہدی
جو پاکدامنی کی وجہ سے اس سے بتایا بھی جا سکے

سندباد حکیم ازرقی کی مشہور کتاب ہے جس میں نصیحت آمیز قصے ہیں

کہ عیبم کند بر تولائے دوست
دوست کی دوستی میں مجھ پر کون عیب لگا سکتا ہے

کہ من راضیم کشتہ در پائے دوست
جبکہ میں دوست کے قدموں پر مرنے کے لیے راضی ہوں

مرا بر تلف حرص دانی چراست
تجھے معلوم ہے کہ مجھے مرنے کی کیوں حرص ہے

چو او ہست اگر من نباشم رواست
جب وہ ہے اگر میں نہ ہوں تو جائز ہے

بسوزم کہ یار پسندیدہ اوست
میں اس لیے جلتا ہوں کہ بہترین عاشق وہ ہے

کہ در وے سرایت کند سوزِ دوست
جس میں دوست کا سوز سرایت کر جائے

مرا چند گوئی کہ در خورد خویش
مجھے یہ کب تک کہے گا کہ اپنے مناسب

حریفے بدست آر ہمدرد خویش
اپنا ہمدرد کوئی دوست بنا

بداں ماند اندرز شوریدہ حال
پریشان حال کو نصیحت کرنا ایسا ہے

کہ گوئی بکژدم گزیدہ منال
جیسا کہ تو بچھو کے ڈسے ہوئے کو کہے کہ نہ رو

کسے را نصیحت مگو اے شگفت
ہائے تعجب! ایسے شخص کو نصیحت نہ کر

کہ دانی کہ در وے نخواہد گرفت
جس کے بارے میں تجھے معلوم ہو کہ اس میں اثر نہ کرے گی

زکف رفتہ بے چارہ را لگام
ہاتھ سے لگام چھوٹے ہوئے بے چارے کو

نگویند کاہستہ راں اے غلام
نہیں کہتے ہیں کہ اے لڑکے! آہستہ چلا

چہ نغز آمد ایں نکتہ در سندباد
سندباد میں یہ نکتہ کیسا اچھا ہے

کہ عشق آتش است اے پسر پند باد
کہ اے صاحب زادے عشق آگ اور نصیحت ہوا ہے

بباد آتش تیز برتر شود
تیز ہوا سے آگ اور بھڑکتی ہے

پلنگ از زدن کینہ ور تر شود
مارنے سے چیتا اور کینہ ور ہو جاتا ہے

چو نیکت بدیدم بدی می کنی
جب میں نے اچھی طرح غور کیا تو تو برائی کر رہا ہے
که رویم فرا چوں خودی می کنی
که میرا رخ خودی کی طرف موڑ رہا ہے

ز خود بہتری جوئے و فرصت شمار
خودی سے ہٹ کر بہتری تلاش کر اور غنیمت جان
که با چوں خودی گم کنی روزگار
اس لیے کہ خودی کے ہوتے ہوئے تو عمر برباد کر رہا ہے

پئے چوں خوداں خود پرستاں روند
خود پرست لوگ اپنے جیسوں کے پیچھے چلتے ہیں
بکوئے خطرناک مستاں روند
بےخود لوگ خطرناک کوچہ میں جاتے ہیں

من اول که ایں کار سر داشتم
میں نے جب یہ کام شروع کیا تو ابتدا ہی سے
دل از سر بیک بار بر داشتم
یکبارگی سر کا خیال ہٹا دیا

سر انداز در عاشقی صادقست
عاشقی میں سر کٹا دینے والا سچا ہے
که بدزہرہ بر خویشتن عاشقست
اس لیے کہ بوالہوس تو اپنا عاشق ہے

اجل ناگہے در کمینم کشد
موت اچانک گھات میں مجھے مار ڈالے گی
ہماں بہ که آں نازنینم کشد
تو یہی بہتر ہے کہ مجھے وہ نازنیں مار ڈالے

چو بیشک نبشتست بر سر ہلاک
جب سر کے لیے ہلاکت یقیناً لکھی ہے
بدست دلآرام خوشتر ہلاک
تو معشوق کے ہاتھ... ہلاک ہونا بہتر ہے

نہ روزے بہ بیچارگی جاں دہی
کیا کسی دن بے چارگی سے تو جان نہ دے گا
پس آں بہ که در پائے جاناں دہی
تو یہی بہتر ہے کہ معشوق کے قدموں میں دیدے

مخاطبہ شمع و پروانہ
شمع و پروانہ کی گفتگو

شبے یاد دارم که چشمم نخفت
مجھے یاد ہے کہ ایک رات میری آنکھ نہ لگی
شنیدم که پروانہ با شمع گفت
میں نے سنا پروانہ نے شمع سے کہا

که من عاشقم گر بسوزم رواست
کہ میں تو عاشق ہوں اگر میں جلوں تو مناسب ہے
ترا گریہ و سوز بارے چراست
تیرا رونا اور جلنا اب کیوں ہے

بگفت اے ہوادار مسکین من
اس نے کہا اے میرے مسکین عاشق!
برفت انگبین یار شیرین من
مجھ سے میرا میٹھا دوست شہد بچھڑ گیا

چو شیرینی از من بدر می رود
جب شیرینی مجھ سے جدا ہوتی ہے
چو فرہادم آتش بسر می رود
تو فرہاد کی طرح میرے سر میں آگ لگتی ہے

ہمی گفت و ہر لحظہ سیلاب درد
وہ یہ کہہ رہی تھی اور ہر منٹ درد کا سیلاب
فرو می دویدش بر خسار زرد
اسکے زرد رخسار پہ نیچے کو بہہ رہا تھا

که اے مدعی عشق کار تو نیست
کہ اے بوالہوس تیرا کام عشق نہیں ہے
که نہ صبر داری نہ یارائے ایست
کہ نہ تو صبر رکھتا ہے نہ ٹھہرنے کی طاقت ہے

تو بگریزی از پیش یک شعلہ خام
اے کچے تو ایک شعلہ کے سامنے سے بھاگتا ہے
من استادہ ام تا بسوزم تمام
میں کھڑی ہوں تاکہ سب جل جاؤں

اچھے سے شہد نچوڑ کر موم علیحدہ کیا جاتا ہے اس سے شمع بنتی ہے۔ یہ شمع کے موم کے قطرے گویا اس کے آنسو ہیں۔ یعنی پروانہ عشق میں خام ہے۔



ترا آتش عشق اگر پر بسوخت
عشق کی آگ نے اگر تیرا پر جلایا ہے
مرا بیں کہ از پائے تا سر بسوخت
تو مجھے دیکھ پیر سے سر تک جلا دیا ہے

نرفتہ زشب ہمچناں بہرۂ
اس حالت میں رات کا کچھ تھوڑا سا حصہ نہ گذرا تھا
کہ ناگہ بکشتش پری چہرۂ
کہ اچانک اس کو ایک پری چہرہ نے بجھا دیا۔

ہمی گفت و می رفت دودش بسر
وہ یہ کہہ رہی تھی اور دھواں اس کے سر سے نکل رہا تھا
ہمیں بود پایان عشق اے پسر
اے صاحبزادے عشق کا انجام ایسا ہی ہوتا ہے

اگر عاشقی خواہی آموختن
اگر تو عاشقی سیکھنا چاہتا ہے
بکشتن فرج یابی از سوختن
تو جلنے سے مر کر ہی راحت پائے گا

مکن گریہ بر گور مقتول دوست
مقتول دوست کی قبر پر نہ رو
برو خرمی کن کہ مقبول اوست
اس پر خوشی کر کہ وہ مقبول ہوگیا ہے

اگر عاشقی سر مشوی از مرض
اگر تو عاشق ہے تو مرض سے غسل صحت نہ کر
چو سعدی فرو شوی دست از غرض
سعدی کی طرح غرض سے ہاتھ دھولے

فدائی ندارد ز مقصود چنگ
فدائی معشوق سے ہاتھ نہیں کھینچتا ہے
وگر بر سرش تیر بارند و سنگ
خواہ اس کے سر پر تیر اور پتھر برسیں

بدریا مرو گفتمت زینہار
میں تجھ سے کہتا ہوں ہرگز دریا میں نہ جا
وگر می روی تن بطوفاں سپار
اور اگر جاتا ہے تو جسم کو طوفان کے سپرد کردے

باب چہارم در تواضع

چوتھا باب تواضع کے بیان میں

ز خاک آفریدت خداوند پاک
خداوند پاک نے تجھے خاک سے پیدا کیا ہے
پس اے بندہ افتادگی کن چو خاک
تو اے بندے خاک کی طرح عاجزی کر

حریص و جہاں سوز و سرکش مباش
حریص اور جہاں سوز اور سرکش نہ بن
ز خاک آفریدندت آتش مباش
انھوں نے تجھے خاک سے پیدا کیا ہے آگ نہ بن

چو گردن کشید آتش ہولناک
جب بھی ہولناک آگ نے تکبر کیا ہے
بہ بیچارگی تن بینداخت خاک
خاک نے عاجزی سے اپنا بدن گرا دیا ہے

چو آں سرفرازی نمود ایں کمی
چونکہ اس نے تکبر دکھایا اور اس نے فروتنی دکھائی
ازیں دیو کردند ازاں آدمی
اس سے شیطان بنایا اس سے آدمی بنایا

حکایت دریں معنی

قصہ اسی بیان میں

یکے قطرہ باراں ز ابرے چکید
بارش کا ایک قطرہ بادل سے ٹپکا
خجل شد چو پہنائے دریا بدید
جب سمندر کی چوڑائی دیکھی شرمندہ ہوا

کہ جائیکہ دریاست من کیستم
کہ جس جگہ سمندر ہے میں کیا ہوں
گر او ہست حقا کہ من نیستم
اگر وہ ہے تو یقیناً میں نہیں ہوں

۱ یعنی آگ کی لپٹ کا اوپر کو جانا تکبر ہے اور خاک کا زمین پر گرنا فروتنی ہے۔
۲ آگ کے تکبر کی وجہ سے اس سے شیطان بنا اور خاک کی فروتنی کی وجہ سے اس سے آدم علیہ السلام بنے۔
۳ یعنی اس کے وجود کے سامنے میرا وجود کالعدم ہے۔

چو خود را بچشم حقارت بدید
جب اس نے اپنے آپ کو حقارت سے دیکھا

سپہرش بجائے رسانید کار
آسمان نے اس کا کام اس جگہ پہنچایا

بلندی ہداں یافت کو پست شد
بلندی اس لئے حاصل ہوئی کہ وہ پست ہوا

صدف در کنارش بجاں پرورید
سیپی نے اسکی اپنی گود میں دل سے پرورش کی

کہ شد نامور لولوئے شاہوار
کہ بادشاہ کے لائق نامور موتی بنا

در نیستی کوفت تا ہست شد
نیستی کا دروازہ کھٹکھٹایا پر چنانچہ ذی ہست ہوگیا

حکایت در معنی نظر مردانِ حق در خویشتن بحقارت

مردانِ حق کا اپنے آپ کو حقارت کی نظر سے دیکھنے کے بیان میں

جوانے خردمند پاکیزہ بوم
پاک طبیعت ایک عقلمند نوجوان

ز دریا بر آمد بدر بندِ روم
دریا سے روم کی بندرگاہ پر آیا

درو فضل دیدند و فقر و تمیز
لوگوں نے اس میں بزرگی اور فقر اور تمیز دیکھی

نہادند رختش بجائے عزیز
اس کے سامان کو باعزت جگہ[1] پر رکھا

سرِ صالحاں گفت روزے بمرد
ایک روز اس مرد سے نیکوں[2] کے سردار نے کہا

کہ خاشاکِ مسجد بیفشان و گرد
کہ مسجد کی خاک اور گرد جھاڑ دے

ہماں کیں سخن مردِ رہرو شنید
سالک مرد نے جیسے ہی یہ بات سنی

بروں رفت و بازش کس آنجا ندید
باہر چلا گیا اور پھر کسی نے اس کو اس جگہ نہ دیکھا

براں حمل کردند یاران و پیر
یاروں[3] اور بزرگ نے اس پر محمول کیا

کہ پروائے خدمت ندارد فقیر
کہ فقیر خدمت گذاری کی رغبت نہیں کرتا

دگر روز خادم گرفتش براہ
خادم[4] نے دوسرے دن اس کو راستہ میں پکڑ لیا

کہ ناخوب کردی برائے تباہ
برباد رائے کی وجہ سے تو نے بہت برا کیا

ندانستی اے کودکِ خود پسند
اے متکبر لڑکے تو یہ نہ سمجھا

کہ مرداں ز خدمت بجائے رسند
کہ لوگ خدمت ہی کی وجہ سے کسی مرتبے پر پہنچتے ہیں

گرستن گرفت از سرِ صدق و سوز
اس نے سچائی اور سوز کی وجہ سے رونا شروع کر دیا

کہ اے یارِ جاں پرور و دل فروز
کہ اے جان کو پرورش کرنیوالے، دل کو روشن کرنیوالے دوست

نہ گرد اندر آں بقعہ دیدم نہ خاک
اس سرزمین میں میں نے نہ گرد دیکھی نہ خاک

من آلودہ بودم دراں جائے پاک
اس پاک جگہ میں میں ہی خاک آلود تھا

گرفتم قدم لاجرم باز پس
لامحالہ میں نے قدم واپس لے لیا

کہ پاکیزہ مسجد بہ از خاک و خس
کیونکہ مسجد خاک اور تنکوں سے صاف بہتر ہے

طریقت جزیں نیست درویش را
درویش کے لیے طریقت اسکے سوا کچھ نہیں ہے

کہ افگندہ دارد تنِ خویش را
کہ اپنے بدن کو پامال رکھے

بلندیت باید تواضع گزیں
اگر تجھے بلندی درکار ہے تو تواضع برت

کہ ایں بام را نیست سلّم جزیں
اس لیے کہ اس بالاخانہ[5] کے لیے اسکے علاوہ کوئی سیڑھی نہیں ہے

---

[1] باعزت جگہ سے مسجد مراد ہے۔
[2] یعنی مسجد کے امام نے کہا۔
[3] یاروں سے مسجد کے دیگر ملازم اور بزرگ سے امام مراد ہیں۔
[4] یعنی مسجد کے ملازم نے اس کو پکڑ لیا۔
[5] یعنی بزرگی کے بالاخانہ پر چڑھنے کے لیے فروتنی سیڑھی ہے جس کے بدون چڑھنا ناممکن ہے۔

حکایت سلطان بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ در تواضع

تواضع کے معاملہ میں سلطان بایزید بسطامی کا قصہ

شنیدم کہ وقتے سحرگاہِ عید
میں نے سنا ہے کہ عید کی صبح کو ایک مرتبہ
ز گرمابہ آمد بروں بایزید
بایزید غسلخانے سے باہر نکلے

یکے طشت خاکسترش بے خبر
بے خبری کی حالت میں راکھ کا ایک طشت
فرو ریختند از سرائے بسر
ان کے سر پر لوگوں نے ایک گھر سے گرا دیا

ہمی گفت ژولیدہ دستار و موے
وہ کہہ رہے تھے اور ان کی دستار اور داڑھی الجھی ہوئی تھی
کفِ دست شکرانہ مالاں بروے
وہ شکرانہ کا ہاتھ منہ پر مل رہے تھے

کہ اے نفس من در خورِ آتشم
کہ اے نفس! میں دوزخ کے قابل ہوں
بخاکسترے روئے درہم کشم
ذرا سی راکھ سے منہ کیوں بناؤں

بزرگاں نکردند در خود نگاہ
بزرگوں نے کبھی اپنا دھیان نہیں کیا
خدا بینی از خویشتن بیں مخواہ
خود بیں سے خدا بینی کی امید نہ رکھ!

بزرگی بناموس و گفتار نیست
بزرگی عزت اور باتوں سے نہیں ہے
بلندی بدعویٰ و پندار نیست
بڑائی دعوے اور غرور سے نہیں ہے

قیامت کسے بینی اندر بہشت
قیامت کے دن تو اس شخص کو بہشت میں دیکھے گا
کہ معنیٰ طلب کرد و دعویٰ بہشت
جس نے حقیقت چاہی اور دعوے کو چھوڑا

تواضع سر رفعت افرازدت
تواضع تیرے بلندی کے سر کو اونچا کرے گی
تکبر بخاک اندر اندازدت
تکبر تجھے خاک میں ملائے گا

بگردن فتد سرکش تند خوے
متکبر بد مزاج سر کے بل گرتا ہے
بلندیت باید بلندی مجوے
اگر تجھے بلندی چاہیے تو بلندی نہ تلاش کر

گفتار در عجب و عاقبت آں و شکستگی و برکت آں

عبادت تکبر اور اس کے انجام و کسرِ نفسی اور اس کی برکت کے بیان میں

ز مغرورِ دنیا رہِ دیں مجوے
دنیا کے مغرور سے دین کا راستہ نہ چاہ
خدا بینی از خویشتن بیں مجوے
خود بیں سے خدا بینی نہ تلاش کر!

گرت جاہ باید مکن چوں خساں
اگر تجھے مرتبہ درکار ہو تو کمینوں کی طرح
بچشم حقارت نگہ در کساں
حقارت کی آنکھ سے لوگوں کو نہ دیکھ

گماں کے برد مردم ہوشمند
ہوشمند انسان کب خیال کر سکتا ہے
کہ در سرگرانیست قدر بلند
کہ تکبر میں بڑا مرتبہ ہے

ازیں نامور تر محلے مجوے
اس سے زیادہ نامور مقام تلاش نہ کر!
کہ خوانند خلقت پسندیدہ خوے
کہ لوگ تجھے پسندیدہ عادت کہیں

نہ گر چوں توئی بر تو کبر آورد
کیا ایسا نہیں ہے کہ اگر تجھ جیسا تجھ سے تکبر کرے
بزرگش نہ بینی بچشم خرد
تو عقل کی آنکھ سے اس کو بڑا نہ دیکھے گا

۱؎ بایزید نام ہے
۲؎ یہاں سے شیخ سعدی کا قول شروع ہوتا ہے
۳؎ یعنی تجھ جیسا شخص جب تیرے ساتھ تکبر کرے گا تو اس کو کبھی بڑا آدمی نہ سمجھے گا لہٰذا ایسی اپنے بارے میں خیال رکھ!

تو نیز ار تکبر کنی ہمچناں
تو بھی اگر تکبر کرے گا تو اسی طرح
نمائی کہ پیشت تکبر کناں
نظر آئے گا جیسا کہ تیری نگاہ میں متکبر

چو استادۂ بر مقامِ بلند
جب تو کسی بلند مقام پر کھڑا ہے
بر افتادہ گر ہوشمندی مخند
اگر تو عقلمند ہے کسی گرے ہوئے کی ہنسی نہ اڑا

بسا ایستادہ در آید ز پاے
بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ کھڑا ہوا گرا
کہ افتادگانش گرفتند جائے
کہ گرے ہوؤں نے اس کی جگہ لے لی ہے

گرفتم کہ خود ہستی از عیب پاک
میں نے مانا تو خود عیب سے پاک ہے
تعنت مکن بر منِ عیب ناک
لیکن مجھ عیب دار پر سرکشی نہ کر

یکے حلقۂ کعبہ دارد بدست
ایک کعبہ کا حلقہ ہاتھ میں پکڑے ہے
یکے در خراباتے افتادہ مست
ایک شراب خانہ میں مست پڑا ہے

گر آں را بخواند کہ نگذاردش
اگر وہ اس کو طلب کرے تو کون ہے جو اسکو آنے نہ دیگا
ور ایں را براند کہ باز آردش
اور اگر اس کو نکال دے کون اس کو واپس لا سکے گا

نہ مستظہر ست ایں باعمالِ خویش
نہ یہ اپنے اعمال کی بدولت طاقتور ہے
نہ آں را درِ توبہ بستست پیش
نہ اس کے سامنے توبہ کا دروازہ بند ہے

حکایت عیسیٰ علیہ السلام و عابدِ ناپارسا

عیسیٰ علیہ السلام اور بد عبادت گذار کا قصہ

شنیدستم از راویانِ کلام
میں نے بات نقل کرنے والوں سے سنا ہے
کہ در عہدِ عیسیٰ علیہ السلام
کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں

یکے زندگانی تلف کردہ بود
ایک شخص نے عمر ضائع کی تھی
بجہل و ضلالت سر آوردہ بود
نادانی اور گمراہی میں سر برآوردہ تھا

دلیرے سیہ نامۂ سخت دل
ایسا دلیر سیاہ اعمال نامہ والا سخت دل
ز ناپاکی ابلیس ازوے خجل
کہ اسکی ناپاکی کی وجہ سے شیطان بھی اس سے شرمندہ تھا

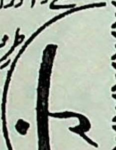
بسر بُردہ ایامِ بے حاصلے
اس نے بے نتیجہ زندگی گزاری تھی
نیا سودہ تا بودہ ازوے دلے
جب سے پیدا ہوا تھا اس سے کسی دل نے آرام نہ پایا تھا

سرش خالی از عقل و پُر ز احتشام
اس کا دماغ عقل سے خالی اور تکبر سے پُر تھا
شکم فربہ از لقمہائے حرام
حرام لقموں سے پیٹ موٹا تھا

بناراستی دامن آلودۂ
غلط کاری سے دامن آلودہ تھا
بناداشتی دودہ اندودۂ
ناکردنی باتوں کی وجہ سے خاندان کا بدنام کنندہ تھا

نہ پایئے چو بینندگاں راست رَو
نہ تو اسکا قدم دیکھ بھال کرنیوالوں، سیدھا چلنے والوں کا جیسا تھا
نہ گوشے چو مردم نصیحت شنو
نہ نصیحت سننے والے انسانوں کا سا کان تھا

چو سالِ بد از وے خلائق نفور
برُے سال کی طرح مخلوق اس سے نفرت کرنیوالی تھی
نمایاں بہم چوں مہِ نو ز دور
پہلی رات کے چاند کی طرح دور سے ایکدوسرے کو دکھاتے تھے



۱ یعنی لوگ اس سے اس طرح نفرت کرتے تھے جیسا کہ قحط کے سال سے۔ اور اس کی طرف برائی کی وجہ سے دور سے اس طرح انگشت نمائی کرتے تھے جیسا کہ پہلی رات کی چاند کی طرف اشارے کرتے ہیں۔

ہوا و ہوس خرمنش سوختہ
ہوا اور ہوس نے اس کا خرمن جلا دیا تھا

سیہ نامہ چنداں تنعم براند
اس سیاہ اعمال نامہ والے نے اسقدر عیش پرستی کی تھی

گنہگار و خود رائے و شہوت پرست
گنہگار اور خود رائے اور شہوت پرست تھا

شنیدم کہ عیسیٰ درآمد ز دشت
میں نے سنا ہے کہ حضرت عیسیٰ جنگل سے تشریف لائے

بزیر آمد از غرفہ خلوت نشیں
گوشۂ تنہائی میں بیٹھنے والا بالاخانہ سے نیچے اترا

گنہگار برگشتہ اختر ز دور
بھرے ہوئے ستارے والا گنہگار دور ہی سے

تامل بحسرت کناں شرمسار
حسرت سے غور کرتا ہوا شرمندہ

خجل زیر لب عذر خواہاں بسوز
شرمندہ، سوز کے ساتھ چپکے چپکے عذر خواہ

سرشک غم از دیدہ باراں چو میغ
ابر کی طرح آنکھوں سے غم کے آنسو بہا رہا تھا

براندا ختم نقد عمر عزیز
پیاری عمر کا نقد میں نے برباد کر دیا

چو من زندہ ہرگز مبادا کسے
خدا کرے میری طرح کوئی ایسا نہ جیے

بر رستہ آنکہ در عہد طفلی بمرد
جو بچپن میں مرگیا وہ تو چھوٹ گیا

گناہم ببخش اے جہاں آفریں
اے جہاں آفریں میرا گناہ بخش دے

دریں گوشہ نالاں گنہگار پیر
اس کنارے میں گنہگار بوڑھا نالاں تھا

نگوں ماندہ از شرمساری سرش
شرمندگی سے اس کا سر اوندھا تھا

وزاں نیمہ عابد سر پر غرور
اور اس جانب سے غرور سے بھرے سر والا عابد

چو بے نیک نامی نیندوختہ
اس نے نیک نامی کا ایک جو بھی جمع نہ کیا تھا

کہ در نامہ جائے نبشتن نماند
کہ نامہ اعمال میں لکھنے کی جگہ نہ رہی تھی

بغفلت شب و روز مخمور و مست
رات دن غفلت سے نشہ میں، اور مست تھا

بمقصورۂ عابدے برگذشت
ایک عبادت گذار کے حجرے کے پاس سے گذرے

بپا لیش در افتاد سر بر زمیں
زمین پر سر رکھ کر ان کے قدموں پر گر پڑا

چو پروانہ حیراں در ایشاں ز نور
پروانہ کی طرح ان کے نور سے حیران تھا

چو درویش در دست سرمایہ دار
جیسا کہ فقیر سرمایہ دار کے ہاتھ میں

ز شبہائے در غفلت آوردہ روز
ان راتوں سے جن کو غفلت میں دن کیا تھا

کہ عمرم بغفلت گذشت اے دریغ
کہ ہائے افسوس میری عمر غفلت میں گذری

بدست از نکوئی نیاوردہ چیز
نیکی کی کوئی بات ہاتھ نہ آئی

کہ مرگش بہ از زندگانی بسے
کیونکہ زندگی سے اس کا مر جانا بہتر ہو

کہ پیرانہ سر شرمساری نبرد
کہ بڑھاپے کی شرمندگی اسکو نہ ہوئی

کہ گر با من آید فبئس القریں
اس لیے کہ اگر وہ میرے ساتھ رہا تو برا ساتھی ہے

کہ فریاد حالم رس اے دستگیر
کہ اے دستگیری کرنے والے میرے حال کی فریاد رسی کر

رواں آب حسرت بشیب برش
حسرت کے آنسو اسکی سفید ڈاڑھی پر جاری تھے

ترش کردہ بر فاسق ابرو ز دور
دور سے ہی گنہگار پر ابرو چڑھائے ہوئے تھا

ےا یعنی برائیوں سے اعمال نامہ اس قدر سیاہ ہوچکا تھا کہ اس میں گنجائش نہ تھی۔

ےا یعنی وہی گنہگار حضرت عیسیٰ کے قدموں میں آگرا اور اپنے گناہوں سے توبہ کرنے لگا۔

ےا یعنی اس قدر عجز سے حضرت عیسیٰ کے سامنے کھڑا تھا جیسا کہ کوئی فقیر کسی سرمایہ دار کے سامنے۔

۱۴۰

ےا وہ راتیں جو پوری کی پوری فسق و فجور میں گذاری تھیں

ےا یعنی گناہ اگر قیامت میں میرے ساتھ رہے تو وہ بدترین ساتھی ثابت ہوں گے

کہ ایں مدبر اندر پئے ما چراست
کہ یہ بدبخت کیوں ہمارے درپے ہے

بگردن بآتش در افتادہ
سر کے بل آگ میں گرا ہوا ہے

چہ خیر آمد از نفس تر دامنش
اس کے گنہگار نفس سے کیا بھلائی ہوتی ہے

چہ بودے کہ زحمت بردے زپیش
کیا اچھا ہوتا کہ وہ یہاں سے دور ہو جاتا

ہمی رنجم از طلعت ناخوشش
اس کی منحوس صورت سے مجھے ناگواری ہوتی ہے

بمحشر کہ حاضر شود انجمن
جب محشر میں مجمع ہو

دریں بُد کہ وحی از جلیل الصّفات
وہ اس میں لگا تھا کہ بڑی صفتوں والے کی جانب سے وحی

کہ گر عالمست آں وگر وے جہول
خواہ وہ عالم ہے یا جاہل

تبہ کردہ ایام برگشتہ روز
عمر کو تباہ کئے ہوا بدنصیب

بہ بے چارگی ہر کہ آمد برم
جو عاجزی سے میرے پاس آتا ہے

عفو کردم از وے عملہائے زشت
اس کے برے کام میں نے معاف کر دیے

وگر عار دارد عبادت پرست
اگر عبادت پرست کو عار ہے

بگو ننگ از و در قیامت مدار
تو اس کو بتا دو قیامت میں اس سے ذلت محسوس نہ کرے

کہ آں را جگر خوں شد از سوز و درد
اس لیے سوز اور درد سے اس کا جگر خون ہو گیا ہے

ندانست در بارگاہِ غنی
اس کو یہ معلوم نہیں ہے کہ بے نیاز کے دربار میں

کرا جامہ پاکست و سیرت پلید
جس کا لباس پاک اور عادت ناپاک ہے

ق

نگوں بخت ناداں چہ ہمجنس ماست
بیوقوف اوندھے نصیبہ والا کیا یہ ہمارا ہم جنس ہے

بباد ہوا عمر بر دادہ
خواہش کی ہوا میں عمر برباد کیے ہوئے ہے

کہ صحبت بود با مسیح و منش
کہ وہ میرے اور مسیح کے ساتھ ہو

بدوزخ برفتے پس کار خویش
اپنے کارنامہ کی وجہ سے دوزخ میں جاتا

مبادا کہ در من فتد آتشش
ایسا نہ ہو کہ اس کی آگ مجھے بھی نہ لے

خدایا تو با او مکن حشر من
اے خدا تو میرا اسکے ساتھ حشر نہ کرنا

در آمد بعیسیٰ علیہ الصّلوٰت
عیسیٰ علیہ السلام پر آئی

مرا دعوت ہر دو آمد قبول
میرے یہاں دونوں کی دعا مقبول ہو

بنالید بر من بزاری و سوز
میرے سامنے عاجزی اور سوز سے رو رہا ہو

نیندازمش ز آستان کرم
میں اس کو بخشش کی چوکھٹ سے نہیں بھگاتا ہوں

در آرم بفضل خودش در بہشت
میں اس کو اپنی مہربانی سے جنت میں لے جاؤں گا

کہ در خلد با وے بود ہم نشست
کہ وہ جنت میں اس کے ساتھ رہے

کہ آں را بجنّت برند ایں بنار
اس[3] لیے کہ اس کو جنت میں اس کو جہنم میں لے جائیں گے

گر ایں تکیہ بر طاعت خویش کرد
اگر اس نے اپنی عبادت پر گھمنڈ کیا ہے

کہ بے چارگی بہ ز کبر و منی
عاجزی تکبر اور خودی سے بہت بہتر ہے

در دوزخش را نباید کلید
اس[4] کے لیے دوزخ کے دروازے کے لیے کنجی کی ضرورت نہیں ہے

[1] یعنی حضرت حق تعالیٰ

[2] اللہ عالم و جاہل دونوں کی سنتا ہے

[3] یعنی عبادت گذار تکبر کی وجہ سے جہنم میں جائیگا اور گنہگار عاجزی کی وجہ سے جنت میں جائے گا۔

[4] یعنی دوزخ کے دروازے اس کے انتظار میں کھلے ہیں کھولنے کی ضرورت نہ پڑے گی۔

بریں آستاں عجز و مسکینیت
اس چوکھٹ پر عاجزی اور مسکنت
بہ از طاعت و خویشتن بینیت
عبادت اور خود بینی سے بہتر ہے

چو خود را ز نیکاں شمردی بدی
اگر تو اپنے آپ کو نیکوں میں گنتا ہے تو تو بد ہے
نمی گنجد اندر خدائی خودی
اس لیے کہ خدائی میں خودی نہیں سماتی ہے

اگر مردی از مردئ خود مگوی
اگر تو بہادر ہے تو اپنی بہادری نہ جتا
نہ ہر شہسوارے بدر برد گوے
اس لیے ہر شہسوار گول میں گیند نہیں نکالتا ہے

پیازہ آمد آں بے ہنر جملہ پوست
وہ بے ہنر سب کا سب پیازہ کی طرح ہے
کہ پنداشت چوں پستہ مغزے در دست
جس کو یہ گھمنڈ ہو کہ اس میں پستہ کا سا مغز ہے

ازیں نوع طاعت نیاید بکار
اس قسم کی عبادت کام میں نہیں آتی ہے
برو عذر تقصیر طاعت بیار
جا عبادت کی کوتاہی کا عذر پیش کر

نخورد از عبادت بر آں بے خرد
اس بے عقل نے عبادت کا پھل نہیں کھایا ہے
کہ با حق نکو بود و با خلق بد
جو اللہ کے ساتھ بھلا اور مخلوق سے برا تھا

سخن ماند از عاقلاں یادگار
عقلمندوں کی بات یادگار رہتی ہے
ز سعدی ہمیں یک سخن یاد دار
سعدی کی یہی ایک بات یاد رکھ

گنہگار اندیشہ ناک از خدائے
خدا[۱] سے ڈرنے والا، گنہگار
بہ از پارسائے عبادت نمائے
عبادت کی نمائش کرنے والے عبادت گزار سے بہتر ہے

۱۰

حکایت دانشمند درویش و قاضی متکبر
عقلمند درویش اور متکبر قاضی کا قصہ

فقیہے کہن جامۂ تنگدست
پرانے کپڑے والا، مفلس ایک فقیہ[۲]
در ایوان قاضی بصف بر نشست
قاضی کے دربار میں صف اول میں جا بیٹھا

نگہ کرد قاضی در و تیز تیز
قاضی نے اس کو گھور کر دیکھا
معرف گرفت آستینش کہ خیز
معرف[۳] نے اس کی آستین پکڑی کہ اٹھ!

ندانی کہ برتر مقام تو نیست
تجھے معلوم نہیں کہ تیرا مقام اونچا نہیں ہے
فروتر نشیں یا برو یا بایست
نیچے بیٹھ یا کھڑا رہ یا چلا جا

بجائے بزرگاں دلیری مکن
بڑوں کی جگہ بیٹھ کر گستاخی نہ کر!
چو سر پنجہ ات نیست شیری مکن
جب پنجہ میں طاقت نہیں ہے شیری نہ کر

نہ ہر کس سزاوار باشد بصدر
ہر آدمی صدر مقام کے قابل نہیں ہوتا ہے
کرامت بجاہست و منزل بقدر
اعزاز مرتبہ کی حیثیت سے ہوتا ہے اور مقام اندازے کے مطابق

دگر رہ چہ حاجت بہ پند کسست
اب[۴] دوبارہ تجھے کسی کی نصیحت کی ضرورت نہیں ہے
ہمیں شرمساری عقوبت بسست
یہی شرمندگی کافی سزا ہے

بعزت ہر آنکو فروتر نشست
عزت[۵] رہتے ہوئے جو شخص نیچے بیٹھا
بخواری نیفتد ز بالا بہ پست
تو ذلت سے اوپر سے نیچے نہیں گرتا ہے

[۱] یعنی خدا سے ڈرنے والا گنہگار اس عبادت گذار سے بدرجہا بہتر ہے جس کو اپنی عبادت کا گھمنڈ ہے۔
[۲] فقیہ۔ فقہ کا جاننے والا اس سے سعدی کی خود اپنی ذات مراد ہے۔
[۳] معرف کے معنی بتانے والا یہ ایک عہدہ دار ہوا کرتا تھا جس کا کام لوگوں کا قاضی سے تعارف کرانا اور ان کو حسب مراتب بٹھانا ہوتا تھا۔
[۴] یعنی اس گستاخی کی یہ سزا ہے کہ تو نیچے جا کر بیٹھ اس سزا کے بعد پھر تجھے یہ گستاخی کرنے کی ہمت نہ ہوگی۔
[۵] یہ شیخ سعدی کا مقولہ ہے۔

چو آتش برآورد درویش دود
درویش نے آگ کی طرح دھواں نکالا

فقیہان طریق جدل ساختند
فقیہوں نے جدل کا راستہ بنایا

کشادند بر ہم در فتنہ باز
انھوں نے آپس میں فتنہ کا دروازہ کھولا

تو گفتی خروسان شاطر بجنگ
تو یہ کہے گا کہ چالاک مرغے لڑائی میں

یکے بیخود از خشمناکی چو مست
کوئی دیوانہ کی طرح غصہ کی وجہ سے بیخود تھا

فتادند در عقدۂ پیچ پیچ
مشکل گرہ میں پھنس گئے

کہن جامہ در صف آخر تریں
پرانے کپڑوں والا آخری صف میں

کہ برہان قوی باید و معنوی
کہ قوی اور معنوی برہان چاہیئے

مرا نیز چوگان حرفست و گوے
میرے پاس بھی بات کا گیند اور بلا ہے

بکلک فصاحت بیانیکہ داشت
جو بیان اس کے پاس تھا اس نے فصاحت کے قلم سے

سر از کوئے صورت بمعنیٰ کشید
بات کو ظاہر سے حقیقت کی طرف لے گیا

بگفتندش از ہر کنار آفریں
ہر جانب سے لوگوں نے اسکو شاباش کہا

سمند سخن تا بجائے براند
بات کے گھوڑے کو یہاں تک دوڑایا

بروں آمد از طاق و دستار خویش
اپنی محراب سے نکلا اور اپنی پگڑی

کہ ہیہات قدر تو نشناختم
کہ افسوس میں تیرا مرتبہ نہ پہچانا

دریغ آمدم با چنیں مایہ
مجھے افسوس ہے کہ اس پونجی کے ہوتے ہوئے

فروتر نشست از مقامیکہ بود
جس مقام پر بیٹھا تھا اس سے کم درجہ پر جا بیٹھا

لِمَ و لا نُسَلِّم درانداختند
"کیوں" اور "ہمیں تسلیم نہیں" کو پھینکا

بلا و نعم کردہ گردن دراز
نہیں اور ہاں سے گردنیں ابھارے

فتادند درہم بمنقار و چنگ
چونچ اور پنجے کے ذریعہ ایک دوسرے میں گتھ گئے

یکے بر زمیں می زند ہر دو دست
کوئی زمین پر دو ہتڑ مارتا تھا

کہ در حل آں رہ نبردند ہیچ
جس کے کھلنے کا کوئی راستہ نہ ملا

بغرش در آمد چو شیر عریں
جھاڑی کے شیر کی طرح غرایا

نہ رگہائے گردن بحجت قوی
نہ کہ دلائل میں پھولی ہوئی رگیں۔

بگفتند ار نیک دانی بگوے
وہ بولے اگر خوب جانتا ہے تو کہہ

بدلہا چو نقش نگیں بر نگاشت
دلوں پر ایسا منقش کر دیا جیسا کہ نگ کا نقش

قلم بر سر حرف دعویٰ کشید،
دعوے کے سر پر قلم پھیر دیا

کہ بر عقل و طبعت ہزار آفریں
کہ تیری عقل پر اور طبیعت پر ہزار آفریں ہے

کہ قاضی چو خر در خلاب بماند
کہ قاضی گدھے کی طرح کیچڑ میں پھنس کر رہ گیا

باکرام و لطفش فرستاد پیش
اعزاز اور مہربانی سے اس کے سامنے پیش کردی

بشکر قدومت نپرداختم
تیری تشریف آوری کے شکریہ میں نہ لگا

کہ بینم ترا در چنیں پایہ
تجھے اس جگہ پر دیکھ رہا ہوں

ے یعنی آہ کھینچی
ے گفتگو میں جب حق کا اظہار مدنظر نہ ہو بلکہ اپنی بڑائی ہو تو یہ جدل ہے۔
ے گفتگو میں عموماً رد و قدح میں یہ جملے استعمال ہوتے ہیں۔
ے یعنی لوگ اس فقیہ کی عقل اور سنجیدہ طبیعت پر ہزار آفریں کہنے لگے۔
ے مجھے اس علم و فضل کے ہوتے ہوئے دربار میں کمتر جگہ ملی ہے۔

معرّف بدلداری آمد برش
معرّف دلداری کے لیے اس کے سامنے آیا

بدست و زباں منع کردش کہ دور
اس کو ہاتھ اور زبان سے روکا کہ دور ہو

کہ فردا شود بر کہن میزراں
ورنہ کل کو پرانے لباس والوں پر

چو مولام خوانند و صدر کبیر
جب مجھے آقا اور بڑا صدر کہہ کر پکاریں گے

تفاوت کند ہرگز آب زلال
شیریں پانی ہرگز نہ بدلے گا

خرد باید اندر سر مرد و مغز
انسان کے سر میں عقل اور گودا چاہیے

کس از سر بزرگی نباشد بچیز
انسان سر کی بڑائی سے کوئی چیز نہیں بن جاتا ہے

میفراز گردن بدستار و ریش
پگڑی اور داڑھی کی وجہ سے گردن نہ ابھار

بصورت کسانیکہ مردم وشند
جو لوگ محض دیکھنے میں آدمی ہیں

بقدر ہنر جست باید محل
ہنر کے اندازے سے مقام تلاش کرنا چاہیے

نئے بوریا را بلندی نکوست
کیا نرکل کے لیے بلندی اچھی چیز ہے

بدیں عقل و ہمت نخوانم کست
اس عقل و ہمت کے ہوتے ہوئے میں تجھ کو انسان نہیں کہہ سکتا

چہ خوش گفت خرمہرۂ در گلے
کوڑی نے جو مٹی میں تھی کیا اچھی بات کہی

مرا کس نخواہد خریدن بہیچ
مجھے کوئی بھی کسی چیز کے بدلے نہ خریدے گا

نہ منعم بمال از کسے بہتر است
مالدار مال کی وجہ سے کسی سے بہتر نہیں ہے

بدیں شیوہ مرد سخنگوئے چست
چست بات کہنے والے انسان نے اس طور پر

کہ دستار قاضی نہد بر سرش
تاکہ قاضی کی پگڑی اس کے سر پر رکھ

منہ بر سرم پائے بند غرور
میرے سر پر غرور کی زنجیر نہ رکھ

بدستار پنجہ گزم سرگراں
پانچ گز کی پگڑی کی وجہ سے ابھی غصے ہوں گا

نمایند مردم بچشم حقیر
تو لوگ میری نگاہ میں حقیر نظر آئیں گے

گرش کوزہ زریں بود یا سفال
خواہ وہ زریں پیالے میں ہو یا مٹی کے برتن میں

نباید مرا چوں تو دستار نغز
تیری طرح مجھے اچھی پگڑی نہیں چاہیے

کدو سر بزرگ است و بے مغز نیز
کدو کا سر بڑا ہے اور بے مغز بھی ہے

کہ دستار پنبہ است و سبلت حشیش
اس لیے کہ پگڑی کی حقیقت روئی اور مونچھوں کی حقیقت گھاس

چو صورت ہماں بہ کہ دم درکشند
تصویر کی طرح تو یہی بہتر ہے کہ وہ چپ رہیں

بلندی و نحسی مکن چوں زحل
زحل کی طرح بلندی اور نحوست نہ ظاہر کر

کہ خاصیت نیشکر خود دروست
کیا خود اس میں گنے کی خاصیت ہے

و گرمی رود صد غلام از پست
خواہ تیرے پیچھے سو غلام چلتے ہوں

چو بر داشتش پر طمع جاہلے
جب اس کو ایک لالچی جاہل نے اٹھایا

بدیوانگی در حریرم مپیچ
دیوانگی سے مجھے ریشمین کپڑے میں نہ لپیٹ

خر ار جل اطلس بپوشد خر است
اگر گدھا اطلس کی جھول بھی پہن لے تو گدھا ہے

بآب سخن کینہ از دل بشست
بات کے پانی سے دل کا کینہ دھولیا

۱ یعنی یہ دستار علماء کو مغرور اور متکبر بناتی ہے۔
۲ یعنی اچھی چیز اچھے ظرف کی محتاج نہیں ہے۔
۳ یعنی پگڑی باندھ کر سر بڑا کر لینے سے کوئی فائدہ نہیں ہے
۴ زحل ستارا بلند ہے لیکن منحوس سمجھا جاتا ہے۔
۵ یعنی یہ باتیں کہہ کر دل کا غبار مٹا لیا۔

دل آزردہ را سخت باشد سخن
ستائے ہوئے دل کی بات سخت ہوتی ہے
چو خصمت بیفتاد سستی مکن
جب تیرا دشمن گر پڑے تو سستی نہ کر

چو دستت رسد مغز دشمن برآر
جب تجھے دست رسی حاصل ہو جائے دشمن کا بھیجا نکال لے
کہ فرصت فرو شوید از دل غبار
اس لئے کہ موقع دل کا غبار دھو دے گا

چناں ماند قاضی بجورش اسیر
قاضی اپنے ظلم میں خود ایسا گرفتار ہو گیا
کہ گفت اِنَّ ہٰذا لَیَوْمٌ عَسِیْرٌ
کہ بول پڑا کہ بے شک یہ سخت دن ہے

بدنداں گزید از تعجب یدین
تعجب سے دونوں ہاتھ دانتوں سے کاٹے
بماندش دو دیدہ چوں فرقدین
اس کی دونوں آنکھیں فرقدین کی طرح گڑ کر رہ گئیں

وزآنجا جواں روئے ہمت بتافت
وہاں سے جوان نے ارادہ کا رخ موڑ دیا
بروں رفت و بازش نشاں کس نیافت
باہر نکل گیا اور پھر کسی نے اس کا نشان نہ پایا

غریو از بزرگانِ مجلس بخاست
مجلس کے بڑے لوگوں سے شور اٹھا
کہ گوئی چنیں شوخ چشم از کجاست
کہ تو بتا کہ ایسا گستاخ کہاں کا رہنے والا ہے

نقیب از پیش رفت و ہر سو دوید
چوب دار اس کے پیچھے روانہ ہوا اور ہر جانب بھاگا
کہ مردے بدیں نعت و صورت کہ دید
کہ کسی نے کوئی شخص اس صفت اور صورت کا دیکھا ہے

یکے گفت ازیں نوع شیریں نفس
ایک بولا اس قسم کا شیریں گفتار
دریں شہر سعدی شناسیم و بس
اس شہر میں ہم فقط سعدی کو سمجھتے ہیں

براں صد ہزار آفریں کیں بگفت
اس پر ایک لاکھ شاباش کہ یہ اس نے کہا
حق تلخ بیں تا چہ شیریں بگفت
کڑوی سچی بات کو کس میٹھے انداز میں کہہ گیا

حکایت در توبہ کردن پادشاہزادہ گنجہ

گنجہ کے شہزادے کے توبہ کرنے کا قصہ

یکے پادشہ زادہ گنجہ بود
گنجہ کا ایک شاہزادہ تھا
کہ نااہل و ناپاک و سرپنجہ بود
جو نااہل اور ناپاک اور زور آور تھا

بمسجد درآمد سرایان و مست
مست اور گاتا ہوا مسجد میں آگیا
مے اندر سر و ساتگینے بدست
سر میں شراب اور ہاتھ میں جام

بمقصورہ در پارسائے مقیم
حجرہ میں ایک پارسا ٹھہرا ہوا تھا
زبانِ دلآویز و قلبے سلیم
جس کی زبان میٹھی اور دل صحیح تھا

تنے چند بر گفت او مجتمع
کچھ آدمی اس کے وعظ پر جمع تھے
چو عالم نباشی کم از مستمع
اگر تو عالم نہیں ہے تو کم از کم سننے والا بن

چو بے عزتی پیشہ کرد آں حروں
جب اس سرکش نے بے عزتی اختیار کی
شدند آں عزیزاں خراب اندروں
تو ان باعزت لوگوں کا دل پریشان ہوا

چو منکر بود پادشہ را قدم
جب بادشاہ کا قدم برا ہو
کہ یارد زد از امر معروف دم
امر بالمعروف کا دم کون مار سکتا ہے

---

۱ ایلکہ قابو پانے کے بعد اس کو فوراً ختم کر دے۔
۲ حشر کے میدان میں گنہگار یہی کہیں گے۔
۳ فرقدین دو ستارے ہیں جن کا رخ ہمیشہ برج جدی کی طرف رہتا ہے گویا وہ دونوں اس کو نظر جما کر دیکھتے ہیں۔
۴ گنجہ ایک شہر کا نام ہے جو تبریز کے قریب ہے، نظامی گنجوی اسی شہر کے رہنے والے تھے۔
۵ یہ سعدی کا مقولہ ہے کہ اگر انسان عالم نہ ہو تو علماء کا وعظ سنا کرے۔
۶ کسی کو اچھی بات کا حکم دینا۔

تحکم کند سیر بر بوئے گل
لہسن کی بدبو پھول کی خوشبو پر غالب آجاتی ہے

گرت نہی منکر برآید ز دست
اگر تیرے ہاتھ سے نہی عن المنکر ہو سکے

وگر دست قوت نداری بگوے
اگر تو قوت کا ہاتھ نہ رکھتا ہو تو کہہ دے

چو دست و زباں را نماند مجال
جب ہاتھ اور زبان میں طاقت نہ رہے

یکے پیش دانائے خلوت نشیں
گوشہ نشین عقلمند کے سامنے ایک شخص ـــ

کہ یکبارے آخر بریں رند مست
کہ اس رند مست کے لیے آخر ایک مرتبہ

دمِ سوزناک از دلِ باخبر
باخبر دل کی جلا دینے والی ایک آہ

برآورد مردِ جہاندیدہ دست
جہاندیدہ انسان نے ہاتھ اٹھایا

خوش ست ایں پسر وقتش از روزگار
یہ لڑکا زمانہ سے خوش وقت ہے

کسے گفتش اے قدوۂ راستی
کسی نے اس سے کہا اے سچائی کے پیشوا

چہ بد عہد را نیک خواہی ز بہر
بدعہد کے نصیبہ کی نیک خواہی

چنیں گفت بینندۂ تیز ہوش
تیز ہوش سمجھدار نے یہ کہا

بطامات مجلس بیارا ستم
میں نے بڑی باتوں سے مجلس کو سجایا ہے

کہ ہر گہ کہ باز آید از خوئے زشت
اس لیے کہ جب وہ بری عادت سے باز آجائے گا

چنیں پنج روز ست عیش مدام
شراب کا عیش تو یہی پانچ روز کا ہے

حدیثے کہ مرد سخن ساز گفت
بات کے سنانے والے نے جو بات کہی

فرو ماند آواز چنگ از دہل
ستار کی آواز ڈھول سے عاجز آجاتی ہے

نشاید چو بیدست و پایاں نشست
تو بے دست و پا ہو کر نہ بیٹھنا چاہیے

کہ پاکیزہ گردد باندرز خوے
اس لیے کہ نصیحت سے بھی عادت پاکیزہ ہو جاتی ہے

بہمت نمایند مردی رجال
تو لوگ دعا سے مردانگی دکھاتے ہیں

بنالید و بگریست سر بر زمیں
نالاں ہوا اور زمین پر سر رکھ کر رو دیا

دعا کن کہ ما بے زبانیم و دست
بددعا کر دیجئے اس لیے کہ ہم تو بے زبان اور بے ہاتھ ہیں

قوی تر کہ ہفتاد تیغ و تبر
ستر تیغ و تبر سے قوی ہوتی ہے

چہ گفت اے خداوند بالا و پست
کیا کہا .... اے نشیب و فراز کے مالک!

خدایا ہمہ وقت او خوش بدار
اے خدا اس کے تمام اوقات کو خوش بنائے

بدیں بد چرا نیکوئے خواستی
اس بد کے لیے کیوں نیکی چاہی

چہ بد خواستن بر سر خلق و شہر
شہر اور مخلوق کی بدخواہی کے برابر ہے

چو سِرّ سخن در نیابی مجوش
جب بات کی حقیقت تجھے معلوم نہ ہو تو جوش نہ دکھا

ز داد آفریں توبہ اش خواستم
انصاف کے پیدا کرنے والے سے میں نے اسکی توبہ کی خواہش کی

بعیشے رسد جاوداں در بہشت
تو بہشت میں ہمیشہ باقی رہنے والے عیش کو پہنچ جائیگا

بترک اندرش عیشہائے مدام
اس کے چھوڑ دینے میں ہمیشہ کا عیش ہے

یکے زاں میاں با ملک باز گفت
ان میں سے ایک نے بادشاہ سے دہرا دی

ملہ بری بات سے روکنا یعنی ایک مومن کا فرض ہے کہ بری بات کو دیکھ کر اگر اس کے ہاتھ میں طاقت ہے تو طاقت کے ذریعہ اس برائی کو ختم کر دے اور اگر اس قدر طاقت نہیں ہے تو زبان سے اس کی برائی ظاہر کر دے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو دل سے برا سمجھے یہ نہی عن المنکر کے تین درجے ہیں جن کو سعدی نے ان شعروں میں ظاہر کر دیا ہے۔

ملہ یعنی بزرگ دل کی طاقت سے اس برائی کو ختم کر دیتے ہیں۔

زوجد آب در چشمش آمد چو میغ
بیخودی کی وجہ سے ابر کی طرح اس کی آنکھوں میں پانی آ گیا
نیران شوق اندرونش بسوخت
شوق کی آگ سے اس کا باطن جل اٹھا
بر نیک محضر فرستاد کس
نیک طبیعت کے پاس اس نے کسی کو بھیجا
قدم رنجہ فرمائی تا سر نہم
قدم رنجہ فرمائیں تاکہ میں اطاعت کروں
دو رویہ ستادند بر در سپاہ
دروازہ پر سپاہی دو رویہ کھڑے ہوگئے
شکر دید و عناب و شمع و شراب
اس نے شکر اور عناب اور شمع اور شراب دیکھی
یکے غائب از خود یکے نیم مست
کوئی بےخود، کوئی نیم مست
ز سوئے بر آوردہ مطرب خروش
ایک جانب گویئے کی آوازیں بلند
حریفاں خراب از مے لعل رنگ
لعل جیسے رنگ کی شراب سے ساتھی مست
نبود از ندیماں گردن فراز
بلند مرتبہ دوستوں میں سے کسی کی
دف و چنگ با یک دگر ساز گار
طبلہ اور ستار ایک دوسرے سے سازگار تھے
بفرمود در ہم شکستند خرد
اس نے حکم دے دیا انھوں نے اسکو چورا کر دیا
شکستند چنگ و گسستند رود
انھوں نے ستار کو توڑ ڈالا رود کو پھاڑ ڈالا
بمیخانہ در سنگ بر دن زدند
میخانہ میں مٹکے پر پتھر مارا
رواں خمر و چنگ اوفتادہ نگوں
شراب بہی ہوئی ستار اوندھا گرا ہوا
خم آبستن خمر نہ ماہہ بود
مٹکی نو ماہہ شراب سے حاملہ تھی

ببارید بر چہرہ سیل دریغ
اس نے چہرہ پر افسوس کا سیلاب بہایا
حیا دیدہ بر پشت پایش بدوخت
حیانے آنکھوں کو اس کے پیروں کی پشت پر سی دیا
در توبہ کوباں کہ فریاد رس
توبہ کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے کہ فریاد کو پہنچ
سر جہل و ناراستی برنہم
نادانی اور بدچلنی کا خیال نکال دوں
سخن پرور آمد در ایوان شاہ
شاہ کے دربار میں سخن پرور پہنچا
دہ از نعمت آباد و مردم خراب
گھر نعمتوں سے آباد اور انسان تباہ دیکھے
یکے شعر گویاں صراحی بدست
کوئی ہاتھ میں صراحی لیے شعر پڑھتا ہوا
ز دیگر سو آواز ساقی کہ نوش
دوسری طرف ساقی کی صدا کہ، پی!
سر چنگی از خواب در بر چو چنگ
ستار بجانے والے کی طرح نیند سے بغل میں سر دیئے ہوئے
بجز نرگس آنجا کسے دیدہ باز
نرگس کے سوا اس جگہ آنکھ نہ کھلی تھی
بر آوردہ زیر از میاں نالہ زار
دھیما سُر نالہ زار پیدا کر رہا تھا
مبدل شد آں عیش صافی بدرد
وہ صاف عیش تلچھٹ سے بدل گیا
بدر کرد گویندہ از سر سرود
گویئے نے سر سے گانے کا خیال نکال دیا
کدو را نشاندند و گردن زدند
انھوں نے کدو کو بٹھایا اور اس کی گردن ماردی
تو گفتی شدست از بط کشتہ خوں
تو سمجھے گا کہ کشتہ بطخ سے خون جاری ہوگیا
در آں فتنہ دختر بینداخت زود
اس فتنہ میں اس نے جلد لڑکی جن دی

۱ یہ شیخ سعدی کا مقولہ ہے۔
۲ یعنی اس شہزادے نے اس بزرگ کو بلا بھیجا۔
۳ شراب کے ساتھ گزک کے طور پر عناب اور شکر کا استعمال کرتے تھے۔
۴ اس گھر کے انسانوں کی تباہی کا بیان ہے۔
۵ یعنی نرگس کے علاوہ سب نیند سے آنکھیں بند کیے ہوئے تھے۔
۶ رود ایک قسم کا باجا تھا جس پر ریشمین تار کسے ہوتے تھے۔



۷ کدو میں شراب بھری جاتی تھی۔
۸ شراب کی بطخ سے لعل گوں شراب بہنے کا یہ منظر تھا کہ گویا بطخ ذبح کردی ہے۔
۹ شراب کو دختر رز کہا جاتا ہے۔

شکم تا بنافش دریدند مشک
انھوں نے مشک کو پیٹ سے ناف تک پھاڑ ڈالا

بفرمود تا سنگ صحن سرائے
اس نے حکم دے دیا کہ مکان کے صحن کے پتھر

کہ گلگونہ خمر یاقوت فام
اس لیے کہ یاقوت رنگ کی شراب کا اُبٹن

عجب نیست بالوعہ گر شد خراب
اگر چپہ[۱] چپہ مست ہوا تو کوئی تعجب کی بات نہیں

دگر ہر کہ بربط گرفتے بکف
پھر جو بھی ہاتھ میں سارنگی پکڑتا۔

وگر فاسقے چنگ بردے بدوش
اور اگر کوئی فاسق کندھے پر ستار لیجاتا

جوانے[۲] سر از کبر و پندار مست
وہ جوان جس کا سر تکبر اور خودی سے مست تھا

پدر بارہا گفتہ بودش ہول
باپ نے ڈانٹ کر کئی بار اس سے کہا تھا

جفائے پدر بردو زندان و بند
اس[۳] نے باپ کی سختی برداشت کی اور قیدخانہ اور بیڑیاں

گرش سخت گفتے سخنگوئے سہل
نرم[۴] بات کہنے والا اگر اس سے سختی سے کہتا

خیال و غرورش بران داشتے
اس کا گھمنڈ اور غرور اس کو اس پر آمادہ کر دیتا

سپر[۵] نفگند شیر غراں ز جنگ
دھاڑنے والا شیر لڑائی سے ڈھال نہیں ڈالتا ہے

بنرمی ز دشمن تواں کرد دوست
نرمی سے دشمن کو دوست بنایا جاسکتا ہے

چو سنداں کسے سخت روئی نکرد
کسی نے بھی اہرن کی طرح سخت روئی نہیں کی

بگفتن درشتی مکن با امیر
حاکم کے ساتھ بات کرنے میں سختی نہ برت

با خلاق با ہر کہ بینی بساز
جس کو بھی تو دیکھے اخلاق سے پیش آ

قدح را بر و چشم خونیں پراشک
اس پر پیالہ کی خونیں آنکھیں پر اشک تھیں

بکندند و کردند نو باز جائے
اکھاڑ دیں اور انھوں نے اس کی جگہ نئے لگا دیے

بشستن نمی شد ز روی رخام
سنگ مرمر کے چہرے سے دھونے سے نہ مٹا

کہ خورد اندراں روز چنداں شراب
کیونکہ اس نے اس دن بہت شراب پی

قفا خوردے از دست مردم چو دف
تو ڈھپرے کی طرح لوگوں کے ہاتھ سے طمانچے کھاتا

بمالیدے او را چو طنبور گوش
تو وہ طنبورہ کی طرح اس کے کان اینٹھتا

چو پیراں بکنج عبادت نشست
بوڑھوں کی طرح عبادت کے گوشہ میں بیٹھ گیا

کہ پاکیزہ رو باش و شایستہ قول
کہ نیک چلن اور مہذب بات والا بن

چناں سودمندش نیامد کہ پند
اس کو ایسی مفید نہ ہوئیں جیسی کہ نصیحت

کہ بیروں کن از سر جوانی و جہل
کہ سر سے جوانی اور نادانی نکال دے

کہ درویش را زندہ نگذاشتے
کہ درویش کو زندہ نہ چھوڑتا

بیندیشد از تیغ براں جنگ
نہ بیچے کی تیغ براں کی سوچتا ہے

چو با دوست نرمی کنی دشمن اوست
جب تو دوست سے ہلکی بات کرے تو اس کا دشمن ہے

کہ خایسک تادیب بر سر نخورد
کہ ادب سکھانے کا ہتھوڑا سر پر نہ کھایا ہو

چو بینی کہ سختی کند سست گیر
جب تو یہ دیکھے کہ وہ سختی کرتا ہے تو نرمی کر

اگر زیردست ست و گر سرفراز
خواہ وہ ماتحت ہو یا سر بلند

ق

[۱] چونکہ شراب بہائی گئی تھی وہ چپہ چپہ میں جمع ہوئی۔
[۲] یعنی شہزادہ گوشہ نشین ہو کر عبادت گزار بن گیا۔
[۳] یعنی باپ کی سختیاں اس قدر مفید نہ ہوئیں جس قدر بزرگ کی نصیحت
[۴] یعنی بزرگ اس سے سختی برتتا
[۵] یعنی بہادر آدمی سخت بات سے بگڑ جاتا ہے۔

که ایں گردن از نازکی برکشد
که یہ تکبّر سے گردن موڑلے گا

بگفتارِ خوش واں سہ اندر کشد
میٹھی بات کی وجہ سے اور وہ فرماں بردار بنجائیگا

بشیریں زبانی تواں برد گوے
شیریں زبانی کی وجہ سے بازی جیتی جاسکتی ہے

کہ پیوستہ تلخی برد تندخوے
اس لیے کہ بدمزاج ہمیشہ تلخی اٹھاتا ہے

تو شیریں زبانی ز سعدی بگیر
تو سعدی سے شیریں زبانی حاصل کرے

ترش روے را گو بتلخی بمیر
ترش رو کو کہہ دے کہ وہ کڑواہٹ سے مرجائے

حکایتِ طوافِ عسل
شہد لیکر گھومنے والے کا قصہ

شکر خندۂ انگبیں می فروخت
ایک ہنس مکھ شہد بیچتا تھا

کہ دلہا ز شیرینیش می بسوخت
کہ اس کی مٹھاس سے دل جلے جاتے تھے

نباتے میاں بستہ چوں نیشکر
نیشکر جیسے کمر بستہ معشوق

برو مشتری از مگس بیشتر
مکھیوں سے بھی زیادہ اس کے خریدار تھے

گر او زہر برداشتے فی المثل
اگر مثلاً وہ زہر بھی اٹھا لاتا

بخوردندے از دستِ او چوں عسل
اس کے ہاتھ سے شہد کی طرح کھا جاتے

گرانے نظر کرد در کارِ او
ایک بھدّے شخص نے اس کے کاروبار کو دیکھا

حسد بُرد بر رونقِ بازارِ او
اس کے بازار کی رونق پر اس نے حسد کیا

دگر روز شد گردِ گیتی رواں
دوسرے دن اس نے شہر کے چاروں طرف چکر لگایا

عسل بر سر و سرکہ بر ابرواں[1]
سر پر شہد اور ابرؤوں پر سرکہ

بسے گشت فریاد خواں پیش و پس
آگے پیچھے چلاتا گھوما بہت پھرا

کہ ننشست بر انگبینش مگس
کیونکہ اس کے شہد پر کوئی مکھی نہ بیٹھی۔

شبانگہ چو نقدش نیامد بدست
رات تک جب کچھ نقد اس کے ہاتھ نہ آیا

بد لتنگ روئی بکنجے نشست
دل تنگی کی وجہ سے ایک کونہ میں بیٹھ گیا

چو عاصی ترش کردہ روی از وعید[2]
اللہ کی دھمکی سے منہ بگاڑے ہوئے گنہگار کی طرح

چو ابروی زندانیاں روزِ عید
عید کے دن قیدیوں کی ابرو کی طرح

زنے گفت بازی کناں شوے را
ایک عورت نے شوہر سے مذاق میں کہا

عسل تلخ باشد ترش روے را
بدمزاج کا شہد بھی کڑوا ہوتا ہے۔

حرامست بود نانِ آں کس چشید[3]
اس آدمی کا کھانا چکھنا تیرے لیئے حرام ہو

کہ چوں سفرہ ابرو بہم در کشید
جو دسترخوان کی طرح پیشانی پر سلوٹیں ڈالے

مکن خواجہ بر خویشتن کار سخت
اے صاحب اپنا کام سخت نہ بنا

کہ بدخوئے باشد نگونسار بخت
اس لیے کہ بدعادت اوندھے نصیبہ کا ہوتا ہے

گرفتم کہ سیم و زرت چیز نیست
میں نے مانا کہ چاندی سونا تیرے پاس کچھ نہیں ہے

چو سعدی زبانِ خوشت نیز نیست
کیا سعدی کی طرح تیرے پاس میٹھی زبان بھی نہیں ہے

---

[1] ابرو والا پر سرکہ سے مراد بدمزاجی ہے۔

[2] یعنی ایسا منہ بگاڑ کر بیٹھ گیا جیسا کہ گنہگار اللہ کی وعید پر یا قیدی عید کے دن۔

[3] بدمزاج شخص کے یہاں کھانا بھی درست نہیں ہے۔

حکایت در معنی تواضع نیکمرداں

حکایت نیک انسانوں کی تواضع کے بیان میں

شنیدم کہ فرزانۂ حق پرست
میں نے سنا ہے کہ ایک حق پرست عقلمند

گریباں گرفتش یکے رند مست
کا گریبان ایک مست رند نے پکڑ لیا

ازاں تیرہ دل مردِ صافی دروں
صاف باطن انسان نے اس سیاہ دل کے

قفا خورد و سر بر نکرد از سکوں
طمانچے کھائے اور سکون کی وجہ سے سر نہ اٹھایا

یکے گفتش آخر نہ مردی تو نیز
کسی نے اس سے کہا آخر تو بھی مرد ہے

تحمل دریغست ازیں بے تمیز
اس بے تمیز کی برداشت قابل افسوس ہے

شنید ایں سخن مردِ پاکیزہ خوے
پاکیزہ طبیعت انسان نے یہ بات سنی

بدو گفت زیں نوع با من مگوے
اس سے کہا اس قسم کی بات مجھ سے نہ کر

دَرَد مست ناداں گریبانِ مرد
نادان مست ایسے بہادر کا گریبان پھاڑ ڈالتا ہے

کہ با شیر جنگی سگالد نبرد
جو شیر جیسے پنجہ والے سے لڑائی کی سوچتا ہے

ز ہشیار عاقل نترسد کہ دست
ہوشیار آدمی سے عقلمند اس کا اندیشہ نہیں کرتا ہے[۱]

زند در گریبان ناداں مست
کہ وہ نادان مست کے گریبان پر ہاتھ ڈالیگا

ہنرور چنیں زندگانی کند
ہنرمند اس طرح زندگی بسر کرتا ہے

جفا بیند و مہربانی کند
کہ ظلم سہتا ہے اور مہربانی کرتا ہے

حکایت در معنی عزت نفس مرداں

حکایت شریفوں کے نفس کی عزت کے بیان میں

سگے پاے صحرا نشینے گزید
ایک کتے نے ایک صحرا نشین کے پیر میں کاٹ لیا

بخشمے کہ زہرش ز دنداں چکید
ایسے غصے سے کہ اس کے دانتوں سے زہر ٹپک رہا تھا

شب از درد بیچارہ خوابش نبرد
بیچارہ کو درد کی وجہ سے رات کو نیند نہ آئی

بخیل اندرش دخترے بود خرد
اس کے خاندان میں ایک چھوٹی سی لڑکی تھی

پدر را جفا کرد و تندی نمود
باپ پر سختی کرنے لگی اور غصہ ہوئی

کہ آخر ترا نیز دنداں نبود
کہ آخر تیرے دانت نہ تھے[۲]

پس از گریہ مردِ پراگندہ روز
پریشان روزگار رونے کے بعد

بخندید کاے بابکِ دلفروز
ہنس پڑا کہ اے دل کو روشن کرنیوالی بی بی

مرا گرچہ ہم سلطنت بود و بیش
اگرچہ میرے پاس بھی طاقت تھی

دریغ آمدم کام و دندانِ خویش
میں نے اپنے منہ اور دانتوں کو بچایا

محالست گر تیغ بر سر خورم
اگر میں سر پر تلوار کھا جاؤں تو بھی ناممکن ہے

کہ دنداں بپاے سگ اندر برم
کہ میں کتے کے پیر میں دانت گھسا سکوں

تواں کرد با ناکساں بدرگی
نالائقوں کے ساتھ برائی کی جا سکتی ہے

ولیکن نیاید ز مردم سگی
لیکن انسان سے کتا پن نہیں ہو سکتا

[۱] کسی ہوشیار سے یہ کبھی توقع نہیں ہوتی کہ وہ کسی رند سے دست و گریباں ہوگا۔
[۲] یعنی تو بھی کتے کو کاٹ لیتا۔

حکایت خواجہ نیکوکار و بندۂ نافرمان

نیک آقا اور سرکش غلام کا قصہ

بزرگے ہنرمند آفاق بود
ایک بزرگ تمام زمانے کا ہنرمند تھا

غلامش نکوہیدہ اخلاق بود
اس کا غلام برے اخلاق کا تھا

ازیں خفرقے موئے بالیدۂ
اس بدہیات کے بال بڑھے ہوتے

بدے سرکہ در روے مالیدۂ
بُرا، منہ پر سرکہ ملے ہوتا

چو ثعبانش آلودہ دنداں بزہر
اس کے دانت اژدہے کی طرح زہر آلودہ تھے

گرو بردہ از زشت رویانِ شہر
شہر کے بدصورتوں سے بازی لے گیا تھا

مدامش بروی آب چشم سبل[1]
روہوں والی آنکھ کا پانی ہمیشہ چہرہ پر

دمیدے ز بوئے پیاز از بغل[2]
نمودار رہتا اور بغل کی پیاز کی بدبو

گرہ وقت پختن برابرو زدے
پکانے کے وقت ابرو پر گرہ ڈال لیتا

چو پختند با خواجہ زانو زدے
جب پکا لیتے تو آقا کے ساتھ ران ملا کر بیٹھتا

دمادم بناں خوردنش ہم نفس
دمادم روٹی کھانے میں ساتھ رہتا

وگر مُردے آبے ندادے بکس
اور اگر کوئی مر بھی جاتا تو پانی نہ پلاتا

نہ گفت اندرو کار کردے نہ چوب[3]
اس میں نہ بات کام کرتی نہ لکڑی

شب و روز ازو خانہ در کند و کوب[4]
رات اور دن اس کی وجہ سے گھر درہم برہم

گہے خار وخس در رہ انداختے
کبھی کانٹے اور تنکے راستے میں ڈال دیتا

گہے ماکیاں در چہ انداختے
کبھی مرغیوں کو کنوئیں میں پھینک آتا

ز سیماش وحشت فراز آمدے
اس کے چہرے سے وحشت معلوم ہوتی

نرفتے بکارے کہ باز آمدے[5]
کسی کام کو نہ جاتا کہ واپس لوٹ کر آتا

کسے گفت ازیں بندۂ بدخصال
کسی نے کہا اس بدعادت غلام سے

چہ خواہی ادب یا ہنر یا جمال
تو کیا چاہتا ہے ادب یا ہنر یا حسن

نیرزد وجودے بدیں ناخوشی
اس برائی کے ساتھ اس کا وجود اس لائق نہیں ہے

کہ جورش پسندی و بارش کشی
کہ تو اس کا ظلم پسند کرے اور اس کا بوجھ اٹھائے

منت بندۂ خوب نیکو سیر
میں تیرے لیے ایک خوبصورت نیک عادت غلام

بدست آرم ایں را بہ نخاس بر
لے آؤں گا اس کو بردہ فروش کے یہاں لے جا

وگر یک پشیز آورد سر مپیچ
اگر ایک پیسہ لگے تو انکار نہ کرنا

گرانست اگر راست خواہی بہیچ[6]
اگر سچ کہلوانا ہے تو وہ مفت بھی گراں ہے

شنید ایں سخن مردِ نیکو نہاد
نیک طبیعت انسان نے یہ بات سنی

بخندید کاے یارِ فرخ نژاد
ہنسا کہ اے مبارک ذات یار

بدست ایں پسر طبع و خویش ولیک
اس لڑکے کی طبیعت اور عادت بری ہے لیکن

مراز و طبیعت شود خوئے نیک
اس کی وجہ سے میری طبیعت نیک عادت ہو جائیگی

[1] یعنی بدمزاج تھا۔
[2] یعنی چندھا تھا اور بغل گند کا بھی تھا۔
[3] نہ برا بھلا کہنا مفید تھا، نہ مار پیٹنا۔
[4] یعنی شرارتیں بھی کرتا رہتا تھا۔
[5] کہیں جاکر کوئی کام نہ کرتا تھا۔
[6] ایک پیسہ میں بھی بیچ ڈالنا خریدنے کے لیے یہ مفت بھی گراں ہے۔

چو زو کردہ باشم تحمّل بسے
جب اس کی بہت برداشت کرلوں گا
توانم جفا بردن از ہر کسے
تو ہر شخص کا ظلم برداشت کرسکوں گا

مروّت ندانم کہ کفر و شمش
میں شرافت نہیں سمجھتا ہوں کہ اس کو برا سمجھوں
بد بگیر کسے عیب بر گویمش
کسی دوسرے سے اس کا عیب کہوں

چو من در بلایش تحمّل کنم
اگر میں اس کی مصیبت کو برداشت کروں
بسے بہ بود گر تحوّل کنم
یہ اس سے بہت بہتر ہے کہ اسکو کسی کے حوالے کروں

چو خود را پسندی کسے را پسند
تو جو اپنے لیے پسند کرے دوسرے کے لیے بھی پسند کر
تو در زحمتی دیگرے را مبند
تو تکلیف میں ہے تو دوسرے کو مبتلا نہ کر

تحمّل چو زہرت نماید نخست
برداشت کرنا ابتدائً تجھے زہر معلوم ہوگا
ولے شہد گردد چو در طبع رست
لیکن شہد بن جائے گا جب طبیعت میں رچ جائیگا

حکایت معروف کرخی و مسافر رنجور
معروف کرخی اور ایک بیمار مسافر کا قصہ

کسے راہِ معروف کرخی نجست
کسی ایسے شخص نے معروف کرخی کا راستہ نہیں ڈھونڈا
کہ ننہاد معروفی از سر نخست
جس نے سب سے پہلے دماغ سے شہرت نہ نکال دی ہو

شنیدم کہ مہمانش آمد یکے
میں نے سنا ہے کہ اس کے پاس ایک مہمان آیا
ز بیماریش تا بمرگ اندکے
جس کی بیماری اور موت میں تھوڑا سا فاصلہ تھا

سرش موی و رویش صفا ریختہ
اس کا سر بالوں کو اور چہرہ رونق کو ختم کر چکا تھا
بموئیش جاں در تن آویختہ
ایک بال کی بقدر اس کی جان جسم میں لگی تھی

شب آنجا بیفگند و بالش نہاد
اس نے رات کو اس جگہ پڑاؤ کر دیا اور تکیہ لگا لیا
رواں دست در بانگ و نالش نہاد
فوراً داویلا اور آہ و زاری شروع کر دی

نہ خوابش گرفتے بشب یک نفس
نہ اس کو ایک سانس کی بقدر نیند آئی
نہ از دست فریاد او خواب کس
نہ اس کی فریاد کے ہاتھوں کسی دوسرے کو نیند آئی

نہادے پریشاں و طبعے درشت
اس کا مزاج پریشان اور طبیعت سخت تھی
نمی مرد و خلقے بحجّت بکشت
خود تو نہ مرا اور مخلوق کو حجت بازی سے مار ڈالا

ز فریاد و نالیدن و خفت و خیز
اس کی فریاد اور رونے اور بے چینی کی وجہ سے
گرفتند از و خلق راہِ گریز
مخلوق نے اس سے راہ گریز اختیار کرلی

ز دیار مردم دراں بقعہ کس
اس جگہ کے رہنے والوں میں اگر کوئی تھا
ہماں ناتواں ماند و معروف و بس
تو وہی بیمار اور بس معروف کرخی رہے

شنیدم کہ شبہا ز خدمت نخفت
میں نے سنا کہ بہت سی راتیں خدمتگزاری کی وجہ سے نہ سوئے
چو مرداں میاں بست و کرد آنچہ گفت
مردوں کی طرح کمربستہ رہے اور وہی کرتے جو وہ کہتا

شبے بر سرش لشکر آورد خواب
ایک رات کو ان پر نیند نے لشکر کشی کر دی
کہ چند آورد مرد ناخفتہ تاب
اس لیے کہ بدوں سوئے کوئی کتنی تاب لا سکتا ہے

---

۱ حدیث شریف میں آیا ہے۔ مومن وہی ہے جو اپنے بھائی کے لیے وہی بات پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

۲ یعنی کرخی کے راہ سلوک پر جو شخص چلنا چاہے اس کا پہلا فرض ہے کہ وہ اپنے سر سے شہرت اور تکبر نکال دے۔

۳ معروف نام ہے یہ بزرگ کرخ کے رہنے والے تھے۔

۴ نہ خود سوتا تھا نہ دوسروں کو سونے دیتا تھا۔

۵ لوگوں سے بدمزاجی کرتا سب لوگ گھبرا کر بھاگ گئے۔

بیکدم که چشمانش خفتن گرفت
تھوڑی دیر کے لیے ان کی آنکھوں نے سونا شروع کیا

که لعنت برین نسل ناپاک باد
کہ اس ناپاک نسل پر لعنت ہو

بلند اعتقادان پاکیزه پوش
متکبر ہیں، خوش پوشاک ہیں

چه داند لت انبانی از خواب مست
بڑے پیٹ والے، نیند سے مست کو کیا معلوم

سخنهای منکر بمعروف گفت
حضرت معروف کو اس نے بری باتیں کہیں

فرو خورد شیخ این حدیث از کرم
شیخ تو شرافت کی وجہ سے یہ باتیں پی گئے

یکے گفت معروف را در نهفت
ایک نے چپکے سے معروف سے کہا

برو زین سپس گو سر خویش گیر
اس کے بعد جا اور کہہ! اپنا راستہ پکڑ

نکوئی و رحمت بجائے خود است
بھلائی اور رحم اپنی جگہ ہے

سر سفله را گرد بالش منه
کمینہ کا سر تکیہ پر نہ رکھ

مکن با بدان نیکی اے نیک بخت
اے نیک بخت بروں کے ساتھ نیکی نہ کر!

نگویم مراعات مردم مکن
میں یہ نہیں کہتی ہوں کہ لوگوں کی خاطر تواضع نہ کر

باخلاق نرمی مکن با درشت
سخت کے ساتھ اخلاق سے ساتھ نرمی نہ کر

گر انصاف خواہی سگ حق شناس
اگر انصاف کی بات چاہتا ہے تو حق شناس کتا

برف آب رحمت مکن بر خسیس
کمینہ پر برف کے پانی سے مہربانی نہ کر

ندیدم چنین ہیچ بر ہیچ کس
میں نے ایسا ہیچ در ہیچ آدمی نہیں دیکھا

مسافر پراگنده گفتن گرفت
مسافر نے بکنا شروع کیا

که نامند و ناموس و زرق اند و باد
کہ محض نام اور عزت کے ہیں اور مکر اور غرور ہیں

فریبندۀ پارسائی فروش
فریب دینے والے ہیں، بزرگی فروش ہیں۔

که بے چارۀ دیده برہم نه بست
کہ کسی بیچارے نے پلک بھی نہیں جھپکائی ہے

که یکدم چرا غافل از وے بخفت
کہ وہ تھوڑی دیر کے لیے اس سے غافل ہو کر کیوں سوئے

شنیدند پوشیدگان حرم
حرم کی مستورات نے سن لیں

ندیدی که درویش نالان چه گفت
تجھے معلوم نہیں نالاں فقیر نے کیسا کہا ہے

تعنت ببر جائے دیگر بمیر
مصیبت لے جا، دوسری جگہ جا کر مر!

ولے با بدان نیک مردی بد است
لیکن بروں کے ساتھ نیکی بری ہے

بهر مردم آزار بر سنگ به
لوگوں کو ستانے والے کا سر پتھر پر بہتر ہے

که در شوره نادان نشاند درخت
کیونکہ کھاری زمین میں بے وقوف درخت لگاتا ہے

کرم پیش نامردمان گم مکن
کمینوں پر کرم کر کے ضائع نہ کر

که سگ را نمالند چون گربه پشت
کہ بلی کی طرح کتے کی کمر نہیں سہلاتے ہیں

بسیرت به از مردم ناسپاس
ناشکر گزار انسان سے عادت میں بہتر ہے

چو کردی مکافات بر یخ نویس
اگر کرتا ہے تو بدلہ برف پر لکھ

مکن ہیچ رحمت برین ہیچ کس
اس ہیچ ناکس پر کچھ شفقت نہ کر

۱؎ یعنی اس نے صرف معروف کرخی کو ہی نہیں بلکہ سب بزرگوں کو گالیاں دینی شروع کر دیں

۲؎ اس سے مراد معروف کرخی ہیں

۳؎ یعنی یہ بیمار مہمان تو کتے سے بھی بدتر ہے۔

۴؎ بر یخ نوشتن ضائع کرنا۔

بخندید وگفت اے دلارام جفت
وہ ہنسے اور بولے کہ اے دل کی راحت، بیوی

پریشاں مشو زیں پریشاں کہ گفت
ان بیہودہ باتوں سے جو اس نے کہیں پریشان نہ ہو

گراز ناخوشی کرد بر من خروش
اگر ناراضی سے اس نے مجھ پر غصہ کیا

مرا ناخوش از وے خوش آید بگوش
تو اس کی ناراضی میرے کانوں کو اچھی معلوم ہوئی

جفائے چنیں کس ببـاید شنود
کسی ایسے آدمی کی جفا کو سننا چاہیے

کہ نتواند از بے قراری غنود
جو بے چینی کی وجہ سے نہ سو سکے

چو خود را قوی حال بینی وخوش
جب تو اپنے آپ کو خوش حال اور قوی دیکھے

بشکرانہ بارِ ضعیفاں بکش
تو شکرانہ میں کمزوروں کا بار برداشت کر

اگر خود ہمیں صورتی چوں طلسم
اگر تو خود یہی طلسم کی سی صورت ہے

بمیری واسمت بمیرد چو جسم
تو تو مر جائے گا اور تیرا نام بھی جسم کی طرح مر جائے گا

وگر پروراني درخت کرم
اگر تو کرم کے درخت کی پرورش کرے گا

برِ نیک نامی خوری لاجرم
تو لامحالہ نیک نامی کا پھل کھائے گا

نہ بینی کہ در کرخ تربت بسیست
تو نے نہیں دیکھا کہ کرخ میں بہت سی قبریں ہیں

بجز گورِ معروف معروف نیست
لیکن حضرت معروف کی قبر کے سوا کوئی مشہور نہیں ہے

بدولت کسانے سرافراختند
دولت کے ذریعہ وہی لوگ سربلند ہوئے ہیں

کہ تاجِ تکبر بینداختند
جنھوں نے تکبر کے تاج کو اتار پھینکا ہے

تکبر کند مردِ حشمت پرست
دبدبہ پرست انسان تکبر کرتا ہے

نداند کہ حشمت بحلم اندرست
اس کو یہ معلوم نہیں کہ دبدبہ بردباری میں ہے

حکایت در معنی سفاہت نااہلاں وتحمل نیک مرداں

قصہ نااہلوں کی بیوقوفی اور نیک مردوں کی بردباری کے بیان میں

طمع برد شوخے بصاحبدلے
ایک شریر ایک صاحب دل کے پاس ضرورت لیکر گیا

نبود آں زماں درمیاں حاصلے
اس وقت ہمیانی میں کچھ نہ تھا

کمر بند و دستش تہی بود و پاک
اس کا کمربند اور ہاتھ بالکل خالی تھا

کہ زر بر فشاندے بروئش چو خاک
کہ مٹی کی طرح اس کے منہ پر روپیہ مارتا

بروں تاخت خواہندۂ خیرہ روئے
بے شرم سائل باہر نکلا

نکوہیدن آغاز کردش بکوئے
گلی میں پہنچکر اس کو برا بھلا کہنا شروع کردیا

کہ زنہار ازیں کژدمانِ خموش
ان خاموش بچھوؤں اور

پلنگانِ درندۂ صوف پوش
کمبل پوش پھاڑنے والے چیتوں سے پناہ ہو

کہ چوں گربہ زانو بدل بر نہند
بلی کی طرح زانو دل پر دھرے بیٹھے رہتے ہیں

وگر صیدے افتد چو سگ در جہند
اور اگر کوئی شکار پھنس جائے تو کتے کی طرح چھلانگ لگاتے ہیں

سوئے مسجد آورد دکانِ شید
وہ مکر کی دکان مسجد میں لایا ہے

کہ در خانہ کمتر تواں یافت صید
اس لیے کہ گھر میں شکار کم پھنستا ہے

۱؎ جو باتیں اس نے غصے میں کہی ہیں وہ مجھے ناگوار نہیں گذریں۔
۲؎ یہاں سے سعدی کا مقولہ ہے۔
۳؎ جادو ٹونا ایک بے حقیقت چیز ہیں۔
۴؎ مراقبہ کی نشست کی تعبیر کر رہا ہے۔

رہ کارواں شیر مرداں زنند
شیر مرد قافلے پر رہزنی کرتے ہیں

سپید و سیہ پارہ بردوختہ
سفید اور کالے پیوند لگائے ہوئے ہیں

زہے جو فروشانِ گندم نمائے
کیا خوب گندم نما جو فروش ہیں

مبیں در عبادت کہ پیراند و سست
عبادت کے وقت یہ نہ سمجھ کہ وہ بوڑھے اور سست ہیں

عصائے کلیم اند بسیار خوار
بسیار خوار حضرت موسیٰ کی لاٹھی ہیں

نہ پرہیزگار و نہ دانشورند
نہ پرہیزگار ہیں، نہ عقلمند

عبائے بلیلانہ در تن کنند
حضرت بلال حبشی جیسی عبا بدن پر رکھتے ہیں

ز سنت نہ بینی درایشاں اثر
تو ان میں سنت کا کوئی نشان نہ دیکھے گا

شکم تا سر آگندہ از لقمہ تنگ
سر تک پیٹ لقموں سے خوب بھرا ہوا

نخواہم دریں باب ازیں بیش گفت
میں اس بارے میں اس سے زیادہ کہنا نہیں چاہتا

فروگفت ازیں شیوہ نادیدہ گوے
بدوں دیکھے کہنے والے نے اس قسم کی بہت سی باتیں کہیں

یکے کردہ بے آبروئی بسے
جو اپنی بہت بے آبروئی کر چکا ہو

مریدے بشیخ ایں سخن نقل کرد
ایک مرید نے شیخ سے یہ باتیں نقل کر دیں

بدے در قفا عیب من گفت و خفت
برے شخص نے میرے پیٹھ پیچھے میرے عیب بیان کیے اور چھپ گیا

یکے تیرے افگند و در رہ فتاد
ایک شخص نے تیر چلایا اور وہ راستہ میں گر گیا

تو برداشتی و آمدی سوئے من
تو اٹھا لایا اور میری طرف چلا

ولے جامۂ مردم ایناں کنند
لیکن یہ لوگوں کے کپڑے اتارتے ہیں

بسالوس و پنہاں زر اندوختہ
مکاری سے اور اندر سونا جمع کیے ہوئے

جہاں گرد و شب کوک و خرمن گدائے
دنیا گھومنے والے، رات کو دعا دینے والے، کھلیان کے بھکاری

کہ در رقص و حالت جوانند و چست
اس لیے کہ رقص اور وجد میں جوان اور چست ہیں

پس آنگہ نمایند خود را نزار
پھر اپنے آپ کو کمزور ظاہر کرتے ہیں

ہمیں بس کہ دنیا بدیں میخورند
بس یہی کافی ہے کہ دین کے ذریعہ دنیا کو نگلتے ہیں

بدخل حبش جامۂ زن کنند
حبش کی آمدنی سے بیوی کے جوڑے بناتے ہیں۔

مگر خواب پیشین و نان سحر
ہاں دوپہر کا سونا اور سحری کھانا

چو زنبیل دریوزہ ہفتاد رنگ
گداگر کی جھولی کی طرح ستر قسم پر ہے

کہ شنعت بود سیرت خویش گفت
اس لیے کہ اپنی حالت بیان کرنا بدنامی کی بات ہے

نہ بیند ہنر دیدۂ عیب جوے
عیب جو آنکھ ہنر نہیں دیکھتی ہے

چہ غم دارد ش زآبروے کسے
اس کو کسی کی آبرو کی کیا فکر ہوتی ہے

اگر راست پرسی نہ از عقل کرد
اگر سچ پوچھتا ہے تو اس نے عقل کی بات نہ کی

بتر زو قرینے کہ آورد و گفت
وہ ساتھی اس سے برا ہے جو لایا اور بیان کیا

ق

وجودم نیازرد و رنجم نداد
اس نے میرے جسم کو نہ ستایا اور مجھے تکلیف نہ دی

ہمی در سپوزی بہ پہلوئے من
اور میرے پہلو میں چبھا رہا ہے

۱ شب کوک وہ فقرا کہلاتے تھے جو رات کو کسی بلند مقام پر کھڑے ہو کر نام بنام دعائیں کرتے تھے اور صبح کو بھیک مانگتے تھے۔

۲ حضرت موسیٰ کا عصا چونکہ جادوگروں کے سب اژدہے نگل گیا تھا اس لیے بسیار خوری میں مشہور رہے۔



۳ یعنی بے پناہ آمدنی کو عورتوں کے جوڑے بنانے میں صرف کر ڈالتے ہیں۔

بخندید صاحبدل نیک خوئے
نیک عادت صاحبدل ہنسا

کہ سہل است ازیں بیشتر گو بگوئے
کہ اس سے زیادہ کہنا آسان ہے، کہے

ہنوز آنچہ گفت از بدم اندکیست
اب تک جو کچھ اس نے کہا ہے میری برائی کا تھوڑا حصہ ہے

از آنہا کہ من دانم از صد یکیست
جو میں جانتا ہوں ان میں سے سو میں سے ایک ہے

ز روئے گماں بر من اینہا کہ بست
گمان[1] سے جو کچھ باتیں اس نے مجھ سے متعلق کی ہیں

من از خود بیقیں می شناسم کہ ہست
میں خود یقین سے جانتا ہوں کہ وہ ہیں

وے امسال پیوست با ما وصال
اس نے امسال ہم سے اپنا جوڑ لگایا ہے

کجا داند م عیب ہفتاد سال
وہ میرے ستر سالہ عیبوں کو کہاں جان سکتا ہے

بہ از من کس اندر جہاں عیب من
دنیا میں میرے عیب مجھ سے بہتر

نداند بجز عالم الغیب من
علاوہ عالم الغیب کے کوئی نہیں جانتا ہے

ندیدم چنیں نیک پندار کس
میں[2] نے ایسا نیک گمان شخص نہ دیکھا

کہ پنداشت عیب من انیست و بس
جو یہ سمجھا کہ میرے صرف یہی عیب ہیں

بمحشر گواہ گناہم گر اوست
محشر میں اگر وہی میرے گناہوں کا گواہ ہے

ز دوزخ نترسم کہ حالم نکوست
تو دوزخ سے میں نہیں ڈرتا اس لیے کہ پھر تو میرا حال بہتر ہے

گرم عیب گوید بد اندیش من
اگر میرا[3] کوئی مخالف عیب بیان کرے

بیا گو ببر نسخہ از پیش من
اس کو کہدو کہ میرے پاس سے کتاب لیجا

کساں مرد راہ خدا بودہ اند
وہی[4] لوگ خدا کی راہ کے مرد ہوئے ہیں

کہ بر جاس تیر بلا بودہ اند
جو مصیبت کے تیر کا ٹشانہ بنے ہیں

زباں باش تا پوستینت درند
خاموش رہ یہاں تک کہ وہ تیری چمڑی پھاڑ دیں

کہ صاحبدلاں بار شوخاں برند
اس لیے کہ صاحب دل بُروں کا بوجھ برداشت کرتے ہیں

گر از خاک مردم سبوئے کنند
اگر لوگ انسانوں کی مٹی کی صراحی بنائیں

بسنگش ملامت کناں بشکنند
تو ملامت کرنے والے پتھر سے اسکو توڑ ڈالیں گے

حکایت در گستاخی درویشاں و حلم پادشاہان

قصہ درویشوں کی گستاخی اور بادشاہوں کی بردباری کے بیان میں

ملک[5] صالح از پادشاہان شام
صالح بادشاہ شام کے بادشاہوں میں سے

بروں آمدے صبحدم با غلام
صبح کے وقت غلام کے ساتھ باہر نکلتا

بگشتے در اطراف بازار و کوئے
چاروں طرف بازار اور کوچوں میں گھومتا

برسم عرب نیمہ بربستہ روئے
عرب[6] کے طریقے پر آدھا منہ ڈھکے

کہ صاحب نظر بود و درویش دوست
کیونکہ وہ صاحب نظر اور فقیر دوست تھا

ہر آنکیں دو دارد ملک صالح اوست
جس میں یہ دو باتیں ہوں نیک بادشاہ وہی ہے

دو درویش در مسجدے خفتہ یافت
ایک مسجد میں دو درویشوں کو سویا ہوا پایا

پریشاں دل و خاطر آشفتہ یافت
پریشان دل اور پراگندہ طبیعت پایا

---

[1] یعنی اس کو تو میرے عیبوں پر گمان ہے اور مجھے خود یقین ہے۔

[2] یعنی اس نے تو اپنی دانست کے اعتبار سے بڑے تھوڑے سے عیبوں کا اظہار کیا ہے لہذا وہ نیک گمان ہے۔

[3] میرے عیبوں کا کچا چھٹا میرے پاس ہے اگر کوئی بیان کرنا چاہے تو میرے پاس آئے اور میرا کچا چھٹا لے جائے

[4] یہ شیخ سعدی کا مقولہ ہے۔

[5] ملک شام کے بادشاہ کا نام ہے۔

[6] عرب کے سردار منہ پر ڈھاٹا باندھتے تھے۔

شب سرد شاں دیدہ نابردہ خواب
ٹھنڈی رات میں ان کی آنکھ نہ لگی تھی

یکے زاں دو میگفت با دیگرے
ان دونوں میں سے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا

ق

گر ایں پادشاہان گردن فراز
اگر یہ متکبر بادشاہ

در آیند با عاجزاں در بہشت
غریبوں کے ساتھ بہشت میں آئیں گے

بہشت بریں ملک و ماوائے ماست
۲؎ اونچی بہشت ہماری ملکیت اور ٹھکانا ہے

ہمہ عمر ازینان چہ دیدی خوشی
ان سے تمام عمر تو نے کیا خوشی دیکھی ہے۔

اگر صالح آنجا بدیوار باغ
اگر صالح وہاں جنت کی دیوار کے پاس

چو مرد ایں سخن گفت و صالح شنید
جب مرد نے یہ بات کہی اور صالح نے سنی

دمے رفت تا چشمۂ آفتاب
تھوڑا ۳؎ وقت گذرا کہ آفتاب کے چشمہ نے

رواں ہر دو کس را فرستاد و خواند
اس نے ایک شخص کو بھیجا اور دونوں کو فوراً طلب کر لیا

برایشاں بببارید باران جود
ان پر سخاوت کی بارش برسائی

پس از رنج سرما و باران و سیل
جاڑے اور بارش اور بہاؤ کی تکلیف اٹھانے کے بعد

گدایان بے جامہ شب کردہ روز
وہ فقیر جنہوں نے بدون کپڑے کے رات صبح کی تھی

یکے گفت ازینان ملک را نہاں
ان میں سے ایک نے آہستہ سے بادشاہ کہا

پسندیدگاں در بزرگی رسند
پسندیدہ لوگ بڑے مرتبہ کو پہنچتے ہیں

شہنشہ ز شادی چو گل بر شگفت
بادشاہ خوشی سے پھول کی طرح کھل گیا

چو حربا تامل کناں زآفتاب
وہ گھرگٹ کی طرح سورج کو تک رہے تھے

کہ ہم روز محشر بود داورے
کہ قیامت میں بھی کوئی جھگڑا چکانے والا ہوگا

کہ در لہو و عیش اند و با کام و ناز
جو کھیل کود عیش اور مقصد اور ناز میں لگے ہیں

من از گور سر بر نگیرم ز خشت
تو میں قبر کی اینٹ سے سر نہ اٹھاؤں گا

کہ بند غم امروز بر پائے ماست
اس لیے کہ آج ہمارے پیر میں غم کی بیڑی ہے

کہ در آخرت نیز زحمت کشی
کہ آخرت میں بھی تو تکلیف اٹھائے

درآید بکفشش بدرّم دماغ
بھی آئے گا تو جوتے سے اس کا سر پھاڑ دوں گا

دگر بودن آنجا مصالح ندید
پھر وہاں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا

ز چشم خلائق فرو شست خواب
لوگوں کی آنکھوں سے نیند دھو دی

بہیبت نشست و بحرمت نشاند
دبدبہ سے خود بیٹھا اور ان کو عزت سے بٹھایا

فرو شست شاں گرد ذل از وجود
ان کے جسم سے ذلت کی دھول دھو ڈالی

نشستند با نامداران خیل
وہ دونوں لشکر کے سرداروں کے ہمنشین ہو

معطر کناں جامہ بر عود سوز
اگردان پر اپنے کپڑوں کو معطر کر رہے تھے

کہ اے حلقہ در گوش حکمت جہاں
اے وہ کہ دنیا تیرے حکم کی غلام ہے

ز ما بندگانت چہ آمد پسند
ہم خادموں کا تجھے کیا پسند آیا

بخندید در روئے درویش و گفت
فقیر کے سامنے ہنسا اور کہا

۱؎ مشہور ہے کہ گھرگٹ سورج سے آنکھ لڑاتا ہے

۲؎ بہشت ہماری جاگیر ہے۔ بادشاہوں کو وہاں ہم آنے دیں گے۔

۳؎ دن چڑھ گیا اور لوگ نیند سے بیدار ہو گئے ہم بھی بھیج کر ان کو دونوں فقیروں کو بلالیا

۴؎ بادشاہ کے کرم سے پہلے ننگے سوتے تھے اب معطر کپڑوں میں ملبوس ہیں۔

من آں کس نیم کز غرورِ حشم — ز بیچارگاں روئے درہم کشم
[1] میں وہ شخص نہیں ہوں کہ دبدبہ کے غرور سے — عاجزوں سے ناراض ہوں

تو ہم با من از سر بنہ خوئے زشت — کہ ناسازگاری کنی در بہشت
تو بھی میرے ساتھ بری عادت سر سے نکال دے — کہ[2] تو جنت میں ناموافقت کرے

من امروز کردم درِ صلح باز — تو فردا مکن در بروئیم فراز
میں نے آج صلح کا دروازہ کھول دیا ہے — تو کل کو میرے اوپر دروازہ بند نہ کرنا

چنیں راہ گر مقبلی پیش گیر — شرف بایدت دستِ درویش گیر
اگر تو صاحب اقبال ہے تو یہ راستہ اختیار کر — تجھے بزرگی چاہیئے تو فقیر کی دستگیری کر

بر از شاخِ طوبیٰ کسے بر نداشت — کہ امروز تخمِ ارادت نکاشت
طوبیٰ کی شاخ سے ایسے شخص نے پھل نہ حاصل کیا — جس نے آج ارادتمندی کا بیج نہ بویا

ارادت نداری سعادت مجوئے — بچوگانِ خدمت تواں برد گوئے
اگر ارادتمندی نہیں ہے تو نیک بختی نہ تلاش کر — خدمت کے بلّے سے ہی گیند لے جائی جاسکتی ہے

ترا کے بود چوں چراغ التہاب — کہ از خود پُری ہمچو قندیل از آب
تجھے چراغ جیسی روشنی کب حاصل ہوسکتی ہے — جب کہ تو پانی سے بھری ہوئی قندیل کی طرح خودی سے بھرا ہوا ہے

وجودے دہد روشنائی بجمع — کہ سوزیش در سینہ باشد چو شمع
وہی وجود کسی مجمع کو روشنی دیتا ہے — جس کے سینہ میں شمع کی سی سوزش ہو

حکایت اندر محرومی خویشتن بیناں
قصہ خود پسندوں کی محرومی کے بیان میں

یکے در نجوم اندکے دست داشت — ولیک از تکبر سرِ مست داشت
ایک شخص کو نجوم سے تھوڑی واقفیت تھی — لیکن تکبر سے سر مست رکھتا تھا

سوئے کوشیار آمد از راہ دور — دلے پر ارادت سرِ پُر غرور
دور دراز راستہ سے کوشیار[5] کے پاس آیا — دل عقیدت سے بھرپور، سر غرور سے پُر

خردمند ازو دیدہ در دوختے — یکش حرفِ خدمت نیاموختے
عقلمند اس سے آنکھ میچ لیتا — علم کا ایک حرف اس کو نہ سکھاتا

چو بے بہرہ عزمِ سفر کردہ باز — بدو گفت دانائے گردن فراز
جب بے بہرہ رہ کر واپسی کے سفر کا ارادہ کیا — تو سر بلند عقلمند نے اس سے کہا

تو خود را گماں بردہ پُر خرد — اناائے کہ پُر شد دگر چوں بُرد
تو نے اپنے آپ کو عقلمند خیال کرلیا ہے — جو برتن بھرا ہوا ہو پھر وہ کیسے بھرے گا

ز دعویٰ تہی آئے تا پُر شوی — تو از خود پُری زاں تہی می روی
دعوے سے خالی ہو کر آ، تاکہ پُر ہوسکے — تو خودی سے پُر ہے اسی وجہ سے خالی جارہا ہے

ز ہستی در آفاق سعدی صفت — تہی گرد و باز آئے پُر معرفت
دنیا میں سعدی کی طرح خودی سے — خالی ہو اور پھر معرفت سے پُر ہو کر واپس ہو

---

[1] یعنی اگرچہ تم لوگوں نے مجھے برا بھلا کہا تھا لیکن میں ناراض نہیں ہوں
[2] فقیر نے یہی جملہ بولا تھا۔
[3] یہاں سے شیخ سعدی کا مقولہ ہے۔
[4] سیشہ کے برتنوں میں پانی اور ناریل کا تیل بھر کر بتی روشن کرتے تھے۔
[5] ابوالحسن کوشیار مشہور نجومی ہے جو شیخ ابو علی سینا کا استاد تھا
[6] پُر غرور سر میں علم کی گنجائش نہیں رہتی ہے۔

حکایت در معنی تسلیم وحق شناسی آں

نقد تسلیم اور اس کا حق پہچاننے کے بیان میں

بخشم از ملک بندہ سر برتافت — بفرمود جستن کسش در نیافت
ایک غلام نے بادشاہ سے غصہ میں سرتابی کی — اس نے اسکو ڈھونڈھنے کا حکم دیا کسی نے اس کو نہ پایا

چو باز آمد از راہ خشم وستیز — بشمشیر زن گفت خونش بریز
جب وہ واپس لوٹا تو غصہ اور لڑائی کی وجہ سے — بادشاہ نے جلاد سے کہا اس کا خون بہا دے

بخوں تشنہ جلاّد نا مہرباں — بروں کردہ چوں تشنہ دشنہ زباں
خون کے پیاسے نامہربان جلاد نے — پیاسی زبان کی طرح خنجر باہر نکالا

شنیدم کہ گفت از دل تنگ ریش — خدایا بحل کردمش خون خویش
میں نے سنا ہے کہ اس نے زخمی تنگ دل سے کہا — اے خدا میں نے اپنا خون بادشاہ کو بخشا

کہ پیوستہ در نعمت و ناز و نام — در اقبال او بودہ ام دوست کام
اس لیے کہ ہمیشہ نعمت اور ناز اور نام میں — اس کے اقبال میں میں خوش و خرم رہا ہوں

مبادا کہ فردا بخون منش — بگیرند وخرم شود دشمنش
ایسا نہ ہو کہ کل کو میرے خون میں — اس کو گرفتار کریں اور اس کے دشمن خوش ہوں

ملک را چو گفت وے آمد بگوش — دگر دیگ خشمش نیاورد جوش
جب بادشاہ کے کان میں اس کی گفتگو پڑی — تو پھر اس کے غصہ کی دیگ کو جوش نہ آیا

بسے بر سرش داد و بر دیدہ بوس — خداوند رایت شد و طبل و کوس[۱]
اس کے سر اور آنکھوں کے بہت بوسے لیے — وہ جھنڈے اور طبل اور نقارے والا ہو گیا

برفق از چناں سہمگن جایگاہ — رسانید دہرش بداں پایگاہ
ایسے خوفناک مقام سے نرمی کی وجہ سے — زمانہ نے اس کو اس مرتبہ پر پہنچا دیا

غرض زیں حدیث آنکہ گفتار نرم — چو آبست بر آتش مرد گرم
اس بات کا مقصد یہ ہے کہ نرم بات — گرم انسان کی آگ پر پانی کی طرح ہے

نہ بینی کہ در معرض تیغ وتیر — بپوشند خفتان[۲] صد تو حریر
تو نے نہیں دیکھا کہ تلوار اور تیر کے میدان میں — ریشمی کپڑے کی سو تہ کا خفتان پہنتے ہیں

تواضع کن اے دوست با خصم تند — کہ نرمی کند تیغ برّندہ کند
اے دوست بدمزاج دشمن سے تواضع کر — اس لیے کہ نرمی کاٹنے والی تلوار کو کند کر دیتی ہے

۱ اس کو لشکر کا سردار بنا دیا
۲ خفتان ریشمین کپڑے کے چوغے کو کہا جاتا تھا جو سو تہوں سے بنایا جاتا تھا نرمی کی وجہ سے اس پر تیر اور تلوار اثر نہ کرتا تھا۔

حکایت در عجز ونیازمندی صالحاں

نیک لوگوں کی عاجزی اور نیازمندی کے بیان میں

زور یرانہ عارف ژندہ پوش — یکے را نباح سگ آمد بگوش
اے گدڑی پوش عارف کے گھر سے — ایک شخص کے کان میں کتے کے بھونکنے کی آواز آئی

بدل گفت کوئے سگ اینجا چراست — در آمد کہ درویش صالح کجاست
اپنے دل میں کہا تو بتا کتا یہاں کیوں ہے — اندر گیا کہ نیک فقیر کہاں ہے

نشان سگ از پیش و از پس ندید
آگے پیچھے کتے کے نشان نہ دیکھے
خجل باز گردیدن آغاز کرد
شرمندہ ہو کر واپس لوٹنا شروع کیا
شنید از درون عارف آواز پاے
عارف نے اندر سے پیروں کی آواز سنی
نہ پنداری اے دیدۂ روشنم
اے مری روشن آنکھ تو یہ خیال نہیں کرتا
چو دیدم کہ بیچارگی میخرد
جب میں نے دیکھا کہ وہ عاجزی خریدتا ہے
چو سگ بر درش بانگ کردم بسے
کتے کی طرح اس کے در پر بہت چلایا
چو خواہی کہ در قدرِ والا رسی
اگر تو چاہتا ہے کہ بڑے مرتبے کو پہنچے
دریں حضرت آناں گرفتند صدر
اس دربار میں انہی نے صدر مقام حاصل کیا
چو سیل اندر آمد بہول و نہیب
جب بہاؤ ہول اور دبدبہ سے آیا
چو شبنم بیفتاد مسکین و خُرد
جب شبنم ذلیل اور مسکین ہو کر گری

بجز عارف آنجا دگر کس ندید
عارف کے سوا وہاں کسی دوسرے کو نہ دیکھا
کہ شرم آمدش بحثِ آں راز کرد
اس لیے کہ اس راز کو کریدنے سے اسے شرم آئی
ہلا گفت بر در چہ پائی در آے
اس نے کہا خبردار دروازہ پر کیوں کھڑا ہے اندر آجا
مگر آید ر سگ آوازہ کرد این منم
کہ ابھی کتا بھونکا ہے یہ میں ہی ہوں
نہادم ز سر کبر و رای و خرد
تو میں نے تکبر رائے عقل کو سر سے نکال دیا
کہ مسکیں تر از سگ ندیدم کسے
اس لیے کہ کتے سے زیادہ ذلیل میں نے کسی کو نہ دیکھا
ز شیب تواضع ببالا رسی
تو تواضع کی پستی سے اونچائی پر پہنچے گا
کہ خود را فروتر نہادند قدر
جنھوں نے اپنا مرتبہ نیچا رکھا ہے
فتاد از بلندی بسر در نشیب
تو بلندی سے سر کے بل نیچائی میں گرا
نگر کافتابش بعیوق[۲] بُرد
تو دیکھ اس کو آفتاب عیوق تک لے گیا

حکایت حاتم اصم و سیرت او در تواضع

قصہ حاتم اصم اور تواضع میں ان کی عادت کے بیان میں

گروہے برآنند ز اہل[۳] سخن
اہل سخن کی ایک جماعت اس بات پر متفق ہے
برآمد طنین مگس بامداد
صبح کے وقت مکھی کی بھنبھناہٹ ہوئی
ہمہ ضعف و خاموشیش کید بود
اس کی کمزوری اور خاموشی سب مکر تھا
نگہ کرد شیخ[۵] از سر اعتبار
عبرت کی رو سے شیخ نے اس کو دیکھا
نہ ہر جا شکر باشد و شہد و قند
ہر جگہ شکر اور شہد اور قند نہیں ہے

کہ حاتم اصم بود باور مکن
کہ حاتم بہرا تھا تو یقین نہ کرنا
کہ در چنبر عنکبوتے فتاد
جو مکڑی کے جالے میں پھنس گئی تھی
مگس قند پنداشتش قید بود
مکھی نے اس کو شکر سمجھا وہ بیڑی تھی
کہ اے پائے بندِ طمع پائے دار
کہ اے لالچ کے قیدی ٹھہر
کہ در گوشہا دامہا است و بند
بلکہ بہت سے گوشوں میں جال والا اور پھندا ہے

[۱] یں خود کتے کی آوازیں نکال رہا تھا۔
[۲] عیوق چھوٹا سرخ رنگ کا ایک ستارہ ہے جو کہکشاں کے قریب نمودار ہوتا ہے۔
[۳] اہل سخن مؤرخ۔
[۴] یعنی مکڑی کی خاموشی مکاری کی وجہ سے تھی۔
[۵] یعنی حاتم نے اس سے کہا کہ اب زور لگانا بے کار ہے۔

یکے گفت ازاں حلقۂ اہل رائے
اس اہل رائے کی جماعت میں سے ایک بولا

عجب دارم اے مردِ راہِ خدائے
اے راہ خدا کے مرد مجھے تعجب ہے

مگس را چہ ساں فہم کردی خروش
مکھی کا شور تونے کیسے جان لیا

کہ ما را بہ دشواری آید بگوش
اس لیے کہ ہمارے کان میں بھی مشکل سے آیا ہے

تو آگاہ گردی ببانگِ مگس
جب تو مکھی کی آواز سے باخبر ہو گیا

نشاید اصم خواندنت زیں سپس
تو اس کے بعد تجھے بہرا نہ کہنا چاہیے

تبسم کناں گفتش اے تیز ہوش
اس نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا اے تیز ہوش

اصم بہ کہ گفتارِ باطل نیوش
بہرا اچھا ہے یا بیہودہ بات سننے والا

کسانیکہ با من بخلوت درانند
جو لوگ میری خلوت کے ساتھی ہیں

مرا عیب پوش و ہنر گسترانند
میرے عیب پوش اور ہنر پھیلانے والے ہیں

چو پوشیدہ دارندم اخلاق دول
جب وہ میرے کمزور اخلاق چھپائیں گے

کنند ہستیم زیر و نخوت زبول
تو خودی مجھے مغلوب اور تکبر خراب کرد یگا

فرا می نمایم کہ می نشنوم
میں یہ ظاہر کرتا ہوں کہ میں سنتا نہیں ہوں

مگر کز تکلف مبرا شوم
تاکہ اس بننے کی وجہ سے میں عیبوں سے پاک ہو جاؤں

چو کالیوہ دانندم اہلِ نشست
جب ساتھی مجھے بہرہ سمجھیں گے

بگویند نیک و بدم ہر چہ ہست
تو میری اچھائی اور برائی جو کچھ بھی کہہ ڈالیں گے

اگر بد شنیدن نیاید خوشم
اگر برائی سننا مجھے اچھا نہ معلوم ہو گا

ز کردارِ بد دامن اندر کشم
تو بد عادت سے میں دامن بچالوں گا

بحبلِ ستائش فرا چہ مشو
تعریف کی رسی کے ذریعہ کنوئیں میں نہ گر

چو حاتم اصم باش و غیبت شنو
حاتم کی طرح بہرا بن اور برائی سن

سعادت نجست و سلامت نیافت
نیک بختی نہ تلاش کی اور سلامتی حاصل نہ کی

کہ گردن ز گفتارِ سعدی بتافت
جس نے سعدی کی بات سے گردن موڑ لی

ازیں بہ نصیحت گرے بایدت
اس سے بڑھکر تجھے کون سا نصیحت کرنیوالا چاہیے

ندانم پس از وے چہ پیش آیدت
مجھے معلوم نہیں اس کے بعد تجھے کیا پیش آئے

حکایت زاہد و دُزد

چور اور عبادت گذار کا قصہ

عزیزے در اقصائے تبریز بود
تبریز کے اطراف میں ایک باعزت شخص تھا

کہ ہموارہ بیدار و شب خیز بود
جو ہمیشہ بیدار اور تہجد گذار تھا

شبے دید جائیکہ دُزدے کمند
ایک رات اس نے دیکھا کہ ایک چور نے ایک جگہ کمند

بہ پیچید و بر طرف بامے فگند
لپیٹی اور ایک بالاخانہ کے کنارے پر پھینکی

کساں را خبر کرد و آشوب خاست
اس نے لوگوں کو خبردار کر دیا اور شور اٹھا

ز ہر جانبے مرد با چوب خاست
ہر جانب سے آدمی لکڑی لیکر اٹھے

ملہم بہرے نہیں ہیں پھر بھی مشکل سے سن پاتے ہیں تو بہرا ہے تونے کیسے سن لیا۔

۲ میں بہرا بنا ہو لوگ بہرا سمجھ کر میرے عیوب میرے سامنے بیان کرتے ہیں میں سن کر ان کا ازالہ کر لیتا ہوں

۳ سعدی کے بعد سعدی جیسا ناصح ملنا ناممکن ہے۔

۴ تبریز ایران کا مشہور شہر ہے جس کی بنیاد ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ نے رکھی تھی۔

چو نامرد م آواز مردم شنید
جب چور نے آدمیوں کی آواز سنی

نہیبے ازاں گیرو دار آمدش
اس دار و گیر سے اس کو ڈر لگا

ز رحمت دل پارسا موم شد
رحم سے پارسا کا دل موم ہوگیا

بتاریکی از وے فراز آمدش
اندھیرے میں اس سے آگے نکل گیا

کہ یارا مرو کاشنائے توام
اے یار مت بھاگ میں تیری جان پہچان کا ہوں

ندیدم بمردانگی چوں توکس
بہادری میں میں نے تجھ جیسا کوئی نہیں دیکھا

یکے پیشِ خصم آمدن مرد وار
ایک تو دشمن کے مقابلہ میں بہادرانہ آنا

بدیں ہر دو خصلت غلام توام
ان دونوں باتوں میں میں تیرا غلام ہوں

گرت رائے باشد بحکم کرم
اگر از روئے عنایت تیری رائے ہو

سرائیست کوتاہ و در بستہ سخت
ایک چھوٹا سا مکان ہے اور دروازہ خوب بند ہے

کلوخے دو بالائے ہم بر نہیم
اوپر تلے کچھ ڈھیلے رکھ لیں گے

بچندانکہ در دست افتد بساز
جو تیرے ہاتھ لگ جائیگا اس پر صبر کر لینا

بدلداری و چاپلوسی و فن
دلداری اور چاپلوسی اور تدبیر سے

جواں مرد شب رو فرو داشت دوش
رات کو چلنے والے جواں مرد نے کندھا دیا

بغلطاق و دستار و رختیکہ داشت
ٹوپی اور عمامہ اور جو سامان بھی اس کے پاس تھا

وز آنجا برآورد غوغا کہ دزد
اور پھر شور کر دیا کہ چور ہے

میان خطر جائے بودن ندید
تو خطرے میں ٹھہرنے کا موقع نہ دیکھا

گریزے بوقت اختیار آمدش
بروقت بھاگ جانا اس کو مناسب معلوم ہوا

کہ شب دُزد بیچارہ محروم شد
کہ رات کا چور بیچارہ محروم ہوگیا

براہِ دگر پیش باز آمدش
پلٹ کر دوسرے راستے سے اس کے سامنے آیا

بمردانگی خاک پائے توام
بہادری میں تیرے پیر کی خاک ہوں

کہ جنگ آوری بر دو نوعست بس
اس لیے کہ لڑائی بس دو طریقہ سے ہوتی ہے

دوم جاں بدر بردن از کارزار
دوسرے لڑائی کے میدان سے جان بچائے جانا

چہ نامی کہ مولائے نامِ توام
تیرا کیا نام ہے میں تیرے نام کا غلام ہوں

بجائیکہ می دانمت رہ برم
تو ایک جگہ مجھے معلوم ہے تجھے لے چلوں

نہ پندارم آنجا خداوند رخت
میرا خیال ہے وہاں سامان والا نہیں ہے

یکے پائے بر دوش دیگر نہیم
ایک دوسرے کے کندھے پر پیر رکھ لیں گے

ازاں بہ کہ گردی تہی دست باز
اس سے بہتر ہوگا کہ تو خالی ہاتھ لوٹے

کشیدش سوئے خانۂ خویشتن
اس کو اپنے گھر کی طرف کھینچ لے گیا

بکتفش برآمد خداوند ہوش
صاحب ہوش اس کے کندھے پر چڑھا

ز بالا بداماں او در گذاشت
اوپر سے اس کے دامن میں ڈال دیا

ثواب اے جوانان و یاری و مزد
اے جوانو! ثواب اور مدد اور اجر کا موقع ہے

ا۔ پارسا دوسرے راستہ سے پلٹ کر اس چور کے پاس آیا اور بولا۔
۲۔ تو نے بہادری کا یہ دوسرا طریقہ اختیار کیا ہے
۳۔ چور نے کندھا دیا اور زاہد اس کے سہارے چڑھ گیا۔
۴۔ یعنی مدد کرو گے تو بڑا ثواب ملیگا۔

بدر جست از آشوب دُزدِ دغل
مکار چور شور کی وجہ سے باہر کو کودا
دوال جامۂ پارسا در بغل
پارسا کا کپڑا بغل میں دبا کر بھاگا

دل آسودہ شد مردِ نیک اعتقاد
نیک اعتقاد مرد کا دل ٹھنڈا ہو گیا
کہ سرگشتہ را بر آمد مراد
اس لیے کہ حیران آدمی کی مراد پوری ہو گئی

خبیثے کہ بر کس ترحم نکرد
جس خبیث نے کسی پر رحم نہ کھایا
بہ بخشود بر وے دلِ نیکمرد
اس پر ایک نیک شخص کے دل نے رحم کیا

عجب نیست در سیرت بخرداں
عقلمندوں کی عادت میں یہ تعجب کی بات نہیں ہے
کہ نیکی کنند از کرم با بداں
کہ وہ شرافت کی وجہ سے بروں کے ساتھ نیکی کریں

در اقبال نیکاں بداں میزیند
نیکوں کے اقبال میں برے جیتے ہیں۔
وگرچہ بداں اہلِ نیکی نیند
اگرچہ برے نیکی کے اہل نہیں ہیں

حکایت در معنیٔ جفائے دشمن از بہرِ دوست

دوست کی خاطر دشمن کے ظلم سہنے کا قصہ

یکے را چو سعدی دل سادہ بود
سعدی کی طرح ایک شخص کا دل بھولا تھا
کہ با سادہ روئے در افتادہ بود
جو ایک بھولی صورت والے پر عاشق تھا

جفا بردے از دشمن سختگوئے
سخت بات کہنے والے دشمن کا ظلم سہتا
ز چوگانِ سختی بخستے چو گوئے
سختی کے بلے سے گیند کی طرح اچھلتا

ز کس چیں برابرو نیندا ختے
کسی سے ابرو پر شکن نہ ڈالتا
ز بازی بہ تندی نپرداختے
ہنسی مذاق سے غصہ میں نہ آتا

یکے گفتش آخر ترا ننگ نیست
ایک شخص نے اس سے کہا تجھے ذلت محسوس نہیں ہوتی
خبر زیں ہمہ سیلی و سنگ نیست
ان سب طمانچوں اور پتھروں کا تجھے پتہ نہیں ہے

تنِ خویشتن سغبہ دوناں کنند
کمینے اپنا بدن چکنا کرتے ہیں
ز دشمن تحمل زبوناں کنند
کمزور انسان دشمن کی برداشت کرتے ہیں

نشاید ز جاہل خطا در گذاشت
جاہل کی خطا معاف نہیں کرنی چاہیے
کہ گویند یارا و مردی نداشت
ورنہ لوگ کہیں گے بہادری اور طاقت نہ رکھتا تھا

چہ خوش گفت شیدائے شوریدہ سر
سر پھرے عاشق نے کیا اچھی بات کہی
جوابے کہ شاید نبشتن بزر
ایسا جواب دیا جو سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہے

دلم خانۂ مہرِ یار است و بس
میرا دل تو فقط دوست کی محبت کا گھر ہے
ازاں می نگنجد درو کین کس
اسی وجہ سے اس میں کسی سے کینہ کی گنجائش نہیں ہے

حکایت

چہ خوش گفت بہلول فرخندہ خوے
مبارک عادت بہلول[1] نے کیا اچھی بات کہی
چو بگذشت بر عارفِ جنگجوے
جب ایک لڑاکا بزرگ کے پاس سے گذرا

[1] یہاں سے شیخ سعدی کا مقولہ ہے ایک حدیث کا مضمون ہے اگر نیک نہ ہوتے تو بُرے تباہ ہو جاتے ... بہلول ... ہارون رشید عباسی کے دور کے ایک بزرگ کا نام ہے جو اپنے آپ کو دیوانہ بنائے ہوئے تھے۔

گر این مدعی دوست بشناختے
اگر یہ بزرگی کا مدعی دوست کو پہچان لیتا

به پیگار دشمن نپرداختے
تو دشمن کے جھگڑے میں نہ لگتا

گر از ہستی حق خبر داشتے
اگر اس کو خدا کے وجود کا پتہ لگ جاتا

ہمہ خلق را نیست پنداشتے
تو تمام مخلوق کو معدوم سمجھتا

حکایت لقمان حکیم با بغدادئے
ایک بغدادی کے ساتھ لقمان حکیم کا قصہ

شنیدم کہ لقمان سیہ فام بود
میں نے سنا ہے کہ لقمان کالے تھے

نہ تن پرور و نازک اندام بود
تن پرور اور نہ نازک بدن تھے

یکے بندۂ خویش پنداشتش
ایک شخص نے بغداد میں ان کو اپنا غلام سمجھ لیا

بہ بغداد و در کار گل داشتش
اور ان کو مٹی کے کام پر لگا دیا

بسالے سرائے بپرداختش
ایک سال تک اس کے گھر میں لگے رہے

کس از بندۂ خواجہ بشناختش
غلام ہونے کے سوا ان کو کوئی آقا نہ سمجھا

چو پیش آمدش بندۂ رفتہ باز
جب اس کا بھاگا ہوا غلام واپس آگیا

۱۰ چونکہ اپنا غلام ہونے کے مغالطہ میں ان سے خدمت لی تھی۔

ز لقمانش آمد نہیبے فراز
تو لقمان سے اسے ڈر لگا

بپایش درافتاد و پوزش نمود
اس کے پیر پر گر پڑا اور معافی چاہی

بخندید لقمان کہ پوزش چہ سود
لقمان ہنسے کہ معافی سے کیا فائدہ

بسالے ز جورت جگر خوں کنم
ایک سال تک تیرے ظلم سے میں نے دل کو خون بنایا ہے

بیک ساعت از دل بدر چوں کنم
ایک دم میں دل سے کیسے نکال دوں

ولے ہم ببخشایم اے نیک مرد
لیکن اے نیک مرد میں معاف کرتا ہوں

کہ سود تو ما را زیانے نکرد
اس لیے کہ تیرے فائدے نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا

تو آباد کردی شبستان خویش
تو نے اپنا زنان خانہ آباد کیا

مرا حکمت و معرفت گشت بیش
میری دانائی اور معرفت بڑھی

غلامیست در خیلم اے نیک بخت
اے نیک بخت میرے مال میں ایک غلام ہے

کہ فرمایمش وقتہا کار سخت
میں اس کو بسا اوقات سخت کام کو کہدیتا ہوں

دگر رہ نیازارمش سخت دل
میں اس کے دل کو پھر زیادہ نہ ستاؤں گا

چو یاد آیدم سختی کار گل
جب مجھے مٹی کے کام کی مشقت یاد آئے گی

ہر آں کس کہ جور بزرگاں نبرد
جس شخص نے بڑوں کا ظلم نہ سہا ہو

نسوزد دلش بر ضعیفان خرد
چھوٹے کمزوروں پر اس کا دل نہیں جلتا

چنیں گفت بہرام شہ با وزیر
بہرام بادشاہ نے وزیر سے یہ کہا

کہ دشخوار باز زیردستاں مگیر
کہ ماتحتوں سے سخت کام نہ لے

گر از حاکماں سختت آید سخن
اگر حاکموں کی بات تجھے سخت لگے

تو بر زیردستاں درشتی مکن
تو ماتحتوں پر سختی نہ کر

حکایت جنید بغدادی و سیرت او در تواضع

جنید بغدادی اور تواضع میں ان کی عادت کا قصہ

شنیدم که بردشت صنعا جنید
میں نے سنا ہے کہ صنعا کے جنگل میں جنید[1] نے

سگے دید برکندہ دندانِ صید
ایک کتا دیکھا جس کے شکار کے دانت اکھڑے ہوئے تھے

زنیروئے سرپنجۂ شیر گیر
شیر کو پکڑ لینے والے پنجہ کی طاقت کے بعد

فرو ماند عاجز چو روباہ پیر[2]
بوڑھی لومڑی کی طرح لاچار ہو گیا تھا

پس از غرم و آہو گرفتن بہ پے
بھاگ کر ہرن اور پہاڑی بکرے پکڑنے کے بعد

لگد خوردہ از گوسپندان حے
محلہ کی بکریوں کی دولتیاں کھائے ہوئے تھا

چو مسکین و بے طاقتش دید و ریش
جب انھوں نے اس کو کمزور اور عاجز اور زخمی دیکھا

بدو داد یک نیمہ از زادِ خویش
اپنے توشے کا آدھا اس کو دیدیا

شنیدم که میگفت و خوں میگریست
میں نے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے اور خون کے آنسو روتے تھے

که داند که بہتر زما ہر دو کیست
کہ کون جانتا ہے کہ ہم دونوں میں بہتر کون ہے

بظاہر من امروز ازیں بہترم
بظاہر میں آج اس سے بہتر ہوں

دگر تا چه راند قضا بر سرم
پھر دیکھیے قضا میرے سر پر کیا لا ڈالے

گرم پائے ایمان نلغزد ز جائے
اگر ایمان کے پیر نے اپنی جگہ سے لغزش نہ کی

بسر بر نہم تاجِ عفوِ خدائے
تو خدا کی معافی کا تاج سر پر رکھوں گا

و گر کسوتِ معرفت در برم
اور اگر معرفتِ خداوندی کا لباس میرے جسم پر

نماند بہ بسیار ازیں کمترم
نہ رہے تو میں اس سے بہت کمتر ہوں

که سگ با ہمہ زشت نامی چو مُرد
اس لیے کہ کتا باوجود تمام بدنامی کے جب مرا

مراو را بدوزخ نخواہند بُرد[4]
اس کو دوزخ میں نہ لے جائیں گے

رہ این است سعدی[6] که مردانِ راہ
سعدی، راستہ یہی ہے کہ طریقت کے لوگوں نے

بعزت نکردند در خود نگاہ
عزت سے کبھی اپنے اندر نگاہ نہیں کی

ازیں بر ملائک شرف داشتند
اسی وجہ سے وہ فرشتوں سے بزرگ ہو گئے

که خود را بہ از سگ نہ پنداشتند
چونکہ خود کو انہوں نے کتے سے بہتر نہیں سمجھا

حکایت پارسا و بربط زن

پارسا اور گویئے کا قصہ

یکے بربطے در بغل داشت مست
ایک مست بغل میں بربط رکھتا تھا

بشب در سرِ پارسائے شکست[7]
جس کو اس نے رات کے وقت ایک پارسا کے سر پر توڑ ڈالا

چو روز آمد آں نیک مردِ حلیم
جب دن ہوا تو وہ بُردبار نیک انسان

برِ سنگ دل برد یکمشت سیم
اس سنگ دل کے پاس ایک مٹھی چاندی لے گیا

که دوشینہ مغرور بودی و مست
کہ گزشتہ شب تو مغرور اور مست تھا

ترا و مرا بربط و سر شکست
تیری بربط اور میرا سر ٹوٹا

---

[1] بغداد کے رہنے والے مشہور بزرگ ہیں۔
[2] وہ کتا اس قدر بوڑھا ہو گیا تھا کہ کچلیاں گر گئی تھیں
[3] لومڑی خود شکار نہیں کر سکتی ہے دوسرے کا شکار کیا ہوا کھا لیتی ہے۔
[4] یعنی اگر قیامت میں ایماندار ثابت ہو گیا۔
[5] دوزخ اور جنت انسانوں کے لیے ہے۔
[6] یہ شیخ سعدی کا مقولہ ہے۔
[7] یعنی اس بربط کو اس قدر زور سے پارسا کے سر پر مارا کہ ٹوٹ گیا۔

مرا بہ شد آں زخم و بر خاست بیم
تُرا بہ نخواہد شد اِلّا بسیم
میرا وہ زخم اچھا ہو گیا اور اندیشہ جاتا رہا
تیری بربط روپیہ سے ہی ٹھیک ہو گی

ازیں دوستانِ خدا بر سر اند
کہ از خلق بسیار بر سر خورند
اسی سبب سے خدا کے دوست سردار ہیں
کیونکہ مخلوق کی بہت سی باتیں برداشت کرتے ہیں

حکایت در معنیٔ صبرِ مرداں بر جفائے نا اہلاں

قصہ نا اہلوں کے ظلم پر شریفوں کے صبر کے بیان میں

شنیدم کہ در خاکِ وخش از مہاں
یکے بود در کنجِ خلوت نہاں
میں نے سنا ہے کہ وخش کی سرزمین میں بڑوں میں سے
ایک تنہائی کے گوشہ میں چھپے تھے

مجرّد بمعنیٰ نہ عارف بدلق
کہ بیروں کند دست حاجت بخلق
جو حقیقت میں آزاد تھے نہ کہ گدڑی کے فقیر
جو ضرورت کا ہاتھ مخلوق کے سامنے پھیلائے

سعادت کشادہ درے سوئے او
در از دیگراں بستہ بر روئے او
نیک بختی نے ان کی جانب دروازہ کھول رکھا تھا
ان پر دوسروں کا دروازہ بند کر دیا تھا

زباں آورے بے خرد سعی کرد
ز شوخی بہ بد گفتن نیک مرد
ایک بیوقوف زباں دراز نے کوشش کی
بدتمیزی سے نیک انسان کو برا کہنے کی

کہ زنہار ازیں مکر و دستان و ریو
بجائے سلیماں نشستن چو دیو
کہ اس مکر و حیلے اور فریب سے پناہ
سلیمانؑ کی جگہ پر دیو کی طرح بیٹھنا

دما دم بشویند چوں گربہ روئے
طمع کردہ در صیدِ موشانِ کوئے
بلی کی طرح دما دم منہ صاف کرتے ہیں
گلی کے چوہوں کے شکار کا لالچ کر کے

ریاضت کش از بہر نام و غرور
کہ طبلِ تہی را رود بانگ دور
نام اور دھوکے کے لیے ریاضت کرنے والے ہیں
اس لیے کہ خالی ڈھول کی آواز دور تک جاتی ہے

ہمی گفت و خلقے بر و انجمن
بر ایشاں تفرّج کناں مرد و زن
وہ یہ کہہ رہا تھا اور ایک مخلوق اس کے پاس جمع تھی
مرد اور عورت اس پر ٹھٹھہ کر رہے تھے

شنیدم کہ بگریست دانائے وخش
کہ یا رب مر ایں شخص را توبہ بخش
میں نے سنا ہے کہ وخش کا عقلمند رو پڑا
کہ اے خدا اس شخص کو توبہ کی توفیق دے

وگر راست گفت اے خداوندِ پاک
مرا توبہ دہ تا نگردم ہلاک
اے خداوند پاک اور اگر اس نے سچ کہا ہے
تو مجھے توبہ کی توفیق دے تاکہ میں تباہ نہ ہوں

پسند آمد از عیب جوئے خودم
کہ معلوم من کرد خوئے بدم
مجھے اپنے عیب جو کی یہ بات پسند آئی ہے
کہ اس نے میری بد عادت مجھے بتا دی ہے

گر آنی کہ دشمنت گوید مرنج
وگر نیستی گو برو باد سنج
اگر تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تیرا دشمن تجھے کہتا ہے تو رنجیدہ نہ ہو
اور اگر تو ایسا نہیں ہے تو کہہ دے جا بکواس کیے جا

وگر ابلہے مشک را گندہ گفت
تو مجموع شو کو پراگندہ گفت
اگر کسی بیوقوف نے مُشک کو بدبو دار کہا ہے
تو مطمئن رہ کہ اس نے بکواس کی ہے

۱؎ دنیا کے علائق سے حقیقتاً آزاد تھے۔
۲؎ مشہور ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی صخرہ نامی دیو نے ان کی لونڈی سے حاصل کر لی تھی اور چند دن اس کے ذریعہ ان کے تخت پر بیٹھ کر حکومت کرتا رہا۔ یعنی بزرگوں کی جگہ مکار آ بیٹھے ہیں

وگر میرود در پیاز این سخن
اور اگر پیاز کے بارے میں یہ گفتگو چلے

چنین است گو گنده مغزی مکن
تو کہہ دے کہ ہاں ایسی ہی لاحاصل بحث نہ کر

نہ آئین عقلست و رای و خرد
عقل اور رائے اور خرد کا دستور یہ نہیں ہے

کہ دانا فریب مشعبد خورد
کہ عقلمند انسان شعبدہ باز سے دھوکہ کھائے

پس کار خویش آنکہ عاقل نشست
جس نے اپنے کام کا انجام سمجھ کر کام کیا

زبان بداندیش برخود بہ بست
اس نے مخالف کی اپنے سے زبان بندی کردی

تو نیکو روش باش تا بدسگال
تو نیک چلن رہ تاکہ بداندیش

نیابد بنقص تو گفتن مجال
کو تیری برائی کرنے کی مجال نہ ہو

چو دشخوارت آید ز دشمن سخن
جب تجھے دشمن کی بات گراں گذرے

تو بر زیر دستاں درشتی مکن
تو تو ماتحتوں پر سختی نہ کر

جز آں کس ندانم نکو گوئے من
میں اپنے آپکو اچھا کہنے والا بجز اس شخص کے کسی کو نہیں سمجھتا ہوں

کہ روشن کند بر من آہوئے من
جو میرا عیب مجھ پر ظاہر کردے

حکایت امیرالمومنین علی و سیرت او در تواضع

امیرالمومنین علیؓ اور ان کی تواضع کی عادت کا قصہ

کسے مشکلے برد پیش علیؓ
کوئی شخص اپنی مشکل حضرت علیؓ کے پاس لے گیا

مگر مشکلش را کند منجلی
شاید وہ اس کی مشکل حل کردیں

امیر عدو بند کشور کشائے
دشمن کو قید کرنے والے، ملک کو فتح کرنے والے امیر نے

جوابش بگفت از سر علم و رائے
علم اور عقل کی رو سے اس کو جواب دیا

شنیدم کہ شخصے دراں انجمن
میں نے سنا ہے کہ ایک شخص نے اسی محفل میں

بگفتا چنیں نیست یا بوالحسن
کہا اے ابوالحسن ایسا نہیں ہے

نرنجید ازو حیدر نامجوئے
نامور حیدر اس سے رنجیدہ نہ ہوئے

بگفت ار تو دانی ازیں بہ بگوئے
کہا اگر تجھے اس سے بہتر معلوم ہے تو تو بتا دے

بگفت آنچہ دانست و پاکیزہ گفت
جو کچھ وہ جانتا تھا اس نے کہا اور اچھا کہا

بگل چشمہ خور نشاید نہفت
آفتاب کے چشمہ کو مٹی میں نہیں چھپایا جا سکتا ہے

پسندید ازو شاہ مرداں جواب
شاہ مرداں نے اس کا جواب پسند فرمایا

کہ من بر خطا بودم او بر صواب
کہ میں غلطی پر تھا وہ درست ہے

بہ از من سخن گفت و دانا یکیست
اس نے مجھ سے بہتر بات کہی ہے اور دانا تو ایک ہی ہے

کہ بالاتر از علم او علم نیست
جس کے علم سے بڑھکر علم نہیں ہے

گر امروز بودے خداوند جاہ
اگر آج کوئی صاحب مرتبہ ہوتا

بکردے خود از کبر در وے نگاہ
تو تکبر کی وجہ سے اس کی طرف نگاہ بھی نہ اٹھاتا

بدر کردے از بارگہ حاجبش
اس کا ڈیوڑھی بان اس کو دربار سے نکال دیتا

فرو کوفتندے بناواجبش
ناحق اس کی پٹائی کرتے

۱؎ یعنی دشمن کی واقعی اور غیر واقعی بات کو سمجھ کر معاملہ کرنا چاہیے۔

۲؎ یعنی کسی مشکل مسئلہ کا جواب دریافت کرنے گیا۔

۳؎ حضرت علیؓ کی کنیت ہے

۴؎ یعنی صحیح بات لامحالہ روشن ہو کر رہتی ہے۔

۵؎ یہاں سے شیخ سعدیؒ کا مقولہ شروع ہوتا ہے۔

کہ من بعد بے آبروئی مکن
کہ اس کے بعد کسی کی بے آبروئی نہ کرنا

یکے را کہ پندار در سر بود
جس کے سر میں غرور ہو

ز علمش ملال آید از وعظ ننگ
علم سے اس کو ملال آتا ہے، وعظ سے ذلت

نہ بینی کہ از خاک افتادہ خوار
تو نے نہیں دیکھا کہ گری پڑی ذلیل مٹی سے

مریز اے حکیم آستیں ہائے دُر
اے دانا موتی بھری آستین نہ بکھیر

بچشم کساں در نیاید کسے
انسانوں کی نگاہ میں ایسا شخص نہیں بھاتا

مگو تا بگویند شکرت ہزار
خود نہ جتا تاکہ ہزاروں تیری بھلائی بیان کریں

ادب نیست پیش بزرگاں سخن
بڑوں کے سامنے بات کرنا ادب نہیں ہے

مپندار ہرگز کہ حق بشنود
ہرگز نہ خیال کرنا کہ وہ سچی بات سنے گا

شقائق بباراں نروید ز سنگ
گل لالہ بارش سے پتھر سے نہیں اگتا ہے

بروید گل و بشگفد نوبہار
پھول اگتا ہے اور نوبہار کھلتی ہے

کجا بینی از خویشتن خواجہ پُر
جہاں صاحب کو خودی سے پُر دیکھے

کہ از خود بزرگی نمایر بسے
جو بہت زیادہ اپنی بڑائی جتائے

چو خود گفتی از کس توقع مدار
جب تو خود کہے تو پھر کسی سے توقع نہ رکھ

حکایت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قصہ

گدائے شنیدم کہ در تنگ جائے
میں نے سنا ہے کہ ایک تنگ جگہ میں ایک فقیر

ندانست درویش بیچارہ کوست
فقیر بیچارہ نے نہ جانا کہ وہ کون ہے

بر آشفت بروی کہ کوری مگر
ان پر وہ بگڑ گیا کہ شاید تو اندھا ہے

نکورم ولیکن خطا رفت کار
میں اندھا تو نہیں ہوں لیکن کام غلط ہو گیا

چہ منصف بزرگانِ دیں بودہ اند
بزرگانِ دین کس قدر منصف تھے

فروتر بود ہوشمندِ گزیں
پسندیدہ ہوشمند منکسر مزاج ہوتا ہے

بنازند فردا تواضع کناں
تواضع کرنے والے کل کو ناز کریں گے

اگر می بترسی ز روزِ شمار
اگر تو حساب کے دن سے ڈرتا ہے

نہاد از عمر[۱] پائے بر پشت پائے
کے پیر پر حضرت عمرؓ نے پیر رکھ دیا

کہ رنجیدہ دشمن نداند ز دوست
اس لیے کہ رنجیدہ انسان دشمن اور دوست میں پہچان نہیں کرتا ہے

بدو گفت سالار عادل عمر
منصف سردار حضرت عمرؓ نے اس سے کہا

ندانستم از من گنہ در گذار
مجھے محسوس نہ ہوا میری خطا معاف کر دے

کہ با زیر دستاں چنیں بودہ اند
جو ماتحتوں کے ساتھ ایسے تھے

نہد شاخ پُر میوہ سر بر زمیں
میوے بھری شاخ زمین پر سر رکھ دیتی ہے

نگوں از خجالت سر گردناں
متکبروں کا سر شرمندگی سے نگوں ہوگا

ازاں کز تو ترسد خطا در گذار
تو جو تجھ سے ڈرتا ہے اس کی خطا معاف کر

[۱] یعنی پیٹتے ہوئے یہ کہتے

مکن چیرہ برزیردستاں ستم — کہ دستیست بالائے دست تو ہم
اے زبردست ماتحتوں پر ظلم نہ کر — اس لیے کہ ایک ہاتھ تیرے ہاتھ سے بھی اوپر ہے

حکایت

یکے خوب کردار خوشخوئے بود — کہ بدسیرتاں را نکوگوئے بود
ایک شخص نیک چلن کا خوش خلق تھا — جو بُروں کو بھی بھلا کہتا تھا

بخوابش کسے دید چوں درگذشت — کہ بارے حکایت کن از سرگذشت
جب وہ مرگیا تو کسی نے اُس کو خواب میں دیکھا — کہ ذرا اپنی سرگذشت بتادے

دہانے بخندہ چو گل باز کرد — چو بلبل بصورت خوش آغاز کرد
اس نے پھول کی طرح ہنسی سے منہ کھولا — بلبل کی طرح خوش الحانی سے شروع کیا

نگفتند با من بسختی بسے — کہ من سخت نگرفتمے بر کسے
انھوں نے مجھ سے سختی سے بات نہیں کی — اس لیے کہ میں نے کسی کے ساتھ سختی نہ کی تھی

حکایت ذوالنون[1] مصری رحمۃ اللہ علیہ و شکستگی او

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی تواضع کا قصہ

چنیں یاد دارم کہ سقائے نیل[2] — نکرد آب بر مصر سالے سبیل
مجھے ایسا یاد پڑتا ہے کہ نیل کے سقے نے — ایک سال مصر پر سبیل نہ لگائی

گروہے سوئے کوہساراں شدند[3] — بزاری طلبگار باراں شدند
ایک گروہ پہاڑوں کی طرف روانہ ہوا — عاجزی کے ساتھ بارش کے طلبگار بنے

گرستند و از گریہ جوئے رواں[4] — بباید مگر گریہ آسماں
وہ روئے اور رونے سے نہر بہ گئی — شاید آسمان کو رونا آجائے

بذی النون خبر برد ازاں شاں کسے — کہ بر خلق رنجست و سختی بسے
ان میں سے کوئی ذوالنون کے پاس خبر لے گیا — کہ مخلوق پر بہت رنج اور سختی ہے

فروماندگاں را دعائے بکن — کہ مقبول[5] را رد نباشد سخن
عاجزوں کے لیے دعا کر دیجیے — اس لیے کہ مقبول شخص کی بات رد نہیں ہوتی ہے

شنیدم کہ ذوالنون بمدین گریخت — بسے بر نیامد کہ باراں بریخت
میں نے سنا ہے کہ ذوالنون مدین کو بھاگ گئے — زیادہ وقت نہ گذرا تھا کہ بارش برس گئی

خبر شد بمدین پس از روز بیست — کہ ابر سیہ دل[6] بر ایشاں گریست
بیس روز بعد مدین میں خبر پہنچی — کہ سیاہ دل ابر ان پر رو پڑا ہے

سبک عزم باز آمدن کرد پیر[7] — کہ پُر شد سبیل بہاراں غدیر
بڑے میاں نے فوراً واپسی کا قصد کیا — اس لیے کہ موسم بہار کے بہاؤ سے تالاب بھر گئے

بپرسید از و عارفے در نہفت — چہ حکمت دریں رفتنت بود گفت
ایک بزرگ نے ان سے چپکے سے پوچھا — آپ کے جانے میں کیا حکمت تھی انھوں نے فرمایا

۱ـ ذوالنون یعنی مچھلی والا۔ یہ مصر کے ایک مشہور بزرگ کا لقب پڑ گیا تھا۔ وجہ یہ ہوئی کہ ایک بار سمندری سفر میں ان پر کسی نے موتی کی چوری کا الزام لگایا وہ بری تھے ان کی دعا سے بہت سی مچھلیاں منہ میں موتی لیے نمودار ہوئیں انھوں نے ایک موتی لیکر الزام لگانے والے کو دے دیا۔

۲ـ دریائے نیل کی طغیانی سے مصر کی زمین سیراب ہوتی ہے وہاں بارش کم برستی ہے۔

۳ـ استسقاء کی نماز کے لیے باہر نکلے۔

۴ـ یعنی لوگوں کے آنسو بشکل نہر بہنے لگے۔

۵ـ اولیاء اللہ کی دعا قبول کر لی جاتی ہے۔

۶ـ یعنی کالی گھٹا ان پر برس گئی ہے۔

۷ـ یعنی ذوالنون۔

شنیدم کہ بر مرغ و مور و دداں
میں نے سنا ہے کہ پرندا ور چیونٹی اور درندوں پر

دریں کشور اندیشہ کردم بسے
میں نے بہت سوچا اس ملک میں

برفتم مبادا کہ از شرِ من
تو میں نکل گیا کہیں ایسا نہو کہ میرے شر کی وجہ سے

توانگہ شوی پیش مردم عزیز
تو لوگوں کے نزدیک باعزت جب ہی ہوگا

بزرگے کہ خود را بخردی شمرد
جس بڑے نے اپنے آپکو چھوٹا سمجھا

ازیں خانداں بندۂ پاک شد
اس[2] خاندان میں سے وہی بندۂ پاک بنا ہے

الا اے کہ بر خاکِ ما بگذری
اے[3] وہ انسان جو ہماری مٹی پر سے ہو کر گزرے

کہ گر خاک شد سعدی او را چہ غم
کہ اگر سعدی مٹی بن گیا ہے تو اس کو کیا غم ہے

بہ بیچارگی تن فرا خاک داد
عاجزی کے ساتھ جسم کو مٹی کے نیچے کردیا

بسے بر نیاید کہ خاکش خورد
زیادہ دن نہ گذریں گے کہ اس کو مٹی کھا جائے گی

نگر تا گلستانِ معنی[4] شگفت
غور کر جب سے حقیقت کا باغ کھلا ہے

عجب گر بمیرد چنیں بلبلے
تعجب ہے اگر ایسی بلبل مر جائے

شود تنگ روزی بفعلِ بداں
بُروں کے کارناموں سے روزی تنگ ہوتی ہے

پریشاں تر از خود ندیدم کسے
اپنے سے زیادہ کسی کو گنہگار نہ دیکھا

بہ بندد درِ خیر بر انجمن
خیر کا دروازہ مجمع پر بند ہو جائے

کہ مر خویشتن را نگیری بچیز
کہ خاص اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھے

بدنیا و عقبیٰ بزرگی ببرد
وہ دنیا اور عقبیٰ میں بزرگی لے گیا

کہ در پائے کمتر کسے خاک شد
جو کسی کمتر کے پانوں کی خاک بن گیا ہے

بخاکِ عزیزاں کہ یاد آوری
تجھے بزرگوں کی مٹی کی قسم کہ یاد کر لینا

کہ در زندگی خاک بود است ہم
اس لیے کہ وہ تو زندگی میں بھی مٹی تھا

وگر گردِ عالم برآمد چو باد
اگرچہ دنیا کے گرد ہوا کی طرح گھوما

دگر بارہ بادش بعالم برد
ہوا اس کو دوبارہ جہاں میں اڑائے پھرے گی

بر و ہیچ بلبل چنیں خوش نگفت
اس پر کسی بلبل نے ایسی خوش الحانی نہیں کی ہے

کہ بر استخوانش نروید گلے
کہ اس کی ہڈیوں پر کوئی پھول نہ کھلے

[1] یہ شیخ سعدی کا مقولہ ہے۔
[2] یعنی خاندان بنی آدم۔
[3] جو شخص ہماری قبر پر سے گذرے اسے بزرگوں کی قبر کی قسم ہے کہ وہ ہمیں دعائے خیر میں یاد کرے۔
[4] یعنی سیاحی کی ہے۔
[5] اللہ کے فیصلہ پر راضی ہونا

۵۱

باب پنجم در رضا[5]
پانچواں باب رضا کے بیان میں

شبے زیتِ فکرت ہمی سوختم
ایک رات میں نے فکر کا تیل جلایا

پراگندہ گوئے حدیثم شنید
ایک بیہودہ گو نے میرا کلام سنا

ہم از خبث نوعے درو درج کرد
پھر بھی ایک قسم کی خباثت اس میں ملا دی

چراغ بلاغت برافروختم
میں نے بلاغت کا چراغ روشن کیا

جز احسنت گفتن طریقے ندید
تو نے کیا خوب کہا کہنے کے علاوہ اس کو کوئی راستہ نظر نہ آیا

کہ ناچار فریاد خیز د ز درد
اس لیے کہ درد سے مجبوراً آہ نکلتی ہے

که فکرش بلیغست و رایش بلند
کہ اس کی فکر بلیغ ہے اور اس کی رائے بلند ہے[1]

درین شیوهٔ زهد و طامات و پند
اسی زہد کے شیوے میں اور بزرگوں کی باتوں اور نصیحت میں

ق

نه در خشت و گوپال و گرز گران
نہ کہ خشت[2] اور گوپال اور بھاری گرز کے بیان میں

که این شیوه ختمست بر دیگران
اس لیے کہ یہ طریقہ تو دوسروں[3] پر ختم ہے

نداند که ما را سر جنگ نیست
اسے معلوم نہیں کہ ہمیں جنگ سے دلچسپی نہیں ہے

و گر نه مجال سخن تنگ نیست
ورنہ بات کا میدان تنگ نہیں ہے

توانم که تیغ زبان بر کشم
میں یہ کر سکتا ہوں کہ زبان کی تلوار سونت لوں

جهان سخن را قلم در کشم
شاعری کی دنیا پر قلم پھیر دالوں

بیا تا درین شیوه چالش کنیم
آ اسی طریقہ پر دوڑ لگائیں

سر خصم را سنگ بالش کنیم
دشمن کے سر کو سرہانے کی اینٹ بنائیں

گفتار در صبر و رضا و تسلیم بحکم قضا

نیک بختی صبر اور رضا اور قضائے خداوندی پر سر جھکانے کے بیان میں

سعادت به بخشایشِ داور است
نیک بختی[4] اللہ کی دین سے ہے

نه در چنگ و بازوی زور آور است
طاقت ور بازو کے پنجہ میں نہیں ہے

چو دولت نه بخشد سپهر بلند
اگر بلند آسمان دولت نہ بخشے

نیاید به مردانگی در کمند
تو وہ بہادری سے کمند میں نہیں آتی

نه سختی رسید از ضعیفی بمور
ضعیفی کی وجہ سے چیونٹی کو مشکل نہیں پیش آئی

نه شیران بسر پنجه خوردند و زور
نہ شیروں نے پنجہ کی طاقت اور زور سے کھایا

چو نتوان بر افلاک دست آختن
جب آسمانوں پر دست درازی نہیں ہو سکتی

ضروریست با گردشش ساختن
تو اس کی گردش سے بنائے رکھنا ضروری ہے

گرت زندگانی نبشت است دیر
اگر اس نے تیری زندگی دراز لکھی ہے

نه مارت گزاید نه شمشیر و شیر
نہ تجھے سانپ ڈسے گا، نہ تلوار، نہ شیر

و گر در حیاتت نماندست بهر
اور اگر زندگی میں تیرا حصّہ نہیں رہا ہے

چنانت کشد نوشدارو که زهر
تجھے نوشدارو زہر کی طرح مار ڈالے گا

نه رستم چو پایان روزی بخورد
کیا ایسا نہیں ہوا کہ جب رستم نے روزی کا آخری حصہ کھا لیا

شغاد از نهادش بر آورد گرد
تو شغاد[5] نے اس کے وجود سے دھول اڑا دی

حکایت شاطر سپاهانی

چالاک اصفہانی کا قصہ

مرا در سپاهان یکی یار بود
اصفہان میں میرا ایک دوست تھا

که جنگ آور و شوخ و عیار بود
جو لڑاکا اور بد تمیز اور چالاک تھا

مدامش بخون دست و خنجر خضاب
ہمیشہ اس کا ہاتھ اور خنجر خون سے رنگین رہتا

بر آتش دل خصم ازو چون کباب
دشمن کا دل اس سے کباب کی طرح آگ پر رہتا

۱۰

[1] یعنی سعدی صوفیانہ شاعری پر قادر ہے رزمیہ اشعار نہیں کہہ سکتا ہے
[2] خشت چھوٹے نیزے کو کہتے تھے اور گوپال ایک قسم کا گرز تھا۔
[3] یعنی نظامی گنجوی اور فردوسی طوسی وغیرہ
[4] نیک بختی زور بازو سے حاصل نہیں ہوتی ہے محض اللہ کی دین سے ملتی ہے۔
[5] شغاد رستم کے بھائی کا نام ہے جس نے رستم کو دھوکہ سے کنوئیں میں گرا کر مار ڈالا تھا۔

ندیدمش روزے کہ ترکش نہ بست
میں نے اسے کسی روز نہیں دیکھا کہ اس نے ترکش نہ باندھا ہو

دلاور بسرپنجہ گاؤ زور [1]
بہادر، طاقت میں قدرتی طور پر زور آور

بدعوی چناں ناوک انداختے
دعوے سے ایسا تیر مارتا

چناں خار در گل ندیدم کہ رفت
اس طرح سے میں نے پھول میں کانٹا جلتے نہ دیکھا

نزد تارکِ جنگجوئے بخشت
اس نے کسی بہادر کی کھوپڑی پر چھوٹا نیزہ نہیں مارا

چو گنجشک روزِ ملخ در نبرد
لڑائی میں ٹڈیوں کے دن میں چڑیا کی طرح ہنچا تا [3]

گرش بر فریدوں بُدے تاختن
اگر فریدوں پر اس کا حملہ ہوتا

پلنگانش از زورِ سر پنجہ زیر
اس کے پنجے کی طاقت سے چیتے زیر تھے

گرفتے کمر بند جنگ آزمائے
لڑائی آزمائے ہوئے کی پیٹی پکڑتا

زرہ پوش راچوں تبر زیں زدے
زرہ پوش پر اگر کٹار مارتا

نہ در مردی او را نہ در مردمی
نہ تو بہادری میں، نہ انسانیت میں

مرا یکدم از دست نگذاشتے
مجھے تھوڑی دیر کے لیے بھی ہاتھ سے نہ چھوڑتا

سفر ناگہم زاں زمیں در ربود
سفر اچانک مجھے اس سر زمین سے نکال لے گیا

قضا نقل کرد از عراقم بشام
قضا یہ خداوندی نے مجھے عراق سے شام کی طرف منتقل کر دیا

دگر پُر شد از شام پیمانہ ام
پھر شام سے میرا پیمانہ بھر گیا

قضا را چناں اتفاق اوفتاد
تقدیر سے پھر ایسا اتفاق ہوا

زپولادِ پیکانش آتش نجست
اس کے تیروں کے فولاد سے آگ نہ جھڑی ہو

زہولش بشیراں در افتادہ شور
اس کے خوف سے شیروں میں غل مچا تھا

کہ عذرا [2] بہر یک انداختے
کہ سنبلہ کا ایک ایک دانہ گرا دیتا

کہ پیکان او در سپر ہائے جفت
جیسا کہ اس کے تیر دوہری ڈھالوں میں

کہ خود و سرش را نہ درہم سرشت
کہ اس کے سر اور خود کو نہ گوندھ دیا ہو

بکشتن چہ گنجشک پیشش چہ مرد
مار ڈالنے میں اس کے لیے بہادر اور چڑیا یکساں تھے

امانش ندادے بہ تیغ آختن
تو اسکو تلوار کھینچنے کا موقع نہ دیتا

فرو بُردہ چنگال در مغزِ شیر
شیر کے مغز میں وہ چنگل گھسائے ہوئے تھا

وگر کوہ بودے بکندے زجائے
اگر وہ پہاڑ بھی ہوتا تو جگہ سے اکھاڑ پھینکتا

گذر کردے از مرد و برزیں زدے
انسان سے گذار کر زین پر مارتا

دوم در جہاں کس شنید آدمی
دنیا میں کسی نے اس جیسا دوسرا آدمی نہ سنا

کہ بار است طبعاں سرے داشتے
اس لیے کہ سیدھی طبیعت والوں کا بھی کچھ خیال رکھتا تھا

کہ عیشم دراں بقعہ روزی نبود
اس لیے کہ اس سر زمین میں زندگی میرے مقدر میں نہ تھی

خوش آمد دراں خاک پاکم مقام
اس خاک پاک میں مجھے قیام بھلا معلوم ہوا

کشید آرزو مندی خانہ ام
گھر کی آرزو نے مجھے کھینچا

کہ بازم گذر در عراق اوفتاد
کہ میرا پھر عراق سے گذر ہوا

[1] گاؤ زور، اس شخص کو کہا جاتا ہے جو بغیر ورزش کیے قدرتی طور پر طاقتور ہو۔

[2] عذرا، برج سنبلہ کو کہتے ہیں جس کی تصویر گیہوں کی بال کی طرح بنائی جاتی ہے۔



[3] جس طرح چڑیا ٹڈیوں پر پے در پے حملہ کرتی ہے اسی طرح وہ لڑائی میں دشمنوں پر حملے کرتا تھا۔

شبے سر فرو شد باندیشہ ام
ایک شب فکر میں میرا سر نیچے کو ہوا

نمک ریش دیرینہ ام تازہ کرد
نمک نے میرا پرانا زخم ہرا کر دیا

بدیدار روے زی سپاہاں شدم
اس کے دیکھنے کے لیے میں اصفہان کی طرف چلا

جواں دیدم از گردش دہر پیر
زمانہ کی گردش سے جوان کو بوڑھا دیکھا

چو کوہِ سپیدش سر از برف موئے
اس کا سر سفید بالوں کی وجہ سے سفید پہاڑ کی طرح تھا

فلک دستِ قوّت برو یافتہ
آسمان اس پر قابو پا گیا تھا

بدر کردہ گیتی غرور از سرش
جہان نے اس کے سر سے غرور نکال دیا تھا

بدو گفتم اے سرورِ شیر گیر
میں نے اس سے کہا اے شیر کو پکڑنے والے سردار

بخندید کز روزِ جنگِ تتر
وہ ہنسا کہ تاتاریوں کی جنگ کے دن سے

زمیں دیدم از نیزہ چوں نیستاں
زمین کو نیزوں کی وجہ سے میں نے نیستاں کی طرح دیکھا

برانگیختم گردِ ہیجا چو دود
میں نے دھوئیں کی طرح لڑائی کی دھول اڑا دی

من آنم کہ چوں حملہ آوردمے
میں وہی تھا کہ میں جب حملہ کرتا تھا

ولے چوں نکرد اخترم یاوری
لیکن جب ستارے نے میری مدد نہ کی

غنیمت شمردم طریقِ گریز
میں نے بھاگنے کا راستہ غنیمت سمجھا

چہ یاری کند مغفر و جوشنم
ڈھال اور زرہ میری کیا مدد کرے

کلیدِ ظفر چوں نباشد بدست
فتحمندی کی کنجی جب ہاتھ میں نہ ہو

بدل بر گذشت آں ہنر پیشہ ام
میرے دل میں اس ہنر پیشہ کا خیال آیا

کہ بودم نمک خوردہ از دستِ مرد
اس لیے کہ اس مرد کے ہاتھ کا میں نمک کھائے ہوئے تھا

بمہرش طلبگار و خواہاں شدم
اس کی محبت کا طلبگار اور خواہاں ہوا

خدنگش کماں ارغوانش زریر[1]
اس کا تیر کمان تھا اس کا ارغوانی رنگ زریر تھا

رواں آبش از برفِ پیری بروئے[2]
اس کے بڑھاپے کے برف سے چہرے پر پانی دوڑ رہا تھا

سرِ دستِ مردیش برتافتہ
اس نے اس کی بہادری کا پنجہ موڑ دیا تھا

سرِ ناتوانی بزانو برش
ناتوانی کا سر اس کے زانو پر تھا

چہ فرسودہ کردت چو روباہ پیر
تجھے بوڑھی لومڑی کی طرح کس چیز نے گھس دیا

بدر کردم آں جنگجوئی ز سر
میں نے جنگجوئی سر سے نکال دی

گرفتہ علمہا[3] چو آتش دراں
اس میں آگ کی طرح جھنڈے لگے ہوئے تھے

چو دولت نباشد تہوّر چہ سود
جب اقبال نہ رہے تو لڑائی سے کیا فائدہ

برمح از کفِ انگشتری بردمے
تو نیزے کے ذریعہ ہاتھ سے انگوٹھی نکال لیتا تھا

گرفتند گردم چو انگشتری
انگوٹھی کی طرح انھوں نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا

کہ ناداں کند با قضا پنجہ تیز
اس لیے کہ قضائے خداوندی سے نادان پنجہ لڑاتا ہے

چو یاری نکرد اخترِ روشنم
جب روشن ستارے ہی نے میری مدد نہ کی

بباز و درِ فتح نتواں شکست
تو فتحمندی کا دروازہ بازو سے نہیں توڑا جا سکتا

[1] یعنی اس کا تیر جیسا سیدھا قد جھک کر کمان بن گیا اور گلابی رنگ زریر گھاس جیسا زرد ہو گیا تھا۔
[2] سر سفید بالوں میں برف پوش پہاڑ معلوم ہوتا تھا اور آنکھوں کی کمزوری کی وجہ سے ہر وقت پانی بہتا رہتا تھا
[3] جھنڈے سرخ رنگ کے تھے۔

۱۰ ۵

گروہے پلنگ افگن پیل زور
چیتے کو پچھاڑنے والا، ہاتھی کی طاقت کا ایک گروہ تھا

ہماں دم کہ دیدیم گرد سپاہ
جب ہم نے لشکر کی گرد دیکھی تو فوراً ہی

چو ابر اسپ تازی بر انگیختیم
میں نے تازی گھوڑے کو ابر کی طرح برانگیختہ کیا

دو لشکر بہم بر زدند از کمیں
گھات سے نکل کر دونوں لشکر آپس میں گتھ گئے

ز باریدن تیر ہمچوں تگرگ
اولے کی طرح تیروں کے برسنے سے

بصید ہزبران پرخاش ساز
لڑا کا شیروں کا شکار کرنے کے لیے

زمیں آسماں شد ز گرد کبود
نیلی گرد سے زمین آسمان بن گئی

سواران دشمن چو دریافتیم
جب ہم دشمن کے سواروں تک پہنچ گئے

چہ زور آورد پنجۂ جہد مرد
انسان کی کوشش کا پنجہ کیا زور دکھائے

نہ شمشیر کُند آوراں کند بود
تلوار بازوں کی تلواریں کُند نہ تھیں

کس از لشکر ما زہیجا بروں
ہمارے لشکر کا کوئی شخص لڑائی کے میدان سے باہر[۱]

کساں را نشد ناوک اندر حریر
اُن لوگوں کا تیر حریر میں نہ گھسا[۲]

چو صد دانہ مجموع در خوشۂ
سو دانوں کی طرح ایک خوشہ میں جمع تھے

بنامردی از ہم بدادیم دست
بزدلی کی وجہ سے ہم نے ایک دوسرے کو چھوڑ دیا

چو طالع ز ما روئے بر پیچ بود
جبکہ نصیبہ ہم سے منہ پھیرے ہوئے تھا

در آہن سر مرد و سم ستور
انسانوں کا سر اور گھوڑوں کا سم لوہے میں چھپا ہوا تھا

زرہ جامہ کردیم و مغفر کلاہ
زرہ کو کرتا اور خود کو ٹوپی بنایا

چو باراں بلا لک فرو ریختیم
جوہردار تلوار کو بارش کی طرح برسایا

تو گفتی زدند آسماں بر زمیں
تو یہ کہے گا کہ انھوں نے آسمان کو زمین پر دے مارا

بہر گوشہ برخاست طوفان مرگ
ہر گوشہ میں موت کا طوفان امنڈ پڑا

کمند اژدہائے دہن کردہ باز
کمندیں اژدہوں کی طرح منہ پھاڑ لیا

چو انجم درو برق شمشیر و خود
تلوار اور خود کی چمک اس میں ستاروں کی طرح تھی

پیادہ سپر در سپر بافتیم
پیادہ ہو کر ڈھال کو ڈھال سے بُن دیا

چو بازوئے توفیق یاری نکرد
جب توفیق کے بازو نے مدد نہ کی

کہ کیں آوری ز اختر تند بود
بلکہ ستارے کی کینہ وری سخت تھی

نیامد جز آغشتہ خفتاں بخوں
نہ نکلا سوائے خون میں بھرے خفتان کے

کہ گفتیم بد و زند سنداں بہ تیر
جن کو میں نے کہا تھا کہ اہرن کو تیر سے بیندھتے ہیں

فتادیم ہر دانہ در گوشۂ
ہمارا ہر دانہ ایک گوشہ میں جا پڑا

چو ماہی کہ با جوشن افتد بشست
اس مچھلی کی طرح جو زرہ دار ہوتے ہوئے ڈور میں پھنس جائے

سپر پیش تیر قضا ہیچ بود
قضا کے تیر کے سامنے ڈھال ہیچ تھی۔

[۱] یعنی ہم نے دست بدست جنگ شروع کر دی۔
[۲] جو بھی میدان سے واپس آ رہا تھا زخمی ہو کر اس کی زرہ خون سے لت پت ہو چکی تھی
[۳] ہمارے وہ بہادر جو تیر سے لوہے کے گھن کو بیندھ دیں ان کا تیر ریشمین کپڑے سے بھی پار نہ ہو سکا

حکایت

یکے آہنی پنجہ در اردبیل
اردبیل میں ایک شخص لوہے کے سے پنجہ والا

نمد پوشے آمد بجنگش فراز
ایک کمبل پوش لڑائی میں اس کے سامنے آیا

بپرخاش جُستن چو بہرام گور
جنگجوئی میں بہرام گور کی طرح تھا

بہ پنجاہ تیر خدنگش بزد
اس نے خدنگ کے بنے ہوئے سو تیر اس پر چلائے

دلاور درآمد چو دستان گرد
وہ بہادر دستان پہلوان کی طرح آگے بڑھا

بلشکر گہش بر در خیمہ دست
لشکرگاہ میں خیمہ کے دروازہ پر اس کے ہاتھ

شب از غیرت و شرمساری نخفت
وہ تمام رات غیرت اور شرم کی وجہ سے نہ سویا

تو کاہن بناوک بدوزی و تیر
تو جو کہ لوہے کو ناوک اور تیر سے بیندھ دیتا تھا

شنیدم کہ میگفت و خوں میگریست
میں نے سنا ہے کہ وہ کہتا تھا اور خون کے آنسو روتا تھا

من آنم کہ در شیوۂ طعن و ضرب
میں وہی ہوں کہ نیزہ بازی اور تلوار بازی کے طور طریق میں

چو بازوئے بختم قوی حال بود
جب میرے نصیبہ کا بازو قوی تھا

کنونم کہ در پنجہ اقبال نیست
اب جب کہ اقبال قابو میں نہیں ہے

بروز اجل نیزہ جوشن درد
موت کے دن نیزہ زرہ کو پھاڑ دیتا ہے

کرا تیغ قہر اجل در قفاست
موت کے قہر کی تلوار جس کی گردن پر ہے

ورش بخت یاور بود دہر پشت
اور اگر نصیبہ اسکا مددگار ہو اور زمانہ پشت پناہی کرے

ہمی بگذرانید بیلک ز بیل
تیر بیلچہ سے پار کر دیتا تھا

جوانے جہاں سوز پیکار ساز
جو دنیا کو آگ لگا دینے والا جنگ باز تھا

کمندے بکتفش بر از خام گور
اس کے کاندھے پر گورخر کے چمڑے کی کمند تھی

کہ یک چوبہ بیروں نہ رفت از نمد
لیکن ایک تیر بھی کمبل سے آگے نہ بڑھا

بخم کمندش درآورد و برد
اس کو کمند کے پیچ میں پھنسایا اور لے گیا

چو دزدان خونی بگردن ببست
خونی چوروں کی طرح گردن سے باندھ دیے

سحر گہ پرستارے از خیمہ گفت
صبح کو ایک خادم نے خیمہ میں سے کہا

نمد پوش را چوں فتادی اسیر
کمبل پوش کی قید میں کیسے آگیا

ندانی کہ روز اجل کس نہ زیست
تجھے معلوم نہیں کہ موت کے دن کوئی نہیں جیا

برستم در آموزم آداب حرب
رستم کو لڑائی کے طریقے سکھا دوں

سطبرائے بیلم نمد می نمود
بیلچے کی موٹائی تجھے کمبل معلوم ہوتی تھی

نمد پیش تیرم کم از بیل نیست
میرے تیر کے سامنے کمبل بیلچے سے کم نہیں ہے

ز پیراہن بے اجل نگذرد
بے موت کے کرتے سے بھی نہیں گزرتا ہے

برہنہ است اگر جوشنش چند لاست
وہ ننگا ہے اگرچہ اس کی زرہ چند تہ کی ہے

برہنہ نشاید بساطور کشت
تو ننگا بھی خنجر سے نہیں مارا جا سکتا ہے

۱۔ آذربائیجان کے علاقہ کا مشہور شہر ہے۔
۲۔ بیلک اس تیر کو کہتے تھے جس کی نوک دو شاخہ ہوتی تھی۔
۳۔ بہت سخت قسم کی لکڑی ہے جس سے تیر بنائے جاتے تھے۔
۴۔ دستان رستم کے باپ کا نام ہے۔
۵۔ بیلچے میں اس آسانی سے آر پار کر دیتا تھا جیسا کہ کمبل میں۔

۱۰۵

نہ دانا بسعی اجل جاں ببرد
نہ عقلمند نے کوشش سے موت سے جان بچائی ہے
نہ ناداں بناساز خوردن بمرد
نہ بیوقوف مضر چیز کھانے سے مرا ہے

حکایت طبیب و کرد[1]
ایک کردی اور طبیب کا قصہ

شبے کردے از درد پہلو نخفت
ایک رات کو ایک کردی پہلو کے درد سے نہ سویا
طبیبے دراں ناحیت بود گفت
اس طرف ایک حکیم تھا اس نے کہا

ازیں دست کو برگ زرمی خورد
چونکہ یہ زر[2] کی پتی کھاتا ہے
عجب دارم ار شب بپایاں برد
مجھے تعجب ہوگا اگر اس نے رات پوری کرلی

کہ در سینہ پیکان تیر تتار
اس لئے کہ تاتاری کے تیر کی نوک سینہ میں
بہ از نقل ماکول ناسازگار
مضر کھانا کھانے سے بہتر ہے[3]

گر افتد بیک لقمہ در رودہ پیچ
اگر ایک لقمہ سے انتڑی میں گرہ پڑجائے
ہمہ عمر ناداں برآید بہیچ
تو ناداں کی تمام عمر رائگاں جاتی ہے

قضا را طبیب اندراں شب بمرد
تقدیر سے طبیب اسی رات میں مرگیا
چہل سال ازیں رفت زندہ است کرد
اس قصہ کو چالیس سال ہوئے کردی زندہ ہے

حکایت

یکے روستائی سقط شد خرش
ایک دیہاتی کا گدھا مرگیا
علم کرد برتاک بستاں سرش
اس نے اس کا سر انگورستان میں لٹکا دیا[4]

جہاں دیدہ پیرے برو برگذشت
ایک جہاندیدہ بوڑھا وہاں سے گذرا
چنیں گفت خنداں بناطور دشت
اس نے مذاق میں جنگل کے رکھوالے سے کہا

مپندار جان پدر کیں حمار
جان پدر یہ نہ سمجھ کہ یہ گدھا
کند دفع چشم بد از کشت زار
کھیت سے بدنظر کا دفع کردے گا

کہ ایں دفع چوب از سر و گوش خویش
اس لیے کہ یہ تو اپنے سر اور کان سے ڈنڈا دفع
نمی کرد تا ناتواں مرد و ریش
نہ کرسکتا تھا یہاں تک کہ کمزور اور زخمی ہوکر مرگیا

چہ داند طبیب از کسے رنج برد
وہ طبیب کسی کا مرض اچھا کرنا کیا جانے گا
کہ بیچارہ خواہد خود از رنج مرد
جب کہ خود مرض سے مرا چاہتا ہے

حکایت

شنیدم کہ دینارے از مفلسے
میں نے سنا ہے ایک مفلس کے پاس سے ایک دینار
بیفتاد و مسکین بجستش بسے
گر گیا مسکین نے اس کو بہت ڈھونڈا

باخر سر ناامیدی بتافت
انجام کار ناامیدی سے سر پھیرا
یکے دیگرش ناطلب کردہ یافت
کسی دوسرے نے وہ بے ڈھونڈے پالیا

---

[1] کرد ایک قوم تھی جو جنگل میں بکریاں چراتی تھی
[2] زر ایک قسم کی گھاس ہے جس میں مشک کی سی خوشبو ہوتی ہے۔
[3] مضر خوراک تاتاری تیر سے زیادہ مہلک ہے۔
[4] انگورستان کو نظر بد سے بچانے کے لیے ایسا کرتے تھے۔

به بدبختی و نیک بختی قلم — بگردید و ما همچناں در شکم
بدبختی اور نیک بختی میں قلم — چل چکا تھا اور ہم ابھی پیٹ ہی میں تھے

نه روزی بسر پنجگی می خورند — که سر پنجگاں تنگ روزی ترند
نہ پنجے کی طاقت سے روزی کھاتے ہیں — اس لئے کہ طاقتور روزی میں زیادہ تنگ رہتے ہیں

حکایت

فرو کوفت پیرے پسر را بچوب — بگفت اے پدر بے گناہم مکوب
ایک بوڑھے نے لڑکے کو لکڑی سے مارا — اس نے کہا ابا بے قصور نہ ماریئے

تواں بر تو از جور مردم گریست — ولے چوں تو جورم کنی چارہ چیست
لوگوں کے ظلم سے آپ کے پاس آکر رویا جاسکتا ہے — لیکن جب آپ ظلم کریں تو کیا تدبیر ہے

بداور خروشد خداوند ہوش — نہ از دست داور برآرد خروش
ہوش والا خدا کے پاس فریاد لیجاتا ہے — خدا کے ہاتھ سے فریاد نہیں کرتا ہے

حکایت

بلند اخترے نام او بختیار — قوی دستگہ بود و سرمایہ دار
ایک بلند ستارے والا جس کا نام بختیار تھا — قوی مقدور رکھنے والا اور سرمایہ دار تھا

ہمو را دراں بقعہ زر بود و مال — دگر تنگدستان برگشتہ حال
اس علاقہ میں صرف اسی کے پاس مال و زر تھا — دوسرے لوگ تنگدست اور پریشان حال تھے

زنے جنگ پیوست با شوئے خویش — شبانگہ چو رفتش تہیدست پیش
ایک عورت نے اپنے شوہر سے لڑائی جوڑ دی — رات کو جب وہ اس کے سامنے خالی ہاتھ پہنچا

کہ کس چو تو بدبخت درویش نیست — چو زنبور سرخت جز این نیش نیست
تجھ جیسا بدبخت فقیر کوئی بھی نہیں ہے — لال بھڑ کی طرح تیرے پاس اس ڈنک کے سوا کچھ نہیں ہے

بیاموز مردی ز ہمسایگاں — کہ آخر نیم قحبہ رایگاں
ہمسایوں سے آدمیت سیکھ لے — آخر میں مفت کی رنڈی نہیں ہوں

کساں را زر و سیم ملک است و رخت — چرا ہمچو ایشاں نۂ نیک بخت
لوگوں کے پاس چاندی اور سونا اور سامان ہے — تو ان جیسا نیک بخت کیوں نہیں ہے

برآورد صافی دل صوف پوش — چو طبل از تہیگاہ خالی خروش
کمبل پوش صاف دل نے شور مچایا — ڈھول کی طرح خالی پیٹ سے

کہ من دست قدرت ندارم بہیچ — بسر پنجہ دست قضا بر مپیچ
کہ مجھے کسی چیز پر بھی دست قدرت نہیں ہے — طاقت سے قضا کے ہاتھ کو نہ موڑ

نکردند در دست من اختیار — کہ من خویشتن را کنم بختیار
انھوں نے میرے ہاتھ میں اختیار نہیں دیا — کہ میں اپنے آپ کو بختیار بنالوں

۱ بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اور کاتبان تقدیر اس کا شقی اور سعید ہونا لکھ دیتے ہیں۔
۲ یعنی آنسو بہانا۔
۳ یعنی بلا پیسہ کے مجھ سے ہم بستری کرنا ہے۔
۴ تقدیر خداوندی کو طاقت سے نہیں لوٹایا جاسکتا ہے۔
۵ قضا و قدر نے بختیار جیسا بننا میرے اختیار میں نہیں رکھا ہے۔

حکایت

یکے مردِ درویش در خاکِ کیش
کیش[1] کی سرزمین میں ایک درویش مرد نے

نکو گفت با ہمسرِ زشتِ خویش
اپنی بد صورت بیوی سے کیا خوب کہا

چو دستِ قضا زشت رویت نوشت
جب تقدیر کے ہاتھ نے تیرا بُرا چہرہ لکھ دیا

میندائے گلگونہ بر روئے زشت
تو بدنما چہرے پر غازہ نہ لیپ

کہ حاصل کند نیک بختی بزور
زور سے نیک بختی کون حاصل کر سکتا ہے

بسرمہ کہ بینا کند چشم کور
اندھی آنکھ کو سُرمہ سے کون بینا کر سکتا ہے

نیاید نکو کاری از بدرگاں
بد اصل انسانوں سے نیکی نہیں ہو سکتی ہے

محالست دوزندگی از سگاں
کتوں[2] سے سلائی ناممکن ہے

ہمہ فیلسوفانِ یونان و روم
یونان اور روم کے سارے فلسفی

ندانند کرد انگبیں از زقوم
تھوہر سے شہد بنانا نہیں جانتے ہیں

ز وحشی نیاید کہ مردم شود
وحشی سے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ انسان بن جائے

بسعی اندرو تربیت گم شود
کوشش کرنے سے اس میں تربیت رائگاں جاتی ہے

تواں پاک کردن ز زنگ آئینہ
آئینہ کو زنگ سے صاف کیا جا سکتا ہے

ولیکن نیاشد ز سنگ آئینہ
لیکن پتھر سے آئینہ نہیں بنتا ہے

بکوشش نروید گل از شاخِ بید
بید کی شاخ سے کوشش کرنے سے پھول نہیں اُگتا

نہ زنگی بگرمابہ گردد سفید
حمام سے حبشی سفید نہیں ہو جاتا

چو ردمی نگردد خدنگِ قضا
جب قضا، خداوندی کا تیر واپس نہیں لوٹتا ہے

سپر نیست مر بندہ را جز رضا
تو رضا کے سوا بندے کے پاس کوئی ڈھال نہیں ہے

۱ کیش ایک جزیرہ ہے۔
۲ کتوں کا کام پھاڑنا ہے سینا نہیں ہے۔
۳ چیل اور گدھ زمین پر اترنے لگے۔

حکایت کرگس و زغن
قصہ گدھ اور چیل کا

چنیں گفت پیشِ زغن کرگسے
ایک گدھ چیل کے سامنے یہ بولا

کہ نبود ز من دور بیں تر کسے
کہ مجھ سے زیادہ دوربین کوئی نہیں ہوگا

زغن گفت ازیں در نشاید گذشت
چیل بولی اس سے آگے نہ بڑھنا چاہیے

بیا تا چہ بینی براطرافِ دشت
آ تو جنگل کے اطراف میں کیا دیکھتا ہے

شنیدم کہ مقدار یک روزہ راہ
میں نے سنا ہے کہ ایک دن کے فاصلہ سے

بکرد از بلندی بہ پستی نگاہ
اس نے اوپر سے نیچے نظر ڈالی

چنیں گفت دیدم گرت باور است
اس نے یہ کہا اگر تجھے یقین آئے تو میں نے دیکھا ہے

کہ یک دانہ گندم بہاموں برست
کہ گیہوں کا ایک دانہ زمین پر پڑا ہے

زغن را نماند از تعجب شکیب
چیل کو تعجب کی وجہ سے صبر نہ آیا

ز بالا نہادند سر در نشیب
انھوں[3] نے سر اونچائی سے نشیب کی طرف کر دیا

چو کرگس بر دانہ آمد فراز
جب گدھ دانہ کے قریب پہنچا

ندانست ازاں دانہ خوردنش
وہ یہ نہ سمجھا کہ اس دانے کے کھانے سے

نہ آبستن دُر بود ہر صدف
ہر سیپی موتی سے حاملہ نہیں بنتی ہے

زغن گفت ازاں دانہ دیدن چہ سود
چیل بولی اس دانہ کے دیکھنے سے کیا فائدہ

شنیدم کہ میگفت و گردن بہ بند
میں نے سنا ہے کہ وہ کہہ رہا تھا اور اس کی گردن پھنسی تھی

اجل چوں بخونش بر آورد دست
موت نے جب اس کا خون بہانے کے لئے ہاتھ نکال لیا

در آبے کہ پیدا ندارد کنار
جس پانی کا کنارہ موجود نہ ہو اس میں

برو بر بہ پیچید قیدے دراز
اس[۱] پر لمبی قید چمٹ گئی

کہ دہر افگند دام در گردنش
زمانہ اس کی گردن میں جال ڈال دیگا

نہ ہر بار شاطر زند بر ہدف
نہ ہر بار چالاک نشانہ پر مار سکتا ہے

چو بینائیے دام خصمت نبود
جب تجھ میں دشمن کے جال کی بینائی نہ تھی

نباشد حذر با قدر سودمند
تقدیر[۲] سے بچاؤ مفید نہیں ہے

قضا چشم باریک بینش بہ بست
تقدیر نے اس کی باریک بینی کی آنکھ بند کر دی

غرور شناور نیاید بکار
تیراک کا غرور کام نہیں آتا ہے

حکایت

چہ خوش گفت شاگرد منسوج باف
منسوج[۳] بننے والے کے شاگرد نے کیا خوب کہا

مرا صورتے بر نیاید ز دست
مجھ سے کوئی ایسی تصویر نہیں بنتی ہے

گرت صورت حال بد یا نکوست
اگر تیری صورت حال اچھی یا بری ہے

دریں نوعے از شرک پوشیدہ ہست
اس بات میں ایک قسم کا شرک چھپا ہوا ہے

گرت دیدہ بخشد خداوند امر
حکم کا مالک اگر تجھے آنکھ عنایت فرما دے

نہ پندارم ار بندہ دم در کشد
مجھے یقین نہیں ہے کہ اگر بندہ خاموش ہے

جہاں آفرینت کشائش دہاد
جہان کا پیدا کرنے والا تجھے فراخی بخشے

چو عنقا بر آورد و پیل و زراف
جب اس نے عنقا ہاتھی اور زرافہ بنا دیا

کہ نقش معلم ز بالا نہ بست
جس[۴] کا نقشہ سکھانے والے نے پہلے سے نہ بنا دیا ہو

نگارندہ دست تقدیر اوست
اسی کے تقدیر کے ہاتھ کی بنائی ہوئی ہے

کہ زیدم بیازرد و عمرم بخست
کہ مجھے زید نے ستایا اور مجھے عمر نے خستہ کر دیا

نہ[۵] بینی دگر صورت زید و عمرو
تو تو پھر زید اور عمرو کی صورت نہ دیکھے گا

خدایش بروزی قلم در کشد
تو خدا اس کی روزی بند کر دے

اگر وے بہ بندد نشاید کشاد
اگر وہ بند کر دے تو کھولی نہیں جا سکتی

[۱] چونکہ دانہ کے پاس پھندا تھا۔
[۲] باوجود بچاؤ کے مقدر کا لکھا پیش آ کر رہتا ہے۔
[۳] منسوج وہ ریشمین کپڑا کہلاتا تھا جس میں جانوروں کی تصویریں بنی جاتی تھیں۔

۱۰

[۴] یعنی موجود چیزوں کی تصویر بنا سکتا ہو
[۵] صرف موجود حقیقی نظر آئے گا۔

حکایت

شترکرّہ با مادرِ خویش گفت
اونٹ کے بچے نے اپنی ماں سے کہا

بگفت ار بدستِ منستے مہار
اس نے کہا اگر مہار میرے ہاتھ میں ہوتی

قضا کشتی آنجا کہ خواہد بُرد
کشتی کو قضا جہاں چاہتی ہے لے جاتی ہے

مکن سعدیا دیدہ بر دستِ کس
اے سعدی کسی کا دست نگر نہ بن

اگر حق پرستی ز درہا بس است
اگر تو حق پرست ہے تو بہت سے دروازوں سے وہ کافی ہے

گر او نیک بختت کند سر برار
اگر وہ تجھے نیک بخت کر دے تو سر بلند کر

پس از رفتن آخر زمانے بگفت
چلنے کے بعد پھر تھوڑی دیر سوچا

ندیدے کسم بار کش در قطار
مجھے قطار میں بوجھ اٹھانے والا کوئی نہ دیکھتا

وگر ناخدا جامہ بر خود درد
خواہ ناخدا اپنے کپڑے پھاڑ لے

کہ بخشندہ پروردگار است و بس
اس لیے کہ دینے والا صرف خدا ہے

کہ گر رویے براند نخواند کست
اس لیے کہ اگر وہ بھگا دے تو تجھے کوئی نہ بلائے گا

وگرنہ سر ناامیدی بخار
ورنہ ناامیدی سے سر کھجاتا رہ

گفتار اندر اخلاص و برکت آں و ریا و آفتِ آں

عبادت اخلاص اور اس کی برکت اور ریا اور اس کی آفت کے بیان میں

عبادت باخلاص نیت نکوست
نیت کے اخلاص کے ساتھ عبادت اچھی ہے

چہ زنّارِ مُغ بر میانت چہ دلق
آتش پرست کا جنیو اور کمر پر گدڑی یکساں ہے

مکن گفتمت مردیٔ خویش فاش
میں تجھ سے کہتا ہوں اپنی بہادری ظاہر نہ کر!

باندازۂ بود باید نمود....
ہونے کے مطابق دکھانا چاہیے

کہ چوں عاریت برکشند از سرش
اس لیے کہ جب مانگا ہوا اس کے سر سے اتار لیں گے

اگر کوتہی پائے چوبیں مبند
اگر تو پست قد ہے تو لکڑی کے پیر نہ باندھ

وگر نقرہ اندودہ باشد نحاس
اگر تانبے پر چاندی کا ملمع ہو

منہ جانِ من آب زر بر پشیز
میری جان پیسے پر سونے کا پانی نہ پھیر

وگرنہ چہ آید ز بے مغز پوست
ورنہ بے گری کے چھلکے سے کیا ہوتا ہے

کہ درپوشی از بہر پندار خلق
جو تو لوگوں کے اعتقاد کے لیے پہنے

چو مردی نمودی مخنث مباش
جب بہادری دکھائی ہے تو ہیجڑا نہ بن

خجالت نبرد آنکہ بنمود و بود
وہ شرمندگی نہیں اٹھاتا جس نے دکھایا اور تھا

بماند کہن جامۂ در برش
تو اس کے بدن پر پرانا لباس رہ جائے گا

کہ در چشم طفلاں نمائی بلند
کہ بچوں کو اونچا معلوم ہونے لگے

تواں خرج کردن بر ناشناس
تو نہ جاننے والے کے پاس چلایا جا سکتا ہے

کہ صرافِ دانا نگیرد بچیز
اس لیے کہ دانا صراف کسی چیز کے بدلے اس کو نہ لے گا

۱؎ میری مہار میرے قبضہ میں نہیں ہے
۲؎ یعنی بزرگانہ لباس نہ پہننا چاہیے اور اگر پہنے تو اس کی لاج رکھے۔

۱۰

زرانداودگاں را بآتش برند | پدید آید آنگہ کہ مس یا زرند
سونے کے ملمع والوں کو آگ پر تپائیں گے۔ | تب معلوم ہو جائے گا کہ وہ پیتل ہیں یا سونا

حکایت

ندانی کہ بابائے کوہی چہ گفت
مجھے معلوم نہیں کہ پہاڑی بابا نے کیا کہا
بمردے کہ ناموس راشب نخفت
اس شخص کو جو شہرت کی خاطر تمام رات نہ سویا

بروجان بابا دراخلاص پیچ
جا بابا کی جان! اخلاص پیدا کر
کہ نتوانی از خلق بربست ہیچ
اس لیے کہ تو مخلوق سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا ہے

کسانیکہ فعلت پسندیدہ اند
جنھوں نے تیرا فعل پسند کیا ہے
ہنوز از تو نقش بروں دیدہ اند
انھوں نے ابھی تیرے ظاہری نقش دیکھے ہیں

چہ قدر آورد بندہ حوردیس
حور جیسا غلام کیا قدر پیدا کر سکتا ہے
کہ زیر قبا دارد اندام پیس
جو قبا کے نیچے برص کا جسم رکھتا ہو

نشاید بدستان شدن در بہشت
مکر سے بہشت میں جانا ممکن نہیں ہے
کہ بازت رود چادر از روئے زشت
اس لیے کہ تیرے بھدے چہرے سے چادر ہٹ جائیگی

حکایت طفل روزہ دار

روزہ دار بچے کا قصہ

شنیدم کہ نابالغے روزہ داشت
میں نے سنا ہے کہ ایک نابالغ نے روزہ رکھ لیا
بصد محنت آورد روزے بچاشت
تو مشقتوں سے چاشت تک دن پہنچایا

زکتابش آں روز سابق ببرد
اس دن اس کو مکتب سے خلیفہ لے گیا
بزرگ آمدش طاعت از طفل خرد
چھوٹے بچے کی عبادت اس کو بڑی معلوم ہوئی

پدر دیدہ بوسید و مادر سرش
باپ نے آنکھیں چومیں ماں نے اس کا سر
فشاندند بادام وزر بر سرش
انھوں نے بادام اور چاندی اس کے سر پر نچھاور کی

چو بروے گذر کرد یک نیمہ روز
جب اس پر آدھا دن گذرا
فتاد اندرو ز آتش معدہ سوز
اس کے اندر معدہ کی آگ سے جلن پیدا ہوگئی

بدل گفت اگر لقمہ چندے خورم
اس نے دل میں کہا اگر میں چند لقمے کھا لوں
چہ داند پدر غیب یا مادرم
تو میرے باپ یا ماں غیب کو کیا جانیں

چو روئے پسر در پدر بود و قوم
جب لڑکے کا رخ باپ اور قوم کی طرف تھا
نہاں خورد و پیدا بسر برد صوم
تو چپکے سے کھا لیا اور بظاہر روزہ پورا کر لیا

کہ داند چو دربند حق نیستی
اگر تو خدا کی فکر میں نہیں ہے تو کسی کو کیا معلوم
اگر بے وضو در نماز ایستی
اگر تو بے وضو نماز میں کھڑا ہوا

پس ایں پیر از آں طفل ناداں ترست
یہ بوڑھا اس بچہ سے بھی زیادہ ناداں ہے
کہ از بہر مردم بطاعت دراست
جو انسانوں کی خاطر عبادت میں لگا ہے

۱ ملمع کی چیز کو جس طرح سنار تپا کر دیکھتا ہے اسی طرح ریاکار تپائے جائیں گے
۲ عبادت میں جاگتا رہا۔

۱۰
یہ ریاکار کی مثال ہے
۱ روزہ محض ماں باپ اور لوگوں کو دکھانے کے لیے رکھا تھا۔

کلیدِ درِ دوزخست آں نماز
وہ نماز دوزخ کے دروازے کی کنجی ہے

اگر جُز بحق میرود جادہ ات
اگر تیری سڑک اللہ کی جانب کے سوا ہے

نکو سیرتِ بے تکلف بروں
اچھی سیرت والا، بظاہر بے تکلف

بنزدیکِ من شب روِ راہ زن
میرے نزدیک ڈاکہ مارنے والا چور

یکے بر درِ خلق رنج آزمائے
ایک وہ انسان جو مخلوق کے دروازے پر محنت کر رہا ہے

زعمرو اے پسر چشمِ اُجرت مدار
اے صاحبزادے! عمرو سے اجرت کی توقع نہ رکھ

نگویم تواند رسیدن بدوست
میں انہیں کہتا کہ وہ دوست تک پہنچ سکتا ہے

رہِ راست رو تا بمنزل رسی
سیدھا راستہ چل تاکہ منزل تک پہنچ جائے

چو گاوے کہ عصّار چشمش بہ بست
اس بیل کی طرح جس کی آنکھیں تیلی نے باندھ دی ہوں

کسے گر بتابد زمحراب روئے
اگر کوئی قبلہ سے منہ موڑے

تو ہم پشت بر قبلۂ در نماز
تو بھی نماز میں قبلہ کو پیٹھ کیے ہے

درختیکہ بیخش بود برقرار
جس درخت کی جڑ برقرار ہو

گرت بیخ اخلاص در بوم نیست
اگر تیرے اخلاص کی جڑ زمین میں نہیں ہے

ہر آنکہ افگند تخم بر روئے سنگ
جو شخص پتھر پر بیج بکھیرے

منہ آبروئے ریا را محل
ریا کی آبرو کو کوئی مرتبہ نہ دے

چو در خفیہ بد باشم و خاکسار
جب میں باطن میں بد اور خاک جیسا ہوں

کہ در چشمِ مردم گزاری دراز
جو تو لوگوں کی نگاہوں کے سامنے لمبی پڑھے

در آتش فشانند سجادہ ات
تیرے مصلے کو آگ میں ڈال دیں گے

بہ از پارسائے خراب اندروں
اس پارسا سے بہتر ہے جس کا باطن خراب ہے

بہ از فاسقِ پارسا پیرہن
نیک لباس والے فاسق سے بہتر ہے

چہ مزدش دہد در قیامت خدائے
اس کو قیامت میں خدا کیا مزدوری دیگا

چو در خانۂ زید باشی بکار
جب تو زید کے گھر میں کام پر لگا ہے

دریں رہ جز آں کس کہ درویش اوست
اس راہ میں سوائے اس کے جو اس کا فقیر ہے

تو بر رہ نۂ زیں قبل واپسی
چونکہ تو راستہ پر نہیں ہے اسی لیے پچھڑا ہوا ہے

دواں تا بشب شب ہم آنجا کہ ہست
تمام رات چلنے کے باوجود رات کو وہیں ہے جہاں تھا

بکفرش گواہی دہند اہلِ کوئے
محلہ والے اس کے کفر کی گواہی دے دیں

گرت در خدا نیست روئے نیاز
اگر تیرا عاجزی کا چہرہ خدا کی طرف نہیں ہے

بپرور کہ روزے دہد میوہ بار
اس کی پرورش کر کیونکہ کسی دن میوے کا پھل دے گا

ازیں بر کسے چوں تو محروم نیست
اس پھل سے تیری طرح کوئی محروم نہیں ہے۔

جوے وقت دخلش نیاید بچنگ
پیداوار کے وقت اس کے ہاتھ ایک جو بھی نہ آئے گا

کہ ایں آب در زیر دارد وحل
اس لیے کہ اس پانی کے نیچے کیچڑ ہے

چہ سود آبِ ناموس بر روئے کار
تو روئے کار پر عزت کی آب سے کیا فائدہ

۱؎ یعنی ریاکاری کے لیے
۲؎ ریاکار اُخروی اجر سے محروم رہے گا۔
۳؎ ریاکار کی راہ

۱۰

طریقت میں یہی مثال ہے۔
۴؎ بلکہ یہ نماز لوگ دکھاوے کی نماز ہے۔

بروی و ریا خرقہ سہلست دوخت
مکر اور ریاکاری سے گدڑی سی لینا آسان ہے

چہ دانند مردم کہ در جامہ کیست
لوگوں کو کیا معلوم کہ لباس میں کون ہے

چہ وزن آورد جائے انبان باد
ہوا بھرا مشکیزہ[1] اس جگہ کیا وزن رکھے گا

مُرائی کہ چندیں ورَع مینمود
وہ ریاکار جو اس قدر پرہیزگاری دکھاتا تھا

کنند ابرہ پاکیزہ تر ز آستر
ابرہ استر سے بہتر بناتے ہیں

بزرگاں فراغ از نظر داشتند
بزرگ لوگ نظر سے بے نیاز ہوتے ہیں

ور آوازہ خواہی در اقلیم فاش
اگر تو ملک میں کھلی شہرت چاہتا ہے

بازی نگفت ایں سخن بایزید
بایزید نے یہ بات مذاق میں نہیں کہی

کسانے کہ سلطان و شاہنشہ اند
جو لوگ شاہ اور شاہنشاہ ہیں

طمع در گدا مردِ معنی نہ بست
بھکاری شخص میں لالچ نے کوئی حقیقت نہ بنائی

ہماں بہ گر آبستن جوہری
اگر تو کسی جوہر کا حامل ہو تو یہ بہتر ہے

چو روئے پرستیدنت در خداست
جب تیری عبادت کا رخ خدا کی طرف ہے

ترا پندِ سعدی بسست اے پسر
اے لڑکے تیرے لیے سعدی کی نصیحت کافی ہے

گر امروز گفتارِ ما نشنوی
اگر آج ہماری نصیحت تو نہ سنے گا

گرش با خدا در توانی فروخت
اگر تو اس کو خدا کے ہاتھ فروخت کر سکے

نویسندہ داند کہ در نامہ چیست
لکھنے والا جانتا ہے کہ خط میں کیا لکھا ہے

کہ میزان عدلست و دیوان داد
جہاں انصاف کی ترازو اور انصاف کا اجلاس ہے

بدیدند و ہیچش در انبان نبود
انھوں نے اس کو دیکھا اور اس کے مشکیزہ میں کچھ نہ تھا

کہ آں در حجابست و ایں در نظر
اس لیے کہ وہ چھپا ہے اور یہ نظر میں ہے

ازاں پرنیاں[2] آستر داشتند
اسی لیے پرنیاں کا استر بناتے ہیں

بروں حُلّہ کن گو درون حشو باش
باہر ریشمین کپڑا لگا خواہ اندر بھراؤ ہو

کہ از منکر[3] ایمن ترم کز مرید
کہ میں مرید کے اعتبار سے منکر سے زیادہ مطمئن ہوں

سراسر گدایان ایں درگہ اند
اس درگاہ کے بالکل فقیر ہیں

نشاید گرفتن در افتادہ دست
گرے ہوئے کا سہارا نہ لینا چاہیے

کہ ہمچوں صدف[5] سر بخود در بری
کہ سیپی کی طرح سر اندر کرلے

اگر جبر ئیلت نہ بیند رواست
اگر تجھے جبرئیل بھی نہ دیکھے تو مناسب ہے

اگر گوش گیری چو پندِ پدر
اگر تو باپ کی نصیحت کی طرح سنے

مبادا کہ فردا پشیماں شوی
ایسا نہ ہو کہ کل کو شرمندہ ہو

۱؎ ریاکار ہوا بھرا مشکیزہ ہے۔
۲؎ پرنیاں ایک قسم کا ریشمین کپڑا ہے
۳؎ منکر تو ظاہری باتوں سے واقف ہوتا ہے اور مرید حقیقتِ حال سے باخبر رہتا ہے
۴؎ ریاکار تو خود درماندہ شخص ہے وہ کسی کی کیا دستگیری کر سکتا ہے۔
۵؎ سیپی میں جب تک موتی نہیں بنتا سمندر کی سطح پر منہ پھیلائے پھرتی ہے
۶؎ تھوڑے پر گذارا کرنا

بابِ ششم در قناعت[6]
چھٹا باب قناعت میں

خدا را ندانست و طاعت نکرد
وہ خدا کو نہ پہچانا اور نہ اس نے فرماں برداری کی

کہ بر بخت روزی قناعت نکرد
جس نے نصیبہ کی روزی پر قناعت نہ کی

قناعت توانگر کند مرد را
قناعت انسان کو مال دار بناتی ہے

سکونے بدست آور اے بے ثبات
اے بے ٹکاؤ سکون حاصل کر

پرورتن ار مرد رای و ہُشی
اگر تو ہوشیار و تدبیر کا آدمی ہے تو تن پروری نہ کر

خردمند مردم ہُنر پرورند
عقل مند انسان ہنر حاصل کرتے ہیں

کسے سیرتِ آدمی گوش کرد
انسان کی سیرت اسی کے کان میں پڑی

خور و خواب تنہا طریقِ دَد است
کھانا اور سونا صرف درندوں کا کام ہے

خنک نیک بختے کہ در گوشۂ
وہ نیک بخت آرام سے ہے جو ایک گوشہ میں

بر آناں کہ شد سرِّ حق آشکار
جن لوگوں پر حق کا راز کھل گیا ہے

ولیکن چو ظلمت نداند ز نور
لیکن جو شخص نور اور ظلمت میں فرق نہیں کرتا ہے

تو خود را ازاں در چہ انداختی
تو نے اپنے آپ کو اسی لیے کنوئیں میں گرالیا

بر اوجِ فلک چوں پرد جُرّہ باز
نر باز آسمان کی بلندی پر کیسے پہنچ سکتا ہے

گرش دامن از چنگ شہوت رہا
اگر تو اس کا دامن شہوت کے چنگل سے چھوڑ دے

بکم کردن از عادتِ خویش خورد
اپنی عادت سے کم کر کے کھانے میں

کجا سیر وحشی رسد در ملک
شہمتی کی سیر فرشتہ تک کیا پہنچے گی

نخست آدمی سیرتے پیشہ کن
پہلے آدمی کی سیرت اختیار کر

تو بر کرّۂ توسنے بر کمر
تو ایک سرکش بچھیرے پر سوار ہے

خبر کن حریصِ جہاں گرد را
دنیا کے چکر کاٹنے والے حریص کو بتا دے

کہ بر سنگِ گرداں نہ روید نبات
اس لیے کہ لڑھکتے ہوئے پتھر پر گھاس نہیں جمتی

کہ او را چو می پروری میکُشی
اس لیے کہ تو اس کو جس قدر پالتا ہے اسی قدر ہلاک کرتا ہے

کہ تن پروراں از ہنر لاغر اند
کیونکہ تن پرور لوگ ہنر میں کمزور ہوتے ہیں

کہ اوّل سگِ نفس خاموش کرد
جس نے سب سے پہلے نفس کے کتے کو خاموش کر دیا

بریں بودن آئین نابخرد است
اس طور پر رہنا بیوقوف کا طریقہ ہے

بدست آرد از معرفت توشۂ
معرفت خداوندی کا توشہ حاصل کرلے

نکردند باطل بر او اختیار
انھوں نے اس پر باطل کو پسند نہیں کیا ہے

چہ دیدارِ دیوش چہ رخسارِ حور
اس کے لیے دیو کا دیدار اور حور کا رخسار یکساں ہے

کہ چہ را ز رہ باز نشناختی
کہ کنوئیں اور سڑک میں تمیز نہیں کی

کہ در شہپرش بستہ سنگِ آز
جب کہ تو نے اس کے شہپر میں حرص کا پتھر باندھ دیا ہے

تُنی رفت تا سدرۃ المنتہیٰ
تو وہ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا

تواں خویشتن را ملک خوئے کرد
اپنے آپ کو فرشتہ خصلت کر سکتا ہے

نشاید پرید از ثریٰ تا فلک
وہ تو زمین سے آسمان تک بھی نہیں اڑ سکتا ہے

پس آنگہ ملک خوئی اندیشہ کن
پھر فرشتہ خصلت ہونے کی فکر کر

نگر تا نہ پیچد ز حکم تو سر
نگرانی کر کہیں وہ تیرے حکم سے سرتابی نہ کرے

۱؎ چونکہ توانگری بدل است نہ بمال۔
۲؎ روحِ انسانی۔
۳؎ وہ بیری کا درخت جو فرشتوں کی سیر کی آخری حد ہے۔
۴؎ کم خوردنی سے ملکوتیت پیدا ہوتی ہے۔
۵؎ اگر انسان وحشیوں کی طرح صرف کھائے اور سوئے گا تو اس کو ملکوتیت کی سیر حاصل نہیں ہوسکتی ہے۔
۶؎ نفسِ امارہ کی مثال سرکش بچھیرے کی سی ہے۔

کہ گر پالہنگ از کفت در گسیخت
اگر تیرے ہاتھ سے باگ ڈور چھوٹ گئی

تن خویشتن کُشت و خونِ تو ریخت
اونٹنی اپنے آپ کو بھی مار دیا تیرا بھی خون بہا دیا

باندازہ خور زاد اگر مردمی
اگر تو آدمی ہے تو اندازہ سے توشہ کھا

چنیں پُر شکم آدمی یا خُمی
اس طرح سے پیٹ بھرا، تو آدمی ہے یا مٹکا

دروں جائے ذکرست و قوت و نفس
باطن، ذکر اور روزی اور سانس کی جگہ ہے

تو پنداری از بہر نان ست و بس
تو سمجھتا ہے کہ بس روٹی کے لیے ہے

کجا ذکر گنجد کزا انبارِ آز
ذکر کہاں سمائے گا جب کہ حرص کے انبار سے

بسختی نفس میکند پا دراز
لمبے پیر کر کے مشکل سے سانس لیتا ہے

ندارند تن پروراں آگہی
تن پروروں کو یہ معلوم نہیں ہے

کہ پُر معدہ باشد ز حکمت تہی
کہ بھرا ہوا معدہ دانائی سے خالی ہوتا ہے

دو چشم و شکم پُر نگردد بہیچ
دو آنکھیں اور پیٹ کسی چیز سے نہیں بھرتے ہیں

تہی بہتر این رودۂ پیچ پیچ
پیچ در پیچ انتڑی کا خالی رہنا بہتر ہے

چو دوزخ کہ سیرش کنند از وقید
دوزخ کی طرح، کہ جب اس کو ایندھن سے بھریں گے

دگر بانگ دارد کہ ہل من مزید
وہ شور کرے گی کیا کچھ اور ہے؟

ہمی میردت عیسیٰ از لاغری
تیرا عیسیٰ تو کمزوری سے مر رہا ہے

تو در بند آنی کہ خر پروری
تو اس فکر میں ہے کہ گدھے کی پرورش کرے

بدیں اے فرومایہ دنیا مخر
اے کمینے دنیا کو دین کے بدلے نہ خرید

چو خر با نجیل عیسیٰ مخر
گدھے جو عیسیٰ کی انجیل کے بدلے نہ خرید

مگر می ندانی کہ دد را و دام
شاید تجھے معلوم نہیں کہ درندوں اور چوپایوں کو

نینداخت جز حرص خوردن بدام
حرص کے علاوہ کسی چیز نے جال میں نہیں پھنسایا

پلنگے کہ گردن کشد بر وحوش
چیتا جو وحشی جانوروں پر بڑائی جتاتا ہے

بدام افتد از بہر خوردن چو موش
کھانے کی خاطر چوہے کی طرح جال میں پھنس جاتا ہے

چو موش آنکہ نان و پنیرش خوری
تو جس کی روٹی اور پنیر کھاتا ہے، چوہے کی طرح

بدامش در افتی و تیرش خوری
اس کے جال میں پھنس جائے گا اور اس کا تیر کھائے گا

عیسیٰ سے مراد روح اور گدھے سے مراد جسم ہے روح کی غذا ذکر خداوندی ہے

حکایت

مرا حاجیے شانۂ عاج داد
مجھے ایک حاجی نے ہاتھی دانت کی کنگھی دی

کہ رحمت بر اخلاقِ حُجّاج باد
حاجیوں کے اخلاق پر خدا کی رحمت ہو

شنیدم کہ بارے سگم خواندہ بود
میں نے سنا ہے کہ اس نے ایک بار مجھے کتا کہا تھا

کہ از من بنوعے دلش ماندہ بود
اس لیے کہ مجھ سے اس کے دل کو کسی طرح کی تکلیف پہنچی تھی

بینداختم شانہ کیں استخواں
میں نے کنگھی پھینک دی کہ یہ ہڈی

نمی بایدم دیگرم سگ مخواں
مجھے نہیں چاہیے، مجھے پھر کتا نہ کہہ!

میندار چوں سرکہ خود خورم
جب کہ میں اپنا سرکہ کھا لیتا ہوں تو یہ نہ سمجھ
کہ جورِ خداوندِ حلوا برم
کہ حلوے والے کا ظلم سہوں گا

قناعت کن اے نفس براند کے
اے نفس تھوڑے پر صبر کرلے
کہ سلطان و درویش بینی یکے
تاکہ تو بادشاہ اور فقیر کو یکساں دیکھے

چرا پیشِ خسرو بخواہش روی
تمنا لے کر بادشاہ کے سامنے کیوں جاتا ہے
چو یکسو نہادی طمع خسروی
جب تو نے لالچ نکال دیا تو تو بادشاہ ہے

وگر خود پرستی شکم طبلہ کن
اور اگر تو خود پرست ہے تو پیٹ کا طبلہ بجا
درِ خانۂ این و آں قبلہ کن
اِس اور اُس کے گھر کے دروازے کو قبلہ بنا

حکایت

یکے با طمع پیشِ خوارزم شاہ
ایک لالچی خوارزم کے بادشاہ کے سامنے
شنیدم کہ شد بامدادِ پگاہ
میں نے سنا ہے کہ صبح کے تڑکے میں گیا

چو دیدش بخدمت دوتا گشت و راست
جب اس نے اس کو دیکھا جھکا اور سیدھا ہوا
دگر روئے بر خاک مالید و خواست
پھر زمین پر چہرہ رگڑا اور مانگا

پسر گفتش اے بابکِ نامجوے
لڑکے نے اس سے کہا اے نامور ابا
یکے مشکلت می بپرسم بگوے
میں تجھ سے ایک مشکل بات پوچھتا ہوں بتائیے

نگفتی کہ قبلہ ست خاکِ حجاز
کیا تو نے یہ نہ کہا تھا کہ حجاز کی زمین قبلہ ہے
چرا کردی امروز زیں سو نماز
تو نے آج اس طرف کو نماز کیوں پڑھی

مبر طاعتِ نفسِ شہوت پرست
شہوت پرست نفس کی فرماں برداری نہ کر
کہ ہر ساعتش قبلۂ دیگر ست
اس لیے کہ اس کا ہر گھڑی ایک دوسرا قبلہ ہے

مبر اے برادر بفرمانش دست
اے بھائی اس کے حکم سے ہاتھ نہ پھیلا
کہ ہر کس کہ فرماں نبردش برست
اس لیے کہ جس نے اس کا کہنا نہ مانا وہ چھوٹ گیا۔

قناعت سرافرازد اے مردِ ہوش
اے ہوش والے انسان قناعت سربلند کرتی ہے
سرِ پُر طمع بر نیاید ز دوش
لالچ بھرا سر کندھے سے نہیں اٹھتا ہے

طمع آبروئے توقّر بریخت
لالچ نے وقار کی آبروریزی کی ہے
برائے دو جو دامنِ دُر بریخت
دو جو کی خاطر موتیوں کا دامن بکھیر دیا ہے

چو سیراب خواہی شدن زآبجوئے
جب تو نہر کے پانی سے سیراب ہو سکتا ہے
چرا ریزی از بہرِ برف آبروے
تو برف کی خاطر کیوں آبرو خراب کرتا ہے

مگر کز تنعّم شکیبا شوی
شاید تو عیش پرستی سے صبر کرے
وگرنہ ضرورت بدر ہا شوی
ورنہ تو ضرور در دروازوں پر جائے گا

برو خواجہ کوتاہ کن دستِ آز
جا صاحب، حرص کا ہاتھ کوتاہ کر
چہ می بایدت زآستینِ دراز
تجھے دراز آستین سے کیا چاہیے ہے

۱۔ یعنی جب میں اپنے تھوڑے پر قناعت کیے ہوئے ہوں تو کسی مالدار کی بات سننے کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔
۲۔ قانع کی نظر میں شاہ و گدا یکساں ہوتے ہیں۔
۳۔ رکوع اور سجدہ کی سی نوعیت اختیار کی۔



۴۔ نفسِ امارہ کی فرمائشیں پوری کرنا ہلاکت اور ذلت کا سبب ہے۔
۵۔ لالچ انسان کے وقار کو کھو دیتا ہے۔

کسے را کہ درجِ طمع درنوشت
جس شخص نے لالچ نامہ لپیٹ دیا

نباید بکس عبد و خادم نبشت
اُسے کو کسی کو بندہ اور خادم لکھنے کی ضرورت نہیں

توقع براند ز ہر مجلست
تجھے ہر مجلس سے توقع نکالتی ہے

براں از خودش تا نراند کست
تو اپنے اندر سے اسے نکال دے تا کہ تجھے کوئی نہ نکالے

حکایت

یکے راتب آمد ز صاحبدلاں
صاحبدلوں میں سے ایک کو بخار آگیا

کسے گفت شکر بخواہ از فلاں
کسی نے کہا فلاں سے گلقند مانگ لے

بگفت اے پسر تلخیِ مُردنم
اس نے کہا اے صاحبزادے میرے لیے مرنے کی کڑواہٹ

بہ از جورِ روئے ترش بردنم
بد مزاج کا ظلم سہنے سے بہتر ہے

شکر عاقل از دستِ آں کس نخورد
عقلمند نے اس شخص کے ہاتھ سے کبھی شکر نہیں کھائی

کہ رُو از تکبّر بروے ترش کرد
جس نے تکبر کی وجہ سے اس پر منہ بگاڑا

مرو در پئے ہر چہ دل خواہدت
دل کی ہر خواہش پر مارا نہ پھر

کہ تمکین تن نورِ جاں کاہدت
اسلئے کہ جسم کا آرام تیری جان کے نور کو گھٹا دے گا

کند مرد را نفسِ امّارہ خوار
انسان کو نفسِ امارہ ذلیل کرتا ہے۔

اگر ہوشمندی عزیزش مدار
اگر تو ہوشمند ہے اس کو پیارا نہ رکھ

وگر ہر چہ باشد مرادش خوری
اور اگر جو اس کی منشا ہوگی تو وہ کھائے گا

ز دوراں بسے نامرادی بری
تو دنیا سے بہت سی نامرادی لے جائے گا

تنورِ شکم دمبدم تافتن
پیٹ کے تنور کو ہر وقت گرم رکھنا

مصیبت بود روزِ نایافتن
نہ پائے کے دن مصیبت بن جاتا ہے

بہ تنگی بریزاندت روئے رنگ
تنگی کے وقت تیرے چہرے کا رنگ بگاڑ دیگا

چو وقتِ فراخی کنی معدہ تنگ
اگر فراخی کے وقت معدے کو پُر کریگا

کشد مردِ پُر خوارہ بارِ شکم
بسیار خور کو پیٹ کا بار مار ڈالتا ہے

وگر در نیابد کشد بارِ غم
اور اگر نہیں ملتا تو غم کا بار مار ڈالتا ہے

شکم بندہ بسیار بینی خجل
پیٹ کے غلام کو تو بہت شرمندہ دیکھے گا

شکم پیش من تنگ بہتر کہ دل
میری رائے میں بھوکا پیٹ تنگ دل سے اچھا ہے

حکایت در ذلّتِ بسیار خوردن
بہت کھانے کی ذلت کے بیان میں

چہ آوردم از بصرہ دانی عجب
تجھے معلوم ہے میں بصرہ سے کیا لایا ہوں عجیب بات

حدیثے کہ شیریں تر ست از رطب
ایسی جو تر کھجور سے بھی میٹھی ہے

تنے چند در خرقۂ راستاں
سچوں کی گدڑی میں چند انسان

گذشتیم بر طرفِ خرماستاں
ہم گذرے ایک کھجورستان کے کنارے سے

۱؎ جس طرح دستخطوں کے نیچے لکھا جاتا ہے میں آپ کا غلام یا آپ کا خادم
۲؎ کھا کر آرام ہو جاتا
۳؎ انسان جس قدر جسمانی آرام کرتا ہے روح اسی قدر کمزور ہوتی ہے۔
۴؎ اس لیے کہ نفس کی خواہشات پوری کرنا ممکن نہیں ہے۔
۵؎ بسیار خور تھوڑی سی بھوک میں حواس کھو بیٹھتا ہے۔
۶؎ بصرہ مشہور شہر ہے جہاں کی کھجوریں بہت مشہور ہیں

یکے درمیاں معدہ انبار بود
ان میں ایک معدہ کو ٹھونسنے والا تھا

ز پُرخوارے خویش پُرخوار بود
اپنی بسیار خوری کی وجہ سے ذلیل تھا

میاں ببست مسکین و شد بر درخت
بیچارے نے کمر کسی اور درخت پر چڑھ گیا

وز آنجا بگردن در افتاد سخت
وہاں سے بری طرح گردن کے بل گرا

نہ ہر بار خُرما تواں خورد و بُرد
ہر بار چھوارے کھائے اور لے جائے نہیں جاسکتے ہیں

لت انبانِ بد عاقبت خورد و مُرد
بدانجام بسیار خور نے کھایا اور مر گیا

رئیس دہ آمد کہ ایں را کہ کُشت
گانوں کا سردار آیا کہ اس کو کس نے مار ڈالا ہے

بگفتم مزن بانگ بر ما درشت
میں نے کہا ہم پر نہ چیخ

شکم دامن اندر کشیدش ز شاخ
پیٹ[1] نے اس کا دامن شاخ سے کھینچا ہے

بود تنگ دل رودگانے فراخ
چوڑی آنتوں والا تنگ دل ہوتا ہے

شکم بندِ دستست و زنجیرِ پائے
پیٹ ہاتھ کی بیڑی اور پیر کی زنجیر ہے

شکم بندہ نادر پرستد خدائے
پیٹ کا بندہ خدا کی عبادت کم کرتا ہے

سراسر شکم شد ملخ لاجرم
ٹڈی پیٹ ہی پیٹ ہے لامحالہ

بپایش کشد مور کوچک شکم
چھوٹے پیٹ والی چیونٹی اس کا پیر پکڑ کر کھینچتی ہے

برو اندرونے بدست آر پاک
جا پاک باطن حاصل کر

شکم پُر نخواہد شد الّا بخاک
پیٹ[2] تو خاک کے علاوہ کسی چیز سے پُر نہیں ہو گا

حکایت

شکم صوفیے را زبوں کرد و فرج
ایک صوفی کو پیٹ اور شرمگاہ نے عاجز کر دیا

دو دینار بُد ہر دواں کرد خرج
دو دینار تھے دونوں خرچ کر دیے

یکے گفتش از دوستاں در نہفت
چپکے سے ایک دوست نے اس سے کہا

چہ کردی بدیں ہر دو دینار گفت
ان دونوں دیناروں کا تو نے کیا کیا، اس نے کہا

بدینارے از پشت راندم نشاط
ایک دینار سے کمر کی مستی نکالی

بدیگر شکم را کشیدم سماط
دوسرے سے پیٹ کے لیے دسترخوان بچھایا

فرومایگی کردم و ابلہی
میں نے کمینہ پن اور بیوقوفی کی

کہ ایں ہمچناں پُر نشد واں تہی
کہ یہ[3] تو نہ بھرا اور وہ خالی ہو گئی

غذا گر لطیف است و گر سرسری
کھانا خواہ عمدہ ہو خواہ معمولی

چو دیرت بدست او فتد خوش خوری
جب دیر سے تیرے ہاتھ لگے گا تو خوب کھائے گا

سر آنگہ ببالیں نہد ہوشمند
ہوشمند اس وقت تکیہ پر سر رکھتا ہے

کہ خوابش بقہر آورد در کمند
جب کہ نیند اس کو جبراً کمند میں پھانس لے

مجالِ سخن تا نیابی بگوئے
جب تک بات کی گنجائش نہ ہو نہ کہہ

چو میداں نہ بینی نگہدار گوئے
جب تو میدان نہ دیکھے تو گیند کو بچائے رکھ!

[1] یعنی اللہ نے اسے مارا ہے۔
[2] پیٹ کو قبر کی مٹی ہی پُر کرتی ہے۔
[3] یعنی اس کو شہوت بھی ہوئی اور بھوک بھی لگی۔ یعنی بھوک بھی باقی ہے اور کمر خالی ہو گئی۔



مگوی و منہ تا توانی قدم | از اندازہ بیروں وز اندازہ کم
جب تک ممکن ہو نہ بات کر نہ قدم رکھ ! | اندازے سے آگے اور اندازے سے کم

حکایت

یکے نیشکر داشت در طبقری | چپ و راست گردید بر مشتری
طبقری میں ایک شخص کے پاس گنّا تھا | وہ دائیں بائیں خریداروں میں گھوما

بصاحب دلے گفت در کنج دہ | کہ بستان و چوں دست یابی بدہ
اس نے گاؤں کے گوشہ میں ایک صاحبدل سے کہا | کہ لے لے جب تیرا موقع ہو دے دینا

بگفت آں خردمند نیکو سرشت | جوابے کہ بر دل بباید نوشت
اس نیک فطرت عقلمند نے دیا | ایسا جواب جو دل پر لکھنا چاہیے

ترا صبر بر من نباشد مگر | ولیکن مرا باشد از نیشکر
شاید تجھے میرے اوپر صبر نہ ہو گا | لیکن مجھے گنّے سے صبر ہو سکے گا۔

حلاوت ندارد شکر در نیش | چو باشد تقاضائے تلخ از پیش
اپنے گنّے میں شکر مٹھاس نہیں رکھتی ہے | جب اس کے پیچھے تلخ تقاضہ ہو

حکایت

امیر ختن جامۂ از حریر | بہ پیرے فرستاد روشن ضمیر
ختن کے سردار نے ایک ریشمی لباس | ایک روشن قلب بوڑھے کو بھیجا

بپوشید و بوسید دست و زمیں | کہ بر شاہِ عالم ہزار آفریں
اس نے پہنا، ہاتھ اور زمین کو بوسہ دیا | کہ شاہِ عالم پر ہزار آفریں ہے

چہ خوب ست تشریف شاہِ ختن | وز و خوب تر خرقۂ خویشتن
شاہِ ختن کی خلعت کیا اچھی ہے | اور اس سے اپنی گدڑی زیادہ اچھی ہے

گر آزادہ بر زمیں خسپ و بس | مکن بہر قالی زمیں بوس کس
اگر تو آزاد ہے بس زمین پر سو جا | قالین کے لیے کسی کی زمین کو بوسہ نہ دے

حکایت

یکے نان خورش جز پیازے نداشت | چو دیگر کساں برگ و سازے نداشت
ایک شخص کے پاس پیاز کے علاوہ کوئی سالن نہ تھا | دوسروں کی طرح اس کے پاس سازو سامان نہ تھا

پراگندۂ گفتش اے خاکسار | برو طبخے از خوانِ یغما بیار
اس سے ایک بیہودہ نے کہا اے خاکسار! | جا لنگر سے سالن لے آ

بخواہ و مدار از کس اے خواجہ باک | کہ مقطوع روزی شود شرمناک
مانگ لے اور اے خواجہ کسی سے نہ شرما | اس لیے کہ شرمیلا روزی سے محروم رہتا ہے

۱ انسان بات بالکل اندازے کے مطابق کرے نیز قدم بھی اندازے کے مطابق اٹھائے۔
۲ طبقری ایک گاؤں کا نام ہے۔
۳ یعنی گنّے ادھار خریدے دام ہونے پر دیدینا۔
۴ یعنی میں گنّا نہ خرید کر بھی صبر کر سکتا ہوں تو دام وصول کرنے میں شاید صبر سے کام نہ لے سکے
۵ ختن ترکستان کے ایک علاقہ کا نام ہے۔
۶ قالین کے لالچ میں کسی کی تعظیم نہ کر

۱۰

قبا بست و چابک نورد ید دست
اس نے قبا سمیٹی اور جلدی سے آستین چڑھائی
قبایش دریدند و دستش شکست
لوگوں نے اس کی قبا پھاڑ دی اور اس کا ہاتھ توڑ دیا

شنیدم کہ میگفت و خوش میگریست
میں نے سنا ہے کہ وہ کہتا تھا اور خوب روتا تھا
کہ اے نفس خود کردہ را چارہ چیست
کہ اے نفس اپنے کیے کا کیا علاج ہے

بلا جوئے باشد گرفتارِ آز
حرص کا قیدی مصیبت کا طالب ہوتا ہے
من و خانہ من بعد و نان و پیاز
٢ اس کے بعد میں ہوں گا اور گھر، روٹی ہوگی اور پیاز

جوینے کہ از سعیِ بازو خورم
جو کی وہ روٹی جو میں اپنے بازو کی محنت سے کھاؤں
بہ از میدہ بر خوانِ اہلِ کرم
اہلِ کرم کے دسترخوان کے شیرمال سے بہتر ہے

چہ دل تنگ خفت آں فرومایہ دوش
گزشتہ رات وہ کمینہ کس قدر دل تنگ سویا
کہ بر سفرۂ دیگراں داشت گوش
جو دوسروں کے دسترخوان پر کان لگائے ہوئے تھا

حکایت

یکے گربہ در خانۂ زال بود
ایک بلی ایک بڑھیا کے گھر میں تھی۔
کہ برگشتہ ایام و بدحال بود
جس کا زمانہ برگشتہ تھا اور برے حال تھی

رواں شد بمہماں سرائے امیر
وہ بلی ایک امیر کے مسافر خانہ میں چلی گئی۔
غلامانِ حاکم زدندش بہ تیر
حاکم کے نوکروں نے اس کو تیر سے مارا

چکاں خونش از استخواں می دوید
وہ اس حال میں دوڑ رہی تھی کہ خون اس کی ہڈیوں سے ٹپک رہا تھا
ہمیگفت و از ہولِ جاں میدوید
کہہ رہی تھی اور جان کے خوف سے دوڑ رہی تھی

اگر جستم از دستِ ایں تیر زن
اس تیرانداز کے ہاتھ سے اگر میں بچ نکلی
من و موش و ویرانۂ پیر زن
میں ہوں گی اور چوہے اور بڑھیا کا ویرانہ

نیرزد عسل جانِ من زخمِ نیش
٣ اے جان من شہد ڈنک کے زخم کے لائق نہیں ہے
قناعت نکوتر بدوشابِ خویش
اپنے انگور کے شیرہ پر قناعت بہتر ہے

خداوند ازاں بندہ خرسند نیست
خدا اس بندہ سے خوش نہیں ہے
کہ راضی بقسمِ خداوند نیست
٤ جو خدا کی تقسیم پر راضی نہیں ہے

حکایت مرد کوتاہ نظر و زنِ عالی ہمت

کوتاہ نظر مرد اور بلند ہمت عورت کا قصہ

یکے طفل دنداں برآوردہ بود
ایک بچے کے دانت نکل آئے تھے
پدر سر بفکرت فرو بردہ بود
باپ ٥ فکر میں سر نیچے کیے ہوئے تھا

کہ من نان و برگ از کجا آرمش
کہ میں اس کے لئے روٹی اور سامان کہاں سے لاؤں
مروت نباشد کہ بگذارمش
آدمیت نہ ہوگی اگر میں اس کو چھوڑ بھاگوں

چو بیچارہ گفت ایں سخن پیشِ جفت
جب بیچارے نے یہ بات بیوی سے کہی
نگر تا زن او را چہ مردانہ گفت
دیکھو عورت نے اس سے کیسی مردانہ بات کہی

١ مستعد ہو کر لنگر خانہ پہنچ گیا وہاں کی دھکا مکی میں اس کی قبا بھی پھٹ گئی اور ہاتھ میں بھی چوٹ آئی۔
٢ گھر میں ہی بیٹھ کر اپنی پیاز اور روٹی پر قانع بنوں گا۔
٣ شہد ایسی چیز نہیں ہے کہ آدمی اس کی خاطر ڈنک سہے۔
٤ جس قدر جس کسی کو خدا نے دیا ہے اس پر قناعت کرنی چاہیے۔
٥ سر نیچے کیے ہوئے فکر میں ڈوبا ہوا تھا۔

مخور ہولِ ابلیس تا جاں دہد
توشیطان سے نہ گھبرا کہ بچے کے مرتے دم تک

توانا ست آخر خداوندِ زور
آخر طاقت والا تا در ہے

نگارندۂ کودک اندر شکم
پیٹ میں بچے کا نقش و نگار بنانے والا

خداوند گارے کہ عبدے خرید
وہ آقا جو ایک غلام خریدتا ہے

ترا نیست آں تکیہ بر کردگار
تجھے خدا پر اس قدر بھی بھروسہ نہیں ہے

شنیدی کہ در روزگارِ قدیم
تونے سنا ہے کہ پہلے زمانے میں

نہ پنداری ایں قول معقول نیست
یہ نہ سمجھ کہ یہ بات عقل میں آنے والی نہیں ہے

چو طفل اندروں دارد از حرص پاک
چونکہ بچے کا باطن حرص سے پاک ہے

خبر دہ بدرویش سلطاں پرست
بادشاہ کے پجاری فقیر کو بتا دو

گدا را کند یک درم سیم سیر
فقیر کو ایک درہم چاندی پیٹ بھرا بنا دیتی ہے

نگہبانیِ ملک و دولت بلاست
ملک اور دولت کی نگہبانی مصیبت ہے

گدائے کہ بر خاطرش بند نیست
وہ فقیر جس کی طبیعت پر کوئی فکر نہیں ہے

بخسپند خوش روستائی و جفت
دہقانی اور بیوی آرام سے سوتے ہیں

چو سیلابِ خواب آمد و مرد بُرد
جب نیند کا سیلاب آیا اور مرد کو بہالے گیا

اگر پادشاہ است وگر پینہ دوز
خواہ بادشاہ ہے خواہ پیوند لگانے والا

چو بینی توانگر سر از کبر مست
جب تو کسی مالدار کا سر تکبر سے مست دیکھے

ہماں کس کہ دنداں دہد ناں دہد
اسکو جس نے دانت دیے ہیں وہی روٹی دے گا

کہ روزی رساند تو چندیں مشور
کہ روزی پہنچائے تو اس قدر پریشان نہ ہو

نویسندۂ عمر و روزی ست ہم
عمر اور روزی کا لکھ دینے والا بھی ہے

بدارد ز تکلیف آنکہ عبد آفرید
اس کو سنبھالتا ہے پھر اس کے بارے میں کیا خیال ہے جس نے پیدا کیا ہے

کہ مملوک را بر خداوند گار
کہ جس قدر غلام کو آقا پر ہے

شدے سنگ در دستِ ابدال سیم
ابدال کے ہاتھ میں پتھر چاندی بن جاتا تھا۔

چو قانع شدی سیم و سنگت یکیست
جب تو قانع بن گیا تو تیرے لئے چاندی اور پتھر یکساں ہے

چہ مشتے زرش پیش و چہ مشتِ خاک
اس کے سامنے ایک مٹھی سونا اور مٹھی بھر خاک برابر ہے

کہ سلطاں ز درویش مسکین تر است
کہ بادشاہ تو فقیر سے بھی زیادہ مسکین ہے

فریدوں بملکِ عجم نیم سیر
فریدوں عجم کے ملک سے بھی آدھا پیٹ بھرتا ہے

گدا پادشاہ است و نامش گدا ست
فقیر بادشاہ ہے اور وہ نام کا فقیر ہے

بہ از پادشاہے کہ خرسند نیست
اس بادشاہ سے بہتر ہے جو آرام سے نہیں ہے

بذوقے کہ سلطاں در ایواں نخفت
ایسے ذوق سے کہ بادشاہ محل میں نہ سویا

چہ بر تختِ سلطاں چہ بر دشتِ کرد
بادشاہ کا تخت اور کردی کا جنگل یکساں ہے

چو خفتند گردد شب ہر دو روز
جب سو گئے تو دونوں کی رات کا دن بنتا ہے

برو شکرِ یزداں کن اے تنگدست
اے تنگ دست جا خدا کا شکر ادا کر

۱؎ یعنی یہ خیال کہ بچہ بھوک سے مرجائے گا شیطانی وسوسہ ہے۔

۲؎ ماں کے پیٹ میں جب بچہ کی صورت بنتی ہے اس کی عمر اور روزی مقرر کر دی جاتی ہے۔

۳؎ ابدال اولیا اللہ کی ایک جماعت ہے جس سے نظام عالم قائم ہے جب ان میں سے کوئی مرجاتا ہے کوئی دوسرا اس کا قائم مقام بنا دیا جاتا ہے اور وہ بہتر کی تعداد میں ہمیشہ موجود رہتے ہیں۔

۴؎ آنانکہ غنی تراند محتاج تراند۔

۵؎ فریدوں کو ملک عجم کی سلطنت حاصل ہوئی لیکن پورا پیٹ نہ بھرا۔

۶؎ سونے کے بعد شاہ و گدا یکساں ہیں۔

۷؎ متکبر کو دیکھ کر خدا کا شکر ادا کر کہ اللہ نے تجھے تکبر کا اسباب نہیں دیے ہیں۔

ندارى بحمد اللہ آں دسترس
خدا کا شکر ہے کہ تو وہ طاقت نہیں رکھتا ہے
کہ برخیزد از دستت آزارِ کس
کہ تیرے ہاتھ سے کسی کی تکلیف سر زد ہو

حکایت

رِباخوارے از نردبانے فتاد
ایک سود خوار ایک سیڑھی سے گر گیا
شنیدم کہ ہم در نفس جاں بداد
میں نے سنا ہے کہ اس نے فوراً دم توڑ دیا

پسر چند روزے گرستن گرفت
لڑکا چند دن روتا رہا
دگر باحریفاں نشستن گرفت
پھر اس نے یاروں کے ساتھ بیٹھنا شروع کر دیا

بخواب اندرش دید و پرسید حال
اس کو خواب میں دیکھا اور حال پوچھا
کہ چوں رستی از حشر و نشر و سوال
کہ حشر اور نشر اور سوال سے کیسا چھوٹا

بگفت اے پسر قصہ بر من مخواں
بولا اے بیٹا یہ قصہ نہ دوہرا
بدوزخ در افتادم از نردباں
میں سیڑھی سے دوزخ میں گرا

حکایت

شنیدم کہ صاحبدلے نیکمرد
میں نے سنا ہے کہ ایک نیک انسان صاحبدل نے
یکے خانہ بر قامت خویش کرد
ایک گھر اپنے قد کے مطابق بنایا

کسے گفت میدانمت دسترس
کسی نے اس سے کہا میں تیری طاقت سے واقف ہوں
کزیں خانہ بہتر کنی گفت بس
تو اس سے بہتر گھر بنا سکتا ہے، اس نے کہا خاموش رہ

چہ میخواہم از طارم افراشتن
بالاخانہ بلند کرنے سے میرا کیا مطلب
ہمینم بس از بہر بگذاشتن
میرے چھوڑ جانے کے لئے یہی کافی ہے

مکن خانہ بر راہِ سیل اے غلام
اے صاحبزادے بہاؤ کے راستہ پر گھر نہ چن
کہ کس را نگشت ایں عمارت تمام
اس لیے کہ یہ عمارت کسی کی مکمل نہیں ہوئی ہے

نہ از معرفت باشد و عقل و رائے
عقل اور رائے اور تمیز کی یہ بات نہیں ہے
کہ بر رہ کند کاروانے سرائے
کہ کوئی قافلہ راستہ میں گھر بنائے

حکایت

یکے سلطنت راں صاحب شکوہ
ایک صاحب دبدبہ حاکم کے
فرو خواست رفت آفتابش بکوہ
آفتاب نے پہاڑ میں جانا چاہا

بشیخے دراں بقعہ کشور گذاشت
اس علاقہ کے ایک بزرگ کو ملک سپرد کر دیا
کہ در دودہ قائم مقامے نداشت
کیونکہ خاندان میں کوئی اس کا قائم مقام نہ تھا

چو خلوت نشیں کوسِ دولت شنید
جب خلوت نشیں نے دولت کا نقارہ سنا
دگر ذوق در کنج خلوت ندید
پھر اس کو تنہائی کے گوشہ میں مزا نہ آیا

ہ۱ یعنی بہت بڑا مکان نہ بنایا
ہ۲ مرتے وقت یہ بھی چھوڑ کر جانا ہے مجھ سے نہ رہے گا۔
ہ۳ دنیا آخرت کا راستہ ہے یہاں محل تعمیر کر کے بیٹھنا عقلمندی نہیں ہے۔
ہ۴ یعنی اس کی موت کا وقت قریب آ گیا۔
ہ۵ وارث نہ ہونے کی وجہ سے گدی پر اس بزرگ کو بٹھا دیا۔
ہ۶ شاہی نوبتخانوں میں بڑے بڑے نقارے بجائے جاتے تھے۔

چپ و راست لشکر کشیدن گرفت
دائیں اور بائیں لشکر کشی شروع کر دی
دلِ پُردلاں زو رمیدن گرفت
بہادروں کے دل اس سے ڈرنے لگے

چناں سخت بازو شد و تیز چنگ
ایسا سخت بازو اور تیز چنگل والا ہو گیا
کہ با جنگ جویاں طلب کرد جنگ
کہ جنگ جویوں سے لڑائی کا خواہاں ہوا

زخصم پراگندہ خلقے بکُشت
متفرق دشمنوں میں سے ایک مخلوق کو مار ڈالا
دگر جمع گشتند ہم رای و پشت
دوسرے ہم رائے اور ایک دوسرے کے مددگار ہو کر جمع ہو گئے

چناں در حصارش کشیدند تنگ
انھوں[۲] نے اس کو ایسے سخت محاصرے میں لے لیا
کہ عاجز شد از تیر باران و سنگ
کہ وہ تیروں اور پتھروں کی بارش سے عاجز آ گیا

بر نیکمردے فرستاد کس
اس نے کسی کو ایک نیک انسان کے پاس بھیجا
کہ صعبم فروماندہ فریاد رس
کہ میں سخت عاجز آ گیا ہوں مدد کیجیے

بہمت مدد کن کہ شمشیر و تیر
دعا[۳] سے مدد کیجیے اس لیے کہ تلوار اور تیر
نہ در ہر وغائے بود دستگیر
ہر لڑائی میں مددگار نہیں ہوتے ہیں

چو بشنید عابد بخندید و گفت
جب عابد نے سُنا وہ ہنسا اور بولا
چرا نیم نانے نخورد و نخفت
اس[۴] نے آدھی روٹی کیوں نہ کھائی اور کیوں نہ سوتا

ندانست قارونِ نعمت پرست
دولت کا پجاری قارون یہ نہ سمجھا
کہ گنجِ سلامت بکُنجِ اندر است
کہ سلامتی کا خزانہ گوشۂ تنہائی میں ہے

گفتار اندر صبر بر ناتوانی بامید بہروزی

گفتار کامیابی کی امید پر کمزوری پر صبر کرنے کے بیان میں

کمالست در نفسِ مردِ کریم
سخی[۵] انسان میں ایک کمال ہے
گرش زر نباشد چہ نقصان و بیم
اگر اس کے پاس دولت نہیں ہے تو کیا کمی اور ڈر ہے

مپندار گر سفلہ قاروں شود
اگر کمینہ انسان قارون بن جائے تو یہ نہ سمجھ
کہ طبع لئیمش دگرگوں شود
کہ اس کی کمینی طبیعت دوسری قسم کی ہو جائے گی

دگر در نیابد کرم پیشہ ناں
اگر سخی کو روٹی نہ ملے
نہادش[۶] توانگر بود ہمچناں
اس کی طبیعت اسی طرح مالدار ہوگی

سخاوت زمین است و سرمایہ زرع
سخاوت زمین اور سرمایہ کھیتی ہے
بدہ کاصل خالی نماند ز فرع
دیتا رہ اس لیے کہ جڑ شاخ سے خالی نہیں رہتی

خدائے کہ از خاک مردم کند
وہ خدا جو خاک سے آدمی بناتا ہے
عجب دارم ار مردمی گم کند
مجھے تعجب ہوگا اگر وہ آدمیت کو رائگاں کرے

ز نعمت نہادن بلندی مجوئے
دولت[۷] کو جمع رکھ کر بلندی کا خواہاں نہ بن
کہ ناخوش کند آب استادہ بوئے
اس لیے کہ ٹھہرا ہوا پانی بدبو دیتا ہے

بہ بخشندگی کوش کآب رواں
دینے کی کوشش کر، اس لیے کہ جاری پانی پر
بسیلش تفقد کند آسماں
آسمان اپنے بہاؤ کی مہربانی کرتا ہے

---

[۱] یعنی ملک گیری کے لیے اطراف پر حملے شروع کر دیے۔
[۲] مخالفوں نے جمع ہو کر اس کا محاصرہ کر لیا۔
[۳] یعنی میں ایسا گھر گیا ہوں کہ صرف دعا ہی کام آ سکتی ہے۔
[۴] مراد دعا کرنے والا ہے۔
[۵] یعنی اس کا کرم۔
[۶] چونکہ سخاوت کا تعلق دل سے ہے مال سے نہیں ہے۔
[۷] دولت بھی چلتی پھرتی رہنی چاہیے۔

گر از جاہ و دولت بیفتد لئیم
اگر کمینہ مرتبہ اور دولت سے گر جاتا ہے
دگر بارہ نادر شود مستقیم
پھر کم سیدھا ہوتا ہے

وگر قیمت گوہری غم مدار
اگر تو ہنرمند ہے تو غم نہ کر
کہ ضائع نگرداندت روزگار
اس لیے کہ تجھے زمانہ ضائع نہ کرے گا

کلوخ ارچہ افتادہ باشد براہ
ڈھیلا اگرچہ راستہ میں پڑا ہو
نہ بینم کہ در وے کند کس نگاہ
میں نہیں سمجھتا کہ اس کی طرف کوئی بھی نگاہ کرے گا

وگر خردۂ زر ز دندان گاز
اگر سونے کا ریزہ کلبتا کے دانتانہ سے
بیفتد بشمعش بجویند باز
گر جاتا ہے تو چراغ سے اس کو دوبارہ ڈھونڈھتے ہیں

بدر می کنند آبگینہ ز سنگ
آئینہ۲ کو پتھر سے برآمد کرتے ہیں
کجا ماند آئینہ در زیر زنگ
تو آئینہ زنگ میں کہاں رہ سکتا ہے

پسندیدہ و نغز باید خصال
خصلتیں پسندیدہ اور اچھی ہونی چاہیں۔
کہ گاہ آید و گہ رود جاہ و مال
مرتبہ اور مال تو کبھی آتا ہے کبھی جاتا ہے

حکایت در معنی آسانی در پئے دشواری
قصہ دشواری کے بعد آسانی کے بیان میں

شنیدم ز پیران شیریں سخن
میٹھی بات والے بوڑھوں سے میں نے سنا ہے
کہ بود اندریں شہر پیرے کہن
کہ اس شہر میں ایک بہت بوڑھا تھا

بسے دیدہ شاہان و دوران و امر
اس نے بہت سے بادشاہ اور زمانے اور حکم دیکھا تھا
سر آوردہ عمرے ز تاریخ عمرو
اس نے عمرو۳ کے زمانہ سے عمر شروع کی تھی

درخت کہن میوۂ تازہ داشت
پرانا درخت تازہ پھل رکھتا تھا۔
کہ شہر از نکوئی پر آوازہ داشت
جس کی خوبصورتی کی شہر میں شہرت تھی

عجب در زنخدان آں دلفریب
اس دل لبھانے والی کی ٹھوڑی پر حیرت تھی
کہ ہرگز نبود است بر سرو سیب
اس لیے کہ سرو پر سیب کبھی نہیں لگے

زشوخی و مردم خراشیدنش
اس کی شوخی اور انسانوں کو زخمی کرنے کی وجہ سے
فرج دید در سر تراشیدنش
اس نے اس کا سر منڈا دینے میں راحت سمجھی

بموسی کہن عمر کوتہ امید
پرانے استرے سے کوتاہ امید عمر والے نے
سرش کرد چوں دست موسیٰ سپید
اس کا سر حضرت موسیٰ کے ہاتھ کی طرح سفید کر دیا

زسر تیزی آں آہن سنگ زاد
اس پتھر کے جنے لوہے نے شرارت کی وجہ سے
بعیب پری رخ زباں بر نہاد
پری جیسے چہرہ والے کے عیب پر زبان کھولی

بموئے کہ کرد از نکوئیش کم
ان بالوں کی وجہ سے جنھوں نے اس کے حسن کو گھٹایا
نہادند حالی سرش در شکم
فوراً انھوں نے اس استرہ کا پھل پیٹ میں کر دیا

چو چنگ از خجالت سر خوبروئے
ستار کی طرح شرمندگی سے اس کا خوبصورت سر
نگونسار و در پیش افتادہ موئے
اوندھا تھا اور اس کے سامنے بال پڑے ہوئے تھے

۱؎ ہنرمند انسان کی لا محالہ قدر ہوتی ہے۔
۲؎ آئینہ میں ایک ہنر ہے لوگ اسکی قدر کرتے ہیں اسکو ضائع نہیں ہونے دیتے۔
۳؎ عمرو بن لیث بانی شیراز کا زمانہ اتابکان کے زمانہ سے تقریباً سو سال قبل تھا یعنی اس بوڑھے کی تقریباً سو سال کی عمر تھی۔
۴؎ یعنی اس بوڑھے کا ایک خوبصورت نوجوان لڑکا تھا
۵؎ یعنی اس کا قد سرو جیسا تھا اور ٹھوڑی سیب کی طرح تھی۔
۶؎ چونکہ اس کے حسن سے دل زخمی ہوتے تھے اسکو بدصورت بنانے کے لیے بوڑھے نے اسکے کا سر منڈا دینا مناسب سمجھا



۷؎ چونکہ وہ بہت بوڑھا تھا لہذا زیادہ جینے کی امید نہ تھی۔
۸؎ حضرت موسیٰ ؑ کا ید بیضا مشہور ہے
۹؎ یعنی اپنی دھار سے اس کا سر مونڈ کر عیب دار بنا دیا۔
۱۰؎ یعنی استرہ بند کر دیا تو گویا اس کا پھل اس کے پیٹ میں اس گستاخی کی وجہ سے اتار دیا گیا۔

یکے را کہ خاطر درو رفتہ بود
ایک وہ شخص جس کا دل اس میں گم تھا

کسے گفت جور آزمودی و درد
کسی نے کہا تو نے ظلم اور درد کو آزما لیا

ز مہرش بگرداں چو پروانہ پشت
اس کی محبت سے پروانہ کی طرح پیٹھ پھیر لے

بر آمد خروش از ہوادار چست
مستعد، عاشق نے فریاد کی

پسر خوش منش باید و خوبروئے
لڑکا خوش طبع اور خوبصورت چاہیے

مرا جاں بمہرش بر آمیختہ است
میری جان اس کی محبت سے وابستہ ہے

چو روئے نکو داری اندوہ مخور
جب تیرا چہرہ خوبصورت ہے غم نہ کھا

نہ پیوستہ رز خوشۂ تر دہد
انگور ہر وقت تر خوشہ نہیں دیتا

بزرگاں چو خور در حجاب اوفتند
شریف لوگ سورج کی طرح پردہ میں ہو جاتے ہیں

بروں آید از زیر ابر آفتاب
سورج ابر کے نیچے سے برآمد ہو جاتا ہے

ز ظلمت مترس اے پسندیدہ دوست
اے پیارے دوست اندھیرے سے نہ گھبرا

نہ گیتی پس از جنبش آرام یافت
کیا دنیا نے حرکت کے بعد آرام حاصل نہیں کیا

دل از بے مرادی بفکرت مسوز
ناکامی سے دل فکر میں نہ جلا

چو چشمان دلبندش آشفتہ بود
اس کی دل کو بھانے والی آنکھوں کی طرح پریشان تھا

دگر گرد سودائے باطل مگرد
پھر باطل خیال کے پیچھے چکر نہ کاٹ

کہ مقراض شمع جمالش بکشت
اس لیے کہ قینچی نے اس کے حسن کی شمع گل کر دی ہے

کہ تر دامناں را بود عہد سست
کہ بدکاروں کا عہد کمزور ہوتا ہے

پدر گو بجہلش ببند از موئے
باپ سے کہہ دے نادانی سے اس کے بال کاٹ دے

نہ خاطر بموئے در آویختہ است
نہ کہ دل بالوں سے لگا ہے

کہ موی ار بیفتد بروید دگر
اس لیے کہ اگر بال گر جائیں گے دوبارہ اگ آئیں گے

گہے برگ ریزد گہے بر دہد
کبھی پتے جھاڑتا ہے کبھی پھل دیتا ہے

حسوداں چو اخگر در آب اوفتند
حاسد لوگ انگارے کی طرح پانی میں گرتے ہیں

بتدریج و اخگر بمیرد در آب
رفتہ رفتہ اور انگارا پانی میں بجھ جاتا ہے

چہ دانی کہ آب حیات اندروست
تجھے کیا معلوم کہ آب حیات اسی میں ہے

نہ سعدی سفر کرد تا کام یافت
کیا سعدی نے سفر نہیں کیا یہاں تک کہ مقصد حاصل کر لیا

شب آبستن است اے برادر بروز
اے بھائی رات دن سے حاملہ ہے

باب ہفتم در تربیت

ساتواں باب تربیت میں

سخن در صلاحست و تدبیر و خوئے
گفتگو صلاحیت اور تدبیر اور عادت میں ہے

چہ با دشمن نفس ہمخانہ
نفس، دشمن کے ساتھ رہنا

نہ در اسپ و میدان و چوگان و گوئے
نہ کہ گھوڑے اور میدان اور بلے اور گیند میں

چہ در بند بیگار بیگانہ
غیر کی بیگار کی قید کی برابر ہے

۱؎ جس طرح اس معشوق کی آنکھیں منڈے ہوئے بالوں کو دیکھ کر حیران تھیں اسی طرح عاشق کا دل پریشان تھا۔
۲؎ میں اس کا عاشق ہوں، اس کے بالوں کا عاشق نہ تھا۔
۳؎ انگور کو پت جھڑ میں بیکار نہیں سمجھا جاتا ہے۔
۴؎ یعنی جو حقیقتاً بھلے ہیں ان کے لیے برائی عارضی ہوتی ہے جیسا کہ سورج کے لیے ابر ایک عارضی چیز ہے۔
۵؎ لیکن برے برائی میں مبتلا ہو کر بالکل ختم ہو جاتے ہیں جیسا کہ انگارا پانی میں گر کر بالکل بجھ جاتا ہے۔
۶؎ رات اپنے پیٹ میں دن کو لیے ہے جو لامحالہ نمودار ہوگا اسی طرح ہر مصیبت کسی راحت کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔
۷؎ یہاں ناصحانہ کلام کرنا ہے رزمیہ کلام مقصود نہیں ہے۔
۸؎ یعنی نفس ایسا دشمن ہے جو ہر وقت ساتھ ہے اس کی تابعداری بیگار سے کم نہیں ہے۔

۱۰

عناں باز پیچان نفس از حرام
حرام سے نفس کی باگ موڑ دینے والے[1]

کس از چو تو دشمن ندارد غمے
تجھ[2] جیسے دشمن سے کسی کو کیا فکر ہوگی۔

تو خود را چو کودک ادب کن بچوب
تو اپنے آپ کو بچہ کی طرح لکڑی سے ادب سکھا

وجود تو شہریست پر نیک و بد
تیرا وجود ایک شہر ہے جو اچھے اور برے سے بھرا ہے

همانا که دونانِ گردن فراز
یقیناً[3] متکبر کمینے

رضا و ورع نیکنامانِ حر
رضا[4] اور پرہیزگاری نیک نام شریف ہیں

چو سلطاں عنایت کند با بداں
جب بادشاہ بدوں پر عنایت کرے گا

ترا شہوت و حرص و کین و حسد
شہوت اور حرص اور کینہ اور حسد تیرے لیے

گر ایں دشمناں تربیت یافتند
اگر یہ دشمن پرورش پا گئے

ہوا و ہوس را نماند ستیز
خواہش[5] نفسانی اور ہوس میں لڑائی کی طاقت نہیں رہتی

نہ بینی کہ شب دزد و باش و خس
تو نے نہیں دیکھا کہ رات کا چور اور اوباش اور کمینہ

رئیسے کہ دشمن سیاست نہ کرد
وہ سردار جس نے دشمن کو تنبیہ نہ کی

نخواہم دریں نوع گفتن بسے
اس قسم کی میں بہت سی باتیں کہنا نہیں چاہتا ہوں

بمردی ز رستم گذشتند و سام
بہادری میں رستم اور سام سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں

کہ با خویشتن بر نیائی ہمے
جو اپنے آپ پر بھی غالب نہیں آسکتا ہے

بگرز گراں مغز مردم مکوب
بھاری گرز سے انسانوں کا سر نہ توڑ

تو سلطان و دستور دانا خرد
تو بادشاہ ہے اور عقل دانا وزیر ہے

دریں شہر کبر اند و سودای و آز
اس شہر میں تکبر اور غصہ اور حرص ہیں

ہوا و ہوس رہزن و کیسہ بر
خواہش نفسانی اور ہوس ڈاکو اور جیب کترے ہیں

کجا ماند آسایش بخرداں
تو عقلمندوں کو آرام کہاں رہے گا

چو خوں در رگانند و جاں در جسد
ایسے ہیں جیسے رگوں میں خون اور جسم میں جان

سر از حکم و رائے تو بر تافتند
تو تیرے حکم اور رائے سے منہ موڑیں گے

چو بینند سر پنجۂ عقل تیز
جب وہ عقل کی طاقت کو قوی دیکھتے ہیں

نگردند جائے کہ گردد عسس
اس جگہ نہیں گھومتے جہاں چوکیدار گھومتا ہے

ہم از دست دشمن ریاست نہ کرد
اس نے دشمن کے ہاتھوں سرداری نہ کی

کہ حرفے بس ار کار بند د کسے
اس لیے کہ ایک حرف کافی ہے اگر کوئی کاربند ہو

گفتار اندر فضیلت خاموشی و حلاوت خویشتن داری

کہاوت خاموشی کی فضیلت اور اپنے آپ کو سنبھالے رکھنے کی شیرینی کے بیان میں

اگر پائے در دامن آری چو کوہ
اگر تو پہاڑ[6] کی طرح دامن میں پاؤں سمیٹے رکھے

زباں در کش اے مرد بسیار داں
[illegible] انسان زبان بند رکھ

سرت ز آسماں بگذرد در شکوہ
تو دبدبہ میں تیرا سر آسمان سے گذر جائے

کہ فردا قلم نیست بر بے زباں
اس لیے کہ کل کو بے زبان پر قلم نہیں چلے گا

۱۰

[1] نفس امارہ پر قابو پالینا سب سے بڑی پہلوانی ہے۔
[2] جو شخص اپنے نفس سے عاجز ہو اس کی دشمن پر ہیبت طاری نہیں ہو سکتی ہے۔
[3] نفس انسان میں تکبر اور غصہ اور حرص ایسے ہیں جیسے کسی شہر کے اوباش۔
[4] صفت، رضا اور پرہیزگاری کی مثال شہر کے شرفا اور نیک نام لوگوں کی سی ہے اور ہوا و ہوس ڈاکو اور جیب کتروں کی طرح ہیں۔
[5] یعنی جب روح بری صفات کی پرورش کرنے لگے تو بہتر صفات بے چین رہیں گی اور عقل جب قوی ہوتی ہے تو صفات رذیلہ دب جاتی ہیں۔
[6] پہاڑ ایک جگہ ہے تو گویا وہ اپنے دامن میں پیر سمیٹے بیٹھا ہے۔
[8] زیادہ گرفت اسی کی ہوگی جس کی زبان زیادہ چلتی ہے۔

صدف وار گوہر شناسان راز
راز[1] کے جوہر شناسوں نے سیپی کی طرح
دہن جز بلولو نکردند باز
مونہہ کو موتی کے سوا نہیں کھولا ہے

فراواں سخن باشد آگندہ گوش
بہت بک بک بنا بہرا ہوتا ہے
نصیحت نگیرد مگر در خموش
نصیحت خاموش ہی میں اثر کرتی ہے

چو خواہی کہ گوئی نفس بر نفس
جب[2] تو دم بدم بولے گا
حلاوت نیابی ز گفتار کس
کسی کی گفتگو کی شیرینی محسوس نہ کرے گا

نباید سخن گفت ناساختہ
بدون سنوارے بات نہ کہنی چاہیے
نشاید بریدن نینداختہ
کسی کی نامکمل بات نہ کاٹنی چاہیے

تأمل کناں در خطا و صواب
اچھے اور برے پر غور کرنے والے
بہ از ژاژ خایان حاضر جواب
حاضر جواب بکواسی سے بہتر ہیں

کمالست در نفس انساں سخن
قوت گویائی انسان کے نفس میں کمال ہے
تو خود را بگفتار ناقص مکن
تو بول کر اپنے آپ کو ناقص نہ کر

کم آواز ہرگز نہ بینی خجل
کم گو کو تو کبھی شرمندہ نہ دیکھے گا
جوے مشک بہتر کہ یک تودہ گل
ایک ڈھیر مٹی سے ایک جو مشک بہتر ہے

حذر کن ز ناداں دہ مردہ گوے
دس غلط بات کرنے والے نادان سے بچ
چو دانا یکے گوی و پرورده گوے
عقلمند کی طرح ایک بات کہہ اور پختہ کہہ

صد انداختی تیر و ہر صد خطاست
تو نے[3] سو تیر چلائے اور ہر سو غلط
اگر ہوشمندی یک انداز و راست
اگر تو ہوشمند ہے ایک چلا اور سیدھا چلا

چرا گوید آں چیز در خفیہ مرد
چھپکے سے آدمی ایسی بات کیوں کہے
کہ گر فاش گردد شود روئے زرد
کہ اگر وہ ظاہر ہو جائے تو چہرہ زرد[4] ہو

مکن پیش دیوار غیبت بسے
دیوار کے سامنے غیبت نہ کر، بسا اوقات
بود کز پسش گوش دارد کسے
ہوتا ہے کہ اس کے پیچھے کوئی کان لگائے ہو

درون دلت شہر بند است راز
تیرے دل میں راز قیدی ہے
نگر تا نہ بیند در شہر باز
دیکھ بھال کرتا رہ وہ شہر کا دروازہ کھلا نہ دیکھ لے

ازاں مرد دانا دہاں دوختست
دانا انسان نے اسی لیے منہ سی لیا ہے
کہ بیند کہ شمع از زباں سوختست
کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ شمع[5] زبان کی وجہ سے جلی ہے

حکایت در حفظ اسرار
قصہ رازوں کی حفاظت کے بیان میں

تکش[6] با غلاماں یکے راز گفت
تکش نے غلاموں سے ایک راز کہا
کہ ایں را نباید بکس باز گفت
کہ اس کو کسی سے نہ کہنا چاہیے

بسالے نیامد ز دل بر دہاں
ایک سال تک وہ راز دل سے منہ پر نہ آیا
بیک روز شد منتشر در جہاں
ایک روز دنیا میں پھیل گیا

۱ جس طرح سیپی کے منہ سے صرف موتی نکلتا ہے اسی طرح وہ صاحبان جو رازداری کی خوبی سمجھتے ہیں ان کی زبان سے صرف موتی جیسی بات نکلتی ہے۔
۲ زیادہ بک بک کرنے والا شخص دوسرے کی بات میں لذت محسوس نہیں کرتا ہے۔
۳ سو بیہودہ باتوں سے ایک پکی بات بہتر ہے۔
۴ یعنی ڈر اور خوف سے۔
۵ شمع کا شعلہ زبان کی طرح ہوتا ہے۔
۶ ایک بادشاہ کا نام ہے۔

بفرمود جلّاد را بے دریغ
بدوں کسی افسوس کے جلّاد کو حکم دے دیا
که بردار سرہائے ایناں به تیغ
کہ ان کے سر تلوار سے جدا کر دے

یکے زاں میاں گفت و زنہار خواست
ان میں سے ایک نے کہا اور امان چاہی
مکش بندگاں کیں گنہ از تو خاست
غلاموں کو نہ قتل کر کیونکہ یہ گناہ تو تجھ سے ہوا ہے

تو اوّل نه بستی که سرچشمه بود
تو نے شروع ہی میں کیوں نہ بند کیا کہ چشمہ کی ابتدا تھی
چو سیلاب شد پیش بستن چه سود
جب سیلاب بن گیا تو آگے سے بند کرنے سے کیا فائدہ

تو پیدا مکن رازِ دل بر کسے
تو دل کا راز کسی پر ظاہر نہ کر
که او خود بگوید بر ہر کسے
کہ وہ خود ہر کسی کے سامنے کہے گا

جواہر بگنجینہ داراں سپار
جواہر کو خزانچیوں کے سپرد کر دے
ولے راز را خویشتن پاس دار
لیکن اپنے راز کی خود حفاظت رکھ

سخن تا نگوئی بر و دست ہست
تو جب تک بات نہیں کہتا ہے تیرا اس پر قابو ہے
چو گفته شود یابد او بر تو دست
جب کہہ دی جائے تو وہ تیرے اوپر قابو پالے گی

سخن دیو بند است در چاہِ دل
دل کے کنوئیں میں بات قیدی دیو ہے
ببالائے کام و زبانش مہل
اس کو تالو اور زبان پر نہ آنے دے

تواں باز دادن رہِ نرّہ دیو
سرکش دیو کا راستہ کھولا جا سکتا ہے
ولے باز نتواں گرفتن بریو
لیکن مکر سے دوبارہ بند نہیں کیا جا سکتا ہے

تو دانی که چوں دیو رفت از قفس
تو جانتا ہے جب دیو پنجرہ سے نکل گیا
نیاید به لاحولِ کس باز پس
تو کسی کے لاحول پڑھنے سے واپس نہیں آتا ہے

یکے طفل بردارد از رخش بند
رخش کا پھندا ایک بچہ کھول سکتا ہے
نیاید بصد رستم اندر کمند
پھر سو رستم سے بھی پھندے میں نہیں آتا

مگوی آنکه گر بر ملا اوفتد
وہ بات نہ کہہ کہ اگر وہ ظاہر ہو جائے
وجودے ازاں در بلا اوفتد
تو اس سے وجود مصیبت میں پڑ جائے

بدہقانِ ناداں چه خوش گفت زن
بیوقوف گنوار سے بیوی نے کیا اچھی بات کہی
بدانش سخن گوی یا دم مزن
بات سمجھ کی کر ورنہ سانس نہ لے

حکایت سلامتِ جاہل در حجابِ خاموشی

خاموشی کے پردے میں جاہل کے بچاؤ کا قصّہ

یکے خوب خُلق و خَلق پوش بود
ایک شخص خوش خلق اور گدڑی پوش تھا
که در مصر یک چند خاموش بود
جو مصر میں ایک مدت سے چپ تھا

خردمند مردم ز نزدیک و دور
نزدیک اور دور کے عقلمند انسان
بگردش چو پروانه جویانِ نور
اس کے گرد پروانوں کی طرح نور کے متلاشی تھے

تفکر شبے با دلِ خویش کرد
ایک رات اس نے اپنے دل میں سوچا
که پوشیده زیرِ زبانست مرد
کہ انسان زبان کے نیچے پوشیدہ ہے

ف
۱؎ یعنی جب بات ایک شخص کے پاس تھی تو اس کی روک تھام ممکن تھی جب چند آدمیوں کے پاس چلی گئی تو اس کی مثال سیلاب کی سی ہے جس پر بند لگانا دشوار ہے۔
۲؎ اگر دیو ایک بار بندش سے نکل جاتا ہے پھر بند نہیں کیا جا سکتا ہے۔
۳؎ رخش اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کا رنگ سرخ و سفید ہو رستم کے گھوڑے کا نام بھی رخش تھا کیونکہ وہ انہی صفات کا تھا۔
۴؎ دور اور نزدیک کے لوگ اس کی عقلمندی سے فائدہ اٹھانے کے لیے جمع رہتے تھے۔
۵؎ یعنی جب تک انسان بات نہ کرے اس کے جوہر نہیں کھلتے ہیں۔

اگر من چنیں سر بخود در برم
اگر میں اسی طرح خاموش رہوں
سخن گفت و دشمن بدانست و دوست
اس نے بات کہی اور دشمن اور دوست نے جان لیا
حضورش پریشاں شد و کار زشت
اس کے یہاں کی حاضری بکھر گئی اور کام بگڑ گیا
در آئینہ گر خویشتن دیدمے
اگر میں اپنے آپ کو آئینہ میں دیکھ لیتا
چنیں زشت ازاں پردہ بر داشتم
ایسی برائی کے ہوتے ہوئے میں نے اسی لیے پردہ اٹھا دیا
کم آواز را باشد آوازہ تیز
کم گو کی شہرت تیز ہوتی ہے
ترا خامشی اے خداوند ہوش
اے صاحب ہوش تیری ہی خاموشی
اگر عالمی ہیبت خود مبر
اگر تو عالم ہے اپنی ہیبت نہ کھو
ضمیر دل خویش منمائے زود
دل کی چھپی ہوئی بات کو جلد نہ دکھا
ولیکن چو پیدا شود راز مرد
لیکن جب انسان کا راز ظاہر ہوجاتا ہے
قلم سر سلطاں چہ نیکو نہفت
قلم نے شاہی راز کو کس قدر بہتر طریقہ پر چھپایا
بہائم خموشند و گویا بشر
چوپائے خاموش ہیں اور انسان گویا ہے
چو مردم سخن گفت باید بہوش
ہوش کے ساتھ انسانوں کی طرح بات کرنا چاہیئے
بنطق است و عقل آدمی زادہ فاش
انسان کا بچہ قوت گویائی اور عقل سے مشہور ہے

چہ دانند مردم کہ دانشورم
تو لوگ کیا سمجھیں گے کہ میں عقلمند ہوں
کہ در مصر ناداں تر از وے ہموست
کہ مصر میں اس سے زیادہ نادان وہی ہے
سفر کرد و بر طاق مسجد نبشت
وہ وہاں سے چلدیا اور مسجد کی محراب پر لکھ دیا
بہ بے دانشی پردہ ندریدمے
تو میں بے وقوفی سے اپنا پردہ چاک نہ کرتا
کہ خود را نکو روئے پنداشتم
کہ میں نے اپنے آپ کو خوبصورت سمجھا
چو گفتی و رونق نماندت گریز
جب تو بول پڑے اور تیری رونق نہ رہے تو بھاگ جا
وقار است و نااہل را پردہ پوش
بردباری ہے اور نااہل کے لیے پردہ پوش ہے
وگر عامی پردۂ خود مدر
اور اگر تو عامی ہے تو اپنا پردہ چاک نہ کر
کہ ہر گہ کہ خواہی توانی نمود
اس لیے کہ تو جب بھی چاہے گا دکھا سکے گا
بکوشش نشاید نہاں باز کرد
تو اس کو دوبارہ کوشش سے پوشیدہ نہیں کیا جاسکتا ہے
کہ تا کارد بر سر نبودش نگفت
جب تک اس کے سر پر چھری نہ رکھی گئی اس نے نہ کہا
پراگندہ گوی از بہائم بتر
بکواس کرنے والا چوپایوں سے بدتر ہے
وگرنہ شدن چوں بہائم خموش
ورنہ چوپایوں کی طرح چپ رہنا چاہیے
چو طوطی سخن گوی و ناداں مباش
طوطی کی طرح بولنے والا اور نادان نہ بن

۱۔ خاموشی عقلمند کے لیے بردباری کا سبب ہے اور جاہل کے لیے پردہ پوش ہے
۲۔ قلم جب تک چاقو سے ... بنایا جائے وہ نہیں لکھ سکتا اور دل کا راز کاغذ پر نہیں آسکتا ہے۔
۳۔ طوطی بلا سوچے سمجھے بولتی ہے۔

۱۰

حکایت

یکے ناسزا گفت در وقت جنگ
ایک شخص نے لڑائی میں نامناسب بات کہی
گریباں دریدند وے را بچنگ
لوگوں نے ہاتھ سے اس کا گریبان پھاڑ ڈالا

قفا خوردہ عُریان و گریاں نشست
پٹ کر ننگا اور روتا ہوا بیٹھ گیا

چو غنچہ گرت بستہ بودے دہن
اگر تیرا منہ غنچہ کی طرح بند رہتا

سراسیمہ گوید سخن پر گزاف
پریشان آدمی بیہودگی سے بھری بات کرتا ہے

نہ بینی کہ آتش زبانست و بس
تو نہیں دیکھتا کہ آگ فقط شعلہ[۱] ہے

اگر ہست مرد از ہُنر بہرہ ور
اگر انسان ہنر سے بہرہ ور ہے

اگر مشک خالص نداری مگوے
اگر تیرے[۲] پاس خالص مشک نہیں ہے تو نہ کہہ

بسوگند گفتن کہ زر مغربی است
قسم کھا کر کہنا کہ مغربی[۳] سونا ہے

بگویند از یں حرف گیراں ہزار
نکتہ چیں اس قسم کی ہزار باتیں کرتے ہیں

روا باشد ار پوستینم درند
مناسب ہے اگر وہ میری پوستین پھاڑ ڈالیں

جہاندیدہ گفتش اے خود پرست
ایک جہاندیدہ نے اس سے کہا اے خود پرست

دریدہ ندیدے چو گل پیرہن
پھول کی طرح لباس چاک نہ دیکھتا

چو طنبور بے مغز بسیار لاف
بہت ڈینگیں مارنے والا بے مغز طنبورہ کی طرح ہوتا ہے

بآبے تواں کُشتنش در نفس
اس کو فوراً ہی پانی سے بجھایا جاسکتا ہے

ہُنر خود بگوید نہ صاحب ہُنر
تو ہنر خود بولتا ہے نہ کہ صاحب ہنر

گرت ہست خود فاش گردد بوئے
اگر ہے تو وہ خود خوشبو سے ظاہر ہو جائے گا

چہ حاجت محک خود بگوید کہ چیست
اس کی کیا ضرورت! کسوٹی خود بتادیگی کہ کیا ہے

کہ سعدی نہ اہلست و آمیزگار
کہ سعدی نہ تو اہل ہے، نہ میل جول کا

کہ طاقت ندارم کہ مغزم برند
اس لیے کہ مجھ میں طاقت[۴] نہیں ہے کہ وہ میرا بھیجا کھائیں

حکایت

عضد را پسر نیک رنجور بود
عضدالدولہ[۵] کا لڑکا بہت بیمار تھا

یکے پارسا گفتش از روئے پند
نصیحت کے طور پر اس سے ایک نیک شخص نے کہا

قفسہائے مرغ سحر خواں شکست
اس نے صبح کے چہچہانے والے پرندوں کے پنجرے توڑ دیے

نگہداشت بر طاق بُستاں سرائے
پائیں باغ کے کنگرے پر محفوظ رکھی

پسر صبحدم سوئے بُستاں شتافت
لڑکا صبح کے وقت باغ میں گیا

بخندید کاے بلبلِ خوش نفس
وہ ہنسا کہ اے خوش الحان بلبل!

شکیب از نہادِ پدر دور بود
باپ کی طبیعت سے صبر دور تھا

کہ بگذار مرغانِ وحشی ز بند
کہ وحشی پرندوں کو قید سے آزاد کردے

کہ در بند ماند چو زنداں شکست
جب قید خانہ ٹوٹ جائے تو قید میں کون ٹھیرتا ہے

یکے نامور بلبلِ خوش سرائے
ایک مشہور عمدہ گانے والی بلبل

جز آں مرغ بر طاقِ ایواں نیافت
محل کی محراب پر اس پرندے[۶] کے سوا کسی کو نہ پایا

تو از گفتِ خود ماندہ در قفس
تو اپنی گفتار کی خاطر پنجرے میں رہ گئی

[۱] شعلہ بشکل زبان ہوتا ہے
[۲] مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید
[۳] مغربی سونا خالص ہونے میں مشہور تھا
[۴] یعنی مجھ میں ٹک ٹک کرنے کی عادت نہیں ہے اور نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ لوگ میرا دماغ چاٹ جائیں
[۵] مشہور بادشاہ ہے
[۶] ایک عمدہ قسم کی بلبل کے علاوہ سب پرند چھوڑ دیے گئے۔

۱۰

ندارد کسے با تو ناگفتہ کار
تیرے نہ کہے ہوئے سے کسی کا کوئی تعلق نہیں ہے

ولیکن چو گفتی دلیلش بیار
لیکن جب تو نے کہا ہے تو اس کی دلیل لا

چو سعدی کہ چندے زباں بستہ بود
جیسا کہ سعدی ہے کہ جب تک وہ زبان بند کیے ہوئے تھا

ز طعن زباں آوراں رستہ بود
زبان درازوں کے طعنہ سے چھوٹا ہوا تھا

کسے گیرد آرام دل در کنار
گوشہ میں دل کا آرام وہی شخص پا سکتا ہے

کہ از صحبت خلق گیرد کنار
جو لوگوں کی صحبت سے کنارا اختیار کرے

مکن عیب خلق اے خردمند فاش
اے عقلمند! لوگوں کا عیب ظاہر نہ کر!

بعیب خود از خلق مشغول باش
اپنے عیب میں الگ کر لوگوں سے دھیان ہٹالے

چو باطل سرایند مگمار گوش
اگر وہ غلط بکیں تو کان نہ لگا۔

چو بے ستر بینی بصیرت بپوش
تو جب کسی کو ننگا دیکھے تو آنکھ بند کرلے

حکایت

شنیدم کہ در بزم ترکان مست
میں نے سنا ہے کہ مست ترکوں کی محفل میں

مریدے دف و چنگ مطرب شکست
ایک مرید نے گویے کا ڈھپڑا اور ستار توڑ ڈالا

چو چنگش کشیدند حالے بموئے
اسے فوراً ستار کی طرح کھینچا

غلامان و چوں دف زدندش بروئے
نوکروں نے اور ڈھپڑے کی طرح اس کے منہ کو پیٹا

شب از درد چوگان و سیلی نخفت
چوب اور چپت کے درد سے رات کو نہ سو سکا

دگر روز پیرش بتعلیم گفت
دوسرے دن پیر نے تعلیم کے طور پر اس سے کہا

نخواہی کہ باشی چو دف روئے ریش
اگر تو چاہتا ہے کہ ڈھپڑے کی طرح تیرا چہرہ زخمی نہ ہو

چو چنگ اے برادر سر انداز پیش
تو ستار کی طرح آگے کو سر ڈالے رکھ

مثل

دو کس گرد دیدند و آشوب و جنگ
دو آدمیوں نے گرد اور غل اور لڑائی دیکھی

پراگندہ نعلین و پرّندہ سنگ
چلتے جوتے اور اڑتے پتھر دیکھے

یکے فتنہ دید از طرف بر شکست
ایک نے جھگڑا دیکھا کنارے ہٹ گیا

یکے در میاں آمد و سر شکست
ایک درمیان میں آگیا اور سر پھوڑا

کسے خوشتر از خویشتن دار نیست
کوئی شخص اپنے آپ کو بچائے رکھنے والے سے اچھا نہیں ہے

کہ با خوب و زشت کسش کار نیست
کہ اس کو کسی کے اچھے اور برے سے مطلب نہیں ہے

ترا دیدہ در سر نہادند و گوش
تیرے سر میں آنکھیں اور کان لگائے ہیں

دہن جائے گفتار و دل جائے ہوش
منہ بات کرنے کی جگہ اور دل عقل کا مقام ہے

مگر باز دانی نشیب از فراز
تاکہ تو پستی کو بلندی سے پہچان سکے

نہ گوئی کہ ایں کوتہ است آں دراز
نہ کر تو یہ کہے کہ یہ کوتاہ ہے وہ لمبا ہے

۱ جو شخص اپنے عیبوں پر نظر رکھے گا اس کو دوسروں کے عیب دیکھنے کی فرصت نہ ملے گی ۔
۲ ترک سے غلام اور معشوق بھی مراد لیا جاتا ہے ۔
۳ عجز اور انکساری اختیار کر ۔
۴ قدرت نے آنکھیں اور زبان اور سمجھ دوسروں کی برائیاں دیکھنے اور بیان کرنے کے لیے نہیں بنائی ہیں ۔

حکایت در معنی راحت خاموشی و آفت بسیار سخنی

قصہ چپ رہنے کی راحت اور بہت بولنے کی مصیبت کے بیان میں

چنیں گفت پیرے پسندیدہ ہوش
پسندیدہ عقل بوڑھے نے اس طرح کہا ہے

کہ در ہند رفتم بکنجے فراز
کہ میں ہندوستان میں ایک دور کے گوشہ میں گیا

ق

در آغوش او دخترے چوں قمر
اس کی بغل میں ایک چاند جیسی لڑکی

چناں تنگش آوردہ اندر کنار
بغل میں اس کو اس طرح بھیچے ہوئے

مرا امر معروف دامن گرفت
امر بالمعروف نے میرا دامن پکڑ لیا

طلب کردم از پیش و پس چوب و سنگ
میں نے آگے اور پیچھے سے لکڑی اور پتھر تلاش کیا

بہ تشنیع و دشنام و آشوب و زجر
طعنہ زنی اور گالی اور شور اور جھڑکی سے

شد آں ابرِ ناخوش ز بالائے باغ
وہ بھیانک بدلی باغ پر سے ہٹ گئی

ز لاحول من آں دیوِ ہیکل بجست
میرے لاحول پڑھنے سے وہ دیو شکل بھاگا

کہ اے زرق سجادۂ زرق پوش
کہ اے مکر کے مصلے والے مکر کی پوشاک والے

مرا عمرہا دل ز کف رفتہ بود
میرا دل عرصہ سے ہاتھ سے گیا ہوا تھا

کنوں پختہ شد لقمۂ خام من
میرا کچا لقمہ اب پکا تھا

تظلم برآورد و فریاد خواند
ظلم کا اظہار کرنے لگی اور فریاد کی

نماند از جواناں کسے دستگیر
جوانوں میں کوئی دستگیر نہیں رہا

کہ شرمش نیاید ز پیری ہمے
کہ اس کو بڑھاپے کی بھی شرم نہ آئی

خوش آید سخنہائے پیراں بگوش
بوڑھوں کی باتیں کان کو بھلی لگتی ہیں

چہ دیدم چو یلدا سیاہے دراز
میں نے کیا دیکھا! ایک لمبا حبشی اندھیری رات جیسا

فرو بردہ دنداں بلبہاش در
وہ اس کے ہونٹوں کو دانتوں سے دبائے ہوئے

کہ پنداری اللیل یغشی النہار
کہ تو یہ سمجھے کہ رات دن کو ڈھانپے ہے

فضول آتشے گشت و در من گرفت
بیکار بات ایک آگ بنی اور مجھ میں لگ گئی۔

کہ اے ناخدا ترس بے نام و ننگ
کہ اے خدا سے نہ ڈرنے والے، بے عزت اور بے شرم

سپید از سیہ فرق کردم چو فجر
گورے کو کالے سے میں نے فجر کی طرح جدا کر دیا

پدید آمد آں بیضہ از زیرِ زاغ
کوے کے نیچے سے وہ انڈا نکل آیا

پری پیکر اندر من آویخت دست
پری جیسے جسم والی نے مجھ پر ہاتھ ڈال دیا

سیہ کارِ دنیا خر دیں فروش
سیہ کار، دنیا خریدنے والے دین بیچنے والے

بریں شخص و جاں بروے آشفتہ بود
اس شخص پر اور جان اس پر فریفتہ تھی

کہ گرمش بدر کردی از کام من
کہ فوراً تو نے اس کو میرے حلق سے نکال دیا

کہ شفقت برافتاد و رحمت نماند
کہ مہربانی جاتی رہی اور رحم نہ رہا

کہ بستانم داد ازیں مردِ پیر
کہ میں اس بڈھے سے بدلہ لے سکوں

زدن دست در ستر نامحرمے
کسی نامحرم کے پردہ میں ہاتھ مارنے سے

۱ وہ حبشی رات جیسا کالا اور لڑکی دن جیسی گوری تھی۔
۲ کسی کو بھلی بات کا حکم کرنا۔
۳ یعنی جس طرح رات سے دن جدا ہو جاتا ہے اسی طرح اس حبشی اور لڑکی کو میں نے جدا کر دیا
۴ یعنی کالا حبشی اس لڑکی سے علیحدہ ہو گیا جو باغ و بہار تھی
۵ یعنی دیرینہ تمنا آج پوری ہو رہی تھی
۶ یعنی دنیا بڑی ظالم اور بے رحم ہو گئی ہے۔
۷ یعنی میرے خلاف نوجوانوں کو اکسانے لگی
۸ یعنی یہ کہنے لگی کہ اس بوڑھے نے مجھ نامحرم پر دست درازی کی ہے

همی کرد فریاد و دامن بچنگ
وہ شور کرتی تھی اور دامن چنگل میں تھا

مرا مانده سر در گریبان ز ننگ
میرا سر شرم سے گریبان میں تھا

بروں رفتم از جامہ در دم چو سیر
فوراً لہسن کی طرح میں کپڑوں سے نکل بھاگا

که ترسیدم از زجر برنا و پیر
اس لیے کہ میں جوان اور بوڑھے کی سرزنش سے ڈرا

برہنہ دواں رفتم از پیش زن
لڑکی کے سامنے سے میں ننگا بھاگا

کہ در دست او جامہ بہتر کہ من
اس لیے کہ میں اسکے ہاتھ میں ہوں اس سے یہ بہتر تھا کہ کپڑا اس کے ہاتھ میں ہو

پس از مدتے کرد بر من گذار
ایک زمانہ کے بعد وہ لڑکی میرے پاس سے گذری

کہ میدانیم گفتمش زینہار
کہ تو مجھے جانتا ہے، میں نے اس سے کہا یقیناً

کہ من توبہ کردم بدست تو بر
اس لیے کہ میں نے تیرے ہاتھ پر توبہ کی ہے

کہ گرد فضولے نگردم دگر
کہ فضول بات کا کبھی چکر نہ لگاؤں گا

کسے را نیاید چنیں کار پیش
کسی آدمی کو ایسا موقع پیش نہیں آسکتا ہے

کہ عاقل نشیند پس کار خویش
جو عقلمندی کے ساتھ اپنے کام میں لگا ہو

ازیں شنعت ایں پند برداشتم
اس برائی سے میں نے یہ نصیحت حاصل کی

دگر دیدہ نادیدہ انگاشتم
کہ پھر دیکھے ہوئے کو نہ دیکھا ہوا سمجھوں

گرت عقل و رائیست و تدبیر و ہوش
اگر تجھ میں عقل اور رائے اور تدبیر اور ہوش ہے

چو سعدی سخن گوی ورنہ خموش
تو سعدی کی طرح بات کر ورنہ چپ رہ

حکایت در فضیلت سترپوشی

قصہ پردہ پوشی کی فضیلت کے بیان میں

یکے پیش داؤد طائی نشست
ایک شخص داؤد طائی کے پاس آکر بیٹھا

کہ دیدم فلاں صوفی افتادہ مست
کہ میں نے دیکھا فلاں صوفی بے ہوش پڑا ہے

قے آلودہ دستار و پیراہنش
اس کا لباس اور پگڑی قے آلودہ

گروہے سگاں حلقہ پیرامنش
کتوں کا مجمع اس کے گرد حلقہ بنائے ہوئے

چو فرخندہ خوی ایں حکایت شنید
نیک عادت والے نے جب یہ قصہ سنا

ز گوینده ابرو بهم درکشید
تو کہنے والے سے ابرو ئیں چڑھالیں

زمانے بر آشفت و گفت اے رفیق
تھوڑی دیر تک بگڑتا رہا اور کہا اے دوست

بکار آید امروز یار شفیق
مہربان دوست آج ہی کے دن کام آتا ہے

بروزاں مقام شنیعش بیار
جا! اور اس بری جگہ سے اسکو لے آ

کہ در شرع نہی است و بر خرقہ عار
کہ وہ شرع میں ممنوع ہے اور گدڑی پر عار ہے

بہ پشتش بر آور چو مرداں کہ مست
بہادروں کی طرح کمر پر لاد لا اس لیے کہ مست

عنان طریقت ندارد بدست
طریقت کی باگ پر قابو نہیں رکھتا ہے

نیوشندہ شد زیں سخن تنگ دل
سننے والا اس بات سے تنگ دل ہوا

بفکرت فرو رفت چوں خر بگل
فکر میں پھنس گیا جیسا کہ گدھا دلدل میں

ا؎ یعنی اپنے کپڑے چھوڑ بھاگا اور لہسن کی طرح ننگا ہو گیا۔
۲؎ اگر میں کپڑے چھوڑ کر نہ بھاگتا تو وہ مجھے پکڑے رہتی جو میرے لیے بہت برا ہوتا۔
۳؎ جیسا لڑکی کے ہاتھوں مجھے پیش آیا
۴؎ یعنی اس طرح کا واقعہ اگر دیکھوں گا تو اسے ان دیکھا کر دوں گا۔
۵؎ شیخ ابو سلیمان داؤد قبیلہ طے کے رہنے والے تھے۔ امام ابو حنیفہ کے شاگرد اور حضرت پنیتس رضا اور حبیب راعی کے مرید تھے۔
۶؎ عموماً شرابیوں کو قے آجاتی ہے۔
۷؎ یعنی یہی وقت ہے کہ تو اس کی مدد کرے۔

۱۰

نہ یارا کہ فرماں نگیرد بگوش
نہ تو اس بات کی طاقت کہ حکم نہ سنے

نہ رغبت کہ مست اندر آرد بدوش
نہ اس بات کی رغبت کہ مست کو کندھے پر لے آئے

زمانے بہ پیچید و درماں ندید
تھوڑی دیر تک پیچ و تاب کھاتا رہا اور کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آئی

رہِ سرکشیدن ز فرماں ندید
حکم سے سرکشی کا راستہ نہ دیکھا

میاں بست و بے اختیارش بدوش
کمر باندھی اور اس کو مجبوراً کندھے پر

در آورد و شہرے بر و عام جوش
لے آیا اور پورا شہر اس پر امنڈ پڑا

یکے طعنہ می زد کہ درویش بیں
ایک طعنہ دیتا تھا کہ فقیر کو دیکھو

زہے پارسائی و تقویٰ و دیں
کیا پارسائی اور تقویٰ اور دین ہے

یکے صوفیاں بیں کہ مے خوردہ اند
ایک یہ کہتا تھا صوفیوں کو دیکھو شراب پیئے ہیں

مُرقع بسیکی[١] گرو کردہ اند
جو خرقہ شراب کے بدلے گروی کئے ہوئے ہیں

اشارت کناں این و آں را بدست
اس اور اُس کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے

کہ ایں سر گرانست و آں نیم مست
کہ یہ مدہوش ہے وہ نیم بے ہوش ہے

بگردن بر از جورِ دشمن حُسام
گردن[٢] پر دشمن کے ظلم کی تلوار

بہ از شُنعتِ شہر و جوشِ عوام
شہر کی بدنامی اور عوام کے جوش سے بہتر ہے

بلا خورد روزے بمحنت گذاشت
غم کھایا اور پورا دن مصیبت میں گذارا

بنا کام بردش بجائیکہ داشت
مجبوراً[٣] اس کو اس کی جگہ لے گیا

شب از شرمساری و فکرت نخفت
رات بھر شرم اور فکر میں نہ سویا

بخندید طائی دگر روز و گفت
دوسرے دن طائی ہنسا اور بولا

مریز آبروئے برادر بکوئے
[٤]گلی کوچہ میں بھائی کی آبروریزی نہ کر

کہ دہرت بریزد بشہر آبروئے
کیونکہ زمانہ شہر میں تیری آبروریزی کرے گا

حکایت

بد اندر حقِ مردمِ نیک و بد
نیک اور بد انسانوں کے بارے میں برا

مگوائے جواں مردِ صاحب خرد
نہ کہہ اے عقلمند جواں مرد!

[٥]کہ بد مرد را خصم خود میکنی
اس لیے کہ بدگو تو اپنا دشمن بناتا ہے

وگر نیک مرد است بد میکنی
اور اگر وہ نیک ہے تو تو برا کرتا ہے

ترا ہر کہ گوید فلاں کس بد ست
تجھ سے جو بھی یہ کہے کہ فلانہ برا ہے

چنیں داں کہ در پوستینِ خود ست
تو ایسا یہ سمجھ کہ وہ اپنی کھال میں ہے[٦]

کہ فعلِ فلاں را بباید بیاں
اس[٧] لیے کہ فلانہ کے فعل کی دلیل چاہیے

وزیں فعلِ بد می ترا بد عیاں
اور اس سے برا کام کھلم کھلا سرزد ہو رہا ہے

ببد گفتنِ خلق چوں دم زدی
جب تو مخلوق کو برا کہنے کا دم بھرے

اگر راست گوئی سخن ہم بدی
اگر[٨] تو سچی بات بھی کہہ رہا ہے تو بھی بری ہے

---

[١] سیلی یکے از سہ سے بنا ہے یعنی وہ شراب جو عربی میں مثلث کہلاتی ہے یعنی انگور کے رس کو اس قدر جوش دیا جائے کہ وہ ایک تہائی رہ جائے

[٢] دشمن کی تلوار سے قتل ہو جانا بدنامی سے بہتر ہے

[٣] یعنی اس مست صوفی کو اس کے گھر پہنچا آیا

[٤] چونکہ تو نے تنہائی میں اس کی آبروریزی کی تھی لہذا تیری آبروریزی برملا ہوئی۔

[٥] بھلے کو برا کہنا برائی کی بات ہے برے کو برا کہے گا تو اس کی دشمنی مول لیگا

[٦] یعنی اپنے متعلق کہہ رہا ہے

[٧] دوسرے کی برائی ثابت کرنے کے لیے دلیل درکار ہے اور اس کا برا کہنا غیبت ہے

[٨] غیبت وہ برائی ہے جو صحیح طور پر کی جائے ورنہ بہتان

حکایت

زبان کرد شخصے بغیبت دراز
ایک شخص نے غیبت میں زبان دراز کی
بدو گفت دانندۂ سرفراز
ایک سربلند، سمجھدار نے اس سے کہا

کہ یادِ کساں پیشِ من بد مکن
کہ برائی کے ساتھ میرے سامنے لوگوں کا ذکر نہ کر
مرا بدگماں در حقِ خود مکن
مجھے اپنے بارے میں بدگمان نہ بنا

گرفتم ز تمکینِ او کم بود
میں نے مانا اس کی عزت گھٹ جائے گی
نخواہد بجاہِ تو اندر فزود
لیکن وہ تیری عزت تو نہ بڑھائے گی

حکایت

کسے گفت و پنداشتم طیبت است
کسی نے کہا اور میں سمجھا کہ مذاق ہے
کہ دُزدی بسامان تراز غیبت است
کہ چوری غیبت سے زیادہ مفید ہے[1]

بدو گفتم اے یارِ آشفتہ ہوش
میں نے اس سے کہا اے پریشان خیال یار
شگفت آمد ایں داستانم بگوش
یہ بات میرے کانوں کو عجیب معلوم ہوئی ہے

بناراستی در چہ بینی بہی
چوری میں تو کیا خوبی دیکھتا ہے
کہ بر غیبتش مرتبت می نہی
کہ اس کو غیبت پر رتبہ دیتا ہے

بلے گفت دُزداں تہوّر کنند
اس نے کہا ہاں چور بہادری کرتے ہیں
بباز وئے مردی شکم پُر کنند
بہادری کے بازو سے پیٹ بھرتے ہیں

زغیبت چہ می خواہد آں سادہ مرد
وہ بیوقوف غیبت سے کیا چاہتا ہے
کہ دیواں سیہ کرد و چیزے نخورد
کہ دفتر کالا کر لیا اور کچھ نہ کھایا

حکایت

مرا در نظامیہ ادرار بود
نظامیہ[2] مدرسہ میں میرا وظیفہ مقرر تھا
شب و روز تلقین و تکرار بود
رات دن پڑھانا اور دُہرانا تھا

مر استاد را گفتم اے پُر خرد
میں[3] نے خاص استاد سے کہا، اے صاحب عقل
فلاں یار بر من حسد می برد
فلانہ دوست مجھ سے حسد کرتا ہے

چو من دادِ معنی دہم در حدیث
جب میں کسی بات کا مطلب بیان کرتا ہوں
برآید بہم اندرونِ خبیث
خبیث کا باطن بگڑ جاتا ہے

شنید ایں سخن پیشوائے ادب
ادب کے استاد نے یہ بات سنی
بہ تندی برآشفت و گفت اے عجب
غصے سے بگڑ گیا اور کہا ہائے تعجب

حسودی پسندت نیاید ز دوست
دوست کا حسد کرنا تو تجھے پسند نہ آیا
ندانم[4] کہ گفتت کہ غیبت نکوست
نہ معلوم تجھے کس نے بتایا ہے کہ غیبت اچھی چیز ہے

---

[1] چوری اور غیبت دونوں گناہ ہیں۔ چوری سے پیٹ بھرتا ہے غیبت سے وہ بھی نہیں۔
[2] بغداد کا مشہور مدرسہ تھا جو سلطان سنجر کے وزیر نظام الملک نے بنایا تھا۔
[3] شیخ سعدی نے نظامیہ میں شیخ شمس الدین ابوالفرج ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا ہے۔
[4] اس کا حسد ناگوار گذرا اور خود اس کی غیبت میں مبتلا ہو گیا۔

گر او راهِ دوزخ گرفت از خسی
اگر اس نے کمینہ پن سے دوزخ کا ایک راستہ اختیار کیا ہے
ازیں راهِ دیگر تو در وے رسی
دوسرے راستے سے تو بھی اسی میں پہنچے گا۔

حکایت

کسے گفت حجاج خونخواره ایست
کسی نے کہا حجاج خوں خوار ہے
دلش همچو سنگِ سیه پاره ایست
اس کا دل کالے پتھر کے ٹکڑے کی طرح ہے

نترسد همی زآه و فریادِ خلق
مخلوق کی فریاد اور آہ سے نہیں ڈرتا ہے
خدایا تو بستاں ازو دادِ خلق
اے خدا تو اس سے مخلوق کا انصاف دلا

جہاں دیدۂ پیرِ دیرینہ زاد
زیادہ عمر کے بوڑھے جہاندیدہ نے
جواں را یکے پندِ پیرانہ داد
جوان کو ایک بزرگانہ نصیحت کی

کزو دادِ مظلومِ مسکین او
کہ اس سے تو اس کے مسکین مظلوم کا بدلہ
بخواہند و از دیگران کین او
لیں گے اور دوسروں سے اس کے کینہ کا

تو دست ازوے و روزگارش بدار
تو اس سے اور اس کے زمانہ سے ہاتھ اٹھالے
کہ خود زیرِ دستش کند روزگار
اس لیے کہ اس کو زمانہ خود کمزور کردے گا

نہ پندار ازو بہرہ مند آمدم
نہ اس کا غرور مجھے پسند آیا
نہ نیز از تو غیبت پسند آمدم
نیز تیری بدگوئی بھی مجھے پسند نہیں آئی

بدوزخ برد مُدبرے را گناہ
بدبخت کو گناہ دوزخ میں لے جائے گا
کہ پیمانہ پُر کرد و دیواں سیاہ
اس لیے کہ اس نے پیمانہ بھر لیا اور اعمالنامہ کالا کرلیا

دگر کس بغیبت پیش می دود
دوسرا آدمی بدگوئی کرکے اس کے پیچھے دوڑتا ہے
مبادا کہ تنہا بدوزخ رود
ایسا نہ ہو کہ وہ تنہا دوزخ میں جائے

حکایت

شنیدم کہ از پارسایاں یکے
میں نے سنا ہے کہ نیک لوگوں میں سے ایک شخص
بطیبت بخندید با کودکے
ایک بچہ سے مذاق میں ہنسا

دگر پارسایانِ خلوت نشیں
دوسرے خلوت نشین پارسا
بغیبش فتادند در پوستیں
اس کے پیٹھ پیچھے عیب جوئی کرنے لگے

باخر نماند ایں حکایت نہفت
آخر کار یہ قصہ چھپا نہ رہا
بصاحب نظر باز گفتند و گفت
انھوں نے صاحب نظر سے کہا —— وہ بولا

مدر پردہ بر یارِ شوریدہ حال
پریشان حال دوست کا پردہ چاک نہ کر
نہ طیبت حرام است و غیبت حلال
یہ نہیں ہے کہ مذاق تو حرام ہے اور غیبت حلال ہے

۱۰

۱؎ حسد اور غیبت دونوں جہنم کے راستے ہیں
۲؎ وہ تو ظلم کی وجہ سے گرفتار ہوگا اور جو لوگ اس سے کینہ رکھیں گے وہ اس گناہ کے مجرم ہیں۔
۳؎ جس طرح گناہ گار دوزخ میں جائے گا اس کے پیچھے پیچھے اس کا بدگو جائے گا۔
۴؎ یعنی وہ بزرگ جس نے لڑکے سے مذاق کیا تھا۔
۵؎ یعنی اگر میں نے مذاق کرکے گناہ کیا تم غیبت کرکے گناہ کر رہے ہو۔

حکایت

بطفلی درم رغبت روزه خاست
بچپن میں میرا روزہ رکھنے کو جی چاہا

یکے عابد از پارسایان کوئے
گلی کے نیکوں میں سے ایک عبادت گزار نے

کہ بسم اللہ اول بسنت بگوئے
کہ پہلے سنت کے طور پر بسم اللہ پڑھ

پس آنگہ دہن شوئی وبینی سہ بار
پھر تین بار منہ اور ناک دھو

بسبابہ دندان پیشین بمال
شہادت کی انگلی سے اگلے دانت مل

وزاں پس سہ مشت آب بر روئے زن
اس کے بعد تین چلو پانی منہ پر ڈال

دگر دستہا تا بمرفق بشوئے
پھر کہنیوں تک ہاتھ دھو

دگر مسح سر بعد ازاں غسل پائے
پھر سر کا مسح پھر پانوں کا دھونا

کس از من نداند دریں شیوہ بہ
اس[3] طریقے کو مجھ سے بہتر کوئی نہیں جانتا ہے

شنید ایں سخن دہ خدائے قدیم
اس بات کو گانوں کے پرانے چودھری نے سنا

نہ مسواک در روزہ گفتی خطا ست
کیا[4] تو نے نہیں بتایا کہ روزہ میں مسواک کرنا غلط ہے

دہاں گوز ناگفتنیہا نخست
پہلے[5] وہ منہ نہ کہنے کے لائق باتوں سے

کسے را کہ نام آید اندر میاں
جس کسی کا ذکر درمیان میں آئے

چو ہموارہ گوئی کہ مردم خرند
جب[6] تو ہمیشہ یہ کہے کہ آدمی گدھے ہیں

چناں گوئی سیرت بکوی اندرم
میری عادت اس طرح گلی میں بیان کر

ندانستمے چپ کدامست وراست
میں[1] نہ سمجھتا تھا کہ بایاں کونسا ہے اور دایاں کونسا

ہمی شستن آموختم دست وروئے
مجھے ہاتھ اور منہ دھونا سکھایا

دوم نیت. آور سوم کف بشوئے
دوسرے نیت کر، تیسرے ہاتھ دھو

مناخر بانگشت کوچک بخار
نتھنوں کو چھنگلی سے صاف کر

کہ نہیست در روزہ بعد از زوال
جو[2] زوال کے بعد روزہ میں ممنوع ہے

ز رستنگہ موئے سر تا ذقن
پیشانی کے بالوں سے ٹھوری تک

ز تسبیح و ذکر آنکہ دانی بگوئے
جو کچھ تجھے معلوم ہے تسبیح اور ذکر کر

ہمین است و ختمش بنام خدائے
یہی ہے اور اس کا ختم خدا کے نام پر ہے

نہ بینی کہ فرتوت شد پیردہ
تو نہیں دیکھتا کہ گانوں کا بوڑھا سٹھیا گیا ہے

بشورید وگفت اے خبیث رجیم
غصہ میں بھر گیا اور بولا اے پلید مردود

بنی آدم مردہ خوردن رواست
مردہ انسان کا کھانا درست ہے

بشوئی کہ از خوردنیہا بشست
دھولے جب کہ کھانے کی چیزوں سے دھویا ہے

بہ نیکوتریں نام و نعتش بخواں
اس کا نام اور تعریف نیکی کے ساتھ ذکر کر

مبر ظن کہ نامت چو مردم برند
تو یہ خیال نہ کر کہ وہ آدمیوں کی طرح تیرا نام لیں گے

کہ گفتن توانی بروی اندرم
جس طرح تو میرے روبرو بیان کر سکے

[1] میں ایک بچہ تھا کہ دائیں بائیں کی بھی تمیز نہ تھی۔
[2] امام شافعی رحمۃ اللہ کے نزدیک روزہ دار کے لیے دوپہر بعد مسواک درست نہیں ہے۔
[3] وہ عابد پھر کہنے لگا۔
[4] تو نے خود یہ بتایا کہ روزہ میں مسواک درست نہیں ہے اور خود غیبت کرکے مردے کا گوشت کھا رہا ہے۔
[5] روزہ رکھتے وقت جس طرح کلی کرنا ضروری ہے اسی طرح بری باتوں سے منہ صاف کر لینا ضروری ہے۔
[6] جب تو تمام انسانوں کو گدھا بنائے گا لوگ تجھے گدھا کہیں گے۔

۱۰

وگر شرمت از دیدۂ ناظر است — نہ اے بے بصر غیب داں حاضر است

اور اگر تجھے دیکھنے والی آنکھ کی شرم ہے — تو اندھا نہیں ہے، غیب کا جاننے والا موجود ہے

نیاید ہمی شرمت از خویشتن — کزو فارغ و شرم داری ز من

تجھے آپ سے شرم نہیں آتی ہے — کہ تو اس سے بے فکر ہے اور مجھ سے شرم کرتا ہے

حکایت

طریقت شناسان ثابت قدم — بخلوت نشستند چندے بہم

طریقت کے جانکار مضبوط قدم والے — تنہائی میں کچھ مل کر بیٹھے

یکے زاں میاں غیبت آغاز کرد — درِ ذکرِ بیچارۂ باز کرد

ان میں سے ایک نے بدگوئی شروع کر دی — ایک بے چارے کا ذکر شروع کر دیا

کسے گفتش اے یارِ شوریدہ رنگ — تو ہرگز غزا کردۂ در فرنگ

کسی نے اس سے کہا اے دیوانے دوست — تو نے کبھی فرنگیوں سے جہاد کیا ہے؟

بگفت از پسِ چار دیوارِ خویش — ہمہ عمر ننہادہ ام پائے پیش

اس نے کہا میں نے اپنی چار دیواری سے — تمام عمر کبھی قدم باہر نہیں دھرا

چنیں گفت درویش صادق نفس — ندیدم چنیں بخت برگشتہ کس

سچی طبیعت والے درویش نے یہ کہا — میں نے ایسا بدبخت کوئی نہیں دیکھا۔

کہ کافر ز پیکارش ایمن نشست — مسلماں ز جورِ زبانش نرست

کہ کافر تو اس کی جنگ سے امن میں ہو کر بیٹھا — مسلمان اس کی زبان کے ظلم سے نہ چھوٹا

حکایت

چہ خوش گفت دیوانۂ مرغزی — حدیثے کزاں لب بدنداں گزی

مرغز کے دیوانہ نے کیا خوب کہا — ایسی بات جس سے تو دانتوں سے ہونٹ کاٹ لے

من ار نام مردم بزشتی برم — نگویم بجز غیبت مادرم

میں اگر لوگوں کا نام برائی سے لوں گا — تو اپنی ماں کی بدگوئی کے سوا کچھ نہ کہوں گا

کہ دانند پروردگان خرد — کہ طاعت ہماں بہ کہ مادر برد

کیونکہ عقل کے پالے ہوئے جانتے ہیں — کہ عبادت وہی بہتر ہے جو ماں لے جائے

رفیقے کہ غائب شد اے نیک نام — دو چیز است ازو بر رفیقاں حرام

اے نیک نام جو دوست غائب ہو گیا — دوستوں پر اس کی دو چیزیں حرام ہیں

یکے آنکہ مالش بباطل خورند — دوم آنکہ نامش بزشتی برند

ایک تو یہ کہ اس کا مال خواہ مخواہ اڑائیں — دوسرے یہ کہ اس کا نام برائی سے لیں

ہر آں کو برد نام مردم بعار — تو چشمِ نکوگوئی از وے مدار

جو شخص لوگوں کا نام برائی سے لے — تو اس سے اچھا کہنے کی توقع نہ رکھ!

ے۱ اگر تو لوگوں کی نگاہ بچا کر بدگوئی کرتا ہے تو یہ نہیں سمجھتا کہ خدا تو دیکھ رہا ہے

ے۲ انسان کو شرم کرنا چاہیئے کہ خدا سے تو غافل رہے اور لوگوں سے شرم کرے۔

ے۳ ایک جگہ کا نام ہے

ے۴ یعنی بہت میٹھی بات کہی ہے۔

ے۵ یعنی اگر میں بدگوئی کروں گا تو صرف اپنی ماں کی کروں گا تاکہ میری عبادت اس کے کام آ جائے۔

ے۶ کیونکہ قیامت میں غیبت کرنے والے کی نیکیاں اس شخص کو دے دی جائیں گی جس کی وہ غیبت کرے گا۔

کہ اندر قفائے تو گوید ہماں
اس لیے کہ وہ تیرے پیٹھ پیچھے بھی وہی کہے گا

کہ پیش تو گفت از پس مردماں
جو تیرے سامنے لوگوں کے پیٹھ پیچھے کہا ہے

کسے پیش من در جہاں عاقلست
تیرے سامنے تو دنیا میں وہ عقلمند ہے

کہ مشغولِ خود و ز جہاں غافلست
جو اپنے میں لگا ہے اور دنیا سے غافل ہے

حکایت

سہ کس را شنیدم کہ غیبت رواست
میں نے سنا ہے تین شخصوں کی بدگوئی مناسب ہے

چو زیں در گذشتی چہارم خطاست
اگر تو اس سے بڑھا چوتھے کی غیبت گناہ ہے

یکے پادشاہِ ملامت پسند
ایک ظالم بادشاہ

کزو بر دلِ خلق بینی گزند
جس سے تو لوگوں کے دل پر تکلیف دیکھے

حلالست ازو نقل کردن خبر
اس کی بات نقل کرنا جائز ہے

مگر خلق باشند ازو بر حذر
تاکہ لوگ اس سے محتاط رہیں

دوم پردہ بر بے حیائے متن
دوسرے بے حیا پر پردہ نہ تان

کہ خود میدرد پردۂ خویشتن
اس لیے وہ خود اپنا پردہ چاک کر رہا ہے

ز خوضش مدار اے برادر گناہ
اے بھائی اس میں گھسنے کو گناہ نہ سمجھ

کہ او می در افتد بگردن بچاہ
اس لئے کہ وہ خود گردن کے بل کنوئیں میں گرتا ہے

سوم کژ ترازوئے ناراست گوئے
تیسرے بد معاملہ جھوٹا

ز فعلِ بدش ہر چہ دانی بگوئے
اس کے برے کام کی جو کچھ تجھے خبر ہے کہہ دے

مد جو اپنے عیبوں کے دھیان میں ہو وہ دوسروں کے عیبوں سے ناواقف ہے، لہذا رات کے چوروں کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

حکایت

شنیدم کہ دزدے در آمد ز دشت
میں نے سنا ہے کہ ایک چور جنگل سے نکلا

بدروازۂ سیستاں بر گذشت
سیستاں کے دروازے پر سے گذرا

چو چیزے خرید او ز بقالِ کوئے
جب اس نے کوچہ کے بقال سے کوئی چیز خریدی

ز ماکول و طعمیکہ بایستش اوئے
کھانے کی اور وہ کھانا جو اس کو چاہیئے تھا

بدزدید بقال ازو نیم دانگ
بقال نے اس کا آدھا دانگ چرا لیا

بر آورد دزدِ سیہ کار بانگ
سیہ کار چور پکار اٹھا

خدایا تو شب رو بآتش بسوز
اے خدا تو رات کے چور کو جلا ڈال

کہ رہ می زند سیستانی بروز
اس لیے کہ اب تو سیستانی دن میں ڈاکہ ڈالنے لگے

حکایت

یکے گفت با صوفئے با صفا
باطن کی صفائی والے ایک صوفی سے کسی نے کہا

ندانی فلانت چہ گفت از قفا
تجھے معلوم نہیں پیٹھ پیچھے فلاں نے تجھے کیا کہا

بگفتا خموش اے برادر بخفت
اس نے کہا اے بھائی خاموش رہ، آرام کر!
ندانستہ بہتر کہ دشمن چہ گفت
دشمن نے کیا کہا ہے، اس کا نہ جاننا ہی بہتر ہے

کسانیکہ پیغام دشمن برند
وہ لوگ جو دشمن کا پیغام پہنچاتے ہیں
ز دشمن ہمانا کہ دشمن ترند
وہ دشمن سے بھی یقیناً زیادہ دشمن ہیں

کسے قول دشمن نیارد بدوست
کوئی شخص دشمن کی بات دوست کے پاس نہیں لاتا
جز آں کس کہ در دشمنی یار اوست
سوائے اس شخص کے جو دشمنی میں اس کا دوست ہے

نیارست دشمن جفا گفتنم
دشمن مجھے ایسا سخت نہ کہہ سکا
چناں کز شنیدن بلرزد تنم
جس کے سننے سے میرا جسم لرزے

تو دشمن تری کآوری بر دہاں
تو زیادہ دشمن ہے کہ زبان پر لاتا ہے
کہ دشمن چنیں گفت اندر نہاں
کہ دشمن نے خفیہ طور پر یہ کہا ہے

سخن چیں کند تازہ جنگ قدیم
چغل خور پرانی لڑائی کو تازہ کرتا ہے
بخشم آورد نیک مرد سلیم
سادہ دل نیک انسان کو غصہ میں مبتلا کرتا ہے

ازاں ہمنشیں تا توانی گریز
جس قدر ممکن ہو ایسے ہمنشین سے بھاگ
کہ مر فتنہ خفتہ را گفت خیز
کہ جو خاص مردہ فتنہ کو کہے کہ اُٹھ!

سیہ چال و مرد اندرو بستہ پائے
اندھا کنواں اور اس میں پیر بندھا آدمی
بہ از فتنہ از جائے بردن بجائے
بہتر ہے فتنہ کو جگہ بجگہ لے جانے سے

میان دو تن جنگ چوں آتش است
دو شخصوں کے درمیان لڑائی مثل آگ کے ہے
سخن چین بدبخت ہیزم کش است
بدبخت چغل خور لکڑہارا ہے

حکایت

فریدوں وزیرے پسندیدہ داشت
فریدوں ایک ایسا عمدہ وزیر رکھتا تھا
کہ روشن دل و دوربیں دیدہ داشت
جو روشن دل اور دوربین نگاہ رکھتا تھا

رضائے حق اوّل نگہ داشتے
سب سے پہلے خدا کی رضامندی کا خیال رکھتا
دگر پاس فرمان شہ داشتے
پھر بادشاہ کے حکم کا لحاظ رکھتا

نہد عامل سفلہ بر خلق رنج
کمینہ حاکم لوگوں کو رنج پہنچاتا ہے
کہ تدبیر ملک است و توفیر گنج
کہ یہی ملک کی تدبیر اور خزانہ کی بڑھوتری ہے

اگر جانب حق نداری نگاہ
اگر تجھے خدا کا دھیان نہیں ہے
گزندت رساند ہم از بادشاہ
تجھے بادشاہ کی جانب سے بھی نقصان پہنچیگا

یکے رفت پیش ملک بامداد
ایک شخص صبح کو بادشاہ کے سامنے گیا
کہ ہر روزت آسایش و کام باد
کہ ہر روز تجھے آرام اور مقصد حاصل ہے

غرض بشنو از من نصیحت پذیر
کوئی غرض نہ سمجھ، میری نصیحت سن لے
ترا در نہاں دشمن است ایں وزیر
یہ وزیر در پردہ تیرا دشمن ہے

۱۔ یعنی دشمن کا دوست ہی اس کی بات تیرے پاس لائیگا۔
۲۔ چغل خور مردہ فتنہ کو جگاتا ہے۔
۳۔ چغلخوری کرنے سے یہ بہتر ہے کہ انسان کا پیر بندھا ہوا اور وہ اندھے کنوئیں میں قید ہو۔
۴۔ جو اس آگ میں ایندھن لاکر جھونکتا ہے۔
۵۔ یعنی یہ دلیل بیان کرکے۔
۶۔ ظالم حاکم اگر خدا سے بھی نہیں ڈرتا ہے تو اس کو جان لینا چاہیے کہ بادشاہ کے ہاتھ سے وہ نقصان اٹھائے گا۔
۷۔ یعنی یہ دعائیں دیں۔
۸۔ اور یہ کہنے لگا کہ اس بات میں میری کوئی غرض نہیں ہے مخلصانہ طریقے پر کہہ رہا ہوں۔

کس از خاصِ لشکر نماندست و عام
خاص لشکر اور عوام میں سے کوئی نہیں بچا

بشرطیکہ چوں شاہِ گردن فراز
اس شرط پر کہ جب بلند گردن بادشاہ

نخواہد ترا زندہ آں خود پرست
وہ متکبر تیرا زندہ رہنا نہیں چاہتا

یکے سوئے دستورِ دولت پناہ
دولت پناہ وزیر کی جانب یکبارگی

کہ در صورتِ دوستاں پیشِ من
کہ میرے سامنے دوستوں کی سی صورت

زمیں پیشِ تختش بہ بوسید و گفت
اس نے تخت کے آگے کی زمین کو بوسہ دیا اور بولا

چنیں خواہم اے نامور پادشاہ
اے نامور بادشاہ میں یہ چاہتا ہوں

چو مرگت بود وعدۂ سیمِ من
جب میری چاندی واپس دینے کا وعدہ تیری موت پر ہوگا

نخواہی کہ مردم بصدق و نیاز
کیا تو نہیں چاہتا کہ سچائی اور نیازمندی کے ساتھ

غنیمت شمارند مرداں دعا
لوگ دعا کو غنیمت سمجھتے ہیں

پسند آمد از وے شہریار آنچہ گفت
جو کچھ اس نے کہا بادشاہ نے اس کو پسند کیا

ز قدر و مکانیکہ دستور داشت
وزیر جو مرتبہ اور مقام رکھتا تھا

ندیدم ز غماز سرگشتہ تر
میں نے چغل خور سے زیادہ حیران کسی کو نہیں دیکھا

ز نادانی و تیرہ رائی کہ اوست
اپنی نادانی اور بدعقلی سے

کنند این و آں خوش دگرباره دل
یہ اور وہ دوبارہ دل خوش کر لیتے ہیں

میانِ دو کس آتش افروختن
دو انسانوں کے درمیان آگ بھڑکانا

کہ سیم و زر از وے ندارد بوام
کہ جس کو اس نے چاندی اور سونا ادھار نہ دیا ہو

بمیرد دہند آں زر و سیم باز
مر جائے وہ سونا اور چاندی لوٹائیں

مبادا کہ نقدش نیاید بدست
ایسا نہ ہو کہ اس کا نقد ہاتھ میں نہ آسکے

بچشمِ سیاست نگہ کرد شاہ
بادشاہ نے غصّہ کی نگاہ سے دیکھا

بخاطر چرائی بد اندیشِ من
تو دل میں میرا بدخواہ کیوں ہے

چو پرسیدی اکنوں نشاید نہفت
جب آپ نے دریافت کر لیا ہے تو چھپانا مناسب نہیں

کہ باشند خلقت ہمہ نیک خواہ
کہ تمام مخلوق تیری نیک خواہ رہے

بقا بیش خواہند ت از بیمِ من
تو میرے خوف سے تیری زندگی زیادہ چاہیں گے

سرت سبز خواہند و عمرت دراز
لوگ تیری سرسبزی اور دراز عمر چاہیں

کہ جوشن بود پیش تیرِ بلا
کہ وہ بلا کے تیر کے مقابلے میں زرہ ہے

گل رویش از تازگی بر شگفت
تازگی سے اس کے چہرے کے پھول کھل گئے

مکانش بیفزود و قدرش نکاشت
اس کا مقام بلند کر دیا اور اس کا رتبہ نہ گھٹایا

نگوں طالع و بخت برگشتہ تر
زیادہ اوندھے ستارے والا اور پھرے نصیبہ والا

خلاف افگند در میانِ دو دوست
دو دوستوں میں اختلاف پیدا کرتا ہے

وے اندر میاں کوربخت و خجل
وہ درمیان میں اندھے نصیبہ والا اور شرمندہ ہوتا ہے

نہ عقلست و خود در میاں سوختن
اور خود درمیان میں جلنا عقل کی بات نہیں ہے

١٠

۱؎ چونکہ قرض کی واپسی کی مدت تیری موت ہے لہذا وہ فوراً تیرا مرنا چاہے گا تاکہ جلد قرض وصول ہو جائے۔

۲؎ کہ میں نے اس طور پر کیوں قرض بانٹا ہے۔

۳؎ تاکہ جلد واپس نہ کرنی پڑے

۴؎ دعا مصیبت کو ٹال دیتی ہے

چو سعدی کسے ذوقِ خلوت چشید
سعدی کی طرح اس نے خلوت کا مزا چکھ لیا ہے

کہ از ہر دو عالم زباں در کشید
جس نے دونوں جہان سے زبان بند کرلی ہے

بگو انچہ دانی سخن سودمند
جو کچھ تجھے معلوم ہے مفید بات کر

وگر ہیچ کس را نیاید پسند
خواہ کسی کو بھی پسند نہ آئے

کہ فردا پشیماں برآرد خروش
اس لیے کہ وہ کل شرمندہ ہو کر چیخے گا

کہ آیا چرا حق نکردم بگوش
کہ میں نے حق بات کیوں نہ سنی تھی

حکایت

زن خوب فرماں برو پارسا
خوبصورت فرماں بردار نیک بیوی

کند مردِ درویش را پادشا
فقیر شوہر کو بادشاہ بنا دیتی ہے

برو پنج نوبت بزن بر درت
جا پانچ مرتبہ اپنے دروازہ پر نقارہ بجوا

کہ یارِ موافق بود در برت
جب موافقت کرنیوالا یار تیری بغل میں ہو

ہمہ روز اگر غم خوری غم مدار
اگر تمام دن تو غم کھاتا ہے تو فکر نہ کر!

چو شب غمگسارت بود در کنار
جب رات کو ایک غمگسار تیری بغل میں ہو

کرا خانہ آباد و ہمخانہ دوست
جس کا گھر آباد ہو اور بیوی دوست ہو

خدا را برحمت نظر سوئے اوست
اس پر خدا کی رحمت کی نگاہ ہے

چو مستور باشد زنِ خوبروئے
جب خوب صورت بیوی گھر میں چھپی ہو

بدیدارِ او در بہشت است شوئے
تو اس کے دیدار کی وجہ سے شوہر جنت میں ہے

کسے بر گرفت از جہاں کامِ دل
اس شخص نے دنیا میں مقصد حاصل کرلیا

کہ یک دل بود با وے آرامِ دل
جس کی بیوی اس کے ساتھ ہم راز ہو

اگر پارسا باشد و خوش سخن
اگر وہ بیوی نیک اور خوش کلام ہو

نگہ در نکوئی و زشتی مکن
تو خوب صورتی اور بدصورتی کا دھیان نہ کر

زنِ خوش منش دل نشاں تر کہ خوب
خوش مزاج دلچسپ بیوی خوبصورت سے بہتر ہے

کہ آمیزگاری بپوشد عیوب
اس لیے کہ گھول میل عیوب چھپا دیتا ہے

چو حلوا خورد سرکہ از دستِ شوئے
جو شوہر کے ہاتھ سے سرکہ حلوے کی طرح کھالے

نہ حلوا خورد سرکہ اندودہ روئے
نہ کہ حلوا منہ کو سرکہ ملے ہوئے کھائے

بَرد از پری چہرۂ زشت خوئے
پری جیسی چہرہ والی، بدعادت سے بازی لے جاتی ہے

زنِ دیو سیمائے خوش طبع گوئے
دیو جیسی شکل والی خوش طبع بات کرنے والی بیوی

دل آرام باشد زنِ نیک خواہ
نیک خواہ بیوی دل کا سکون ہوتی ہے

ولیکن زنِ بد خدایا پناہ
لیکن بد بیوی! اے خدا پناہ ہے

چو طوطی کلاغش بود ہم نفس
جب طوطے کا ہمدم کالا کوا ہو

غنیمت شمارد خلاص از قفس
تو وہ پنجرے سے چھٹکارے کو غنیمت سمجھے گی

۱۰

ے یعنی اگر سچی بات آج کسی کو کڑوی معلوم ہوتی ہے تو کل اس کی قدر کریگا۔
ے بادشاہوں کے دروازوں پر نوبت بجائی جاتی تھی۔
ے بیوی شیریں کلام اور نیک ہوتی چاہیے جو شوہر کی معمولی چیز کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھے۔
ے خوش طبع بدصورت بیوی، حسین بدمزاج بیوی سے بہتر ہے۔

سر اندر جہاں نہ با آوارگی
دنیا میں آوارگی پر سر رکھ دے

بزندان قاضی گرفتار بہ
قاضی کی قید میں گرفتار ہو جانا بہتر ہے

سفر عید باشد بران کد خدائے
اس شوہر کے لیے سفر عید ہوتا ہے

در خرمی بر سرائے بہ بند
اس مکان پر خوشی کا دروازہ بند کر دے

چو زن راہ بازار گیرد بزن
جب بیوی بازار کا راستہ لے اس کو مار

اگر زن ندارد سوئے مرد گوش
اگر بیوی شوہر کی طرف کان نہ دھرے

زنے را کہ جہلست و ناراستی
جس بیوی میں نادانی اور بدچلنی ہے

چو در کیلۂ جو امانت شکست
جو ایک پیمانہ جو میں امانت ختم کر دے

بران بندہ حق نیکوی خواستست
اس بندہ کی خدا نے بھلائی چاہی ہے

چو در روئے بیگانہ خندید زن
جب اجنبی کے سامنے بیوی ہنس پڑی

زن شوخ چوں دست در قلیہ کرد
بے حیا بیوی جب قورمہ پر ہاتھ مارنے لگے

ز بیگانگاں چشم زن کور باد
اجنبی لوگوں سے بیوی کی آنکھ اندھی ہو

چو بینی کہ زن پائے برجائے نیست
جب تو دیکھے کہ بیوی کا قدم اپنی جگہ نہیں ہے

گریز از کفش در دہان نہنگ
اس کے ہاتھ سے مگر مچھ کے منہ میں بھاگ جا

بپوشانش از مرد بیگانہ روئے
غیر مرد سے اس کا منہ چھپا

زن خوب خوش طبع رنج است و بار
خوش طبع خوبصورت بیوی بھی باعث رنج اور بوجھ ہے

وگر نہ بنہ دل بہ بیچارگی
ورنہ عاجزی پر صبر کر لے

کہ در خانہ دیدن برابر و گرہ
گھر میں پیشانی پر بل دیکھنے سے

کہ بانوئے زشتش بود در سرائے
جس کے گھر میں بری بیوی ہو

کہ بانگ زن از وے برآید بلند
جس سے بیوی کی چیخیں بلند ہوں

وگر نہ تو در خانہ بنشیں چو زن
ورنہ تو گھر میں عورت کی طرح بیٹھ جا

سراویل کحلیش در مرد پوش
اس کا سرمئی پاجامہ شوہر کو پہنا دو

بلائے سر خود نہ زن خواستی
تو نے اپنے سر کی بلا چاہی ہے نہ کہ بیوی

از انبار گندم فروشوئے دست
تو گیہوں کے ڈھیر سے ہاتھ دھولے

کہ با او دل و دست زن راستست
جس کے لیے بیوی کا ہاتھ اور دل سچا ہو

دگر مرد گو لاف مردی مزن
پھر شوہر سے کہو مردانگی کی ڈینگیں نہ مارے

برو گو بنہ پنجہ بر روئے مرد
جاؤ اس سے کہہ دو کہ شوہر کے منہ پر ہاتھ دھر دے

چو بیروں شد از خانہ در گور باد
جب گھر سے باہر نکلی تو پھر قبر میں ہو

ثبات از خردمندی ورائے نیست
تو پھر برداشت عقلمندی اور تدبیر کی بات نہیں ہے

بر فتن بہ از زندگانی بہ ننگ
ذلت کے جینے سے مر جانا بہتر ہے

وگر نشنود چہ زن آنگہ چہ شوئے
اور اگر نہ مانے تو پھر کیا بیوی کیا شوہر

رہا کن زن زشت ناسازگار
ناموافق بدصورت بیوی کو طلاق دے دے

---

۱ اگر گھر میں بدمزاج بیوی ہو۔
۲ جس گھر میں بیوی کا لڑائی جھگڑا ہو وہاں خوشی میسر نہیں آتی ہے
۳ جو شوہر بیوی کو قابو میں نہ رکھ سکے وہ عورت ہے۔
۴ بدچلن بیوی مصیبت ہے۔
۵ جو بیوی تھوڑی چیز میں خیانت کر سکتی ہو وہ زیادہ میں ضرور کرے گی۔
۶ چھوڑ بیوی بیوی شوہر کو ذلیل کر دیتی ہے۔
۷ باحیا بیوی ہونی چاہیے بے حیا کے لیے موت بہتر ہے۔
۸ زیادہ خوبصورت اور خوش مزاج بیوی بھی اگرچہ پریشانی کا سبب ہوتی ہے لیکن اپنے اوصاف کی وجہ سے قابل برداشت ہے برخلاف بدصورت بدمزاج بیوی کے کہ اسمیں کوئی خوبی نہیں تو اسکا چھوڑنا ہی بہتر ہے۔

۱۰

چہ نغز آمد این یک سخن از دو تن
دو آدمیوں نے یہ ایک بات کیا بھلی کہی ہے

کہ بودند سرگشتہ از دستِ زن
جو بیوی کے ہاتھوں پریشان تھے

یکے گفت کس را زن بد مباد
ایک نے کہا خدا کرے کسی کی بیوی بد نہ ہو

دگر گفت زن در جہاں خود مباد
دوسرے نے کہا خدا کرے دنیا میں عورت ہی نہ ہو

زنِ نو کن اے دوست ہر نوبہار
اے دوست ہر نوبہار میں نئی بیوی بنا

کہ تقویم پاری نیاید بکار
اس لیے کہ گذشتہ سال کی جنتری کام میں نہیں آتی ہے

تہی پائے رفتن بہ از کفش تنگ
ننگے پیر چلنا تنگ جوتے سے بہتر ہے

بلائے سفر بہ کہ در خانہ جنگ
سفر کی مصیبت اٹھانا خانہ جنگی سے بہتر ہے

زناں شوخ و فرماندہ و سرکشند
عورتیں شوخ اور حکم چلانے والی اور سرکش ہیں

ولیکن شنیدم کہ در بر خوشند
لیکن میں نے سنا ہے کہ بغل میں راضی رہتی ہیں

کسے را کہ بینی گرفتارِ زن
اگر تو کسی کو بیوی میں پھنسا دیکھے

مکن سعدیا طعنہ بروے مزن
اے سعدی تو نہ کر، اس پر طعنہ زنی نہ کر

تو ہم جور بینی و بارش کشی
تو بھی اس کا ظلم سہے گا اور اس کا بوجھ اٹھائیگا

اگر یک نساں در کنارش کشی
اگر تھوڑی دیر کے لیے اس کو بغل میں دبالے گا

۱؎ یہ شعر شیخ سعدی نے بطور مذاق کہا ہے؟
۲؎ ننگے پیر ہونا یعنی بلا بیوی کے رہنا تنگ جوتے سے بدمزاج بیوی مراد ہے
۳؎ نامحرم وہ عورتیں ہیں جن سے شادی جائز ہے

۱۰

حکایت

جوانے ز ناسازگاریِ جفت
ایک نوجوان بیوی کی مخالفت سے

بر پیر مردے بنالید و گفت
ایک بوڑھے آدمی کے سامنے نالاں ہوا اور کہا

گراں باری از دستِ ایں خصم چیر
اس غالب دشمن کے ہاتھ سے ہیں بوجھ

چناں می برم کاسیا سنگ زیر
اس طرح برداشت کر رہا ہوں جیسے چکی کا نچلا پاٹ

بسختی بنہ گفتش اے خواجہ دل
اس نے اس سے کہا اے صاحب سختی پر صبر کرلے

کس از صبر کردن نگردد خجل
اس لیے کہ صبر کرنے سے کوئی شرمندہ نہیں ہوتا

بشب سنگ بالائی اے خانہ سوز
اے گھر کو پھونکنے والے رات کو تو اوپر کا پاٹ ہے

چرا سنگ زیریں نباشی بروز
تو پھر دن میں تو نچلا پاٹ کیوں نہ ہو

چو از گلبنے دیدہ باشی خوشی
جب تونے پھولوں کی شاخ سے خوشی دیکھی ہو

روا باشد ار بارِ خارش کشی
مناسب ہوگا اگر تو اس کے کانٹے کا بوجھ برداشت کرے

درختے کہ پیوستہ بارش خوری
جس درخت کا تو مسلسل پھل کھائے

تحمل کن آنگہ کہ خارش خوری
اس وقت برداشت کر جب تو اس کا کانٹا کھائے

گفتار در بیان تربیتِ اولاد
کہاوت اولاد کی تربیت کے بیان میں

پسر چوں ز دہ بر گذشتش سنین
جب لڑکے کی عمر دس سال سے زیادہ ہو جائے

ز نا محرماں گو فراتر نشیں
اس کو کہو کہ وہ نامحرموں سے دور ہو کر بیٹھے

برِ نیپہ آتش نشاید فروخت
زرنی کے پاس آگ نہ سلگانی چاہیے

چو خواہی کہ نامت بماند بجائے
اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا نام باقی رہے

کہ گر عقل و رائیش نباشد بسے
اگر اس کے پاس اچھی عقل اور رائے نہوگی

بسا روزگارا کہ سختی برد
بہت عرصہ تک سختی اٹھائے گا

خردمند و پرہیزگارش برآر
اس کو عقلمند اور پرہیزگار اٹھا

بخردی درش زجر و تعلیم کن
بچپن میں اس کو جھڑک اور سکھا

نوآموز را ذکر و تحسین و زہ
نوآموز کے لیے ذکر اور تعریف اور شاباش

بیاموز پرورده را دست رنج
پالے ہوئے کو دستکاری سکھا

مکن تکیہ بر دستگاہے کہ ہست
اس قدرت پر جو تجھے حاصل ہے بھروسہ نہ کر

بپایاں رسد کیسۂ سیم و زر
سونے اور چاندی کی تھیلی ختم ہو جاتی ہے

چہ دانی کہ گردیدنِ روزگار
تجھے کیا معلوم ہے کہ زمانہ کی گردش

چو بر پیشۂ باشدش دسترس
اگر اس کو کسی پیشہ پر قدرت حاصل ہوگی

ندانی کہ سعدی مکاں از چہ یافت
تجھے معلوم نہیں سعدی کو مرتبہ کس چیز سے ملا

بخردی بخورد از بزرگاں قفا
اُسنے بچپن میں بزرگوں کے طمانچے کھائے

ہر آں کس کہ گردن بفرماں نہد
جو شخص حکم کی اطاعت کرتا ہے

ہر آں طفل کو جورِ آموزگار
ہر وہ بچہ جو استاد کا ظلم

کہ تا چشم برہم زنی خانہ سوخت
اس لیے کہ جب تک تو پلک جھپکائے گا گھر جل جائے گا

پسر را خردمندی آموز و رائے
لڑکے کو عقلمندی اور رائے سکھا

بمیری و از تو نماند کسے
تو مر جائے گا اور تیرے بعد کوئی اہل نہ رہے گا

پسر چوں پدر نازکش پرورد
لڑکا جب کہ باپ اس کو نازوں سے پالے گا

گرش دوستداری بنازش مدار
اگر تجھے اس سے محبت ہے اس کو ناز میں نہ رکھ!

بہ نیک و بدش وعدہ و بیم کن
اچھے اور برے کا وعدہ اور خوف دلا

ز توبیخ و تہدید استاد بہ
استاد کی سرزنش اور دھمکی سے زیادہ مفید ہے

وگر دست داری چو قاروں بگنج
اگرچہ تو قارون کی طرح خزانہ پر قابو رکھتا ہو

کہ باشد کہ نعمت نماند بدست
اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ دولت ہاتھ میں نہ رہے

نگردد تہی کیسۂ پیشہ ور
پیشہ ور کی تھیلی خالی نہیں ہوتی

بغربت بگرداندش در دیار
اس کو سفر میں گھمائے پھرے ملکوں میں

کجا دستِ حاجت برد پیش کس
پھر وہ ضرورت کا ہاتھ کسی کے سامنے کب لے جائیگا

نہ ہاموں نوشت و نہ دریا شگافت
نہ جنگل طے کیے نہ دریا پھاڑا

خدا دادش اندر بزرگی صفا
خدا نے اس کو بزرگی میں صفائی عنایت فرمائی

بسے بر نیاید کہ فرماں دہد
زیادہ وقت نہیں گزرتا کہ حکم چلانیوالا بن جاتا ہے

نہ بیند جفا بیند از روزگار
نہیں سہتا ہے زمانہ کا ظلم سہتا ہے

۱۔ جوان لڑکے اور لڑکی کی مثال روئی اور آگ کی سی ہے۔
۲۔ باسلیقہ اولاد سے تیرا نام روشن ہوگا
۳۔ ناز پروردہ کو دنیا میں بہت دھکے کھانے پڑتے ہیں۔
۴۔ یعنی اگر وہ اچھا کام کرے تو اچھا وعدہ کر، اگر وہ برا کرے تو دھمکا دے۔
۵۔ چھوٹے بچے کو پیار و محبت سے تعلیم دینی چاہیے
۶۔ اولاد کو ہنرمند بنا دینا چاہیے خواہ انسان قارون ہو۔
۷۔ یعنی نہ خشکی کا سفر کیا نہ دریا کا۔
۸۔ اطاعت سے سرداری ملتی ہے۔

۱۰

پسر رانکو دار و راحت رساں
لڑکے کو عمدہ طریقے پر رکھ اور آرام پہنچا
که چشمش نماند بدست کساں
تاکہ دوسروں کے ہاتھ کی طرف اس کی نگاہ نہ اٹھے

ہر آں کس کہ فرزند را غم نخورد
جس شخص نے اولاد کا غم نہ کھایا
دگر کس غمش خورد و آوارہ کرد
دوسرے نے اس کا غم اٹھایا اور اس کو آوارہ کر دیا

نگہدار از آمیزگار بدش
بد کے میل جول سے اس کی نگرانی کر
کہ بدبخت و بے رہ کند چوں خودش
ورنہ وہ اس کو اپنی طرح بدبخت اور بے راہ کر دیگا

بسیہ نامہ ترزاں مخنث مخواہ
اس ہیجڑے سے زیادہ سیاہ اعمال نامہ والا کسی کو نہ تلاش کر
کہ پیش از خطش روے گردد سیاہ
جس کا خط آنے سے پہلے منہ کالا ہو جائے

ازاں بے حمیت بباید گریخت
اس بے غیرت سے بھاگنا چاہیے
کہ نامردیش آب مرداں بریخت
جس کی نامردی نے مردوں کی آبرو بہائی

پسر کو میان قلندر نشست
وہ لڑکا جو قلندروں میں بیٹھا
پدر گو ز خیرش فروشوئے دست
باپ سے کہہ دو اس کی بھلائی سے ہاتھ دھولے

دریغش مخور بر ہلاک و تلف
اس کے ہلاک اور برباد ہونے پر افسوس نہ کر
کہ پیش از پدر مردہ بہ ناخلف
(۳) لئے کہ ناخلف کا باپ سے پہلے مرجانا بہتر ہے

۱؎ اگر تم اولاد کی ضروریات پوری نہ کروگے تو وہ آوارہ ہو جائے گی۔
۲؎ دنیا میں سب سے زیادہ سیاہ اعمال آتا اس کا ہے جو بچپن میں مردوں سے آوارگی کرائے
۶۰
۳؎ دوسرے معنی یہ بھی ہیں کہ اس نے مردوں کا نطفہ ضائع کیا۔
۴؎ آوارہ اولاد کا باپ کی زندگی میں مرجانا بہتر ہے

حکایت

شبے دعوتے بود در کوئے من
میری گلی میں ایک رات دعوت تھی
ز ہر جنس مردم درو انجمن
اس محفل میں ہر قسم کے آدمی تھے

چو آواز مطرب در آمد ز کوئے
جب کوچے سے گویّے کی آواز آئی
بگردوں شد آوازۂ ہای و ہوئے
ہائے و ہو کی آوازیں آسمان پر پہنچیں

پری پیکرے بود محبوب من
ایک میرا معشوق پری جیسے جسم والا تھا
بدو گفتم اے لعبت خوب من
میں نے اس سے کہا اے میرے خوبصورت کھلونے

چرا با جوانان نیائی بجمع
جوانوں کے ساتھ تو مجمع میں کیوں نہیں آتا
کہ روشن کنی مجلس ما چو شمع
تاکہ شمع کی طرح ہماری مجلس کو روشن کر دے

شنیدم سہی قامت سیم تن
میں نے سنا کہ سیدھے قد والا چاندی کے جسم والا
کہ می رفت و می گفت با خویشتن
چلا جا رہا تھا اور اپنے آپ سے کہہ رہا تھا

محاسن چو مرداں ندارم بدست
مردوں کی سی خوبیاں میرے پاس نہیں ہیں
نہ مردی بود پیش مرداں نشست
تو مردوں کے سامنے بیٹھنا انسانیت نہیں ہے

گفتار در احتراز از صحبت امرداں
کہاوت نوخیز لڑکوں کی صحبت سے بچاؤ کے بیان میں

خرابت کند شاہد خانہ کن
گھر برباد کرنے والا معشوق تجھے خراب کر دیگا
برو خانہ آباد گرداں بزن
جا بیوی سے گھر آباد کر!

نشاید هوس باختن با گلی
هوس بازی ایسے پھول سے مناسب نہیں ہے
که هر بامدادش بود بلبلی
جس کے لیے ہر صبح ایک نئی بلبل ہو

چو خود را بہر مجلسے شمع کرد
جب اس نے اپنے آپ کو ہر محفل کی شمع بنایا
تو دیگر چو پروانه گردش مگرد
پھر تو پروانہ کی طرح اس کا چکر نہ کاٹ

زنِ خوب خوش خوئے آراسته
خوبصورت، خوش مزاج، بنی سنوری بیوی
چه ماند بنادانِ نوخاسته
نوعمر نادان سے کیا مشابہت رکھتی ہے

در او دم چو غنچه دمے از وفا
غنچہ کی طرح اس کی وفا کا دم بھر
که از خنده افتد چو گل در قفا
خوشی سے وہ پھول بنکر تیرے پیچھے لگے گی

نه چون کودکِ پیچ بر پیچ شنگ
وہ لڑکے کی طرح پیچ در پیچ اور شوخ نہیں ہے
که چون مقل نتوان شکستن بسنگ
کہ جس کو گوگل کی طرح پتھر سے بھی نہ توڑا جا سکے

مبینش دلفریبش چو حورِ بہشت
اس کو بہشت کی حور کی طرح دل لبھانے والا نہ سمجھ
کزاں روئے دیگر چو غولست زشت
اس لئے کہ وہ دوسری طرف سے بھوت کی طرح برا ہے

گرش پائے بوسی ندارد ت پاس
اگر تو اس کے پیر بھی چومے گا وہ تیرا لحاظ نہ کرے گا
ورش خاک باشی نداند سپاس
اگر تو اس کی خاک بھی بن جائے گا شکر گزار نہ ہوگا

سر از مغز و دست از درم کن تہی
بھیجے سے سر روپیہ پیسے سے ہاتھ خالی کرلے
چو خاطر بفرزندِ مردم نہی
اگر انسان کے بچے پر دل دے گا

مکن بد بفرزندِ مردم نگاه
لوگوں کی اولاد پر بد نگاہ نہ ڈال
که فرزندِ خویشت برآید تباه
ورنہ تیری اولاد تباہ ہو جائے گی

حکایت

درین شهر بارے بسمعم رسید
اس شہر میں ایک بار میرے کان میں یہ بات پہنچی
که بازارگانے غلامے خرید
ایک تاجر نے ایک غلام خریدا

شبانگه مگر دست بردش بشیب
رات کے وقت شاید اس نے اس کے نچلے حصہ پر ہاتھ ڈال دیا
که سیمین زنخ بود و خاطر فریب
اس لیے کہ وہ چاندی جیسے رخسار والا اور دلفریب تھا

پری چہره هر چه اوفتادش بدست
پری جیسے چہرے والے کے ہاتھ میں جو کچھ آیا
بکیں در سر و مغزِ نادان شکست
کینہ سے نادان کے سر اور بھیجے پر توڑ ڈالا

گوا کرد بر خود خدا و رسول
اس نے اپنے اوپر خدا اور رسول کو گواہ بنایا
که دیگر نگردم بگردِ فضول
کہ پھر میں فضول بات کا چکر نہ کاٹوں گا

رحیل آمدش ہم در آں ہفته پیش
اس کو اسی ہفتہ سفر پیش آگیا
دل افگار و سر بسته و روئے ریش
دل زخمی اور سر بندھا ہوا اور چہرہ زخمی

چو بیروں شد از کازروں یک دو میل
جب کازروں سے ایک دو میل آگے نکلا
به پیش آمدش سنگلاخے ہیل
ایک پتھریلی خوفناک زمین اس کے سامنے آگئی

۱ یعنی وہ امرد جس کا ہر روز ایک نیا عاشق پیدا ہو جائے۔
۲ غنچہ باد سحری کے چلنے سے کھل جاتا ہے
۳ دیکھنے میں حور معلوم ہوتا ہے لیکن عادت کے اعتبار سے بھوت ہے۔
۱۰
۴ امرد پرستی انسان کو دیوانہ اور مفلس بنا دیتی ہے۔
۵ بدفعلی کے ارادے سے۔
۶ بدفعلی کا ارادہ نہ کروں گا۔
۷ چونکہ لڑکے نے مارا تھا
۸ فارس کا مشہور شہر ہے۔

بپرسید کیں قلّہ را نام چیست
اس نے معلوم کیا کہ اس پہاڑی[1] کا کیا نام ہے

کہ بسیار بلند عجب ہر کہ زیست
اس لئے کہ جو زندہ رہتا ہے وہ بہت عجائب دیکھتا ہے

چنیں گفتش از کارواں ہمدمے
قافلہ سے ایک ساتھی نے اس سے یہ کہا

مگر تنگ ترکاں ندانی ہمے
شاید تو "تنگ ترکاں"[2] کو نہیں جانتا ہے

سیہ را یکے بانگ برداشت سخت
اس نے غلام کو سختی سے پکارا

کہ دیگر چہ رانی ببینداز رخت
کہ آگے کیوں ہانکتا ہے، سامان ڈال دے

نہ عقلست و نہ معرفت یک جوم
مجھ میں ایک جو برابر بھی عقل اور پہچان نہیں ہے

اگر من دگر تنگ ترکاں روم
اگر میں پھر ترکوں کی "تنگا" میں گھسوں۔

درِ شہوت نفس کافر بہ بند
کافر نفس کی شہوت کا دروازہ بند کر دے

وگر عاشقی لت خور و سر بہ بند
اگر تو عاشق ہے تو لاتیں کھا اور سر کو پٹی لپیٹ

چو مر بندۂ را ہمی پروری
جب تو کسی نوکر کی پرورش کرے

بہیبت برآرش کزو برخوری
اس کو رعب میں رکھ تاکہ اس سے فائدہ اٹھائے

وگر سیدش لب بدنداں گزد
اور اگر اس کا آقا اس کے ہونٹ دانتوں سے دبائے گا[3]

دماغِ خداوندگاری پزد
وہ آقائی کا خیال پکائے گا

غلام آبکش باید و خشت زن
نوکر پانی کھینچنے والا اور اینٹیں پاتھنے والا چاہیے

بود بندۂ نازنیں مشت زن
نازنین نوکر گھونسے باز ہوتا ہے

نیم ہر جا کہ بینی خطِ دل فریب
یہ مناسب نہیں کہ جہاں کہیں بھی دل فریب خط[4] دیکھے

توانی طمع کردنش در کتیب
اس کو کتاب میں کر لینے کا لالچ کرے

حکایت

گروہے نشیند با خوش پسر
بہت سے لوگ خوبصورت لڑکے کے ساتھ بیٹھتے ہیں

کہ ما پاکبازیم و صاحب نظر
کہ ہم تو پاکباز اور دیکھا بھالی کے ہیں

ز من پرس فرسودۂ روزگار
مجھ زمانہ کے گھسے ہوئے سے پوچھ

کہ بر سفرہ حسرت خورد روزہ دار
کہ روزہ دار دستر خوان پر بیٹھ کر حسرت کھاتا ہے

ازاں تخم خرما خورد گوسپند
بکری اسی وجہ سے چھوارے کی گٹھلی کھاتی ہے

کہ قفلست بر تنگِ خرما و بند
کہ چھوارے کے بورے پر بند لا ڈالتا ہے

بزِ گاوِ عصار ازاں در گہ است
تیلی کے بیل کا سر اسی وجہ سے گھاس میں ہے

کہ از کنجدش ریسماں کوتہ است
کہ تلوں تک پہنچنے سے اس کی رسی تنگ ہے

حکایت

یکے صورتے دید صاحب جمال
ایک شخص نے ایک حسین صورت دیکھی۔

بگردیدش از شورش عشق حال
عشق کے پاگل پن سے اس کی حالت دگرگوں ہو گئی

---

[1] اس پہاڑی کا نام ہے

[2] ترک امرد لڑکے کو بھی کہتے ہیں اور تنگ سے مراد اس کی شرم گاہ ہے،

[3] یعنی اگر غلام سے عشق بازی شروع کر دی تو وہ آقا بن جائے گا۔

[4] خط سے مراد معشوق کے رخسار کا خط ہے اور "در کتاب کردن" کسی چیز پر قبضہ کرنا

[5] یعنی یہ کہتے ہیں

[6] غرضیکہ انسان کو ایسے مواقع سے گریز چاہیے ورنہ برائی میں مبتلا ہو جائے گا۔

براند اخت بیچارہ چنداں عرق
بے چارے نے اس قدر پسینہ ٹپکایا

کہ شبنم بر آرد ی بہشتی ورق
جتنا جیٹھ کے مہینہ میں پتہ پر شبنم

گذر کرد بقراط بروے سوار
بقراط سوار ہوکر اس کے پاس سے گذرا

بپرسید کیں را چہ افتاد کار
اس نے پوچھا کہ اس کو کیا ہوا ہے

کسے گفتش ایں عابد پارساست
کسی نے اس سے کہا کہ یہ ایک نیک عبادت گذار ہے

کہ ہرگز خطائے ز دستش نخاست
جس کے ہاتھ سے کبھی کوئی غلطی نہیں ہوئی ہے

رود روز و شب در بیابان و کوہ
رات اور دن کو جنگل اور پہاڑ میں چلا جاتا ہے

ز صحبت گریزاں ز مردم ستوہ
صحبت سے گریز کرنے والا ہے اور انسانوں سے عاجز ہے

بر دست خاطر فریبے دلش
ایک دل لبھانے والا اس کا دل لے گیا ہے

فرو رفتہ پائے نظر در گلش
نگاہ کا قدم اس کی مٹی میں دھنس گیا ہے

چو آید ز خلقش ملامت بگوش
جب لوگوں کی ملامت اس کے کان میں آتی ہے

بگرید کہ چند از ملامت خموش
روتا ہے کہ ملامت کب تک! خاموش رہو

بگوی ار بنالم کہ معذور نیست
اگر میں روؤں تو تم یہ کہو کہ معذور نہیں ہے

کہ فریادم از علتے دور نیست
کیونکہ میرا چیخنا سبب سے دور نہیں ہے

نہ ایں نقش دل می رباید ز دست
یہ صورت دل کو ہاتھ سے نہیں اچک سکتی ہے

دل آں می رباید کہ ایں نقش بست
دل کو وہ اچک سکتا ہے جس نے یہ صورت بنائی ہے

شنید ایں سخن مرد کار آزمائے
کار آزمودہ شخص نے یہ بات سنی

کہن سال پروردہ و پختہ رائے
جو کہ پرانی عمر کا اور پختہ رائے تھا

بگفت ار چہ صیت نکوئی رود
اس نے کہا اگرچہ نیکی کی شہرت پھیلتی ہے

نہ با ہر کسے ہر چہ گوئی رود
لیکن ہر شخص کے سامنے ہر بات نہیں چلتی ہے

نگارندہ را خود ہمیں نقش بود
نقش و نگار کرنے والے کا صرف یہی ایک نقش تھا

کہ شوریدہ را دل بیغما ربود
جو دیوانہ کے دل کو لوٹ لے گیا

چرا طفل یک روزہ ہوشش نبرد
ایک دن کا بچہ اس کا ہوش کیوں لے گیا

کہ در صنع دیدن چہ بالغ چہ خرد
اس لیے کہ کاریگری دیکھنے میں بالغ اور بچہ برابر ہے

محقق ہماں بیند اندر ابل
محقق شخص اونٹ میں بھی وہی بات دیکھتا ہے

کہ در خوب رویان چین و چگل
جو چین اور چگل کے حسینوں میں

نقابیست ہر سطر من زیں کتیب
میری اس کتاب کی ہر سطر ایک نقاب ہے

فروہشتہ بر عارض دلفریب
جو دل فریب رخسارہ پر پڑا ہوا ہے

معانیست در زیر حرف سیاہ
کالے حرفوں کے نیچے ایسے معانی ہیں

چو در پردہ معشوق و در میغ ماہ
جیسے پردہ میں معشوق اور بدلی میں چاند

در اوقات سعدی نگنجد ملال
سعدی کے اوقات میں ملال کی گنجائش نہیں ہے

کہ دارد پس پردہ چندیں جمال
کیونکہ پردہ کے پیچھے بہت سی خوبیاں رکھتا ہے

۱؎ مشہور حکیم ہے۔
۲؎ بلکہ میرے رونے چلانے کا صحیح سبب ہے
۳؎ یعنی میں دراصل اس خوبصورت پر عاشق نہیں ہوں بلکہ اس کے بنانے والے یعنی خدا پر عاشق ہوں
۴؎ یعنی بقراط
۵؎ اگر خدا کی کاریگری پر عشق ابھرا ہے تو بچے میں کاریگری زیادہ نمایاں ہے۔
۶؎ یہاں سے شیخ سعدی کا اپنا مقولہ شروع ہوا ہے۔

مرا کیں سخنہاست مجلس فروز
جبکہ مجلس کو رونق بخشنے والی میری یہ باتیں ہیں
چو آتش درو روشنائی و سوز
جن میں آگ کی طرح روشنی اور جلن ہے

نرنجم ز خصماں اگر بر طپند
اگر دشمن تڑپیں تو میں رنجیدہ نہیں ہوتا ہوں
کزیں آتش پارسی در تپند
کہ وہ اس پارسی آگ سے بخار میں مبتلا ہیں

گفتار در عدم التفات بر قول اہل دنیا

کہاوت دنیاداروں کی بات کی طرف توجہ نہ کرنے کے بیان میں

اگر در جہاں از جہاں رستہ ایست
اگر دنیا میں کوئی شخص دنیا والوں سے بچا ہوا ہے
در از خلق بر خویشتن بستہ ایست
تو وہی ہے جو اپنا دروازہ لوگوں پر بند کیے ہوئے ہے

کس از دست جور زبانہا نرست
زبانوں کے ظلم سے کوئی شخص نہیں چھوٹا
اگر خود نمایست اگر حق پرست
خواہ ریاکار ہے خواہ حق پرست ہے

اگر بر پری چوں ملک ز آسماں
اگر تو فرشتہ کی طرح آسمان سے اڑے
بدامن در آویزدت بدگماں
بدگمان تیرے دامن میں لٹکے گا

بکوشش تواں دجلہ را پیش بست
کوشش سے دجلہ پر پشتہ باندھا جاسکتا ہے
نشاید زبان بداندیش بست
بداندیش کی زبان بندی نہیں کی جاسکتی

فراہم نشینند تر دامناں
گنہگار جمع ہوکر بیٹھتے ہیں (اور کہتے ہیں)
کہ ایں زہد خشک است و آں دام ناں
کہ یہ تو خشک پرہیزگاری ہے اور وہ روٹی کا جال ہے

تو روی از پرستیدن حق مپیچ
تو حق کی پرستش سے منہ نہ موڑ
بہل تا نگیرند خلقت بہیچ
چھوڑ یہاں تک کہ وہ تجھے کسی چیز کے قابل نہ سمجھیں

چو راضی شد از بندہ یزدان پاک
جب خدائے پاک بندہ سے راضی ہوگیا
گر اینہا نگردند راضی چہ باک
اگر یہ راضی نہ ہوئے تو کیا پرواہ ہے

بداندیش خلق از حق آگاہ نیست
مخلوق کا بدخواہ خدا سے واقف نہیں ہے
ز غوغائے خلقش بحق راہ نیست
مخلوق کے شور و غل سے ہٹ کر خدا کی طرف اس کا راستہ نہیں ہے

ازاں رہ بجائے نیاوردہ اند
اسی سبب سے وہ کسی مقام تک نہیں پہنچے
کہ اول قدم پے غلط کردہ اند
کیونکہ انھوں نے پہلے ہی قدم پر راستہ غلط کردیا

دو کس بر حدیثے گمارند گوش
دو آدمی کسی بات پر کان دھرتے ہیں
ازیں تا بداں ز اہرمن تا سروش
اس سے اس تک اتنا فاصلہ ہے جیسے اہرمن سے فرشتہ تک

یکے پند گیرد دگر ناپسند
ایک نصیحت حاصل کرتا ہے دوسرا ناپسند کرتا ہے
نپرداز د از حرف گیری بہ پند
نکتہ چینی کو چھوڑ کر نصیحت قبول نہیں کرتا ہے

فرو ماندہ در کنج تاریک جائے
تاریک گوشہ میں عاجز
چہ دریابد از جام گیتی نمائے
جہان نما جام سے کیا حاصل کرسکتا ہے

مپندار اگر شیر اگر روبہی
خواہ تو شیر ہے خواہ لومڑی یہ نہ سمجھ!
کز ایناں بمردی و حیلت رہی
کہ تو ان سے شرافت اور حیلہ کے ذریعہ چھٹکارا حاصل کرلیگا

۱؎ یعنی بزرگوں پر ان لفظوں سے تنقید ہیں کرتے ہیں۔
۲؎ راہ سلوک کی ابتدا یہ ہے کہ انسانوں کی ایذا رسانی سے بچے۔
۳؎ یعنی ان دونوں سننے والوں میں اس قدر فرق ہے جیسا کہ شیطان اور فرشتے میں۔
۴؎ یعنی بات سن کر
۵؎ یعنی نصیحت نہ سننے والا
جام گیتی نما جام جمشید کو کہا جاتا ہے جس کے ذریعہ وہ ہفت اقلیم کی معلومات کرلیتا تھا۔ یہاں مراد قلب انسانی ہے۔

۱۰

اگر کنج خلوت گزیند کسے
اگر کوئی شخص تنہائی کا گوشہ اختیار کرلے

مذمت کنندش کہ زرقست و ریو
تو اس کی برائی کریں گے کہ مکر اور فریب ہے

وگر خندہ روئیست و آمیزگار
اور اگر ہنس مکھ ہے اور گھل ملنے والا ہے

غنی را بغیبت بکاوند پوست
بدگوئی کرکے مال دار کی کھال ادھیڑ دیں گے

وگر مرد درویش در سختی است
اور اگر کوئی فقیر مصیبت میں ہے

وگر کامرانے در آید ز پائے
اور اگر کوئی بامراد مرتبہ سے گر جائے

کہ تا چند ازیں جاہ گردن کشی
کہ اس مرتبہ کی وجہ سے تو کب تک تکبر کرتا

وگر تنگ دستے تنک مایہ
اور اگر کسی تنگ دست، کم سرمایہ والے کا

بخایندش از کینہ دنداں بزہر
کینہ کی وجہ سے زہر کے بجھے دانت پیسیں گے

چو بینند کارے بدستت درست
اگر تیرے ہاتھوں کوئی کام سیدھا دیکھیں گے

وگر دست ہمت بداری زکار
اگر تو کسی کام سے ہمت کا ہاتھ اٹھا لے

وگر ناطقی طبل پُر یاوہ
اگر تو بولنے والا ہے تو بکواس بھرا ڈھول ہے

تحمل کناں را نخوانند مرد
برداشت کرنے والوں کو مرد نہ کہیں گے

وگر در سرش ہول مردانگیست
اور اگر اس کے سر میں بہادری کی دہشت ہے

تعنت کنندش گر اندک خوراست
اگر کم خوراک ہے اس پر افسوس کریں گے

وگر نغز و پاکیزہ باشد خورش
اور اگر اس کی خوراک اچھی اور پاکیزہ ہو

کہ پروائے صحبت ندارد بسے
اس لیے کہ میل جول کی زیادہ پروا نہیں کرتا ہے

ز مردم چناں میگریزد کہ دیو
لوگوں سے بھوت کی طرح بھاگتا ہے

عفیفش ندانند و پرہیزگار
تو اس کو پاک دامن اور پرہیزگار نہ سمجھیں گے

کہ فرعوں اگر ہست در عالم اوست
کہ دنیا میں اگر فرعون ہے تو وہی ہے

بگویند از ادبار و بدبختی است
تو کہیں گے ادبار اور بدبختی کی وجہ سے ہے

غنیمت شمارند و فضل خدائے
اس کو غنیمت اور خدا کا فضل شمار کریں گے

خوشی را بود در قفا ناخوشی
خوشی کے پیچھے ناخوشی ہوتی ہے

ق سعادت بلندش کند پایہ
نیک بختی مرتبہ بڑھادے

کہ دوں پرور است ایں فرومایہ دہر
کہ یہ کمینہ زمانہ، کمینہ پرور ہے

حریصت شمارند و دنیا پرست
تجھے لالچی اور دنیا پرست شمار کریں گے

گدا پیشہ خوانندت و پختہ خوار
تجھے گداگر اور پکی پکائی کھانے والا کہیں گے

وگر خامشی نقش گرماوہ[1]
اگر تو چپ ہے حمام کی تصویر ہے

کہ بے چارہ از بیم سر برنکرد
کہ بے چارے[2] نے خوف سے سر نہ اٹھایا

گریزند ازو کیں چہ دیوانگیست
اس سے بھاگیں گے کہ یہ کیا دیوانگی ہے

کہ مالش مگر روزیے دیگر است
کہ اس[3] کا مال تو شاید دوسرے کی روزی ہے

شکم بندہ خوانند و تن پرورش
تو اس کو پیٹ کا غلام اور تن پرور کہیں گے

[1] حماموں میں تصویریں بنانے کا رواج تھا۔
[2] بردباری کو کمزوری پر محمول کریں گے۔
[3] یعنی یہ کہیں گے کہ کھانا اس کے مقدر میں نہیں ہے اس کا مال دوسروں کے ہی کام آئے گا۔

وگر بے تکلف زید مالدار
اور اگر کوئی مالدار سادہ زندگی گذارے

ق که زینت بر اہل تمیز ست عار
اس لیے کہ تمیزداروں کے لیے بناؤ سنگھار عیب ہے

زباں در نہندش بایذا چو تیغ
اس کی ایذا رسانی میں تلوار کی طرح زبان کھولیں گے

که بدبخت زر دارد از خود دریغ
کہ بدبخت اپنے اوپر مال خرچ کرنے سے رکتا ہے

وگر کاخ و ایواں منقش کند
اور اگر قلعہ اور محل منقش کرے

ق تنِ خویش را کسوتِ خوش کند
اپنے لیے اچھا لباس اختیار کرے

بجاں آید از طعنہ بر وے زناں
اپنے اوپر طعنہ زنوں سے عاجز آجائے گا

که خود را بیاراست ہمچوں زناں
کہ اپنے آپ کو عورتوں کی طرح بنایا سنوارا ہے

وگر پارسائے سیاحت نہ کرد
اور اگر کسی نیک آدمی نے سفر نہ کیا ہو

سفر کردگانش نخوانند مرد
تو سفر کرنے والے اس کو مرد نہ سمجھیں گے

که نارفتہ بیروں ز آغوشِ زن
کہ جو بیوی کی گود سے باہر نہ نکلا ہو

کدامش ہنر باشد و رای و فن
اس کو کیا ہنر اور رائے اور فن حاصل ہوسکتا ہے

جہاندیدہ را ہم بدرند پوست
جہاندیدہ کی بھی چمڑی ادھیڑ دیں گے

که سرگشتہ بختِ برگشتہ اوست
کہ سر پھرا، بدبخت وہی ہے

گرش حظ ز اقبال بودے و بہر
اگر اقبال مندی میں اس کا نصیبہ اور حصہ ہوتا

زمانہ نراندے ز شہرش بشہر
زمانہ اس کو شہر بہ شہر نہ لیے پھرتا

عزب را نکوہش کند خردہ بیں
عیب جو بے شادی شدہ کی برائی کرتا ہے

که می رنجد از خفت و خیزش زمیں
کہ اس کے سونے اور جاگنے سے زمین رنجیدہ ہوتی ہے

وگر زن کند گوید از دستِ دل
اور اگر وہ شادی کرلے تو کہے کہ دل کے ہاتھوں

بگردن در افتاد چوں خر بہ گل
گردن کے بل گرا ہے جیسا کہ کیچڑ میں گدھا

نہ از جورِ مردم رہد زشت روے
نہ بدصورت انسانوں کے ظلم سے رہائی پاتا ہے

نہ شاہد ز نامردمِ زشت گوئے
نہ معشوق، برا کہنے والے نالائقوں سے

حکایت

غلامے بمصر اندرم بندہ بود
مصر میں ایک لڑکا میرے پاس نوکر تھا

که چشم از حیا در بر افگندہ بود
جو شرم کی وجہ سے آنکھیں نیچی کیے رکھتا تھا

کسے گفت ہیچ ایں پسر عقل و ہوش
کسی نے کہا یہ لڑکا کچھ عقل اور ہوش

ندارد بمالش بتعلیم گوش
نہیں رکھتا سکھانے کے لیے اس کے کان اینٹھ

شبے بر زدم بانگ بر وے درشت
ایک رات کو میں اس پر سختی سے چیخ پڑا

ہمو گفت مسکین بجورش بکشت
وہی بولا مسکین کو اس نے ظلم سے مار ڈالا

گرت بر کند خشم روزے ز جائے
اگر تجھے غصہ کسی دن جگہ سے برانگیختہ کرے

سراسیمہ خوانند و خیرہ رائے
تو تجھے دیوانہ اور بدعقل کہیں گے

۱ یعنی کہیں گے کہ بدبختی سے مارا مارا پھرتا ہے
۲ عوام میں مشہور ہے کہ جو شخص شادی نہیں کرتا ہے اس کا وجود زمین کو گراں گزرتا ہے
۳ جو کان اینٹھنے کو کہہ رہا تھا۔

وگر بُردباری کنی از کسے
اور اگر تو کسی سے بردباری کرے گا

بگویند غیرت ندارد بسے
تو تجھے کہیں گے کہ غیرت نہیں رکھتا ہے

سخی را باندرز گویند بس
سخی کو نصیحت میں کہیں گے بس

کہ فردا دو دستت بود پیش و پس
درنہ کل کو تیرے دونوں ہاتھ آگے اور پیچھے ہوں گے

وگر قانع و خویشتن دار گشت
اور اگر تھوڑے پر صبر کرنیوالا اور خوددار ہو گیا

بہ تشنیع خلقے گرفتار گشت
مخلوق کے لعن طعن میں گرفتار ہوا

کہ ہمچوں پدر خواہد ایں سفلہ مرد
کہ باپ کی طرح یہ کمینہ بھی مر جائے گا

کہ دنیا رہا کرد و حسرت برُد
جو دنیا کو چھوڑ گیا اور حسرت لے گیا

کہ یارد بکنج سلامت نشست
سلامتی کے گوشہ میں کون بیٹھ سکتا ہے

کہ پیغمبر از خبث دشمن نرست
کہ پیغمبر بھی دشمن کی خباثت سے نہ بچے

خدا را کہ مانند و انباز و جفت
جو خدا مثال اور شریک اور جوڑا

ندارد شنیدی کہ ترسا چہ گفت
نہیں رکھتا، تو نے سنا ہے نصاریٰ نے کیا کہا

رہائی نیابد کس از دستِ کس
کوئی کسی کے ہاتھ سے نہیں چھوٹتا ہے

گرفتار را چارہ صبر است و بس
قیدی کے لیے تدبیر صرف صبر ہے

حکایت

جوانے ہنرمندِ فرزانہ بود
ایک جوان ہنرمند اور عقلمند تھا

کہ در وعظ چالاک و مردانہ بود
وعظ کہنے میں ہوشیار اور بہادر تھا

نکو نام و صاحبدل و حق پرست
نیک نام اور صاحبدل اور حق پرست

خطِ عارضش خوشتر از خطِ دست
اُس کے رخسار کا خط ہاتھ کے خط سے زیادہ خوبصورت تھا

قوی در بلاغات و در نحو چست
بلاغتوں میں قوی اور نحو میں تیز

ولے حرف ابجد نگفتے درست
لیکن ابجد کے حروف صاف نہ کہہ سکتا تھا

یکے را بگفتم ز صاحبدلاں
میں نے صاحبدلوں میں سے ایک سے کہا

کہ دندانِ پیشیں ندارد فلاں
کہ فلانہ شخص اگلے دانت نہیں رکھتا ہے

برآمد ز سودائے من سُرخ روے
میرے پاگل پن سے اس کا چہرہ لال ہو گیا

کزیں جنس بیہودہ دیگر مگوئے
کہ اس قسم کی بیہودہ بات پھر نہ کہنا

تو در وے ہماں عیب دیدی کہ ہست
تو نے اس میں وہی عیب دیکھا جو ہے

ز چنداں ہنر چشمِ عقلت ببست
تو نے اتنے ہنروں سے عقل کی آنکھ بند کر لی

یقیں بشنو از من کہ روزِ یقیں
یقیناً مجھ سے سن لے کہ یقین کے دن

نہ بینند بدی مردمِ نیک بیں
نیک بیں انسان بدی نہ دیکھے گا

یکے را کہ علم است و تدبیر و رائے
جس شخص کے پاس علم اور تدبیر اور رائے ہے

ق

گرش پائے عصمت بلغزد ز جائے
اگر اس کی عصمت کا پیر جگہ سے اکھڑ جائے۔

ا؎ یعنی زیادہ سخاوت نہ کر، ورنہ مفلس ہو کر ستر پوشی کے لیے کپڑا بھی نہ رہے گا۔
۲؎ اس طور پر لعن طعن کریں گے۔
۳؎ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہہ کر مثال اور شریک ٹھہرایا۔
۴؎ ہر انسان طعنہ زنوں کا قیدی ہے اس کو صبر سے کام لینا چاہیے۔
۵؎ بیباکی سے وعظ کہتا تھا۔

۱۰

۶؎ خوبصورت بھی تھا اور خوشنویس بھی۔
۷؎ زبان سے حروف کی ادائیگی اچھی نہ ہوتی تھی زبان میں تتلاہٹ تھی۔
۸؎ اسی وجہ سے حروف مخارج سے ادا نہیں ہوتے ہیں۔
۹؎ قیامت کے دن

بیک خردہ مپسند بروے جفا
ایک غلطی سے اس پر ظلم پسند نہ کر

بود خار و گل باہم اے ہوشمند
اے ہوشمند کانٹا اور پھول ملے جلے ہوتے ہیں

کرا زشت خوئی بود در سرشت
جس کی طبیعت میں بدعادت ہو

صفائی بدست آور اے بے تمیز[1]
اے بے تمیز صفائی حاصل کر

طریقے طلب کز عقوبت رہی
ایسا راستہ طلب کر کہ عذاب سے چھوٹے

منہ عیب خلق اے فرومایہ پیش[2]
اے کمینے! مخلوق کے عیب پیش نظر نہ رکھ!

چرا دامن آلودہ را حد زنم
خطاکار کو میں کیسے سزا دوں

نشاید کہ بر کس درشتی کنی
مناسب نہیں ہے کہ تو کسی پر سختی کرے

چو بد ناپسند آیدت خود مکن
اگر برائی تجھے ناپسند ہے خود نہ کر

من ار حق شناسم وگر خود نمائے
خواہ میں حق شناس ہوں یا ریاکار

چو ظاہر بعفت بیار استم
جب میں نے ظاہر کو پاکدامنی سے آراستہ کر لیا ہے

تو خاموش اگر من بہ ام یا بدم
خواہ میں اچھا ہوں یا برا، تو چپ رہ

اگر سیرتم خوب وگر منکر است
خواہ میری سیرت اچھی ہے یا بری ہے

نہ چشم از تو دارم بہ نیکی ثواب
میں نیکی کر کے تجھ سے بدلے کی توقع نہیں رکھتا ہوں

نکو کاری از مردم نیک رائے
نیک رائے انسانوں کی نیکی

تو نیز اے عجب ہر کرا یک ہنر
تو بھی اے نرالے جس کسی کا ایک ہنر

بزرگاں چہ گفتند خذ ما صفا
بزرگوں نے کیا کہا ہے، جو صاف ہو وہ لے

چہ در بند خاری تو گلدستہ بند
تو کانٹے کی فکر میں کیوں لگا ہے گلدستہ بنالے

نہ بیند ز طاؤس جز پائے زشت
وہ مور میں سوائے برے پیروں کے کچھ نہ دیکھیگا

کہ ننماید آئینۂ تیرہ بیند
اس لیے کہ اندھا آئینہ کچھ نہیں دکھاتا

نہ حرفے کہ انگشت بروے نہی
نہ کہ ایسا حرف جس پر انگلی دھرے

کہ چشمت فرو دوزد از عیب خویش
ورنہ وہ اپنے عیب سے تیری آنکھیں سی دے گا

چو در خود شناسم کہ تر دامنم[3]
جب میں اپنے آپ کو جانتا ہوں کہ خطاکار ہوں!

چو خود را بتاویل پشتی کنی
جبکہ تاویل کر کے تو اپنی مدد کرتا ہے

پس آنگہ بہمسایہ گو بد مکن
پھر اسوقت پڑوسی سے کہہ کہ نہ کر

بروں با تو دارم دروں با خدائے
ظاہر تیرے ساتھ رکھتا ہوں باطن خدا کے ساتھ

تصرف مکن در کژ و راستم[4]
میرے جھوٹ اور سچ میں دخل اندازی نہ کر

کہ حمال سود و زیان خودم
اس لیے کہ میں اپنے نفع اور نقصان کا خود برداشت کرنیوالا ہوں

خدایم بسر از تو داناتر است[5]
میرا خدا راز کو تجھ سے زیادہ جاننے والا ہے

کہ بینم بجرم از تو چندیں عذاب
کہ جرم کرنے میں تیرا اسی قدر عذاب جھیلوں

یکے را بدہ می نویسد خدائے
ایک کے بدلے میں خدا دس لکھتا ہے

بہ بینی ز دہ عیبش اندر گذر
دیکھے، اس کے دس عیبوں سے درگذر کر

[1] یعنی دل کو اخلاق رذیلہ سے صاف کرنا چاہیے
[2] دوسروں کے عیوب کا متلاشی اپنے عیب سے اندھا ہوتا ہے۔
[3] اپنی خطاؤں کی غلط توجیہ کر کے اپنے آپ کو نیکوکار ثابت کرتا ہے۔
[4] تیرے لیے یہ بحث کرنا مناسب نہیں ہے کہ میرا ظاہر باطن کے ساتھ میل کھاتا ہے یا نہیں۔
[5] جب میری نیکی کا تعلق خدا سے ہے اور وہی اس کا بدلہ دے گا تو میری برائی سے بھی تو تعلق نہ رکھ اور تو مجھے سزا نہ دے۔

نہ یک عیب اورا بانگشت پیچ
اس کے ایک عیب کو انگلی پر اس طرح نہ لپیٹ

چو دشمن کہ در شعر سعدی نگاہ
اس دشمن کی طرح کہ جو سعدی کے اشعار میں نگاہ

ندارد بصد نکتہ نغز گوش
سو بہتر نکتوں پر کان نہیں دھرتا ہے

جز ابن علتش نیست کاں بد پسند
اسکی علت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اس برائی پسند کرنیوالے کی

نہ مر خلق را صنع باری سرشت
کیا مخلوق کو اللہ کی صناعی نے نہیں پیدا فرمایا ہے

نہ ہر چشم و ابرو کہ بینی نکوست
ہر آنکھ اور بھوں جو تو دیکھے اچھی نہیں ہے

جہانے فضیلت برآورد ہیچ
کہ بزرگی کے ایک جہان کو ہیچ بنائے

بنفرت کند اندرون تباہ
نفرت سے کرتا ہے باطن کی خرابی کی وجہ سے

چو زحفے بہ بیند برآرد خروش
جب ایک زحاف دیکھ لیتا ہے تو شور کرتا ہے

حسد دیدۂ نیک بینش بکند
نیک بینی کی آنکھ حسد نے نکال لی ہے

سیاہ و سفید آمد و خوب و زشت
کالے اور گورے ہوئے اور اچھے اور برے

بخور پستہ مغز و بینداز پوست
پستہ کی گری کھالے اور چھلکا پھینک دے

باب ہشتم در شکر
آٹھواں باب شکر کے بیان میں

نفس می نیارم زد از شکر دوست
میں دوست کے شکریہ کا ایک دم بھی نہیں بھر سکتا ہوں

عطائیست ہر موی از و بر تنم
میرے جسم پر ہر رونگٹا اس کی عطا ہے

ستایش خداوند بخشندہ را
بخشنے والے خدا کے لیے تعریف ہے

کرا قوت وصف احسان اوست
اس کے احسان کی تعریف کرنے کی کس کو قوت ہے

بدیعیکہ شخص آفریند ز گل
ایسا پیدا کرنے والا کہ مٹی سے انسان کو پیدا کرتا ہے

ز پشت پدر تا بپایان شیب
باپ کی کمر سے بڑھاپے کے ختم تک

چو پاک آفریدت بہش باش و پاک
جبکہ تجھے پاک پیدا کیا ہے ہوش میں رہ اور پاک رہ

پیاپے بیفشاں از آئینہ گرد
آئینہ سے گرد کو پے در پے جھاڑ

نہ در ابتدا بودی آب منی
کیا تو شروع میں منی کا نطفہ نہ تھا

کہ شکرے ندانم کہ درخورد اوست
اس لیے کہ مجھے وہ شکریہ معلوم نہیں جو اس کے مناسب ہے

چگونہ بہر موئے شکرے کنم
ہر رونگٹے کا میں کیسے شکریہ ادا کروں

کہ موجود کرد از عدم بندہ را
جس نے عدم سے بندہ کو موجود کیا

کہ اوصاف مستغرق شان اوست
کون سی تعریفیں اس کی شان کا احاطہ کر سکتی ہیں

روان و خرد بخشد و ہوش و دل
جان اور عقل اور ہوش اور دل بخشتا ہے

نگہ تا چہ تشریف دادت زغیب
غور کر تجھے غیب سے کیا کیا خلعت بخشی ہے

کہ ننگست ناپاک رفتن بخاک
اس لیے کہ مٹی میں ناپاک بن کر جانا بڑی ذلت ہے

کہ مصقل نگیرد چو زنگار خورد
کیونکہ جب وہ زنگ کھا جاتا ہے تو صیقل کو قبول نہیں کرتا

اگر مردی از سر بدر کن منی
اگر انسان ہے تو سر سے خودی کو نکال دے

۱ یعنی سکتہ
۲ دوست سے مراد حق تعالیٰ ہے۔ یعنی اس کی شایان شان ہم شکر نہیں ادا کر سکتے ہیں۔
۳ بچہ ماں کے پیٹ سے معصوم پیدا ہوتا ہے پھر بڑا ہو کر اپنے آپ کو گناہوں میں ملوث ہو کر ناپاک بناتا ہے
۴ یعنی دل کی صفائی کرتا رہ ورنہ زنگ کھا کر بالکل بیکار ہو جائے گا اور پھر صاف نہ ہو سکے گا
۵ جب انسان کی پیدائش ایک حقیر اور ناپاک چیز سے ہے تو تکبر اس کے لیے مناسب نہیں ہے۔

چو روزی بسعی آوری سوئے خویش
تو جب روزی کوشش سے اپنی طرف لاتا ہے

چرا حق نمی بینی اے خود پرست
اے خود پرست تو صحیح بات کیوں نہیں دیکھتا

چو آید بکوشید نت خیر پیش
اگر تیری کوشش سے کوئی بہتر بات سامنے آئے

بسرپنجگی کس نبر دست گوئے
طاقت کی وجہ سے کوئی بازی نہیں جیت سکا ہے

تو قائم بخود نیستی یک قدم
تو ایک قدم بھی خود کھڑا نہیں ہو سکتا ہے

نہ طفلک زباں بستہ بودی زلاف
کیا تو ڈینگیں مارنے سے زباں بستہ بچہ نہ تھا

چو نافش بریدند روزی گسست
جب انھوں نے اس کی ناف کاٹی اور روزی منقطع ہوئی

غریبے کہ رنج آردش دہر پیش
وہ مسافر جس کے سامنے زمانہ بیماری لا ڈالے

پس او در شکم پرورش یافتست
پس اس نے بھی پیٹ میں پرورش پائی ہے

دو پستاں کہ امروز دل خواہ اوست
دو پستان جو آج اس کے دل کی خواہش ہیں

کنار و بر مادر دلپذیر
دل کو پسند آنے والی ماں کی بغل اور گود

درختست بالائے جاں پرورش
اس کا جان پرور قد ایک درخت ہے

نہ رگہائے پستاں درون دلست
کیا پستان کی رگیں دل میں پہنچی ہوئی نہیں ہیں

بخونش فرو بردہ دنداں چو نیش
ڈنک کی طرح دانت اس کے خون میں گھستے ہوئے ہیں

چو بازو قوی کرد و دنداں سطبر
جب بازو قوی اور دانت چوڑے کر لئے

چناں صبر از شیر خاموش کند
صبر اس کو دودھ مانگنے سے ایسا چپ کر دیتا ہے

مکن تکیہ بر زور بازوئے خویش
تو اپنے زور بازو پر بھروسہ نہ کر

کہ یارد بگردش در آورد دست
ہاتھ کو گردش میں کون لا سکتا ہے

بتوفیق حق داں نہ از سعی خویش
تو اس کو حق کی توفیق سے سمجھ نہ کہ اپنی کوشش سے

سپاس خداوند توفیق گوئے
توفیق دینے والے خدا کا شکر ادا کر

زغیبت مددمی رسد دمبدم
پے در پے تجھے غیب سے مدد پہنچتی ہے

ہمی روزی آمد بشخصت زناف
تو بھی تیرے جسم میں ناف کے ذریعہ روزی آ رہی تھی

بہ پستان مادر در آویخت دست
تو ماں کے پستان میں ہاتھ لٹکائے

بدارو دہند آبش از شہر خویش
تو اس کو اس کے شہر کا پانی دوا میں دیتے ہیں

ز انبوب معدہ خورش یافتست
معدہ کی نلی سے خوراک پائی ہے

دو چشمہ ہم از پرورش گاہ اوست
اس کی پرورش گاہ ہی کے دو چشمے ہیں

بہشتست و پستاں در و جوئے شیر
بہشت ہے اور اس میں چھاتیاں دودھ کی نہریں ہیں

ولد میوۂ نازنیں در برش
نازوں کا پالا بچہ اس کی گود میں میوہ ہے

پس ار بنگری شیر خون دلست
پس اگر تو غور کرے گا تو دودھ دل کا خون ہے

سرشتہ در و مہر خونخوار خویش
اور اس میں اپنا ہی خون پینے والے کی محبت گھلی ہے

بر اندا یدش دایہ پستاں بصبر
اس کے پستان کو دایہ ایلوے سے لیپ دیتی ہے

کہ پستان شیریں فراموش کند
کہ اسکو شیریں پستان کو بھی بھلا دیتا ہے

۱ روزی کمانے میں ہاتھ ہلانا پڑتا ہے وہ بھی انسان کے قبضہ میں نہیں بلکہ خدا کی توفیق سے ہے۔
۲ شکم مادر میں ناتواں بچہ بھی روزی پاتا ہے جو اس کی قوت سے حاصل نہیں ہوتی ہے
۳ ماں کے پیٹ میں رہ کر ناف کے ذریعہ غذا حاصل کرتا ہے پیدا ہونے کے بعد نال کاٹ دی جاتی ہے
۴ وطن کا پانی پلانے سے بیمار شفا یاب ہو جاتا ہے۔
۵ ماں کا پیٹ بچہ کی پرورش گاہ ہے پستان میں دودھ وہاں سے ہی آ رہا ہے گویا اس کو اس کے شہر کا پانی پلایا جا رہا ہے۔
۶ ماں در اصل خون دل پلاتی ہے۔
۷ عجائبات قدرت میں سے ہے کہ بچہ خون پیتا ہے اور ماں پھر بھی جان نثار کرتی ہے۔
۸ جب بچہ دوسری غذا کھانے کے قابل ہو جاتا ہے دودھ چھڑایا جاتا ہے۔

تو نیز اے کہ در توبہ طفلِ راہ ‏— بصبرت فراموش گردد گناہ
تو بھی اسے مرد انسان جو توبہ میں طفل راہ ہے ‏— صبر کرنے سے تو گناہ کو فراموش کرسکتا ہے

حکایت

جوانے سر از رائے مادر بتافت ‏— دلِ دردمندش چو آذر بتافت
ایک جوان نے ماں کی رائے سے سرتابی کی ‏— اس کا دردمند دل آگ کی طرح بھڑکا

چو بیچارہ شد پیشش آورد مہد ‏— کہ اے سست مہر و فراموش عہد
جب لاچار ہوگئی اس کے سامنے پالنے لائی ‏— کہ اے کمزور محبت والے وقت کو بھولنے والے

نہ گریان و درماندہ بودی و خرد ‏— کہ شبہا ز دستِ تو خوابم نبرد
کیا تو ایسا رونے والا اور عاجز اور بچہ نہ تھا ‏— کہ بہت سی راتیں میں تیری وجہ سے نہ سوسکی

نہ در مہد نیروئے حالت نبود ‏— مگس راندن از خود مجالت نبود
کیا ایسا نہ تھا کہ پالنے میں تیری اب کی سی طاقت نہ تھی ‏— تجھ میں اپنے سے مکھی اڑانے کی طاقت نہ تھی

تو آنی کزاں یک مگس رنجۂ ‏— کہ امروز سالارِ سرپنجۂ
تو وہی ہے کہ اس ایک مکھی سے رنجیدہ تھا ‏— جو آج قوت کا سردار ہے

بحالے شوی باز در قعرِ گور ‏— کہ نتوانی از خویشتن دفعِ مور
اسی حالت میں تو پھر قبر کے گڑھے میں جائے گا ‏— کہ اپنے آپ سے ایک چیونٹی کو نہ ہٹا سکے گا

دگر دیدہ چوں برفروزد چراغ ‏— چو کرمِ لحد خورد پیہِ دماغ
پھر آنکھ کیسے چراغ روشن کرے گی ‏— جب لحد کے کیڑے دماغ کی چربی کھا جائیں گے

چو پوشیدہ چشمے بہ بینی کہ راہ ‏— نداند ہمی وقتِ رفتن ز چاہ
اگر تو کسی ایسے اندھے کو دیکھے جو راستہ ‏— اور کنوئیں میں چلتے وقت فرق نہیں کر سکتا (تو شکر کرنا چاہیے)

تو گر شکر کردی کہ با دیدۂ ‏— وگرنہ تو ہم چشم پوشیدۂ
اگر تونے شکر ادا کیا تو تو آنکھوں والا ہے ‏— ورنہ تو بھی اندھا ہے

معلم نیاموختت فہم و رائے ‏— سرشت ایں صفت در وجودت خدائے
سمجھ اور تدبیر تجھے استاد نے نہیں سکھائی ہے ‏— خدا نے تیرے وجود میں یہ صفت پیدا کی ہے

گرت منع کردے دلِ حق نیوش ‏— حقیقت عین باطل نمودے بگوش
اگر خدا حق سننے والا دل تجھے نہ دیتا ‏— تو تجھے حق بات عین باطل معلوم ہوتی

گفتار اندر صنعِ باری در ترکیبِ خلقت انسان

کہاوت اللہ تعالے کی کاریگری انسانی پیدائش کی ترکیب کے متعلق

بہ بیں تا یک انگشت از چند بند ‏— بہ اقلیدسِ صنع در ہم فگند
غور کر کہ ایک انگلی کتنے جوڑوں کے ذریعہ ‏— کاریگری کی اقلیدس سے جوڑی ہے

پس آشفتگی باشد و ابلہی ‏— کہ انگشت بر حرف صنعش نہی
پس دیوانگی اور بیوقوفی ہوگی ‏— کہ تو اس کی کاریگری کے حرف پر انگلی رکھے

ملہ جس طرح صبر کرنے سے بچہ دودھ جیسی لذیذ چیز کو بھول جاتا ہے اگر گناہوں سے صبر کریگا تو وہ بھی فراموش ہو جائیں گے
ملہ ماں کا دل رنج سے شعلہ زن ہوگیا
ملہ بچپن یا[د] دلانے کے لیے
ملہ مرنے کے بعد انسان اپنے بدن سے ایک چیونٹی کو بھی نہیں ہٹا سکتا ہے۔
ملہ اقلیدس ایک حکیم کا نام ہے۔ جس کے نام سے یہ فن موسوم ہوگیا ہے۔

تأمل کن از بہرِ رفتارِ مرد
غور کر انسان کے چلنے کے لیے

کہ چند استخواں پے زد و وصل کرد
کہ کتنی ہڈیوں میں پٹھا لگایا اور جوڑا ہے

کہ بے گردشِ کعب و زانو و پائے
کہ ٹخنے اور گھٹنے اور پاؤں کے گھومے بدون

نشاید قدم بر گرفتن ز جائے
جگہ سے قدم بھی نہیں اٹھایا جا سکتا ہے

ازاں سجدہ بر آدمی سخت نیست
اسی وجہ سے آدمی کو سجدہ کرنا دشوار نہیں ہے

کہ در صلب او مہرہ یک لخت نیست[۱]
کہ اس کی کمر میں منکا ایک ٹکڑا نہیں ہے

دو صد مہرہ بر یک دگر ساختست
دو سو منکے ایک دوسرے میں بنائے ہیں

کہ گِل مہرۂ چوں تو پرداختست
جب تجھ جیسا مٹی کا پتلا بنایا ہے

رگت بر تنست اے پسندیدہ خوے
اے پسندیدہ عادت جسم میں تیری رگیں

زمینے دروسی صد و شصت جوئے[۲]
ایک زمین ہے جس میں تین سو ساٹھ نہریں ہیں

بصر در سر و فکر و رای و تمیز
سر[۳] میں بینائی اور فکر اور رائے اور تمیز ہیں

جوارح بدل دل بدانش عزیز
اعضاء کو عمل کے ذریعہ اور دل کو سمجھ کے ذریعہ باعزت بنایا

بہائم بروی اندر افتادہ خوار
چوپائے منہ کے بل گرے ہوئے ذلیل ہیں

تو ہمچوں الف بر قدمہا سوار[۴]
تو الف کی طرح پیروں پر سوار ہے

نگوں کردہ ایشاں سر از بہر خور
وہ کھانے کے لیے سر اوندھا کرتے ہیں

تو آری بعزت خورش پیش سر
تو عزت سے کھانا سر کے سامنے لاتا ہے

نزیبد ترا باچنیں سروری
اس سرداری کے ہوتے ہوئے تجھے یہ زیب نہیں دیتا ہے

کہ سر جز بطاعت فرو آوری[۵]
کہ خدا کی عبادت کے سوا تو سر نیچا کرے

ولیکن بدیں صورتِ دل پذیر
لیکن دل کو لبھانے والی اس صورت پر

فریفتہ مشو صورتِ خوب گیر
تو فریفتہ نہ ہو پسندیدہ اخلاق اختیار کر

رہِ راست باید نہ بالائے راست
سیدھا راستہ چاہیے نہ کہ سیدھا قد

کہ کافر ہم از روئے صورت چو ماست
ورنہ صورت کے اعتبار سے کافر بھی ہم جیسا ہے

ترا آنکہ چشم و دہن داد و گوش
جس ذات نے تجھے آنکھ اور منہ اور کان دیا

اگر عاقلی در خلافش مکوش
اگر تو سمجھ دار ہے اس کے خلاف کوشش نہ کر

گرفتم کہ دشمن بکوبی بسنگ
میں نے مانا کہ تو دشمن کو پتھر سے نہیں کچل سکتا ہے

مکن بارے از جہل با دوست جنگ
لیکن نادانی کی وجہ سے اب دوست سے نہ لڑ

خردمند طبعان منت شناس
احسان کو پہچاننے والی طبیعت والے عقلمند

بدوزند نعمت بہ میخ سپاس[۶]
شکر کی کیل سے نعمت کو جڑ دیتے ہیں

حکایت

نبرد آزمائے ز رادہم فتاد
ایک جنگجو (بادشاہ) مشکین گھوڑے سے گر گیا

بگردن درش مہرہ برہم فتاد
اس کے گردن کے جوڑ گڑبڑ ہو گئے

---

[۱] اگر کمر میں ایک ہڈی لگا دی جاتی تو انسان کبھی نہ جھک سکتا۔
[۲] جسم کو زمین اور رگوں کو نہریں قرار دیا گیا ہے۔
[۳] اللہ نے سر میں قوت شناہی اور رائے پیدا فرمائی۔ اعضاء کی عزت دل سے ہے۔
[۴] یعنی انسان کا قد سیدھا ہے۔
[۵] اللہ نے جب انسان کا سر اونچا کیا ہے تو صرف اسی کے سامنے جھکنا چاہیے۔
[۶] یعنی وہ اللہ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں جس کی وجہ سے نعمتیں پائیدار ہو جاتی ہیں۔

چو پیلش فرو رفت گردن بتن
ہاتھی کی طرح اس کی گردن بدن میں گھس گئی
نگشتے سرش تا نگشتے بدن
اس کا سر نہ گھومتا جب تک بدن نہ گھومتا

پزشکاں بماندند حیراں دریں
طبیب اس معاملہ میں حیران ہو گئے
مگر فیلسوفے ز یوناں زمیں
یونان کی سرزمین کے ایک فلسفی کے سوا

سرش باز پیچید و تن راست شد
اس نے اس کا سر موڑ دیا اور بدن ٹھیک ہو گیا
وگر وے نبودے زمن خواست شد
اور اگر وہ نہ ہوتا تو یہ اپاہج ہو جاتا

دگر نوبت آمد بنزدیک شاہ
اس کو بادشاہ کے پاس آنے کی دوبارہ نوبت آئی
نکرد آں فرومایہ در وے نگاہ
اس کمینہ نے اس کی طرف نگاہ نہ کی۔

خردمند را سر فرو شد بشرم
شرم سے عقلمند کا سر نیچا ہو گیا
شنیدم کہ می رفت و می گفت نرم
میں نے سنا ہے کہ وہ جا رہا تھا اور چپکے سے کہہ رہا تھا

اگر دے نہ پیچیدمے گردنش
اگر میں کل اس کی گردن نہ پھیرتا
نہ پیچیدے امروز روی از منش
تو آج وہ مجھ سے منہ نہ موڑتا

فرستاد تخمے بدست رہی
اس نے غلام کے ہاتھ ایک زیج بھیجا
کہ باید کہ بر عودِ سوزش نہی
کہ اس کو تجھے اگر دان پر رکھ دینا چاہیے

ملک را یکے عطسہ آمد ز دود
بادشاہ کو دھوئیں سے ایک چھینک آئی
سر و گردنش ہمچناں شد کہ بود
اس کا سر اور گردن جیسی تھی ویسی ہی ہو گئی

بعذر از پئے مرد بشتافتند
عذر خواہی کے لیے مرد کے پیچھے دوڑے
بجستند بسیار و کم یافتند
انھوں نے بہت ڈھونڈا اور نہ پایا

مکن گردن از شکر منعم مپیچ
ایسا نہ کر، بخشش کرنے والے کے شکر سے گردن نہ موڑ
کہ روزے پسین سر برآری بہیچ
ورنہ آخری دن ذرا بھی گردن نہ ابھار سکے گا

گفتار اندر نظر در صنع باری تعالیٰ
کہاوت اللہ تعالیٰ کی کاریگری پر غور کرنے کے بیان میں

شب از بہر آسائش تست و روز
رات میں اور دن میں تیرے آرام کے لیے ہے
مہ روشن و مہر گیتی فروز
روشن چاند اور دنیا کو روشن کرنے والا سورج

سپہر از برائے تو فراش وار
آسمان فراش کی طرح تیرے لیے
ہمی گسترانند بساطِ بہار
موسم بہار کی بساط بچھاتا ہے

اگر باد و برف است و باران و میغ
خواہ ہوا اور برف ہے اور بارش اور بدلی
وگر رعد چوگاں زند برق تیغ
خواہ کڑک بلا چلانے اور بجلی تلوار چلانے والی

ہمہ کارداران فرماں برند
سب حکم ماننے والے کارکن ہیں
کہ تخم تو در خاک می پرورند
کہ تیرا بیج مٹی میں پرورش کرتے ہیں

وگر تشنہ مانی ز سختی مجوش
اور اگر تو پیاسا ہے تو سختی کی وجہ سے جوش میں نہ آ
کہ سقائے ابر آبت آرد بدوش
اس لیے کہ ابر کا سقا تیرے لیے کندھے پر پانی لا رہا ہے

---

۱ ہاتھی اپنی گردن نہیں گھما سکتا ہے
۲ علاج نہ کر سکے
۳ جب بادشاہ تندرست ہوا پھر دوبارہ کسی ضرورت سے وہ طبیب اس کے پاس آیا
۴ اگر علاج کر کے گردن موڑنے کے قابل نہ بنا دیتا تو وہ منہ نہ موڑ سکتا
۵ جب انگیٹھی پر اگر کی دھونی دی جاتی ہے اس پر یہ زیج ڈال کر دھونی دے لینا۔
۶ اب وہ سر اور گردن نہ موڑ سکتا تھا۔



۷ طبیب کو ڈھونڈا تاکہ اس سے معافی چاہیں اور وہ دوبارہ علاج کر دے۔
۸ قیامت کے دن
۹ یعنی رات کو چاند اور دن کو سورج تیری آرام رسانی کے لیے طلوع ہوتے ہیں۔
۱۰ یہ جملہ چیزیں انسان کے لیے کھیتیاں تیار کرتی ہیں۔

زخاک آورد رنگ و بوی و طعام
خاک سے پیدا فرمادیتا ہے رنگ اور خوشبو اور کھانیکی چیز

تماشاگہ دیدہ و مغز و کام
جو کہ آنکھ اور دماغ اور حلق کی تماشاگاہ ہیں

عسل دادت از نحل و من[۱] از ہوا
تجھے مکھی سے شہد اور ہوا سے من دیا

رطب دادت از نخل و نخل از نوا
تجھے کھجور کے درخت سے تر کھجور اور گٹھلی سے کھجور دی

ہمہ نخلبنداں بخایند دست
سب باغبان ہاتھ چباتے ہیں

زحیرت کہ نخلے چنیں کس نہ بست
حیرت سے کہ ایسی نخلبندی کسی نے نہیں کی

خور و ماہ و پرویں برائے تو اند
سورج اور چاند اور کہکشاں تیرے لیے ہے

قنادیل سقف سرائے تو اند
تیری سرائے کی چھت کے قندیل ہیں

زخارت گل آورد و از نافہ مشک
کانٹے سے پھول اور نافہ سے مشک

زر از کان و برگ تر از چوب خشک
کان سے سونا اور خشک لکڑی سے سبز پتے تیرے لیے پیدا کیے ہیں

بدست خودت[۲] چشم و ابرو نگاشت
خود اپنے ہاتھ سے تیرے چشم و ابرو کو بنایا

کہ محرم[۳] باغیار نتواں گذاشت
اس لیے کہ محرم کو غیروں کے سپرد نہیں کیا جاسکتا

توانا کہ آں نازنیں پرورد
وہ ایسا توانا ہے کہ اس نازوں کے پلنے کو پالتا ہے

بالوان نعمت چنیں پرورد
رنگا رنگ نعمتوں سے اس طرح سے پالتا ہے

بجاں گفت باید نفس بر نفس
دمبدم جان سے ادا کرنا چاہیے

کہ شکرش نہ کار زبانست و بس
اس لیے اس کا شکریہ ادا کرنا صرف زبان ہی کا کام نہیں ہے

خدایا دلم خوں شد و دیدہ ریش
اے خدا میرا دل خون ہوگیا اور آنکھ زخمی

کہ می بینم انعامت از گفت بیش
کیونکہ تیرا انعام طاقت گفتار سے زیادہ دیکھتا ہوں

نگویم دد و دام و مور و سمک
میں یہ نہیں کہتا کہ درندہ اور چرندہ اور چیونٹی اور مچھلی

کہ فوج ملائک براوج فلک
بلکہ آسمان کی بلندی پر فرشتوں کی جماعت

ہنوزت سپاس اندکے گفتہ اند
ابھی تک وہ تھوڑا سا شکر ادا کر سکے ہیں

ز بیور ہزاراں یکے گفتہ اند
سو ہزاروں میں سے ایک کہہ سکے ہیں

برو سعدیا دست و دفتر بشوئے
جا اے سعدی ہاتھ اور کتاب دھو ڈال

براہے کہ پایاں ندارد مپوئے
جس راستے کی انتہا نہ ہو اس پر نہ دوڑ

۱۰

۱ من وہ شیریں گوند ہے جو موسم بہار میں بعض درختوں پر شبنم سے جم جاتا ہے۔ میدان تیہ میں بنی اسرائیل کی یہ بھی خوراک تھی

۲ انسان کو خود اللہ نے اپنے دست قدرت سے بنایا ہے

۳ چونکہ یہ محرم راز ہے۔ اللہ کا شکر محض زبان سے نہیں بلکہ دل سے ادا کرنا چاہیئے۔

حکایت

یکے گوش کودک بمالید سخت
ایک صاحب نے ایک بچہ کے کان سخت اینٹھے

کہ اے بو العجب گوے برگشتہ بخت
کہ اے عجیب باتیں کرنے والے بدبخت

ترا تیشہ دادم کہ ہیزم شکن
میں نے تجھے بسولا دیا تھا کہ لکڑیاں پھاڑ

نگفتم کہ دیوار مسجد بکن
میں نے یہ نہیں کہا کہ مسجد کی دیوار ڈھادے

زباں آمد از بہر شکر و سپاس
زبان ملی ہے شکر و سپاس کے لیے

بغیبت نگر داندش حق شناس
حق شناس اس کو بدگوئی میں نہیں چلاتا ہے

گذرگاہِ قرآن و پنداست گوش
کان قرآن اور نصیحت کی گذرگاہ ہے

بہتان و باطل شنیدن مکوش
بہتان اور باطل سننے کی کوشش نہ کر

دو چشم از پئے صنع باری نکوست
دونوں آنکھیں اللہ کی کاریگری دیکھنے کے لیے بھلی ہیں

زعیب برادر فروگیر و دوست
بھائی اور دوست کے عیب سے بند کر لے

گفتار اندر نظر در حال ناتواناں و شکر نعمت حق تعالیٰ

کمزوروں کی حالت پر غور کرنے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کے شکریہ کے بیان میں

نداند کسے قدرِ روزِ خوشی
خوشی کے دن کی کوئی قدر نہیں جانتا ہے

مگر روزے افتد بسختی کشی
ہاں اس روز جانتا ہے جب محنت کشی میں مبتلا ہو جائے

زمستان و درویش در تنگ سال
قحط سالی میں فقیر اور جاڑا

چہ سہلست پیش خداوند مال
مالدار کے سامنے کس قدر آسان بات ہے

سلیمے کہ یک چند نالاں بخفت
وہ سانپ کا ڈسا ہوا کچھ دیر جو روتے روتے سویا

خداوند را شکر صحت بگفت
اس نے تندرستی پر خدا کا شکر ادا کیا

چو مردانہ رو باشی و تیز پائے
اگر تو مردانہ رفتار والا اور تیز قدم ہے

بشکرانہ باکند پویاں بپائے
تو شکرانہ میں سست قدموں کے ساتھ ٹھہر

بہ پیرِ کہن بر بہ بخشد جواں
جوان پرانے بوڑھے پر کرم کرے

توانا کند رحم بر ناتواں
ناتوان پر توانا رحم کرے

چہ دانند جیحونیاں قدرِ آب
جیحون والے پانی کی قدر کیا جانیں

زوا ماندگاں پرس در آفتاب
دھوپ میں تھکے ہوؤں سے معلوم کر!

عرب را کہ بر دجلہ باشد قعود
جس عرب کی دجلہ پر نشست ہو

چہ غم دارد از تشنگانِ زرود
اس کو زرود کے پیاسوں کا کیا غم ہے

کسے قیمتِ تندرستی شناخت
تندرستی کی قیمت اسی نے جانی ہے

کہ یک چندہ بیچارہ در تب گداخت
جو بیچارہ چند روز بخار میں پگھلا

ترا تیرہ شب کے نماید دراز
مجھے اندھیری رات کب لمبی معلوم ہو سکتی ہے

کہ غلطی ز پہلو بہ پہلوئے باز
جب کہ تو ایک پہلو سے دوسرے پہلو کی طرف آزادانہ کروٹیں لے رہا ہو

براندیش از افتان و خیزانِ تب
بخار میں اٹھ بیٹھ کرنے والے کے بارے میں سوچ

کہ رنجور داند درازی شب
اس لیے کہ رات کی درازی کو بیمار جانتا ہے

ببانگِ دہل خواجہ بیدار گشت
نقارے کی آواز سے آقا بیدار ہوا

چہ داند شب پاسباں چوں گذشت
اسے کیا معلوم کہ چوکیدار کی رات کس طرح کٹی

حکایت سلطان طغرل با ہندوئے پاسباں

چوکیدار غلام کے ساتھ سلطان طغرل کا قصہ

شنیدم کہ طغرل شبے در خزاں
میں نے سنا ہے کہ طغرل خزاں کی رات میں

گذر کرد بر ہندوئے پاسباں
ایک غلام چوکیدار کے پاس سے گذرا

۱۔ قدر نعمت بعد از زوال مثل مشہور ہے۔
۲۔ اپنے پیروں کے شکرانہ میں لوگوں کا ساتھ دے۔
۳۔ جیحون مشہور دریا ہے۔
۴۔ بغداد کا ایک مشہور دریا ہے۔
۵۔ حجاز کا مشہور ریگستان ہے۔
۶۔ خزاں کے موسم میں ایران میں سخت جاڑا پڑتا ہے۔

۱۰

زباریدن برف و باران و سیل
برف اور بارش کے برسنے اور بہاؤ کی وجہ سے

دلش بروے از رحمت آورد جوش
رحم سے اس کا دل اس پر جوش میں آگیا

دمے منتظر باشش بر طرف بام
بالاخانہ کے کنارے تھوڑی دیر انتظار کر

دریں بود بادِ بہاری وزید
وہ یہی کہہ رہا تھا کہ موسم بہار کی ہوا چل پڑی

وشاقے پری چہرہ در خیل داشت
پری جیسے چہرہ والا غلام جماعت میں تھا

تماشائے ترکش چناں خوش فتاد
اس ترک کا نظارہ اس کو ایسا بھلا معلوم ہوا

قبا پوستینے گذشتش بگوش
پوستین کی قبا اس کے کان میں آئی

مگر رنج سرما بروے بس نبود
شاید جاڑے کی تکلیف اس کے لیے کافی نہ تھی

نگہ کن چو سلطاں بغفلت بخفت
غور کر جب بادشاہ غفلت میں سوگیا

مگر نیک بخت فراموش شد
شاید نیک بخت کو تو بھول گیا

ترا شب بعیش و طرب می رود
تیری رات عیش اور مستی میں کٹتی ہے

فرو بردہ سر کاروانے بدیگ
قافلے کا سر دیگوں میں سر دیئے ہوتے

بدار اے خداوندِ زورق بر آب
اے کشتی والے پانی پر کھڑا کرلے

توقف کنید اے جوانانِ چست
اے چست جوانو! ٹھہرو

تو خوش خفتہ در ہودج کارواں
تو تو قافلہ کے ہودج میں آرام سے سویا ہوا ہے

چہ ہامون و کوہست چہ سنگ و رمال
پھر تیرے لیے کیا جنگل اور پہاڑ کیا پتھر اور ریتا

بلرزش در افتادہ ہمچوں سہیل
وہ سہیل کی طرح کپکپی میں مبتلا تھا

کہ اینک قبا پوستینم بپوش
کہ ابھی میری پوستین کی قبا پہن لے

کہ بیروں فرستم بدستِ غلام
کہ میں غلام کے ہاتھ باہر بھیجتا ہوں

شہنشہ در ایوانِ شاہی خزید
بادشاہ شاہی محل میں گھس گیا

کہ طبعش بدو اندکے میل داشت
جس کی طرف اس کی طبیعت کا جھکاؤ تھا

کہ ہندوئے مسکیں برفتش زیاد
کہ مسکین چوکیدار اس کے ذہن سے نکل گیا

ز بدبختیش در نیامد بدوش
اس کی بدبختی کی وجہ سے کاندھے پر نہ آئی

کہ جورِ سپہر انتظارش فزود
کہ آسمان کے ظلم نے اس کے لیے انتظار کا اور اضافہ کردیا

کہ چوبک زنش بامداداں چہ گفت
تو نقارچی نے صبح کو اس کو کیا کہا

چو دستت در آغوش آغوش شد
جب تیرا ہاتھ معشوق کی بغل میں پہنچا

چہ دانی کہ بر ما چہ شب می رود
تجھے کیا معلوم کہ رات ہم پر کیسی گذرتی ہے

چہ از پا فرو رفتگانش بریگ
اس کو ریتے میں دھنسے ہوؤں کی کیا فکر ہے

کہ بیچارگاں را گذشت از سر آب
اس لیے کہ بے سہارا لوگوں کے سر سے پانی گذر گیا

کہ در کارواں اند پیرانِ سست
اس لیے کہ قافلہ میں سست بوڑھے بھی ہیں

مہارِ شتر در کفِ ساروان
اونٹ کی مہار ساربان کے ہاتھ میں ہے

ز رہ بازپس ماندگاں پرس حال
راستے سے تھکے ہوؤں سے حال پوچھ

۱۰

۱ے سہیل ستارہ لرزتا نظر آتا ہے۔
۲ے ترک یعنی وہی محبوب غلام۔
۳ے یعنی بادشاہ کے منہ سے اس کا نام سنا تھا۔
۴ے یعنی جو شخص مزے اڑا رہا ہے اس کو مصیبت زدوں کی کیا خبر۔

ترا کوہ پیکر ہیون می برد
تجھے تو پہاڑ جیسے جسم والا اونٹ لیے جا رہا ہے
پیادہ چہ دانی کہ خوں می خورد
تجھے کیا معلوم کہ پیدل چلنے والا خون پی رہا ہے

بآرامِ دل خفتگاں در بنہ
قیام گاہ پر دل کے آرام سے سونے والے
نہ دانند حالِ شکم گرسنہ
بھوکے پیٹ والوں کا حال نہیں جانتے

حکایت

یکے را عسس دست بر بستہ بود
چوکیدار نے ایک شخص کے ہاتھ باندھ دیے تھے
ہمہ شب پریشان و دل خستہ بود
وہ تمام رات پریشان اور دل خستہ رہا تھا

بگوشش آمد در شبِ تیرہ رنگ
کالے رنگ کی رات میں اس کے کان میں آیا
کہ شخصے ہمے نالد از دستِ تنگ
کہ ایک شخص تنگ دستی سے رو رہا ہے

شنید ایں سخن دزدِ مغلول و گفت
بیڑی پڑے چور نے یہ بات سنی اور بولا
تو بارے ز غم چند نالی بخفت
تو غم سے کتنا روئے گا سو جا

برو شکرِ یزداں کن اے تنگدست
اے تنگ دست جا خدا کا شکر کر
کہ دستت عسس تنگ بر ہم نہ بست
کہ چوکیدار نے تیرا ہاتھ کس کے نہیں باندھا ہے

مکن نالہ از بے نوائی بسے
بے سامانی کی وجہ سے زیادہ نہ رو
چو بینی ز خود بے نوا تر کسے
جبکہ اپنے سے زیادہ کسی کو بے سامان دیکھ لے

حکایت

برہنہ تنے یک درم وام کرد
ایک ننگے نے ایک درہم قرض لیا
تنِ خویش را کسوتِ خام کرد
اپنے بدن کے لیے کچے چمڑے کا لباس بنوا لیا

بنالید کاے طالعِ بد لگام
رو پڑا کہ اے سرکش ستارے
بگرما بپختم دریں زیرِ خام
اس کچے چمڑے میں گرمی میں میں پک گیا

چو ناپختہ آمد ز سختی بجوش
جب وہ ناتجربہ کار سختی کی وجہ سے جوش میں آ گیا
یکے گفتش از چاہِ زنداں خموش
قید کے کنوئیں سے کسی نے اس کو کہا چپ رہ

بجای آور اے خام شکرِ خدائے
اے ناتجربہ کار خدا کا شکر بجا لا
کہ چوں ما نہٖ خام بر دست و پائے
کہ ہماری طرح ہاتھ پاؤں پر کچا چمڑا نہیں ہے

حکایت

یکے کرد بر پارسائے گذر
ایک شخص ایک پارسا کے پاس سے گذرا
بصورت جہود آمدش در نظر
وہ اس کو بظاہر یہودی نظر آیا

قفائے فرو کوفت بر گردنش
اس نے اس کی گدھی پر ایک طمانچہ مارا
بہ بخشید درویش پیراہنش
پارسا نے اس کو اپنا لباس بخش دیا

۱۰

۱۔ اس زمانہ میں غربا، کھال پہن لیتے تھے۔

۲۔ قیدیوں کو اندھے کنوئیں میں ڈال دیا جاتا تھا۔

۳۔ یعنی اس شخص نے اس پارسا کو یہودی سمجھ کر طمانچے مار دیئے تو پارسا نے فوراً اس کو اپنا لباس اتار کر بخش دیا۔

خجل گفت کانچہ از من آمد خطا ست
دہ شرمندہ ہو کر بولا مجھ سے جو کچھ ہوا وہ غلطی تھی
به بخشائے بر من چہ جائے عطا ست
مجھے معاف کر دے بخشش کا کیا موقع ہے

بشکرانہ گفتا بہ شر نایستم
اُس نے کہا شکرانہ میں، میں شر پر آمادہ نہیں ہوں
کہ آنم کہ پنداشتی نیستم
جو کچھ تو نے مجھے سمجھا میں ایسا نہیں ہوں

نکو سیرتِ بے تکلّف بروں
نیک باطن بظاہر سادہ۔
بہ از نیک نامِ خراب اندروں
اس نیک نام سے بہتر ہے جس کا باطن خراب ہو

بنزدیکِ من شب رو راہ زن
میرے نزدیک چور ڈاکو
بہ از فاسقِ پارسا پیرہن
اس بد کار سے بہتر ہے جو پارسا کے لباس میں ہو

حکایت

زرہ باز پس ماندہ میگریست
ایک شخص راستے سے تھکا ہوا رو رہا تھا
کہ مسکیں تر از من بریں دشت کیست
کہ اس جنگل میں مجھ سے زیادہ مسکین کون ہو گا

خرے بار کش گفتش اے بے تمیز
اس سے لدھو گدھے نے کہا اے بے تمیز
ز جورِ فلک چند نالی تو نیز
تو بھی آسمان کے ظلم سے کتنا روئے گا۔

برو شکر کن چوں بخر بر نہٗ
جا شکر ادا کر اگر چہ تو گدھے پر سوار نہیں ہے
کہ آخر بزیر کساں خر نہٗ
لیکن انسانوں کے نیچے گدھا تو نہیں ہے

حکایت

فقیہے بر افتادہ مستے گذشت
ایک فقیہ ایک بیہوش پڑے ہوئے پر سے گذرا
بمستورئ خویش مغرور گشت
اپنی پارسائی پر مغرور ہو گیا

ز نخوت بدو التفاتے نکرد
تکبر سے اس کی طرف دھیان نہ کیا
جواں سر بر آورد کاے پیر مرد
جوان نے سر ابھارا کہ اے بوڑھے

بروشکر کن چوں بنعمت دری
جا، شکر کر جبکہ تو نعمت میں ہے
کہ محرومی آید ز مستکبری
اس لیے کہ تکبر کرنے سے محرومی آتی ہے

یکے را کہ در بند بینی مخند
اگر تو کسی کو قید میں دیکھے تو نہ ہنس
مبادا کہ ناگہ در افتی بہ بند
ایسا نہ ہو کہ تو قید میں پڑ جائے

نہ آخر در امکانِ تقدیر ہست
کیا آخر تقدیر کے امکان میں یہ نہیں ہے
کہ فردا چو من باشی افتادہ مست
کہ کل کو میری طرح تو بھی مست پڑا ہو

ترا آسماں خط بہ مسجد نبشت
آسمان نے تیرا حصہ مسجد میں لکھ دیا ہے
مزن طعنہ بر دیگرے در کنشت
دوسرا جو کنشت میں ہے اس پر طعنہ زنی نہ کر!

بہ بند اے مسلماں بشکرانہ دست
اے مسلمان شکرانہ میں ہاتھ جوڑ
کہ زنّار مغ بر میانت نہ بست
کہ آتش پرست کا جنیو تیری کمر پر نہیں باندھا

۱ میں اس شکرانہ میں لباس دے رہا ہوں کہ تو نے مجھے یہودی سمجھا خدا کا شکر ہے کہ میں مسلمان ہوں۔
۲ نعمتِ الٰہی کا کفر زوال کا سبب ہے
۳ اس مست نے فقیہ سے کہا۔

نہ خود میرود ہر کہ جویان اوست | بعنفش کشاں می برد لطف دوست
جو اس کا متلاشی ہے وہ خود نہیں جاتا | دوست کی مہربانی اس کو سختی سے کھینچ کر لے جاتی ہے

نگر تا قضا از کجا سیر کرد | کہ کوری بود تکیہ بر غیر کرد
غور کر قضا کہاں سے چلی ہے | کیونکہ غیر پر بھروسہ کرنا اندھاپن ہوگا

گفتار اندر نظر صاحبدلاں در حق نہ در اسباب

کہانت اس بیان میں کہ صاحبدلوں کی نظر اللہ کی طرف ہوتی ہے، نہ کہ اسباب کی طرف

سرشتست باری شفا در نبات | اگر شخص را ماندہ باشد حیات
نباتات میں خدا نے شفا ملا دی ہے | اگر انسان کی زندگی باقی ہو

عسل خوش کند زندگاں را مزاج | ولے درد مردن ندارد علاج
شہد، زندوں کا مزاج ٹھیک کر دیتا ہے | لیکن موت کے درد کا کوئی علاج نہیں ہے

رمق ماندۂ را کہ جاں از بدن | برآمد چہ سود انگبیں در دہن
آخری سانس والے کی جب بدن سے جان | نکل گئی تو شہد منہ میں ڈالنے سے کیا فائدہ

یکے گرز پولاد بر مغز خورد | کسے گفت صندل بمالش بدرد
ایک شخص نے فولاد کا گرز سر پر کھایا | کسی نے کہا اس کے درد پر صندل مل دو

زپیش خطر تا توانی گریز | ولیکن مکن با قضا پنجہ تیز
جب تک ہو سکے خطرے کے سامنے سے گریز کر | لیکن قضا کے ساتھ پنجہ تیز نہ کر

دروں تا بود قابل شرب و اکل | بداں تازہ رویست و پاکیزہ شکل
جب تک باطن پینے اور کھانے کے قابل ہے | اسی سے چہرہ تازہ اور صورت پاکیزہ ہے

خراب آنگہ ایں خانہ گردد تمام | کہ باہم نسازند طبع و طعام
یہ گھر اسی وقت پورا تباہ ہوتا ہے | جب کھانا اور مزاج باہمی موافقت نہ کریں

مزاجت تر و خشک و گرمست و سرد | مرکب ازیں چار طبع است مرد
تیرا مزاج تر اور خشک اور گرم اور سرد ہے | ان چار طبیعتوں سے انسان مرکب ہے

یکے زیں چو بر دیگرے یافت دست | ترازوئے عدل طبیعت شکست
جب ان میں سے ایک نے دوسرے پر غلبہ پایا | مزاج کے عدل کی ترازو ٹوٹ گئی۔

اگر باد سرد نفس نگذرد | تف سینہ جان در خروش آورد
اگر سانس کی ٹھنڈی ہوا نہیں گزرتی ہے | سینہ کی گرمی جان میں جوش پیدا کر دیتی ہے

وگر دیگ معدہ بجوشد طعام | تن نازنیں را شود کار خام
اور اگر معدے کی دیگ کھانے کو جوش دیدے | نازوں والے جسم کا کام کچا ہو جائے

درایناں نہ بندد دل اہل شناخت | کہ پیوستہ باہم نخواہند ساخت
اہل شناخت نے اسی وجہ سے ان سے دل وابستہ نہیں کیا | کیونکہ وہ ہمیشہ آپس میں موافق نہیں رہ سکیں گی

توانائے تن مداں از خورش | کہ لطف حقت میدہد پرورش
جسم کی طاقت خوراک سے نہ سمجھ | اس لیے کہ اللہ کی مہربانی تیری پرورش کرتی ہے

ا؎ طالب حق بتقدیر الٰہی طلب حق میں لگتا ہے۔
۲؎ تقدیر کا معاملہ من جانب اللہ ہے اسباب پر اعتماد وہی کر سکتا ہے جو اس حقیقت کو نہیں سمجھتا ہے
۳؎ حالانکہ صندل اس درد سر کے لیے مفید ہے جو بخار کی گرمی سے پیدا ہو۔ مطلب یہ ہے غلط تدبیر سمجھا اور تدبیر مخالف تقدیر بھی کام نہیں کرتی ہے
۴؎ سانس لینے میں انسان باہر کی ٹھنڈی ہوا اندر لے جاتا ہے جو موجب تسکین ہے
۵؎ یعنی معدے کی حرارت تیز ہو جائے۔
۶؎ یعنی چاروں خلطوں سے۔

۱۰

بحقش که گر دیدہ بر تیغ و کارد
اس خدا کے حق کی قسم تو اگر آنکھیں تلوار اور چھری پر

نہی حقِ شکرش نخواہی گذارد
رکھدے اس کے شکر کا حق ادا نہیں کر سکے گا

چو روئے بخدمت نہی بر زمیں
جب چہرہ زمین پر خدمت میں رکھے

خدا را ثنا گوی و خود را مبیں
خدا کی تعریف کر اپنے آپ کو نہ دیکھ

گدا ئیست تسبیح و ذکر و حضور
تسبیح اور ذکر اور حاضری بھکاری پن ہے

گدا را نباید که باشد غرور
بھکاری کے لیے غرور مناسب نہیں ہے

گرفتم که خود خدمتے کردہ
میں نے مانا کہ تو نے کوئی بڑی خدمت کی ہے

نہ پیوستہ اقطاع او خوردہ
کیا تو نے ہمیشہ اس کی جاگیر نہیں کھائی ہے

گفتار در سابقہ حکم ازل و توفیق خیر

کہاوت ازل کے قدیم حکم اور توفیق خیر کے بیان میں

نخست او ارادت بدل در نہاد
اس نے پہلے دل میں ارادہ پیدا کیا

پس ایں بندہ بر آستاں سر نہاد
تب اس بندہ نے آستانہ پر سر دھرا

گر از حق نہ توفیق خیرے رسد
اگر اللہ کی جانب سے خیر کی توفیق نہ پہنچے

کے از بندہ خیرے بغیرے رسد
بندہ سے دوسرے تک بھلائی کب پہنچے

زباں را چہ بینی کہ اقرار داد
زبان کو کیا دیکھتا ہے کہ اس نے اقرار کیا —

بہ بیں تا زباں را کہ گفتار داد
یہ دیکھ زبان میں گویائی کس نے دی

در معرفت دیدۂ آدمیست
آدمی کی آنکھ پہچان کا دروازہ ہے

کہ بکشادہ بر آسمان و زمیست
جو آسمان اور زمین پر کھلا ہے

کیت فہم بودے نشیب و فراز
نیچ اور اونچ کی تجھے کیا سمجھ ہوتی

گر ایں در نکردے بروئے تو باز
اگر وہ تیرے چہرہ پر یہ دروازہ نہ کھولتا

سر آورد و دست از عدم در وجود
سر اور ہاتھ کو عدم سے وجود میں لایا

دریں جود نہاد و درو ے سجود
اس میں سخاوت رکھی اور اس میں سجدہ

وگرنہ کے از دست جود آمدے
ورنہ ہاتھ سے سخاوت کب ہو سکتی

محالست کز سر سجود آمدے
ناممکن تھا کہ سر سے سجدہ ادا ہوتا

بحکمت زباں داد و گوش آفرید
دانائی سے زبان دی اور کان پیدا کیا

کہ باشند صندوق دل را کلید
تاکہ وہ دل کے صندوق کی چابی بنیں

اگر نہ زباں قصہ بر داشتے
اگر زبان قصہ نہ اٹھاتی

کس از سرِ دل کے خبر داشتے
کوئی دل کے راز سے کب خبردار ہوتا

وگر نیستے سعیِ جاسوسِ گوش
اور اگر کان کے جاسوس کی کوشش نہ ہوتی

خبر کے رسیدے بسلطانِ ہوش
ہوش کے بادشاہ کے پاس خبر کب پہنچتی

مرا لفظِ شیریں خوانندہ داد
مجھے میٹھے پڑھے جانے والے لفظ دیے

ترا سمعِ درّاکِ دانندہ داد
تجھے جاننے والی، ادراک کرنیوالی سننے کی طاقت دی

۱؎ عبادت گذار کے لیے خود بینی مناسب نہیں ہے۔
۲؎ انسان کی عبادت تو اللہ کی نعمتوں کا بدل ہے لہذا اللہ پر کوئی احسان نہیں ہے۔
۳؎ سر اور ہاتھ کی نیکیاں توفیق خداوندی سے ہیں۔
۴؎ دل بادشاہ ہے اور کان اس کا خبر رساں جاسوس۔

مدام ایں دو چوں حاجباں بر در اند
یہ[1] دونوں ڈیوڑھی بانوں کی طرح ہمیشہ دروازے پر ہیں

ز سلطاں بسلطاں خبر می برند
بادشاہ کی بادشاہ کے پاس خبریں لے جاتے ہیں

چہ اندیشی از خود کہ فعلم نکوست
اپنے بارے میں کیا سوچتا ہے کہ میرا کام اچھا ہے[2]

ازاں در نگہ کن کہ تقدیر اوست
اس طور پر اس کو دیکھ کہ اس کی جانب سے مقدر رہے

برد بوستاں باں[3] بایوان شاہ
باغباں شاہی محل میں لے جاتا ہے

بہ تحفہ ثمر ہم ز بستان شاہ
تحفہ، پھل بھی بادشاہ کے باغ کے ہیں

حکایت سفر ہندوستان و ضلالت بت پرستاں

ہندوستان کے سفر اور بت پرستوں کی گمراہی کا قصہ

بتے دیدم از عاج در سومنات[4]
میں نے سومنات میں ہاتھی دانت کا ایک بت دیکھا

مرصع چو در جاہلیت منات
جو ایسا جڑاؤ تھا جیسے جاہلیت میں منات

چناں صورتش بستہ تمثال گر
مصور نے اس کی ایسی صورت بنائی تھی

کہ صورت نہ بندد ازاں خوبتر
جس سے زیادہ خوبصورت صورت نہ بن سکے

ز ہر ناحیت کاروانہا رواں
ہر گوشہ سے قافلے رواں

بدیدار آں صورت بے رواں
اس بے جان صورت کو دیکھنے کے لیے

طمع کردہ رایان چین و چگل
چین اور چگل کے رائے صاحبان لالچ میں تھے

چو سعدی وفا زاں بت سنگدل
سعدی کی طرح اس سنگ دل بت کی وفا کے

زباں آوراں رفتہ از ہر مکاں
بڑے زبان آور ہر جگہ سے چل کر

تضرع کناں پیش آں بے زباں
اس بے زبان کے آگے گڑگڑاتے تھے

فرو ماندم از کشف آں ماجرا
اس ماجرے کے کھولنے سے میں عاجز آ گیا

کہ حیّے جمادے پرستد چرا
کہ جاندار، بے جان کو کیوں پوجتا ہے

مُغے را کہ با من سروکار بود
ایک پجاری سے جس کا مجھ سے تعلق تھا

نکو گوی و ہم حجرہ و یار بود
بھلی بات کہنے والا اور حجرہ کا شریک اور یار تھا

بنرمی بپرسیدم اے برہمن
میں نے نرمی سے ایک سے پوچھا اے برہمن

عجب دارم از کار ایں بقعہ من
اس سرزمین کے کارناموں سے مجھے تعجب ہے

کہ مدہوش ایں ناتواں پیکر اند
کہ اس بے طاقت جسم پر فریفتہ ہیں

مقید بچاہِ ضلال اندر اند
گمراہی کے کنوئیں میں قیدی بنے ہیں

نہ نیروئے دستش نہ رفتار پائے
نہ اس کے ہاتھ میں طاقت نہ پاؤں میں رفتار

ورش بفگنی بر نخیزد ز جائے
اور اگر تو اس کو گرا دے وہ جگہ سے اٹھ نہ سکے

نہ بینی کہ چشمانش از کہرباست
تو نے نہیں دیکھا اس کی آنکھیں کہربائی ہیں

وفا جستن از تنگ چشماں[5] خطاست
تنگ چشموں سے وفا ڈھونڈنا غلطی ہے

برین گفتم آں دوست دشمن گرفت
میری اس گفتگو پر اس دوست نے دشمن سمجھا

چو آتش شد از خشم و در من گرفت
غصہ سے آگ کی طرح ہو گیا اور مجھ میں لگ گیا

---

[1] کانوں کے ذریعہ ایک دل کی بات دوسرے دل تک پہنچتی ہے۔

[2] نیک کام جو خدا کی خدمت میں پیش کر رہے ہو یہ بھی خدا کی توفیق سے ہیں

[3] گویا کہ تم بادشاہ کی خدمت میں تحفہ بادشاہ ہی کے باغ کے پھلوں سے پیش کر رہے ہو۔

[4] سومنات جونا گڑھ کے علاقہ میں ایک بت خانہ تھا جو محمود غزنوی کے حملوں میں تباہ ہو گیا تھا اب ہند سرکار نے اس کی دوبارہ تعمیر کرائی ہے۔ مِنات عرب کا مشہور بت تھا۔ یعنی اس بے جان بت کے کیوں عاشق ہیں

[5] تنگ چشم یعنی جو نہ دیکھ سکے معشوق کو تنگ چشم اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ تکبر کی وجہ سے نگاہ بھر کر کسی کو نہیں دیکھتا ہے۔

مُغاں را خبر کرد و پیرانِ دیر
پجاریوں اور بت خانہ کے پرانے برہمنوں کو خبر کردی

چو آں راہِ کج پیشِ شاں راست بود
چونکہ ٹیڑھا راستہ ان کے نزدیک سیدھا تھا

کہ مرد ار چہ دانا و صاحبدل ست
کیونکہ انسان اگرچہ عقلمند اور صاحبدل ہے

فرو ماندم از چارہ ہمچوں غریق
ڈوبنے والے کی طرح میں بھی تدبیر سے عاجز ہوگیا

چو بینی کہ جاہل بکیں اندر ست
جب تو یہ دیکھے کہ جاہل کینہ میں مبتلا ہے

مہیں برہمن را ستودم بلند
بڑے برہمن کی میں نے بہت تعریف کی

مرا نیز با نقشِ ایں بت خوش است
مجھے بھی اس بت کے نقش کے ساتھ خوش اعتقادی ہے

بدیع آیدم صورتش در نظر
میری نگاہ میں اس کی صورت نادر معلوم ہوتی ہے

کہ سالوکِ ایں منزلم عنقریب
اس لیے کہ میں ابھی ابھی اس رستہ کا سالک بنا ہوں

تو دانی کہ فرزینِ ایں رقعۂ
تو تو سمجھتا ہے کیونکہ اس بساط کا فرزین ہے

عبادت بتقلید گمراہی است
کہ دیکھا دیکھی کی عبادت گمراہی ہے

چہ معنی است در صورتِ ایں صنم
اس بت کی صورت میں کیا حقیقت ہے

برہمن ز شادی بر افروخت روے
برہمن کا خوشی سے چہرہ چمک اٹھا

سوالت صوابست و فعلت جمیل
تیرا سوال ٹھیک ہے اور تیرا کام عمدہ ہے

جز ایں بت کہ ہر صبح ازینجا کہ ہست
اس بت کے علاوہ اس لیے کہ ہر صبح جہاں وہ ہے وہاں سے

وگر خواہی امشب ہم ایں جا بباش
اگر تو چاہتا ہے آج رات تو بھی اس جگہ ٹھہر جا

ندیدم دراں انجمن روئے خیر
میں نے اس انجمن میں بھلائی کا منہ نہ دیکھا

رہِ راست در چشمِ شاں کج نمود
ان کی آنکھوں میں سیدھا راستہ ٹیڑھا نظر آیا

بنزدیکِ بے دانشاں جاہل ست
بے عقلوں کے نزدیک جاہل ہے

بروں از مدارا ندیدم طریق
میں نے خاطر تواضع کے علاوہ کوئی راستہ نہ دیکھا

سلامت بتسلیم و لیں اندر ست
سلامتی مان لینے اور نرمی میں ہے

کہ اے پیرِ تفسیرِ استا و ژند
کہ اے استا اور ژند کی تفسیر کے پیر

کہ شکلے خوش و صورتے دلکش است
اس لیے کہ عمدہ شکل اور دلکش صورت ہے

ولیکن ز معنی ندارم خبر
لیکن مجھے حقیقت کا پتہ نہیں ہے

بد از نیک نادر شناسد غریب
مسافر بد اور نیک میں کم تمیز کرتا ہے

نصیحت گرِ شاہِ ایں بقعۂ
اس سرزمین کے بادشاہ کا مخلص ہے

خنک رہروے را کہ آگاہی است
ٹھنڈک اسی مسافر کو ہے جو باخبر ہے

کہ اوّل پرستندگانش منم
تاکہ میں سب سے پہلے عبادت گزاروں میں ہوں

پسندید و گفت اے پسندیدہ گوے
اس نے بات پسند کی اور کہا اے اچھا بولنے والے

بمنزل رسد ہر کہ جوید دلیل
جو شخص دلیل کا متلاشی ہوتا ہے وہ مقصد تک پہنچ جاتا ہے

برآرد بہ یزدانِ دادار دست
منصف خدا کے سامنے ہاتھ اٹھاتا ہے

کہ فردا شود سِرّ ایں بر تو فاش
کیونکہ کل کو تیرے اوپر یہ راز کھل جائے گا

بسے چوں تو گردیدم اندر سفر
تیری طرح میں بھی سفر میں بہت گھوما ہوں۔

بتاں دیدم از خویشتن بے خبر
بتوں کو اپنے آپ سے بے خبر دیکھا ہے۔

۱ میں ان پجاریوں میں ایسا گھرا کہ عجز و خوشامد کے سوا راہ نجات نہ دیکھی۔
۲ یعنی اس کی بات مان لے اور نرم پڑ جا۔
۳ ژند مشہور کتاب ہے جو زردشت کی طرف منسوب ہے استا اس کی شرح ہے
۴ چونکہ میں حال ہی میں اس کا معتقد بنا ہوں اس لیے پوری حقیقت سے ناواقف ہوں۔
۵ بت بادشاہ ہے اور تو اس کا مخلص وزیر ہے۔
۶ تو نے ان بتوں کو بے جان سمجھا ہے تو بے شک اور بت ایسے ہی ہیں لیکن یہ بت ایسا نہیں ہے

شب آنجا بودم بفرمانِ پیر
پیر کے حکم پر میں رات کو وہاں رہا

شبے ہمچو روزِ قیامت دراز
وہ رات قیامت کے دن کی طرح لمبی تھی

کشیشانِ ہرگز نیازردہ آب
وہ برہمن جنھوں نے پانی کو کبھی تکلیف نہ دی تھی

مگر کردہ بودم گناہے عظیم
شاید میں نے کوئی بڑا گناہ کیا تھا

ہمہ شب دریں قید غم مبتلا
تمام رات اسی غم کی قید میں پھنسا رہا

کہ ناگہ دُہل زن فرو کوفت کوس
کہ اچانک نقارچی نے نقارہ پیٹ دیا

خطیب سیہ پوشِ شب بے خلاف
رات کے سیاہ پوش خطیب نے بلا کسی اختلاف کے

فتاد آتش صبح در سوختہ
سوختے میں صبح کی آگ لگ گئی

تو گفتی کہ در خطۂ زنگ بار
تو یہ کہے گا کہ زنجبار کے خطہ میں

مغان تبہ رای ناشستہ روئے
بے عقل پجاری بغیر منہ دھوئے

کس از مرد در شہر و برزن نماند
انسانوں میں سے کوئی شخص شہر اور کوچہ میں نہ رہا

من از غصہ رنجور و از خواب مست
میں غصہ سے رنجیدہ اور نیند سے متوالا

بیک بار از ایشاں برآمد خروش
ایک بارگی ان سے شور پیدا ہوا

چو بتخانہ خالی شد از انجمن
جب مجمع سے بت خانہ خالی ہوگیا

کہ دانم ترا پیش مشکل نماند
کہ میں سمجھتا ہوں اب تیرے سامنے مشکل نہیں رہی

چو دیدم کہ جہل اندرو محکم است
جب میں نے دیکھا کہ اس میں نادانی پکی ہے

چو بیژن بچاہ بلا در اسیر
جیسا بیژن مصیبت کے کنوئیں میں ہو قیدی

مغاں گرد من بے وضو در نماز
پجاری میرے چاروں طرف بلا وضو پوجا میں

بغلہا چو مردار در آفتاب
ان کی بغلیں ایسی تھیں جیسے دھوپ میں مردہ

کہ بردم دراں شب عذابِ الیم
جو میں نے اس رات کو بڑا عذاب اٹھایا

یکم دست بر دل یکے بر دُعا
ایک ہاتھ دل پر تھا ایک دعا میں

بخواند از قضائے برہمن خروس
مرغ نے برہمن کی موت کا اعلان کر دیا

برآورد شمشیر روز از غلاف
دن کی تلوار میان سے سونت لی

بیک دم جہانے شد افروختہ
ایک دم سے پوری دنیا روشن ہوگئی

ز یک گوشہ ناگہ در آمد تتار
اچانک تتاری ایک گوشہ سے گھس آئے ہیں

بدیر آمد از در و دشت و کوئے
دروازے اور جنگل اور کوچہ سے بتخانہ میں آ گئے

دراں بت کدہ جائے دم زن نماند
اس بت خانہ میں سوئی دھرنے کی جگہ نہ رہی

کہ ناگہ تمثال بر داشت دست
کہ اچانک بت نے ہاتھ اٹھائے

تو گفتی کہ دریا درآمد بجوش
تو یہ کہے گا کہ دریا میں جوش آگیا

برہمن نگہ کرد خنداں بمن
برہمن نے ہنستے ہوئے مجھے دیکھا

حقیقت عیاں گشت و باطل نماند
حقیقت کھل گئی ہے اور باطل ختم ہوگیا

خیال محال اندرو مدغم است
ایک ناممکن خیال اس میں گھسا ہوا ہے

۱؎ بیژن رستم کا بھانجا ہے جو افراسیاب کی بیٹی منیزہ پر عاشق تھا افراسیاب نے دھوکے سے بیژن کو گرفتار کر کے کنوئیں میں قید کر دیا تھا۔

۲؎ مرغ کی اذان کو برہمن کی موت کا پیغام قرار دیا ہے۔

۳؎ قاعدہ تھا کہ عباسی دور میں فاتح سیاہ کپڑے پہنکر اور ننگی تلوار ہاتھ میں لیکر خطبہ دیتا تھا۔

۴؎ جلے ہوئے کپڑے سے آگ سلگاتے تھے

۵؎ رات کی تاریکی کو خطہ زنجبار اور دن کی روشنی کو لشکر تتار قرار دیا ہے۔

۶؎ یعنی اب تو اس بت کو بے جان نہ سمجھے گا۔

نیارستم ازحق دگر ہیچ گفت
میں پھر کوئی صحیح بات نہ کہہ سکا۔

کہ حق ز اہل باطل بباید نہفت
کیونکہ صحیح بات اہل باطل سے چھپانی چاہیے۔

چو بینی زبردست را زیردست
جب تو اپنے آپ کو زبردست کے مقابلہ میں زیردست دیکھے

نہ مردی بود پنجہ خود شکست
اپنا پنجہ توڑنا بہادری نہیں ہے

زمانے بسالوس گریاں شدم
تھوڑی دیر کے لیے میں مکاری سے رونے لگا

کہ من زانچہ گفتم پشیماں شدم
کہ میں اس بات سے شرمندہ ہوں جو میں نے کہی تھی

بگریہ دل کافراں کرد میل
رونے سے کافروں کا دل جھکا

عجب نیست سنگ ار بگردد بسیل
اگر پتھر بہاؤ سے گھوم جائے تو تعجب کی بات نہیں ہے

دویدند خدمت کناں سوئے من
خدمت کے لیے میری طرف دوڑ پڑے

بعزت گرفتند بازوئے من
عزت سے میرا بازو تھاما

شدم عذر گویان بر شخص عاج
میں ہاتھی دانت کے جسم کے سامنے عذر خواہ ہوا

بکرسی زر کوفت بر تخت ساج
جو سونے کے پتروں جڑی کرسی اور ساگ کے تخت پر تھا

بتک را یکے بوسہ دادم بدست
میں نے ایسے بت کی دست بوسی کی

کہ لعنت بر او باد و بر بت پرست
کہ اس پر اور اس کے پجاری پر خدا کی پھٹکار ہو

بتقلید کافر شدم روز چند
دیکھا دیکھی میں بھی چند دن کے لیے کافر بن گیا

برہمن شدم در مقالات زند
ژند کے منتروں میں برہمن بن گیا

چو دیدم کہ در دیر گشتم امیں
میں نے جب دیکھا کہ میں بتخانہ میں اعتبار والا بن گیا ہوں

نگنجیدم از خرمی در زمیں
میں خوشی سے زمین میں نہ سمایا

در دیر محکم ببستم شبے
ایک رات میں نے مضبوطی سے بت خانہ کا دروازہ بند کیا

دویدم چپ و راست چوں عقربے
بچھو کی طرح دائیں اور بائیں دوڑا

نگہ کردم از زیر تخت و زبر
میں نے تخت کے نیچے اور اوپر نظر ڈالی

یکے پردہ دیدم مکلل بزر
میں نے زردوزی کا ایک پردہ دیکھا

پس پردہ مطرانے آذر پرست
پردہ کے پیچھے ایک آتش پرست پنڈا

مجاور سر ریسمانے بدست
رسی کا سرا ہاتھ میں لیے بیٹھا ہے

بفورم دراں حال معلوم شد
مجھے فوراً ہی حال معلوم ہوگیا

چو داؤد کآہن برو موم شد
جیسا کہ حضرت داؤدؑ کے ہاتھ میں لوہا موم ہوگیا

کہ ناچار چوں در کشد ریسماں
کہ لامحالہ جب وہ رسی کھینچتا ہے

برآرد صنم دست فریاد خواں
بت دعا کا ہاتھ اٹھا دیتا ہے

برہمن شد از روئے من شرمسار
برہمن مجھے دیکھ کر شرمندہ ہوگیا

کہ شنعت بود بخیہ بر روئے کار
کیونکہ عیب کھل جانا بدنامی ہے

بتازید و من در پیش تاختم
وہ بھاگا اور میں اس کے پیچھے دوڑا

نگونش بچاہے در انداختم
میں نے اس کو ایک کنوئیں میں اوندھا گرا دیا

۱؎ جب صحیح بات کے قبول کرنے کا امکان نہ ہو تو صحیح بات کہکر حق کو ذلیل نہ کرنا چاہیے۔

۲؎ ان کا پتھر جیسا دل میرے رونے کے سیل سے گھوم گیا۔

۳؎ بت کا بت کے ہاتھ اٹھانے کا راز کھلے

۴؎ وہ مشکل میرے لیے اسی طرح حل ہو گئی جیسا کہ حضرت داؤدؑ کے ہاتھ میں لوہا موم ہو جاتا

کہ دانستم ار زندہ آں برہمن
اس لیے کہ میں سمجھتا تھا کہ اگر وہ برہمن زندہ

پسندد کہ از من برآید دمار
رہ جاتا تو وہ چاہے گا کہ مجھے ہلاک کر دے

چو از کارِ مفسد خبر یافتی
جب تجھے مفسد کے کارنامے کا پتہ لگ جائے

کہ گر زندہ اش مانی آں بے ہنر
اس لیے کہ اگر تو اس بے ہنر کو زندہ چھوڑے گا

دگر سر بخدمت نہد بر درت
اگر وہ تیری چوکھٹ پر بھی خدمتگزاری کا سر رکھے گا

فریبندہ را پائے در پے منہ
فریبی کا پیچھا نہ کر

تمامش بکشتم بسنگ آں خبیث
اس خبیث کو میں نے پتھر سے پورا مار ڈالا

چو دیدم کہ غوغائے انگیختم[1]
جب میں نے دیکھا کہ میں نے شور برپا کر دیا ہے

چو اندر نیستانش آتش زدی
جب تو نے اس کے کچھار میں آگ لگا دی

بکش بچۂ مارِ مردم گزائے
انسان کو ڈسنے والے سانپ کا بچہ نہ مار

چو زنبور خانہ بیاشوفتی
جب تو نے بھڑوں کے چھتے کو چھیڑ دیا ہو

بچابک تر از خود میندار تیر
اپنے سے زیادہ ہوشیار سے تیر اندازی نہ کر

در اوراقِ سعدی چنیں پند نیست
سعدی کی کتاب میں اس جیسی نصیحت نہیں ہے

بہند آمدم بعد ازاں رستخیز
اس قیامت کے بعد میں ہندوستان میں آ گیا

ازاں جملہ تلخی کہ بر من گذشت
اس تمام کڑواہٹ سے جو مجھ پر گزری تھی

در اقبالِ تائیدِ بوبکرِ سعد
ایسے ابو بکر سعد کے اقبال کی تائید میں

بماند کند سعی در خونِ من
بچ گیا تو میرے قتل کی کوشش کرے گا

مبادا کہ رازش کنم آشکار
نہ ہو کہ میں اس کا راز ظاہر کر سکوں

زدستش برآور چو در یافتی
جب تو قابو پا جائے تو اس کو ختم کر دے

نخواہد ترا زندگانی[1] دگر
تو پھر وہ تیری زندگی نہ چاہے گا

اگر دست یابد ببرد سرت
اگر وہ قابو پا جائے گا تیرا سر کاٹ دیگا

چو رفتی و دیدی امانش مدہ
اگر تو نے کیا ہے اور دیکھ لیا ہے تو اس کو امن نہ دے

کہ از مردہ دیگر نیاید حدیث
اس لیے کہ مرا ہوا پھر بات نہیں کہہ سکتا ہے

رہا کردم آں بوم و بگریختم
میں نے اس جگہ کو چھوڑ دیا اور بھاگ گیا

زشیراں[2] بپرہیز اگر بخردی
اگر تو عقلمند ہے تو شیروں سے بچاؤ کر

چو کشتی دراں خانہ دیگر مپائے
اگر تو نے مار دیا ہے تو اس گھر میں پھر نہ ٹھہر

گریز از محلت کہ گرم اوفتی
اپنی جگہ سے بھاگ جا ورنہ جلد گر پڑے گا

چو افتاد دامن بدنداں بگیر[3]
اگر موقع پڑ ہی جائے تو دامن دانتوں سے پکڑ لے

کہ چوں پائے دیوار کندی مایست[4]
کہ جب تو دیوار کی جڑ کھود دے تو کھڑا نہ رہ

وزانجا براہِ یمن تا حجیز
اور وہاں سے یمن کے راستہ سے حجاز میں

دہانم جز امروز شیریں نگشت
آج کے علاوہ میرا منہ میٹھا نہ ہوا

کہ مادر نزاید چنو قبل و بعد
کہ کسی ماں نے پہلے اور بعد اس جیسا نہ جنا

[1] یعنی اس برہمن کو مار کر۔
[2] ورنہ وہ کچھار سے نکل کر تجھے پھاڑ ڈالیں گے۔
[3] یعنی تیر چلا کر بھاگ نکل۔
[4] ورنہ وہ تیرے اوپر ہی گر جائے گی۔
[5] یعنی گجرات سے بھاگ کر ہندوستان پہنچا۔ ہندوستان سے مراد دہلی یا لاہور وغیرہ ہے۔

زجورِ فلک دادخواہ آمدم
آسمان کے ظلم سے فریادی بن کر آیا ہوں

دعاگوی این دولتم بندہ وار
میں غلامانہ انداز پر اس دولت کا دعاگو ہوں

کہ مرہم نہادم نہ در خوردِ خویش
میرے لئے اپنے مناسب اس نے مرہم نہیں رکھا

کے این شکرِ نعمت بجا آورم
اس نعمت کا میں کیسے شکر ادا کر سکتا ہوں

فرج یافتم بعد ازاں بندہا
اس کے بعد میں نے مصیبتوں سے نجات پالی

یکے آنکہ ہرگہ کہ دستِ نیاز
ایک تو یہ کہ میں جب بھی دعا کے لیے ہاتھ

بیاد آید آں لعبتِ چینیم
مجھے وہ چینی کی گڑیا یاد آجاتی ہے

بدانم کہ دستے کہ برداشتم
میں یقین کرتا ہوں کہ جو ہاتھ میں نے اٹھایا ہے

نہ صاحبدلاں دست برمی کشند
صاحبدل خود اپنا ہاتھ نہیں اٹھاتے ہیں۔

درِ خیر بازاست وطاعت ولیک
اطاعت اور بھلائی کا دروازہ کھلا ہے لیکن

ہمین ست مانع کہ در بارگاہ
روک ایک یہ ہے کہ دربار میں

کلیدِ قدر نیست در دستِ کس
تقدیر کی کنجی کسی کے ہاتھ میں نہیں ہے

پس اے مردِ پوئیندہ برراہِ راست
تو اے سیدھے راستے پر دوڑنے والے انسان

چو در غیب نیکو نہادت سرشت
چونکہ غیب میں تیری فطرت نیک بنائی ہے

ز زنبور کرد این حلاوت پدید
شہد کی مکھی سے اسی ذات نے شیرینی پیدا فرمائی ہے

چو خواہد کہ ملکِ تو ویراں کند
جب وہ چاہے کہ تیرا ملک ویران کردے

درین سایہ گسترپناہ آمدم
سایہ ڈالنے والے کی پناہ میں آیا ہوں

خدایا تو این سایہ پایندہ دار
اے خدا تو اس سایہ کو ہمیشہ رکھ

کہ درخوردِ انعام و اکرامِ خویش
بلکہ اپنے انعام اور اکرام کے مطابق

وگر پائے گردد بخدمت سرم
خواہ خدمت میں میرا سر پیر بن جائے

ہنوزم بگوش است ازاں پندہا
لیکن اب تک اس قصہ سے حاصل شدہ نصیحتیں کان میں گونج رہی ہیں

برآرم بدرگاہِ دانائے راز
اٹھاتا ہوں رازوں کے جاننے والے کی درگاہ میں

کند خاک درچشمِ خود بینیم
میری خود بینی کی آنکھ میں دھول جھونکتی ہے

بہ نیروئے خود برنیفراشتم
میں نے اپنی طاقت سے بلند نہیں کیا ہے

کہ سر رشتہ از غیب درمی کشند
بلکہ (قضاو قدر) غیب سے رسی کا سرا کھینچتے ہیں

نہ ہرکس تواناست بر فعلِ نیک
ہر شخص نیک کام پر قادر نہیں ہے

نشاید شدن جز بفرمانِ شاہ
شاہی حکم کے بدون نہیں جایا جا سکتا ہے

توانائے مطلق خدا ایست وبس
مطلق توانا صرف خدا ہے

ترا نیست منت خداوند راست
تیرا کوئی احسان نہیں ہے خدا کا احسان ہے

نیاید زخوئے تو کردارِ زشت
تیری عادت سے کوئی برا کام نہیں ہوتا ہے

ہماں کس کہ در مار زہر آفرید
جس نے سانپ میں زہر پیدا فرما دیا ہے

نخست از تو خلقے پریشاں کند
سب سے پہلے تجھ سے مخلوق کو پریشان کردے

۱ے یعنی اس کی بخشش اپنی شایانِ شان ہے
۲ے یعنی سر کے بل کھڑا ہو جاؤں
۳ے یعنی سومنات کا بت
۴ے میں سمجھتا ہوں کہ میں بھی دست قدرت میں ہوں اور خود بت کی طرح عاجز ہوں۔
۱۰
۵ے یعنی تقدیر خداوندی
۶ے یعنی جب خدا کسی ملک کو تباہ کرنا چاہتا ہے وہاں کے حاکم کو محکوم آزار بنا دیتا ہے۔

وگر باشدش بر تو بخشایشے
اور اگر اس کی تجھ پر عنایت ہو

رساند بخلق از تو آسایشے
تو مخلوق کو تجھ سے آرام پہنچائے

تکبر مکن بر رہِ راستی
سیدھا راستہ چلنے پر غرور نہ کر

کہ دستت گرفتند و برخاستی
کیونکہ انھوں نے تیری دستگیری کی ہے اور تو اٹھا ہے

سخن سودمند است اگر بشنوی
اگر تو سنے گا تو بات مفید ہے

بمرداں رسی گر طریقت روی
اگر طریقت پر چلے گا تو مردانِ خدا تک پہنچ جائیگا

مقامے بیابی گرت رہ دہند
اگر وہ تجھے راستہ دیدیں گے تو تو ایسے مقام پر پہنچ جائیگا

کہ بر خوانِ عزت سماطت نہند
عزت کے خوان پر تیرا دسترخوان بچھا دیں گے

ولیکن نباید کہ تنہا خوری
لیکن تیرے لیے تنہا خوری مناسب ہوگی

ز درویش درماندہ یاد آوری
عاجز فقیر کو بھی یاد رکھنا

فرستی مگر رحمتے در پیم
شاید تو میرے پیچھے رحمت کی دعا کر دے

کہ بر کردۂ خویش واثق نیم
کیونکہ مجھے اپنے کیے پر توبھروسہ نہیں ہے

باب ۹ نہم در توبہ

نواں باب توبہ کے بیان میں

بیا اے کہ عمرت بہفتاد رفت
آئے کہ تیری عمر ستر کی گذر گئی ہے آجا

مگر خفتہ بودی کہ برباد رفت
شاید تو سویا ہوا تھا کہ وہ برباد ہوگئی

ہمہ برگِ بودن ہمی ساختی
تو رہنے کے تمام سامان کرتا رہا

بتدبیر رفتن نپرداختی
جانے کی تدبیر میں نہ لگا

قیامت کہ بازارِ مینو نہند
قیامت میں جب جنت کا بازار لگائیں گے

منازل باعمالِ نیکو دہند
تو نیک کاموں کے اعتبار سے مرتبے دیں گے

بضاعت بچندانکہ آری بری
جس قدر پونجی لائے گا سودا خرید کرلے جائیگا

وگر مفلسی شرمساری بری
اور اگر تو نادار ہے شرمندگی اٹھائے گا

کہ بازار چندانکہ آگندہ تر
اس لیے کہ بازار جس قدر بھرا ہوتا ہے

تہیدست را دل پراگندہ تر
خالی ہاتھ والے کا اسی قدر دل پریشان ہوتا ہے

ز پنجہ درم پنج اگر کم شود
پچاس درم میں سے اگر پانچ کا گھاٹا ہوتا ہے

دلت ریش سرپنجۂ غم شود
تو تیرے زخمی دل پر رنج غالب ہوتا ہے

چو پنجاہ سالت بروں شد ز دست
جب تیرے پچاس سال ہاتھ سے جاتے رہے

غنیمت شمر پنج روزیکہ ہست
ان پانچ روز کو غنیمت جان جو باقی ہیں

اگر مردہ مسکیں زباں داشتے
اگر مسکین مردہ زبان رکھتا

بفریاد و زاری فغاں داشتے
تو فریاد و زاری سے چیختا

کہ اے زندہ چوں ہست امکانِ گفت
کہ اے زندہ جب تک تیرے بولنے کا امکان ہے

لب از ذکر چوں مردہ برہم مخفت
ہونٹ کو مردے کی طرح بند کرکے ذکرِ خدا سے نہ سو

۱ یعنی قضا و قدر نے۔
۲ طریقت پر چل کر انسان مرد کامل بنتا ہے۔
۳ یعنی شیخ سعدی
۴ دنیا میں پھنسا رہا آخرت کی تیاری نہ کی۔
۵ انسان کے سرمایہ میں سے اگر پچاس میں سے پانچ بھی گھٹ جاتے ہیں تو انسان رنجیدہ ہوتا ہے
۶ تیری عمر کے پچاس سال تو کم ہوگئے اب پانچ باقی ہیں ان کی ہی قدر کرلے۔

چو ما را بغفلت بشد روزگار
جبکہ ہمارا زمانہ غفلت میں گزر گیا
تو باری دمے چند فرصت شمار
تو اب چند سانس غنیمت جان لے

حکایت پیر مرد و تحسّر بر روزگار جوانی

بوڑھے انسان کا قصہ اور جوانی کے زمانہ پر اس کی حسرت

شبے در جوانی و طیب نِعم
ایک رات جوانی اور نعمتوں کی خوشی میں
جوانان نشستیم چندے بہم
ہم چند نوجوان مل کر بیٹھے

چو بلبل سرایان چو گل تازہ روئے
بلبل کی طرح چہچہاتے ہوئے، پھول کی طرح تازہ چہرے والے
ز شوخی در افگندہ غلغل بکوئے
شوخی سے کوچہ میں شور مچاتے ہوئے

جہاں دیدہ پیرے ز ما بر کنار
ایک جہاں دیدہ بوڑھا ہم سے علیحدہ
ز دورِ فلک لیل مویش نہار
زمانہ کی گردش سے جس کے بالوں کی رات[1] دن ہو چکی تھی

چو فندق زبان از سخن بستہ بود
عناب[2] کی طرح بات کرنے سے زبان کو بند کیے ہوئے تھا
نہ چوں ما لب از خندہ چوں پستہ بود
ہماری طرح ہونٹ پستہ کی طرح مسکرانیوالا تھا

جوانے فرا رفت کاے پیر مرد
ایک جوان اس کے سامنے پہنچا کہ اے بوڑھے
چہ در کنج حسرت نشینی بدرد
حسرت کے گوشہ میں درد سے کیوں بیٹھا ہے

یکے سر برآر از گریبانِ غم
غم کے گریبان سے ذرا سر ابھار
بآرامِ دل با جوانان بچم
دل کی راحت کے ساتھ جوانوں کے ساتھ چہل قدمی کر

برآورد سر سالخورد از نہفت
بوڑھے نے گریبان سے سر ابھارا
جوابش نگر تا چہ پیرانہ گفت
اس کے جواب پر غور کر، کیا بزرگانہ دیا

چو بادِ صبا بر گلستان وزد
جب باغ میں بادِ صبا چلے
چمیدن درختِ جوان را سزد
جوان درختوں کو جھومنا پھبتا ہے

چمد تا جوانست و سر سبز خوید
جو[3] جب تک جوان، اور سرسبز ہے لہلہاتا ہے
شکستہ شود چوں بزردی رسید
جب زرد ہوا ٹوٹ جاتا ہے

بہاراں کہ باد آورد بیدِ مشک
جب موسم بہار میں ہوا بید مشک کی خوشبو پیدا کر دیتی ہے
بریزد درختِ جواں برگِ خشک
تو نوجوان درخت پرانے پتے جھاڑ دیتا ہے

نزیبد مرا با جوانان چمید
جوانوں کے ساتھ ٹہلنا مجھے زیب نہیں دیتا
کہ بر عارضم صبحِ پیری دمید
اس لیے کہ میرے رخسار پر بڑھاپے کی صبح نمودار ہو گئی ہے

بقید اندرم جرّہ بازے کہ بود
میری قید میں جو قوی باز[4] تھا
دما دم سرِ رشتہ خواہد درود
وہ پے در پے دھاگا کاٹنا چاہتا ہے[5]

شما راست نوبت برین خوان نشست
اس دسترخوان پر بیٹھنے کی تمہاری باری ہے
کہ ما از تنعم بشستیم دست
اس لیے کہ ہم تو نعمتوں سے ہاتھ دھو چکے ہیں

چو بر سر نشست از بزرگی غبار
جب بزرگی کا غبار سر پر جم جائے
دگر چشمِ عیشِ جوانی مدار
پھر جوانی کے عیش کی امید نہ رکھ

[1] بالوں کی سیاہی کو رات اور سفیدی کو دن سے تعبیر کیا ہے
[2] عناب کا منہ بند ہوتا ہے پستہ کے منہ پر ایک لکیر ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کو مسکراتا ہوا تصور کیا جاتا ہے



[3] جو کی کھیتی کا سبزہ مشہور ہے وہ جبھی تک لہلہاتی ہے جب تک سبز ہے
[4] قوی باز سے مراد روح ہے
[5] یعنی روح پرواز کرنا چاہتی ہے

مرا برف باریدہ بر پر زاغ
میرے کوّے کے پروں پر برف گر چکی ہے

کند جلوہ طاؤسِ صاحب جمال
خوبصورت مور جلوہ دکھاتا ہے

مرا غلہ تنگ اندر آمد درو
میری کھیتی کٹ کر بورے میں آ چکی

گلستان ما را طراوت گذشت
ہمارے باغ کی شادابی ختم ہو چکی ہے

مرا تکیہ جانِ پدر بر عصا ست
اے جان پدر ہماری ٹیک لاٹھی ہے

مسلّم جواں را ست برپائے جست
اچھل کود جوانوں کے لیے ٹھیک ہے

گل سرخ رویم نگر زرِ ناب
میرے چہرے کے گلاب کو دیکھو خالص سونا بن گیا

ہوس پختن از کودک نا تمام
نابالغ بچہ کی ہوس پرستی

مرا می بباید چو طفلاں گریست
مجھے بچوں کی طرح رونا چاہیے

نکو گفت لقماں کہ نازیستن
لقمان نے بہت اچھا کہا تھا کہ مر جانا

ہم از بامداداں درِ کلبہ بست
صبح ہی سے دوکان کا دروازہ بند کر لینا

جواں تا رساند سیاہی بنور
جوان جب تک سیاہی کو سفیدی تک پہنچاتا ہے

نشاید چو بلبل تماشائے باغ
اب بلبل کی طرح باغ کی سیر مناسب نہیں ہے

چہ میخواہی از بازِ برکندہ بال
مجھے بالوں والے باز سے تو کیا چاہتا ہے

شما را کنوں میدمد سبزہ نو
تمہارا اپنا سبزہ اب اگ رہا ہے

کہ گلدستہ بندد چو پژمردہ گشت
جب پژمردہ ہو جاتا ہے کون گلدستہ بناتا ہے

دگر تکیہ بر زندگانی خطا ست
اب زندگانی پر بھروسہ کرنا غلطی ہے

کہ پیراں برند استعانت بدست
اس لیے کہ بوڑھے تو ہاتھ کا سہارا چاہتے ہیں

فرو رفت چوں زرد شد آفتاب
جب سورج پیلا پڑا ڈوبا

چناں زشت نبود کہ از پیر خام
اتنی بری نہیں ہے جس قدر خامکار بوڑھے کی

ز شرم گناہاں نہ طفلانہ زیست
گناہوں کی شرم سے نہ کہ بچوں کی طرح جینا

بہ از سالہا بر خطا زیستن
سالوں غلطی پر جینے سے بہتر ہے

بہ از سود و سرمایہ دادن ز دست
ہاتھ سے نفع اور پونجی دے دینے سے بہتر ہے

برد پیر مسکیں سیاہی بگور
بے چارا بوڑھا سیاہی کو قبر میں لے جاتا ہے

حکایت

کہن سالے آمد بنزد طبیب
ایک طبیب کے پاس ایک ایسا بوڑھا آیا

کہ دستم ببرگ بر نبض اے نیک رائے
کہ اے نیک رائے میری نبض پہ ہاتھ رکھ

بلاں ماند ایں قامت خفتہ ام
میرا سویا ہوا قد اس کی مانند ہے

ز نالید نش تا بمردن قریب
جو رونے بیٹھنے کی وجہ سے اپنی موت سے زیادہ قریب تھا

کہ پایم ہمی بر نیاید ز جائے
کہ میرا ایک پیر دوسرے پیر سے نہیں اٹھتا ہے

کہ گوئی بگل در فرو رفتہ ام
کہ گویا میں مٹی میں دھنسا ہوا ہوں

۱ کوے سے مراد سیاہ بال ہیں اور برف سے مراد بڑھاپے کی سفیدی ہے۔

۲ تازہ پھول کا گلدستہ بنایا جاتا ہے جب پھول مرجھا جاتے ہیں تو بے کار ہو جاتے ہیں۔

۳ جب انسان لاٹھی کے سہارے چلنے لگے زندگی کی امید چھوڑ دے

۴ بوڑھا دوسرے کے ہاتھوں کا سہارا چاہتا ہے۔

۵ رخسارے جو گلاب جیسے تھے سونے کی طرح زرد ہو گئے ہیں

۶ جوان جب تک بوڑھا ہوتا ہے بوڑھا اپنے سیاہ کارناموں کے ساتھ قبر میں چلا جاتا ہے۔

بدو گفت دست از جہاں بر گسل
اس نے اس سے کہا دنیا سے ہاتھ اٹھالے

کہ پایت قیامت برآید ز گل
اس لیے کہ تیرا پیر قیامت ہی میں مٹی سے نکلے گا

اگر در جوانی زدی دست وپائے
اگر تو نے جوانی میں ہاتھ پیر مارے ہیں)

در ایام پیری بہش باش ورائے
تو بڑھاپے میں ہوش اور تدبیر سے رہ

چو دوران عمر از چہل برگذشت
جب تیری عمر کا زمانہ چالیس سے گذر گیا ہے

مزن دست و پا کآبت از سر گذشت
تو اب ہاتھ پیر نہ مار کیونکہ تیرے سر سے پانی گذر گیا ہے

نشاط آنگہ از من رمیدن گرفت
خوش طبعی نے اس وقت سے مجھ سے بھاگنا شروع کر دیا

کہ شامم سپیدہ دمیدن گرفت
جب سے کہ میری شام نے سفیدہ اگانا شروع کر دیا

بباید ہوس کردن از سر بدر
ہوس کرنے کو سر سے نکال دینا چاہیے

کہ دورِ ہوس بازی آمد بسر
اس لیے کہ ہوس بازی کا زمانہ ختم ہو چکا

بسبزی کجا تازہ گردد دلم
میرا دل سبزی سے کب تازہ ہو سکتا ہے

کہ سبزی بخواہد دمید از گلم
اس لیے کہ اب تو میری مٹی سے سبزہ اُگے گا

تفرج کناں در ہوا و ہوس
ہوا و ہوس میں تفریح کرتے ہوئے

گذشتیم بر خاکِ بسیار کس
ہم بہت سے انسانوں کی خاک پر گذرے

کسانیکہ دیگر بغیب اندراند
دوسرے لوگ جو اللہ کے علم میں ہیں

بیایند و بر خاکِ ما بگذرند
وہ آئیں گے اور ہماری مٹی پر سے گذریں گے

دریغا کہ فصلِ جوانی برفت
ہائے افسوس، جوانی کا زمانہ گذر گیا

بلہو ولعب زندگانی برفت
زندگی کھیل کود میں ختم ہو گئی

دریغا چناں روح پرور زماں
اس روح پرور زمانہ پر افسوس ہے جو

کہ بگذشت بر ما چو برقِ یماں
ہم پر سے یمنی بجلی کی طرح گذر گیا

ز سودائے آں پوشم و ایں خورم
وہ پہنوں اور یہ کھاؤں کے خیال میں

نپرداختم تا غمِ دیں خورم
دین کی فکر کرنے میں مشغول نہ ہوا

دریغا کہ مشغولِ باطل شدیم
ہائے افسوس ہم باطل میں مشغول ہو گئے

ز حق دور ماندیم و غافل شدیم
حق سے دور رہ گئے اور غافل ہو گئے

چہ خوش گفت با کودک آموزگار
استاد نے بچے سے کیا اچھی بات کہی

کہ کارے نکردیم و شد روزگار
کہ ہم نے کچھ نہ کیا اور زمانہ گذر گیا

گفتار اندر غنیمت شمردنِ قوتِ جوانی پیش از ضعفِ پیری

کہادت قوت جوانی کو بڑھاپے کے ضعف سے پہلے غنیمت سمجھ لینے کے بیان میں

جوانا رہِ طاعت امروز گیر
اے جوان بندگی کا راستہ آج اختیار کر لے

کہ فردا جوانی نیاید ز پیر
اس لیے کہ کل بوڑھے سے جوانی نہیں ہو سکتی

فراغِ دلت ہست و نیروئے تن
تجھے دل کی بے فکری اور بدن کی طاقت حاصل ہے

چو میداں فراخست گوئے بزن
جب میدان کھلا ہے گیند پھینک

۱ اب جبکہ خود میری قبر پر سبزہ اگنے کا وقت آگیا ہے سبزہ سے مجھے کیا تفریح ہوگی۔
۲ اللہ کو جوانی کی عبادت کی قدر ہے۔
۳ یعنی اب عبادت کرنے کی طاقت ہے لہذا عبادت کر لے۔

من ایں روز را قدر نشناختم
میں نے اس وقت کی قدر نہ پہچانی
بدانستم اکنوں کہ در باختم
اب میں سمجھا جب میں ہار گیا

قضا روزگارے ز من در ربود
قضا ایسا زمانہ مجھ سے اچک لے گئی
کہ ہر روزے از وے شب قدر بود
کہ جس کا ہر دن شب قدر تھا

چہ کوشش کند پیر خر زیر بار
بوجھ کے نیچے بوڑھا گدھا کیا کوشش کرے
تو می رو کہ بر باد پائے سوار
تو چلا[۱] چل کہ تیز رو گھوڑے پر سوار ہے

شکستہ قدح گر بہ بندند چست
ٹوٹے ہوئے پیالے کو اگر مضبوط باندھ دیں
نیاورد خواہد بہائے درست
وہ[۲] نئے کی قیمت نہیں دے سکتا

کنوں کو فتادت بغفلت ز دست
اب جبکہ وہ غفلت سے تیرے ہاتھ سے گر گیا ہے
طریقے ندارد بجز باز بست
اور کوئی تدبیر نہیں ہے کس دینے کے علاوہ

کہ گفتت بجیحوں در انداز تن
تجھ سے کس نے کہا تھا کہ جیحون میں کود پڑ
چو افتاد ہم دست و پائے بزن
جب کود گیا ہے تو ہاتھ اور پیر مار

بغفلت بدادی ز دست آب پاک
پاک[۳] پانی تو تو نے غفلت سے کھو دیا
چہ چارہ کنوں جز تیمم بخاک
اب سوائے مٹی سے تیمم کرنے کے اور کیا تدبیر ہے

چو از چابکاں در دویدن گرو
جب تو تیز چلنے والوں سے دوڑنے میں سبقت
نبردی ہم افتاں و خیزاں برو
نہ لے گیا تو گرتا پڑتا ہی چلا چل

گر آں باد پایاں برفتند تیز
اگر وہ تیز رو تیز چلے گئے
تو بے دست و پائے از نشستن بخیز
تو بے ہاتھ اور پیر والا بیٹھے رہنے سے اٹھ کھڑا ہو

حکایت در معنی ادراک پیش از فوت

حکایت، فوت ہونے سے پہلے حاصل کر لینے کے بیان میں

شبے خوابم اندر بیاباں فید
ایک رات فید کے جنگل میں نیند نے میرے
فرو بست پائے دویدن بقید
چلنے کے پیر قید میں باندھ دیے

شتربانے آمد بہول و ستیز
ایک شتربان غصہ اور رعب کے ساتھ آیا
زمام شتر بر سرم زد کہ خیز
اونٹ کی مہار میرے سر پہ ماری کہ اٹھ

مگر دل نہادی بمردن ز پس
شاید پیچھے رہ کر تیرا مرنے کو جی چاہ رہا ہے
کہ برمی نخیزی بہ بانگ جرس
کہ گھنٹے کی آواز سے تو نہیں اٹھتا

مرا ہمچو تو خواب خوش در سر است
تیری طرح میرے سر میں بھی میٹھی نیند ہے
ولیکن بیاباں بہ پیش اندر است
لیکن صحرا سامنے ہے

تو کز خواب نوشیں بہ بانگ رحیل
تو جو کوچ کی آواز سے میٹھی نیند سے
نخیزی دگر کے رسی در سبیل
بیدار نہیں ہوتا ہے راستہ پر کب پہنچے گا

فرو کوفت طبل شتر سارواں
شتربان نے نقارہ پیٹ دیا
بمنزل رسید اول کارواں
شروع کا قافلہ منزل پر پہنچ گیا ہے

[۱] یعنی جوانی میں عمل کرے۔
[۲] بڑھاپے میں جوانی کی سی قدر و قیمت باقی نہیں رہتی ہے
[۳] جوانی ختم ہو گئی ہے تو بڑھاپے میں کام کرے۔

خنک ہوشیارانِ فرخندہ بخت
وہ ہوشیار مبارک نصیبہ والے ٹھنڈے دل ہیں

بَرہ خفتگاں تا برآرند سر
راستہ میں سوئے ہوئے جب تک سر اٹھائیں گے

سبق بُرد رہرو کہ برخاست زود
وہ مسافر بازی لے گیا جو جلدی اٹھ بیٹھا

چو شیبت درآمد بروئے شباب
جب تیری جوانی کے چہرے پر بڑھاپا آ گیا تو

من آں روز برکندم از عمر امید
میں نے اس دن زندگی سے امید ختم کر دی

دریغا کہ بگذشت عمر عزیز
ہائے افسوس کہ پیاری عمر گذر گئی

گذشت آنچہ در ناصوابی گذشت
جو بھی گذرا خرابی میں گزرا

کنوں وقتِ تخم است اگر پروری
اگر تو پالنا چاہتا ہے اب بھی تخم ریزی کا وقت ہے

بشہر قیامت مرو تنگ دست
تنگ دست ہو کر قیامت کے شہر میں نہ جا

گرت چشم عقلست تدبیر گور
اگر تیری عقل کی آنکھ ہے تو قبر کی تدبیر

بمایہ تواں اے پسر سود کرد
اے صاحبزادے سرمایہ سے نفع کمایا جاسکتا ہے

کنوں کوش کآب از کمر در گذشت
اب کوشش کرلے کہ پانی کمر سے بڑھ گیا

کنونت کہ چشمست اشکے ببار
اب جبکہ تیری آنکھیں ہیں کچھ آنسو بہالے

نہ پیوستہ باشد رواں در بدن
روح بدن میں ہمیشہ نہ ہو گی

ز دانندگاں بشنو امروز قول
جاننے والوں سے آج بات سن لے

غنیمت شمار ایں گرامی نفس
اس قابل قدر سانس کو غنیمت شمار کر

کہ پیش از دہل زن بسازند رخت
جو ڈھول پیٹنے والے سے پہلے سامان باندھ لیں

نہ بینند رہ رفتگاں را اثر
وہ راستہ چلنے والوں کا نشان بھی نہ دیکھیں گے

پس از نقل بیدار بودن چہ سود
روانگی کے بعد بیدار ہونے سے کیا فائدہ

شبت روز شد دیدہ برکن ز خواب
تیری رات، دن ہو چکی نیند سے آنکھ کھول دے

کہ افتادم اندر سیاہی سپید
جب میری سیاہی میں سفیدی آ گئی

بخواہد گذشت ایں دمِ چند نیز
یہ چند سانس بھی گذر جائیں گے

وزیں نیز دم در نیابی گذشت
اگر ان سانسوں کو بھی نہ سنبھالا تو یہ بھی گئے

گر امید داری کہ خرمن بری
اگر امید رکھتا ہے کہ کھلیان اٹھائے

کہ وجہے ندارد بحسرت نشست
اس لیے کہ حسرت سے بیٹھے رہنا کوئی وجہ نہیں رکھتا ہے

کنوں کن کہ چشمت نخورد است مور
اب کرلے، کیونکہ تیری آنکھیں چیونٹیوں نے نہیں کھائی ہیں

چہ سود افتد آں را کہ سرمایہ خورد
اسے کیا نفع ہوسکتا ہے جو کہ سرمایہ کھالے

نہ وقتے کہ سیلاب از سر گذشت
نہ اس وقت جب سیلاب سر پر سے گذر گیا

زباں در دہاں است عذرے بیار
منہ میں زبان ہے کچھ عذر بیان کرے

نہ ہموارہ گردد زباں در دہن
منہ میں زبان ہمیشہ نہ پھرے گی۔

کہ فردا بگردد بترسد ز ہول
اس لیے کہ کل وہ بند ہوجائیگی اور خوف سے ڈرے گی

کہ بے مرغ قیمت ندارد قفس
کیونکہ بے پرندہ کا پنجرا کوئی قیمت نہیں رکھتا ہے

۱ کوچ کا نقارہ بجنے سے قبل سفر کی تیاری کرلیں
۲ بڑھاپا آجانے پر جوانی کی غفلت سے بیدار ہوجانا چاہیے۔
۳ آخرت کے لیے اب بھی عمل کرلے ورنہ خالی ہاتھ جائیگا
۴ مرنے کے بعد چیونٹیاں آنکھیں بھی کھاجائیں گی
۵ بروقت کوشش مفید ہوتی ہے ورنہ رائیگاں جاتی ہے
۶ جب بدن میں جان ہے قابل قدر ہے ورنہ بے پرندہ کا پنجرا ہے۔

مکن عمر ضائع بافسوس و حیف
حسرت اور افسوس کے ساتھ عمر ضائع نہ کر

که فرصت عزیز است والوقت سیف
اس لیے کہ فرصت گیا بہا ہے اور وقت ایک تلوار ہے

حکایت

قضا زندۂ را رگِ جاں بُرید
قضا نے ایک زندہ کی شہ رگ کاٹ دی

دگر کس بمرگش گریباں درید
دوسرے نے اس کی موت پر گریبان چاک کیا

چنیں گفت بینندۂ تیز ہوش
ایک عقلمند دیکھنے والے نے یہ کہا

چو فریاد و زاری رسیدش بگوش
جب آہ و زاری اس کے کان میں پڑی

ز دستِ شما مُردہ بر خویشتن
تمہارے ہاتھوں سے مردہ اپنا

گرش دست بودے دریدے کفن
کفن پھاڑ ڈالتا[۱] اگر اسے قدرت ہوتی

کہ چندیں ز تیمار و دردم مپیچ
کہ میرے غم اور درد میں اس قدر بل نہ کھا

کہ روزے دو پیش از تو کردم بسیج
اس لیے کہ میں نے تجھ سے دو ایک روز ہی پہلے سفر کا ارادہ کیا

فراموش کردی مگر مرگِ خویش
شاید تو اپنی موت کو بھول گیا

کہ مرگِ منت ناتواں کرد و ریش
کہ میرے مرنے نے تجھے کمزور اور زخمی کر دیا

مبصّر چو بر مُردہ ریزد گلش
جانکار جب مردے پر اس کی مٹی ڈالتا ہے

نہ بر وے کہ بر خود بسوزد دلش
اس[۲] پر نہیں بلکہ اپنے اوپر اس کا دل جلتا ہے

ز ہجرانِ طفلے کہ در خاک رفت
اس بچہ کے فراق میں جو مٹی میں چلا گیا

چہ نالی کہ پاک آمد و پاک رفت
کیا روتا ہے وہ تو پاک آیا پاک چلا گیا

تو پاک آمدی بر حذر باش و پاک
تو پاک آیا احتیاط اور خطرہ سے رہ

کہ ننگ است ناپاک رفتن بخاک
اس لیے کہ مٹی میں ناپاک ہو کر جانا بڑے شرم کی بات ہو

کنوں باید ایں مرغ را پائے بست
اس پرند کا اب پیر باندھ دینا چاہیئے

نہ وقتے کہ سر رشتہ بردت ز دست
نہ کہ اس وقت جب تیرے ہاتھ سے رسی چھڑا لے جائے

نشستی بجائے دگر کس بسے
تو[۳] دوسرے کی جگہ بہت بیٹھا

نشیند بجائے تو دیگر کسے
اب تیری جگہ کوئی دوسرا بیٹھے گا

اگر پہلوانی و گر تیغ زن
خواہ تو پہلوان ہے خواہ تلوار باز

نخواہی بدر بُردن اِلّا کفن
سوائے[۴] کفن کے کچھ نہ لے جا سکے گا

خرِ وحش اگر بگسلاند کمند
گورخر اگر پھانسا پھسلا دے

چو در ریگ ماند شود پائے بند
جب ریتے میں دھنس جائے پابند ہو جائے

ترا نیز چنداں بود دستِ زور
تجھ میں بھی طاقت اسی وقت تک ہے

کہ پایت نرفت است در ریگِ گور
جب تک تیرا پیر قبر کے ریت میں نہیں گیا

منہ دل بریں سالخوردہ مکاں
اس[۵] پرانے مکان سے دل نہ لگا

کہ گنبد نپاید برو گردگاں
اس لیے کہ گنبد پر اخروٹ نہیں ٹھہرتا ہے

[۱] یعنی مردہ کفن پھاڑ کر یہ کہتا۔
[۲] چونکہ اس کو اپنی موت یاد آتی ہے
[۳] تم نے مرنے والوں کی جگہ سنبھالی تھی تمہارے بعد دوسرے اس جگہ کو لے لیں گے
[۴] دنیا سے کوئی بھی کفن کے علاوہ کچھ نہیں لے جاتا ہے
[۵] دنیا گول ہے اس پر کوئی نہیں ٹکے گا۔

چو دے رفت فردا نیاید بدست حساب از ہمیں یک نفس کن کہ ہست
جبکہ کل گزشتہ چلی گئی تو کل آئندہ ہاتھ میں آنیوالی نہیں ہے اسی ایک سانس کا حساب کرے جو موجود ہے

حکایت

فرو رفت جم را یکے نازنیں کفن کرد چوں کرمش ابریشمیں
جمشید کا ایک نازوں کا پالا مر گیا ریشم کے کیڑے کی طرح اس کا کفن ریشمین بنایا[1]

بدخمہ درآمد پس از چند روز کہ بروے بگرید بزاری و سوز
چند روز بعد قبر کے گنبد کے پاس آیا تاکہ اس پر زاری اور سوز سے روئے۔

چو پوسیدہ دیدش حریریں کفن بفکرت چنیں گفت با خویشتن
جب اس کا ریشمین کفن بوسیدہ دیکھا فکر میں اپنے آپ سے یہ کہا

من از کرم برکندہ بودم بزور بکندند ازو باز کرمانِ گور
میں نے ریشم کے کیڑے سے جبراً چھینا تھا قبر کے کیڑوں نے اس سے دوبارہ چھین لیا

دو بیتم جگر کرد روزے کباب کہ می گفت گویندۂ با رُباب
ایک دن دو شعروں نے میرا جگر کباب بنا دیا جو پڑھنے والا رباب پر پڑھ رہا تھا

دریغا کہ بے ما بسے روزگار بروید گل و بشگفد لالہ زار
ہائے افسوس ہمارے بغیر عرصے تک پھول اگیں گے اور لالہ زار کھلے گا

بسے تیر و دے ماہ و اردی بہشت[2] برآید کہ ما خاک باشیم و خشت
بہت سے تیر اور دے اور اردی بہشت گزریں گے کہ ہم مٹی اور اینٹ ہوں گے

[1] ریشم کا کیڑا اپنے کویے میں ہی مر کر رہ جاتا ہے تو گویا اس کا کفن ریشمین ہوتا ہے

[2] تیر، دے ماہ، اردی بہشت فارسی مہینوں کے نام ہیں۔

حکایت

یکے پارسا سیرتِ حق پرست فتادش یکے خشتِ زریں بدست
ایک حق پرست، پارسا سیرت کے ہاتھ سونے کی ایک اینٹ لگ گئی

سرِ ہوشمندش چناں خیرہ کرد کہ سودا دلِ روشنش تیرہ کرد
اس کے ہوشمند سر کو ایسا دیوانہ کر دیا کہ جنون نے اس کے روشن دل کو تاریک کر دیا

ہمہ شب در اندیشہ کیں گنج و مال درو تا زیم رہ نیابد زوال
تمام رات اسی خیال میں رہا کہ یہ خزانہ اور مال جب تک میں زندہ ہوں اس پر زوال نہ آئے گا

دگر قامتِ عجزم از بہر خواست نباید برِ کس دوتا کرد راست
اب مجھے درخواست کے لیے اپنے عاجزی کے قد کو کسی کے سامنے سیدھا ٹیڑھا نہ کرنا چاہیے

سرائے کنم پایۂ پستش رخام درختانِ سقفش ہمہ عودِ خام
ایسی حویلی بناؤں کہ جس کی بنیادیں سنگ مرمر کی اس کی چھت کی کڑیاں سب خالص عود کی ہوں گی

یکے حجرہ خاص از پئے دوستاں درِ حجرہ اندر سرا بوستاں
دوستوں کے لیے ایک مخصوص کمرہ جس کا دروازہ پائیں باغ میں ہوگا

بفرسود دم از رقعہ بر رقعہ دوخت
ملہ پیوند پر پیوند لگانے سے بن گھس گیا

دگر زیر دستاں پزندم خورش
اب ماتحت میرا کھانا پکائیں گے

بسختی بکشت ایں نمد بسترم
اس بستر کے کمبل نے سختی کی وجہ سے مجھے مار ڈالا

خیالش خرف کرد و کالیوہ رنگ
ملہ خیال نے اس کو مبہوت اور دیوانہ وار بنا دیا

فراغ مناجات و رازش نماند
اللہ سے ہمکلامی اور راز کی اس کو فرصت نہ رہی

بصحرا بر آمد سر از عشوہ مست
ملہ فریب سے مست ہو کر جنگل کو نکل گیا

یکے بر سر گور گل می سرشت
ایک شخص ایک قبر پر مٹی گوندھ رہا تھا

باندیشہ در خود فرو رفت پیر
بوڑھا فکر میں ڈوب گیا

چہ بندی دریں خشت زریں دلت
اس سونے کی اینٹ میں کیا دل لگاتا ہے

طمع را نہ چنداں دہانست باز
لالچ کا منہ ایسا کھلا ہوا نہیں ہے

بدار اے فرومایہ زیں خشتہ دست
اے کمینے! اس اینٹ سے دست کش ہو جا

تو غافل در اندیشۂ سود و مال
نفع اور مال کی فکر میں تو اس سے غافل ہے

بریں خاک چنداں صبا بگذرد
اس خاک پر اس قدر بادِ صبا گزرے گی

غبار ہوا چشم عقلت بدوخت
خواہش کے غبار نے تیری عقل کی آنکھیں سی دیں

بکن سرمۂ غفلت از چشم پاک
غفلت کا سرمہ آنکھ سے صاف کر دے

تف دیگراں چشم و مغزم بسوخت
دوسروں کے مطبخ کی گرمی نے میری آنکھیں اور بھیجا جلا دیا ہے

براحت دہم روح را پرورش
میں آرام سے روح کی پرورش کروں گا

روم زیں سپس عبقری گسترم
اب اس کے بعد میں قیمتی کپڑا بچھاؤں گا

بمغزش فرو برد خرچنگ چنگ
کیکڑے نے اس کے دماغ میں پنجے گھسا دیے

خور و خواب و ذکر و نمازش نماند
اس کے لیے کھانا اور سونا اور ذکر اور نماز نہ رہا

کہ جائے نبودش قرار و نشست
اس لیے کہ اب اس کا ٹھکانا اور بیٹھنا ایک جگہ نہ رہا تھا

کہ حاصل کند زاں گل گور خشت
تاکہ اس قبر کی مٹی سے اینٹ بنائے

کہ اے نفس کوتہ نظر پند گیر
کہ اے کوتاہ نظر نفس نصیحت حاصل کر

کہ یک روز خشتے کنند از گلت
جبکہ ایک روز تیری مٹی سے بھی اینٹ بنائیں گے

کہ بازش نشیند بیک لقمہ آز
کہ اس کی حرص ایک لقمہ میں فرو ہو جائے

کہ جیحوں نشاید بیک خشت بست
ملہ کیونکہ جیحوں کو ایک اینٹ سے نہیں روکا جا سکتا

کہ سرمایۂ عمر شد پائمال
کہ زندگی کا سرمایہ پائمال ہو گیا ہے

کہ ہر ذرہ از ما بجائے برد
کہ ہمارا ہر ذرہ ایک جگہ اڑا لے جائے گی

سموم ہوس کشت عمرت بسوخت
ہوس کی لو نے تیری زندگی کی کھیتی جلا دی ہے

کہ فردا شوی سرمہ در زیر خاک
اس لیے کہ کل کو تو مٹی کے نیچے سرمہ ہوگا

ملہ مجھے کپڑا بھی میسر تھا دوسروں کا مطبخ دیکھ کر کڑھتا تھا۔

ملہ اس تمول کے خیال نے اسے دیوانہ بنا دیا اللہ کی یاد اور خواب و خور سے بھی غافل ہو گیا

ملہ اس کی گوشہ نشینی ختم ہو چکی تھی و دولت کے نشہ میں چور مارا مارا پھرتا تھا۔

ملہ انسان کا دریائے ہوس ایک اینٹ سے نہیں رک سکتا ہے۔

حکایت عداوت درمیان دو شخص

دو شخصوں کے درمیان عداوت کا قصہ

میان دو تن دشمنی بود و جنگ
دو شخصوں میں دشمنی اور لڑائی تھی

ز دیدار ہم تا بحدے رماں
ایک دوسرے کے دیکھنے سے بھی اس قدر متنفر تھا

یکے را اجل بر سر آورد جیش
ایک کے سر پر موت لشکر دوڑا لائی

بد اندیش وے را درون شاد گشت
اس کے مخالف کا دل خوش ہوا

شبستان گورش در اندوده دید
اس کی قبر کے شبستان کا دروازہ لپا ہوا دیکھا

ز روئے عداوت بباز وئے زور
بازو کی طاقت سے عداوت کی وجہ سے

سر تاجورد یدش اندر مغاک
اس کا تاج والا سر گڑھے میں دیکھا

وجودش گرفتار زندان گور
اس کے جسم کو قبر کے قید خانہ میں گرفتار دیکھا

ز دور فلک بدر رویش ہلال
آسمان کے چکر سے اس کے چہرے کا چاند ہلال تھا

کف دست و سر پنجۂ زورمند
اس کی طاقتور ہتھیلی اور انگلیوں

چنانش بر و رحمت آمد ز دل
اس کے دل میں اس پر ایسا رحم آیا

پشیماں شد از کردہ خوئے زشت
بدعادت کے کیے سے شرمندہ ہوا

بکن شادمانی بمرگ کسے
کسی کے مرنے پر خوش نہ ہو

شنید ایں سخن عارف ہوشیار
ایک ہوشیار عارف نے یہ بات سنی

عجب گر تو رحمت نیاری برو
تعجب ہوگا اگر تو اس پر رحمت نازل نہ کرے

سر از کبر بر یک دگر چوں پلنگ
تکبر کی وجہ سے ایک کا سر دوسرے پر چیتے کی طرح تھا

کہ بر ہر دو تنگ آمدے آسماں
کہ دونوں پر آسمان تنگ ہو گیا تھا

سر آمد بر و روزگاران عیش
اس کی زندگی کا زمانہ ختم ہو گیا

بگورش پس از مدتے بر گذشت
وہ ایک زمانہ کے بعد اسکی قبر پر سے گذرا

کہ وقتے سرایش زر اندوده دید
جب کہ ایک وقت اس کا محل سونے سے پٹا دیکھا تھا

یکے تختہ برکندش از روئے گور
اس کی قبر پر سے ایک تختہ اکھاڑا

دو چشم جہاں بینش آگندہ خاک
اس کی دنیا کو دیکھنے والی دونوں آنکھیں خاک بھری دیکھیں

تنش طعمۂ کرم و تاراج مور
اس کا جسم کیڑوں کا چارہ اور چیونٹیوں کی لوٹ دیکھا

زجور زماں سرو قدش خلال
زمانہ کے ظلم سے اس کے قد کا سرو تنکا تھا

جدا کردہ ایام بندش زبند
کے جوڑ جوڑ کو زمانہ نے علیحدہ کر دیا تھا

کہ بسرشت بر خاک از گریہ گل
کہ رونے سے زمین پر مٹی کو ندھ دی

بفرمود بر سنگ گورش نبشت
اس کی قبر کے پتھر پر لکھنے کا حکم دیا

کہ دہرت پس از وے نماند بسے
اس لیے کہ اس کے بعد تیرا زمانہ بھی زیادہ نہ رہے گا

بنالید کاے قادر کردگار
تو رو پڑا کہ اے خدائے قادر

کہ بگریست دشمن بزاری برو
اس لیے کہ دشمن بھی اس پر آنسوؤں سے رو پڑا

١ چیتا کینہ وری میں مشہور ہے۔
٢ دونوں ایک آسمان کے نیچے نہ رہنا چاہتے تھے۔
٣ یعنی اپنے مخالف کی موت پر
٤ دشمنی میں اس کی قبر کا تختہ اکھاڑا
٥ کیڑے اس کا جسم کھا رہے تھے اور چیونٹیاں چپٹی ہوئی تھیں



٦ اس کا چاند سا چہرہ مرجھا کر ہلال بن گیا تھا۔
٧ انتقامی جذبے کے ساتھ قبر اکھاڑنے پر شرمندہ ہوا اور نیچے کے اشعار قبر پر کندہ کر دینے کا حکم دیا۔

تنِ ما شود نیز روزے چناں
ہمارا جسم بھی ایک دن ایسا ہو جائے گا
کہ بروے بسوزد دلِ دشمناں
کہ اس پر دشمنوں کے دل جلیں گے

مگر در دلِ دوست رحم آیدم
شاید دوست کے دل میں مجھ پر رحم آجائے
چو بیند کہ دشمن ببخشایدم
جب وہ دیکھے کہ دشمن بھی مجھے معاف کر رہا ہے

بجائے رسد کارِ سر دیر زود
جلد یا بدیر سر کا انجام یہ ہوگا
کہ گوئی درو دیدہ ہرگز نبود
کہ تو کہے گا کہ اس میں آنکھ کبھی نہ تھی

زدم تیشہ یک روز بر تلّ خاک
میں نے ایک دن خاک کے ایک ٹیلہ پر کدال چلائی
بگوشم آمد نالۂ دردناک
میرے کان میں ایک دردناک رونا آیا

کہ زنہار اگر مردی آہستہ تر
کہ خبردار اگر تو آدمی ہے تو (کدال) آہستہ چلا
کہ چشم و بناگوش و روست و سر
اس لیے کہ اس میں آنکھ اور کان کی لو اور چہرہ اور سر ہے

حکایت پدر و دختر
باپ اور بیٹی کا قصہ

شبے خفتہ بودم بعزمِ سفر
میں ایک رات سفر کے ارادہ سے سویا ہوا تھا
پئے کاروانے گرفتم سحر
صبح کو میں نے ایک قافلہ کا ساتھ پکڑا

برآمد یکے سہمگیں باد و گرد
ایک خوفناک ہوا اور گرد آئی
کہ بر چشمِ مردم جہاں تیرہ کرد
جس نے انسانوں کی آنکھوں میں دنیا اندھیری کردی

برہ بر یکے دختر خانہ بود
راستہ میں ایک کنواری لڑکی تھی
بمعجر غبار از پدر می زدود
جو اوڑھنی سے باپ سے غبار جھاڑ رہی تھی

پدر گفتش اے نازنیں چہرِ من
باپ نے اس سے کہا اے میری نازنین چہرہ والی
کہ شوریدہ داری دل از مہرِ من
جو کہ میری محبت میں دل پریشان کرتی ہے

نچنداں نشیند دریں دیدہ گرد
کیا اس آنکھ میں اس قدر گرد نہ پڑے گی
کہ بازش بمعجر تواں پاک کرد
کہ پھر اس کو اوڑھنی سے صاف نہ کیا جا سکے گا

ترا نفسِ رعنا چو سرکش ستور
تجھے سرکش نفس، سرکش گھوڑے کی طرح
دواں می برد تا بسرِ شیبِ گور
دوڑائے لیے جا رہا ہے قبر کے گڑھے کی طرف

اجل ناگہت بگسلاند رکیب
موت اچانک تیری رکاب توڑ دے گی
عناں باز نتواں گرفت از نشیب
پھر تو گڑھے کی طرف سے باگ نہ روک سکے گا

موعظہ و پند
وعظ اور نصیحت

خبر داری از استخوانِ قفس
تجھے ہڈیوں کے پنجرے کی بھی خبر ہے
کہ جاں توم غست و نامش نفس
جس کا پرندہ تیری جان ہے اور اس کا نفس نام

چو مرغ از قفس رفت و بگست قید
جب پرندہ پنجرے سے نکل گیا اور پھندا ٹوٹ گیا
دگرہ نگردد بسعیِ تو صید
پھر دوبارہ تیری کوشش سے شکار نہیں ہو سکتا

[1] اللہ اس شخص پر ضرور رحم فرمائے گا جس کو دیکھ کر دشمن بھی رحم کرے۔
[2] یعنی میں ایک قافلہ کے ساتھ سفر کا ارادہ کر کے رات کو سویا اور صبح کو سفر شروع کر دیا۔
[3] جو آندھی میں اس پر آپڑا تھا
[4] یعنی مرنے کے بعد قبر میں آنکھوں میں ایسی مٹی پڑنی ہے جو صاف نہ ہو سکے گی۔
[5] بدن بمنزلہ پنجرے کے ہے اور روح بمنزلہ پرند کے ہے
[6] جب طائر روح اڑ جائے گا پھر پنجرے میں بند نہ ہو سکے گا۔

نگہدار فرصت کہ عالم دمیست
فرصت کی دیکھ بھال رکھ اس لیے کہ جہان ایک سانس ہے

دمے پیش دانا بہ از عالمیست
ایک سانس عقلمند کے نزدیک جہان سے اچھا ہے

سکندر کہ بر عالمے حکم داشت
وہ سکندر جو دنیا پر حکومت رکھتا تھا

ق

دراں دم کہ بگذشت و عالم گذاشت
جب وہ چلا اور اس نے دنیا کو چھوڑا

میسر نبودش کز و عالمے
اس کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ اس سے دنیا[1]

ستانند و مہلت دہندش دمے
لے لیں اور اس کو ایک سانس کی مہلت دیدیں

برفتند و ہر کس درود آنچہ کشت
لوگ چلے گئے اور ہر شخص نے وہ کاٹا جو اس نے بویا

نماند بجز نامِ نیکو و زشت
اور اچھے اور برے نام کے سوا کچھ نہیں رہتا

چرا دل بریں کارواں گہ نہیم
اس سرائے سے ہم کیوں دل لگائیں

کہ یاراں برفتند و ما بر رہیم
اس لیے کہ ساتھی تو چلے گئے اور ہم راستہ پر ہیں

پس از ما ہمیں گل دمد بوستاں
ہمارے بعد بھی باغ یہی پھول کھلائے گا

نشینند با یک دگر دوستاں
دوست ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھیں گے

دل اندر دلآرام دنیا مبند
دنیا[2] کے معشوق میں دل نہ پھنسا

کہ ننشست باکس کہ دل بر نکند
اس لیے کہ وہ کسی ایسے کی ہم نشین نہیں ہوئی کہ جس کا دل زخمی نہ کیا

چو در خاکدان لحد خفت مرد
جب انسان لحد کے خاکدان میں سویا

قیامت بیفشاند از روی گرد
قیامت ہی چہرے سے گرد جھاڑے گی

سر از جیب غفلت برآور کنوں
غفلت کے گریبان سے اب سر نکال لے

کہ فردا نماند بحسرت نگوں
تاکہ کل کو حسرت سے اوندھا نہ بنے

نہ چوں خواہی آمد بشیراز در
کیا[3] ایسا نہیں ہے کہ جب تو شیراز میں داخل ہوتا ہے

سروتن بشوئی ز گردِ سفر
سفر کے گرد و غبار سے سر اور جسم دھوتا ہے

پس اے خاکسارِ گنہ عنقریب
اے گناہوں سے خاک آلودہ عنقریب

سفر کرد خواہی بشہر غریب
تو اجنبی شہر کا سفر کرے گا

براں از دو سرچشمۂ دیدہ جوئے
آنکھوں کے دونوں سرچشموں سے نہر بہادے

ور آلایشے دانی از خود بشوئے
اور اگر کسی ناپاکی کا تجھے علم ہے دھوڈال

حکایت در عالم طفولیت
بچپن کے زمانہ کا قصہ

ز عہد پدر یاد دارم ہمے
مجھے باپ کے زمانہ کا ایک قصہ یاد ہے

کہ باران رحمت برو ہر دمے
اس پر ہر دم خدا کی رحمت ہو

کہ در خردیم لوح و دفتر خرید
کہ اس نے میرے بچپن میں تختی اور کاپی خریدی

ز بہرم یکے خاتمِ زر خرید
سونے کی ایک انگوٹھی میرے لیے خریدی

بدر کرد ناگہ یکے مشتری
ایک[4] خریدار نے اچانک اتارلی

بخرمائے از دستم انگشتری
ایک چھوارے کے بدلے میرے ہاتھ سے انگوٹھی

[1] مرتے وقت یہ ممکن نہ تھا کہ سکندر تمام حکومت خرچ کرکے بھی ایک سانس کے بقدر زندہ رہ سکے۔

[2] دنیا بے وفا ہے اس سے دل لگانا درست نہیں ہے۔

[3] جب انسان اجنبی شہر میں داخل ہوتا ہے نہا دھو کر داخل ہوتا ہے عالم آخرت بھی نیا شہر ہوگا اس میں جانے کے لیے آنسوؤں سے غسل کرلینا مناسب ہے

[4] ایک شخص نے دھوکہ دے کر چھوارے کے بدلہ انگوٹھی لے لی۔

چو نشناسد انگشتری طفلِ خُرد
جب چھوٹا بچہ انگوٹھی کو نہ سمجھے

تو ہم قیمتِ عمر نشناختی
تونے بھی عمر کی قیمت نہیں سمجھی

قیامت کہ نیکاں براعلیٰ رسند
قیامت میں جب نیک لوگ اعلیٰ رتبے پر پہنچیں گے

ق

ترا خود بماند سر از ننگ پیش
خود شرمندگی کی وجہ سے تیرا سر آگے کو جھکا ہوگا [1]

برادر زکارِ بداں شرم دار
اے بھائی بروں کے کام سے شرم کر

دراں روز کز فعل پرسند و قول
اس[2] دن جب فعل اور قول کے بارے میں دریافت کرینگے

بجائے کہ دہشت خورند انبیا
اس جگہ جہاں نبی دہشت کھائیں گے

زنانے کہ طاعت برغبت برند
وہ عورتیں جو رغبت سے عبادت کرتی ہیں

ترا شرم ناید زمردیِ خویش
مجھے[3] اپنی مردانگی سے شرم نہیں آتی

زناں را بعذرے معیّن کہ ہست
عورتیں[4] اس ایک معیّن عذر کی وجہ سے جو ان کو لاحق ہوتا ہے

تو بے عذر یکسو نشینی چو زن
تو بلا عذر کے عورت کی طرح علیحدہ ہو بیٹھا ہے

مرا خود چہ باشد زباں آوری
میری خود فصاحت کیا ہوتی

مرا خود مبیں اے عجب درمیاں
اے عجب! مجھے درمیاں میں نہ دیکھ

چو از راستی بگذری خم بود
جب تو سیدھائی سے ہٹ جائیگا کج ہو جائیگا

بناز و طرب نفس پروردہ گیر
ناز اور عیش میں پلے ہوئے نفس کو

یکے بچۂ گرگ می پرورید
ایک شخص بھیڑیے کے بچہ کو پالتا تھا

بشیرینی از وے توانند بُرد
اس سے مٹھائی کے بدلے لے جا سکتے ہیں

کہ در عیش شیریں برانداختی
کہ تونے میٹھے عیش میں اس کو ضائع کر دیا

زقعرِ ثریٰ بر ثریا رسند
مٹی کی پستی سے ثریا پر پہنچیں گے

کہ گرد ت برآید عملہائے خویش
جب کہ تیرے کارنامے تیرے گرد ہوں گے

کہ در روئے نیکاں شوی شرمسار
کیونکہ تو نیکوں کے سامنے شرمندہ ہوگا

اولوالعزم را تن بلرزد زہول
صاحب عزم کا جسم بھی خوف سے لرزے گا

تو عذرِ گنہ را چہ داری بیا
تیرے پاس گناہ کا کیا عذر ہے لا

زمردانِ ناپارسا بگذرند
غیر متقی مردوں سے بڑھ جائیں گی

کہ باشد زناں را قبول از تو بیش
کہ عورتوں کو تجھ سے زیادہ مقبولیت حاصل ہو

ز طاعت بدارند گہ گاہ دست
کبھی کبھی عبادت سے دست کش ہو جاتی ہیں

روا ے کم از زن لافِ مردی مزن
اے عورت سے بھی گھٹیا، جا مردانگی کی ڈینگیں نہ مار

چنیں گفت شاہِ سخن عنصری
سخن کے بادشاہ عنصری[5] نے بھی یہی کہا

ببیں تا چہ گفتند پیشینیاں
دیکھ اگلے لوگوں نے کیا کہا ہے

چہ مردی بود کز زنے کم بود
کیا مردانگی ہوگی جب تو ایک عورت سے کم ہوگا

بایام دشمن قوی کردہ گیر
کچھ زمانہ میں قوی بنایا ہوا دشمن سمجھ[6]

چو پروردہ شد خواجہ برہم درید
جب پل گیا اسنے مالک کو پھاڑ ڈالا

[1] اگر تیرے اچھے کام نہ ہوں گے تو تو نیکوں کے روبرو شرمندہ ہوگا۔
[2] قیامت میں انسان کے جملہ افعال اور اقوال کا حساب ہوگا
[3] ایک مرد کے لیے یہ باعث شرم ہونا چاہیے کہ وہ مقبولیت میں عورتوں سے بھی کم ہو۔
[4] یعنی حالتِ حیض ولفاس میں عورتیں بہت سی عبادت نہیں کرسکتی ہیں عذرِ معین سے یہی حالت مراد ہے۔
[5] عنصری سلطان محمود کا ملک الشعراء تھا
[6] انسان کا نفس اس کا دشمن ہے جس قدر اس کو نازوں سے پالوگے گویا اپنے دشمن کو طاقتور بنا رہے ہو۔

ق

چو بر پہلوئے جاں سپردن بخفت
جب بلے جان دینے کی کروٹ پر سوگیا

تو دشمن چنیں نازنیں پروری
تو نے دشمن کو نازوں سے ایسا پالتا ہے

نہ ابلیس در حق ما طعنہ زد
کیا بلے شیطان نے ہمارے بارے میں طعنہ نہ دیا تھا

فغاں از بدیہا کہ در نفس ماست
جو برائیاں ہمارے نفس میں ہیں ان سے فریاد ہے

چو ملعون پسند آمدش قہر ما
جب بلے ملعون کو ہماری ذلت پسند آئی

کجا سر بر آریم ازیں عار و ننگ
ہم اس ذلت اور عار سے کیسے سر اٹھا سکتے ہیں

نظر دوست نادر کند سوئے تو
بلے دوست بہت کم تیری طرف نظر کرے گا

گیرت دوست باید کز و بر خوری
اگر تجھے ایسا دوست چاہیے جس سے تو نفع اٹھائے

بسیم سیہ تا چہ خواہی خرید
تو کالی چاندی سے آخر کیا خرید سکے گا

روا دارد از دوست بیگانگی
دوست کی جانب سے بیگانگی کو وہ شخص جائز رکھتا ہے

ندانی کہ کمتر نہد دوست پائے
تو نہیں جانتا کہ دوست بہت کم قدم دھرتا ہے

جہاندیدۂ بر سرش رفت و گفت
ایک جہاندیدہ اس کے سرہانے گیا اور بولا

ندانی کہ ناچار زخمش خوری
یہ نہیں جانتا کہ لامحالہ اس کا زخم کھائے گا

کز بناں نیاید بجز کار بد
کہ ان سے برے کام کے سوا کچھ نہ ہوگا

کہ ترسم شود ظن ابلیس راست
مجھے ڈر ہے کہ کہیں شیطان کا گمان سچا ہو جائے

خدایش بر انداخت از بہر ما
اس کو خدا نے ہماری خاطر باہر نکال دیا

کہ با او بصلحیم و با حق بجنگ
کہ اس کے ساتھ ہم صلح سے ہیں اور خدا کے ساتھ جنگ ہے

چو در روئے دشمن بود روئے تو
جب تیرا رخ دشمن کے رخ کی طرف ہوگا

نباید کہ فرمان دشمن بری
تو یہ نہ چاہیے کہ تو دشمن کی اطاعت کرے

کہ خواہی دل از مہر یوسف برید
جب کہ تو یوسف کی محبت سے دل ہٹانا چاہتا ہے

کہ دشمن گزیند بہم خانگی
جو دشمن کے ساتھ ایک گھر میں رہنا پسند کرے

چو بیند کہ دشمن بود در سرائے
جب وہ دیکھتا ہے کہ دشمن گھر میں ہے

حکایت

یکے برد با پادشاہے ستیز
ایک شخص نے ایک بادشاہ سے جنگ کی

گرفتار در دست آں کینہ توز
اس کینہ ور کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر

اگر دوست بر خود نیازردمے
اگر میں اپنے دوست کو اپنی جانب سے آزردہ نہ کرتا

تو از دوست گر عاقلی بر مگرد
اگر تو عقلمند ہے دوست سے نہ بگڑ

بدشمن سپردش کہ خونش بریز
اس نے اس کو جلاد کے سپرد کر دیا کہ اس کا خون بہا دے

ہمی گفت با خود بزاری و سوز
اپنے آپ سے سوز اور عاجزی کے ساتھ کہہ رہا تھا

کے از دست دشمن جفا بردمے
تو دشمن کے ہاتھ سے کب ظلم برداشت کرتا

کہ دشمن نیارد نگہ در تو کرد
تاکہ دشمن تیرے اوپر نگاہ نہ ڈال سکے

ملہ یعنی ایک کروٹ پر مر کر رہ گیا
ملہ شیطان نے حضرت آدم کی خلافت پر اعتراض کرتے ہوئے کہا تھا کہ انسان زمین پر فساد پھیلائے گا اور خوں ریزی کرے گا۔
ملہ شیطان نے حضرت آدم ؑ کی عزت نہ کی تو جنت سے نکالا گیا
ملہ اللہ اس شخص کو کیسے دوست بنائے گا جو اس کے دشمن یعنی شیطان کا دوست ہو۔
ملہ بادشاہ سے لڑنے کا انجام یہ ہے کہ جلاد کا ظلم سہنا پڑ رہا ہے۔

بناچار دشمن بدرّدش پوست
یقیناً دشمن اس دوست کی کھال اُدھیڑتا ہے

رفیقے کہ بر خود بیازرد دوست
جس نے دوست کو اپنے سے آزردہ کر دیا

تو با دوست یک دل شو و یک سخن
تو دوست کے ساتھ ایک دل اور ایک زبان ہو جا

کہ خود بیخ دشمن برآید ز بُن
تاکہ دشمن کی جڑ خود اکھڑ آئے

نہ پندارم این زشت نامی نکوست
میں نہیں سمجھتا کہ یہ بدنامی بھلی ہے

بخشنودئے دشمن آزارِ دوست
دشمن کی خوشنودی کے لیے دوست کو ستانا

حکایت

یکے مالِ مردم بہ تلبیس خورد
ایک شخص مکاری سے انسانوں کا مال کھا گیا

چو برخاست لعنت بر ابلیس کرد
جب اٹھا تو شیطان پر لعنت کی

چنیں گفت ابلیس اندر رہے
راستہ میں شیطان نے یہ کہا

کہ ہرگز ندیدم چنیں ابلہے
کہ میں نے ایسا بیوقوف کبھی نہیں دیکھا

ترا با منست از نہاں آشتی
تیری مجھ سے پوشیدہ طور پر صلح ہے

چرا تیغ پیکار برداشتی
پھر تو نے لڑائی کی تلوار کیوں اٹھائی ہے

دریغست فرمودۂ دیو زشت
یہ بات افسوسناک ہے کہ بد شیطان کا کہا ہوا

کہ دستِ ملک بر تو خواہد نبشت
فرشتوں کے ہاتھ تیرے بارے میں لکھیں

روا داری از جہل و ناباکیت
نادانی اور بے خوفی کی وجہ سے تو یہ جائز سمجھتا ہے

کہ پاکاں نویسند ناپاکیت
کہ پاک تیری ناپاکی کو لکھیں

طریقے بدست آر و صلحے بجوئے
ایک طریقہ حاصل کر اور صلح چاہ

شفیعے برانگیز و عذرے بگوئے
کوئی سفارشی پیدا کر اور معذرت کر

کہ یک لحظہ صورت نہ بندد اماں
اس لیے کہ ایک لحظہ کے لیے پناہ کی صورت نہ ہوگی

چو پیمانہ پُر شد بدورِ زماں
جب زمانہ کی گردش سے پیمانہ بھرا

وگر دستِ قوّت نداری بکار
اگر تو قوت کا ہاتھ کسی کام کا نہیں رکھتا ہے

چو بیچارگاں دستِ زاری برآر
تو عاجزوں کی طرح عجز کا ہاتھ اٹھا

وگر رفت از اندازہ بیروں بدی
اگر برائی اندازہ سے بھی بڑھ گئی

چو گفتی کہ بد رفت نیک آمدی
جب تو نے یہ کہہ دیا کہ "برائی ہوئی" تو نیک بن گیا

فراشو چو بینی درِ صلح باز
جب تو صلح کا دروازہ کھلا دیکھے تو آگے بڑھ

کہ ناگہ درِ توبہ گردد فراز
اس لیے کہ اچانک توبہ کا دروازہ بند ہو جائے

مرو زیرِ بارِ گنہ اے پسر
اے صاحبزادے گناہ کے بوجھ سے لدا ہوا نہ چل

کہ حمّال عاجز بود در سفر
اس لیے کہ بوجھ اٹھانے والا سفر میں تھک جاتا ہے

پئے نیک مرداں بباید شتافت
نیک انسانوں کے پیچھے دوڑنا چاہیے

کہ ہر کیں سعادت طلب کرد یافت
اس لیے کہ جس نے یہ نیک بختی چاہی حاصل کر لی

۱؎ دوست سے مراد خدا اور دشمن سے مراد شیطان ہے۔
۲؎ ایک انسان کے لیے یہ بدنامی بہت بری ہے کہ وہ شیطان کی خاطر اللہ سے جنگ کرے
۳؎ دوسروں کا مال انسان جبھی کھاتا ہے جب اس کی شیطان سے دوستی ہوتی ہے
۴؎ یہ انتہائی بری بات ہے کہ انسان پاک فرشتوں سے اپنے ناپاک گناہ لکھائے۔
۵؎ اگر انسان کے ہاتھ سے کارِ خیر نہ ہو سکے تو اس کو عاجزی کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر معافی کی دعا کرنی چاہیے۔
۱۰
۶؎ گناہوں کا اقرار بھی نیکی کی دلیل ہے۔
۷؎ جب قیامت کی بڑی علامتیں ظاہر ہو جائیں گی یا انسان پر نزع طاری ہو جائیگا توبہ قبول نہ ہوگی۔
۸؎ آخرت کا سفر وہ آرام سے کر سکے گا جس پر گناہوں کا بوجھ نہ لدا ہوگا۔

ولیکن تو دنبالِ دیوِ خسی
لیکن تو کمینہ شیطان کے پیچھے ہے

ندانم کہ در صالحاں چوں رسی
میں نہیں سمجھ سکتا کہ تو نیکوں میں کس طرح پہنچے گا

پیمبر کسے راشفاعت گرست
پیغمبر اسی کے سفارشی ہیں

کہ بر جادۂ شرعِ پیغمبرست
جو پیغمبر کی شریعت کے راستہ پر ہے

رہِ راست رَو تا بمنزل رسی
سیدھا راستہ چل تاکہ تو منزل پر پہنچے

تو بر رہ نۂ زیں قبل واپسی
چونکہ تو راستہ پر نہیں ہے اس لئے پیچھے ہے

چو گاوِیکہ عصّار چشمش بہ بست
اس بیل کی طرح جس کی تیلی نے آنکھیں باندھ دی ہیں

دواں تابشب شب ہم آنجا کہ ہست
شام تک دوڑتا ہے شام کو وہیں ہے جہاں تھا

حکایت

ز گِل آلودہ راہِ مسجد گرفت
مٹی[1] میں سنے ہوئے نے مسجد کا راستہ لیا

ز بختِ نگوں طالع اندر شگفت
اوندھے ستارے والے نصیبہ سے تعجب میں

یکے زجر کردش کہ تبّت یدا ک
کسی نے اسے جھڑکا کہ تیرے دونوں ہاتھ ہلاک ہوں

مرو دامن آلودہ درجائے پاک
آلودہ دامن کے ساتھ پاک جگہ نہ جا

مرا رقتے در دل آمد بریں
اس[2] پر میرے دل میں رقت آ گئی

کہ پاکست و خرم بہشتِ بریں
کہ بہشت برتر تو مبارک اور پاک ہے

دراں جائے پاکانِ امیدوار
اس میں تو پاک امیدواروں کی جگہ ہے

ز گِل آلودۂ معصیت راچہ کار
گناہ کی مٹی سے سنے ہوئے کا کیا کام

بہشت آں ستاند کہ طاعت برد
بہشت تو وہ حاصل کرے گا جو تابعداری کرے گا

کرا نقد باید بضاعت برد
جس[3] کے پاس نقد ہو گا سامان خرید لیجائے گا

بکن دامن از گردِ ذلت بشوئے
دیر نہ کر! ذلت کی گرد سے دامن دھولے

کہ ناگہ ز بالا ببندند جوئے
کہیں[4] اچانک اوپر سے نہر بند نہ کر دیں

بگو مرغِ دولت زقیدم بجست
یہ[5] نہ کہہ کہ دولت کی چڑیا میرے پھندے سے نکل گئی

ہنوزش سر رشتہ داری بدست
ابھی تک اس کا دھاگا تو ہاتھ میں رکھتا ہے

وگر دیر شد گرم رَو باش و چست
اور اگر دیر ہو گئی ہے تو چست اور تیز چل!

ز دیر آمدن غم ندارد درست
صحیح بات دیر میں حاصل ہونے سے کوئی غم نہیں ہے

ہنوزت اجل دستِ خواہش نبست
ابھی تک موت نے تیری خواہش کا ہاتھ نہیں باندھا ہے

برآور بدرگاہِ دادار دست
خدا کے دربار میں اپنا ہاتھ اٹھا

مخسپ اے گنہ کردۂ خفتہ خیز
اے غافل گنہگار نہ سو، اٹھ!

بعذرِ گنہ آب چشمے بریز
گناہ کی معذرت پر آنکھ کا پانی بہالے

چو حکمِ ضرورت بود کابروئے
جب[7] یہ ضروری ہے کہ وہ تیری آبرو

بریزند بارے بریں خاکِ کوئے
ریزی کریں گے تو ابھی اسی گلی کی خاک پر بہادے

---

۱ ایک گنہگار اپنی بدنصیبی پر متعجب ہو کر مسجد کی طرف چلا
۲ جنت جیسی پاک جگہ میں ناپاک نہ جاسکیں گے۔
۳ اعمال صالحہ کے نقد سے جنت خریدی جاسکتی ہے۔
۴ یعنی توبہ کا دروازہ بند نہ ہو جائے۔
۵ گنہگار کو مایوس نہ ہونا چاہیے توبہ کا موقع باقی ہے۔
۶ عمر کا زیادہ حصہ برائی میں گذرا ہے تو باقی حصے میں زیادہ نیکی کر لینی چاہیے
۷ جب معصیت کا کے سبب یہ ضروری ہو گیا ہے کہ اس کی آبرو خراب ہوتی ہے تو اس کو اسی دنیا میں اپنے آپ کو بے آبرو بنا کر توبہ کر لینی چاہیے۔

ور آبت نماند شفیع آر پیش — کسے راکہ ہست آبروی از تو بیش
اگر تیری آبرو نہ رہے تو کوئی ایسا سفارشی پیش کرے — جس کی آبرو تجھ سے زیادہ ہو

بقہر ار براند خدای از درم — روان بزرگان شفیع آورم
اگر خدا غصہ سے مجھے دروازہ سے بھگا دیگا — تو میں بزرگوں کی روح کو سفارشی بناؤں گا

حکایت

ہمی یادم آید ز عہدِ صغر — کہ عیدے بروں آمدم با پدر
مجھے بچپن کی یہ بات یاد ہے — کہ ایک عید کو میں ابّا کے ساتھ باہر گیا

ببازیچہ مشغول مردم شدم — در آشوبِ خلق از پدر گم شدم
کھیل کود کے اندر لوگوں میں لگ گیا — لوگوں کے ہنگامہ میں ابّا سے گم ہوگیا

برآوردم از ہول و دہشت خروش — پدر ناگہانم بمالید گوش
میں خوف اور دہشت سے چیخنے چلّانے لگا — اچانک ابّا نے میری گوشمالی کی

کہ اے شوخ چشم آخرت چند بار — بگفتم کہ دستم ز دامن مدار
کہ اے بے حیا! آخر میں نے کئی مرتبہ تجھ سے — کہا ہے کہ میرا پلّو نہ چھوڑ

بہ تنہا نداند شدن طفلِ خرد — کہ مشکل بود راہِ نادیدہ برد
چھوٹا بچہ اکیلا پھرنا نہیں جانتا — اس لئے کہ بدون دیکھا راستہ چلنا مشکل ہوتا ہے

تو ہم طفلِ راہی بسعی اے فقیر — برو دامنِ نیک مرداں بگیر
اے فقیر چلنے میں تو بھی طفل راہ ہے — جا نیک انسانوں کا دامن پکڑ لے

مکن با فرومایہ مردم نشست — چو کردی زہیبت فروشوی دست
کمینوں کے ساتھ نشست برخاست نہ رکھ — اگر تو نے ایسا کیا تو عزت سے ہاتھ دھولے

بفتراکِ پاکان دل آویز چنگ — کہ عارف ندارد ز دریوزہ ننگ
پاک دل والوں کے شکار بند کو مضبوط پکڑ لے — اس لیے کہ باخدا گدائی سے ذلت محسوس نہیں کرتا

مریداں بقوت ز طفلاں کم اند — مشائخ چو دیوارِ مستحکم اند
مرید طاقت میں بچوں سے بھی کم ہیں — پیر مضبوط دیوار کی طرح ہیں

بیاموز رفتار ازاں طفلِ خرد — کہ چوں استعانت بدیوار برد
اس چھوٹے بچہ سے چلنا سیکھ لے — اس نے کس طرح دیوار کا سہارا لیا

ز زنجیرِ ناپارسایاں برست — کہ در حلقۂ پارسایان نشست
بروں کی زنجیر سے اس شخص نے رہائی حاصل کرلی — جو نیکوں کے حلقہ میں بیٹھا

اگر حاجتے داری ایں حلقہ گیر — کہ سلطاں ازیں در ندارد گزیر
اگر تجھے ضرورت ہے اس حلقہ کو پکڑ لے — اس لیے کہ بادشاہ کو بھی اس حلقہ کے سوا چارہ نہیں

برو خوشہ چیں باش سعدی صفت — کہ گرد آوری خرمنِ معرفت
جا سعدی کی طرح خوشہ چین بن — تاکہ معرفتِ خداوندی کا انبار جمع کرلے

---

۱ اگر گنہگار نیکوں سے تعلق رکھے گا تو وہ اس کی سفارش کرسکیں گے۔
۲ جیسا کہ عام طور پر بچے کرتے ہیں
۳ جو راہِ سلوک کے بچے ہیں ان کو بڑوں کا دامن تھامے رہنا چاہیے ورنہ گم ہوجائیں گے
۴ بزرگوں کی خدمت کی ذلت سے عار محسوس نہیں کرنی چاہیے۔
۵ بادشاہوں کو بھی درویشوں کے حلقہ بگوش رہنے کے سوا چارہ نہیں ہے۔

حکایت مست خرمن سوز

انبار کو جلانے والے دیوانہ کا قصہ

یکے غلہ مُرداد[1] مہ تودہ کرد
ایک شخص نے مُرداد کے مہینہ میں غلہ جمع کیا

ز تیمار دے خاطر آسودہ کرد
دے (کے مہینہ) کے فکر سے دل کو مطمئن کیا

شبے[2] مست شد و آتشے بر فروخت
ایک رات کو مست ہوگیا اور آگ جلائی

نگوں بخت کالیوہ خرمن بسوخت
احمق، اوندھے نصیبہ والے نے انبار جلا دیا

دگر روز در خوشہ چیدن نشست
دوسرے دن خوشے چننے بیٹھا

کہ یک جو ز خرمن نماندش بدست
اس لیے کہ انبار میں سے ایک جو بھی اس کے ہاتھ میں نہ رہا

چو سرگشتہ دیدند درویش را
جب لوگوں نے فقیر کو پریشان دیکھا

یکے گفت پروردۂ خویش را
ایک شخص نے اپنے لڑکے سے کہا

نخواہی کہ گردی چنیں تیرہ روز
اگر تو چاہتا ہے کہ ایسا بدبخت نہ بنے

بدیوانگی خرمن خود مسوز
دیوانگی سے اپنا انبار نہ جلا

گر از دست عمرت[3] شد اندر بدی
اگر تیرے ہاتھوں تیری زندگی برائی میں ختم ہوگئی ہے

تو آنی کہ در خرمن آتش زدی
تو وہی ہے جس نے انبار میں آگ لگائی

فضاحت بود خرمن اندوختن
رسوائی کی بات ہے، انبار جمع کرنا

پس از خرمن خویشتن سوختن
اپنے انبار کو آگ لگا دینے کے بعد

مکن جانِ من تخم دین ورز و داد
اے جانِ من ایسا نہ کر، دین اور انصاف کا بیج بو

مدہ خرمنِ نیک نامی بباد
نیک نامی کے انبار کو برباد نہ کر

چو برگشتہ بختے در افتد بہ بند
اگر کوئی بدبخت مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے

از و نیک بختاں[4] بگیرند پند
نیک بخت اس سے نصیحت حاصل کرتے ہیں

تو پیش از عقوبت در عفو کوب
تو سزا سے پہلے معافی کا دروازہ کھٹکھٹا لے

کہ سودے ندارد فغاں زیر چوب
اس لیے[5] کہ چھڑی کے نیچے چیخ و پکار مفید نہیں ہے

برآر از گریبانِ غفلت سرت
غفلت کے گریبان سے اپنا سر نکال لے

کہ فردا نماند خجل در برت
تاکہ وہ کل کو شرمندہ تیری بغل میں جھکا نہ رہے

[1] مُرداد کے مہینہ میں فصل خریف کٹتی ہے۔ دے کا مہینہ سخت سردی کا ہے جس کے لیے غلہ اندوختہ کیا جاتا ہے۔

[2] مستی کی حالت میں غلہ کا انبار جلا دیا۔

[3] جو شخص برائیوں میں اپنی زندگی ختم کر رہا ہے اس کی مثال اسی مست انبار کو جلانے والے کی سی ہے۔

[4] نیک بخت وہی ہے جو دوسرے کے انجام سے نصیحت حاصل کر لے۔

[5] جب مار پڑنے لگتی ہے تو واویلا بیکار ہوتی ہے۔

حکایت

یکے متفق بود بر منکرے
ایک شخص ایک برے کام کا پابند تھا

گذر کرد بر وے نکو محضرے
ایک نیک طبیعت انسان اس کے پاس سے گذرا

نشست از خجالت عرق کردہ روئے
وہ شرمندگی سے چہرہ پسینہ میں ڈبوتے ہوئے بیٹھ گیا

کہ آیا خجل گشتم از شیخ کوئے
کہ یقیناً میں محلہ کے شیخ سے شرمندہ ہوا

شنید ایں سخن پیر روشن رواں
روشن روح پیر نے یہ بات سنی

بر و بر بشورید و گفت اے جواں
تو اس پر بگڑ گیا اور بولا اے جوان!

نیاید ہمی شرمت از خویشتن
مجھے اپنے آپ سے شرم نہیں آتی ہے
کہ حق حاضر و شرم داری ز من
کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور مجھ سے شرما رہا ہے

نیاسائی از جانب ہیچ کس
کسی شخص سے تجھے آرام حاصل نہ ہوگا
برو جانب حق نگہدار و بس
جا، بس خدا کی طرف دھیان لگا

چناں شرم دار از خداوند خویش
اپنے خدا سے اس طرح شرما
کہ شرمت ز بیگانگانست و خویش
جس طرح تجھے اپنے اور بیگانے سے شرم آتی ہے

حکایت

زلیخا چو گشت از مئے عشق مست
زلیخا جب عشق کی شراب سے مست ہوگئی
بداماں یوسف درآویخت دست
اس نے حضرت یوسف کا دامن پکڑ لیا

چناں دیو شہوت رضا دادہ بود
شہوت کا بھوت ایسا آمادہ ہوگیا تھا
کہ چوں گرگ در یوسف افتادہ بود
کہ زلیخا بھیڑیے کی طرح حضرت یوسف کے پیچھے پڑ گئی تھی

بتے داشت بانوئے مصر از رخام
مصر کی بیگم کے پاس ایک سنگ مرمر کا بت تھا
برو معتکف بامداداں و شام
جس کی وہ صبح اور شام عبادت کرتی تھی

دراں لحظہ رویش بپوشید و سر
اس وقت اس کا سر اور چہرہ ڈھانپ دیا
مبادا کہ زشت آیدش در نظر
نہ ہو کہ برائی پر اس کی نظر پڑے

غم آلودہ یوسف بکنجے نشست
غمگین یوسف ایک کنارے پر جا بیٹھے
بسر بر ز نفس ستمگارہ دست
ظالم نفس کی وجہ سے سر پر ہاتھ رکھے

زلیخا دو دستش ببوسید و پائے
زلیخا نے ان کے دونوں ہاتھوں اور پاؤں کو چوم لیا
کہ اے سست پیمان و سرکش درآ
کہ اے بے وفا اور سرکش آ

بسنداں دلی روئے درہم مکش
سخت دلی سے ناراض نہ ہو
بہ تندی پریشاں مکن وقت خوش
تندی سے اچھے وقت کو پریشان نہ کر

رواں گشتش از دیدہ بر چہرہ جوے
ان کی آنکھوں سے چہرہ پر نہر بہہ پڑی
کہ برگرد و ناپاکی از من مجوئے
ہٹ جا اور مجھ سے ناپاکی نہ چاہ

تو در روئے سنگے شدی شرمسار
تو ایک پتھر کے سامنے شرمندہ ہوگئی
مرا شرم ناید ز پروردگار
مجھے خدا سے شرم نہ آئے گی؟

چہ سود از پشیمانی آید بکف
کیا فائدہ اگر شرمندگی اس وقت ہو
چو سرمایۂ عمر کردی تلف
جب تو نے عمر کا سرمایہ تباہ کر دیا

شراب از پئے سرخروئی خورند
سرخروئی کے لیے شراب پیتے ہیں
وز و عاقبت زرد روئی برند
اور اس سے انجام کار زرد روئی حاصل کرتے ہیں

بعذر آوری خواہش امروز کن
عذر خواہی کی آج خواہش کر!
کہ فردا نماند مجال سخن
اس لیے کہ کل کو بات کی گنجائش نہ رہیگی

ملہ ایسے انسان کو شرم آنی چاہیے جو لوگوں سے شرمائے اور خدا سے نہ شرمائے۔

ملہ زلیخا شہوت سے مغلوب ہو کر یوسف علیہ السلام کے پیچھے بھیڑیے کی طرح پڑ گئی تھی۔

ملہ یعنی زلیخا۔

ملہ زلیخا کی ناروا حرکتوں سے غمگین ہو کر حضرت یوسف دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر بیٹھ گئے۔

ملہ شراب نوشی لذت کے لیے کرتے ہیں لیکن اس کا انجام شرمندگی ہے

حکایت

پلیدی کند گربہ بر جائے پاک
بلّی پاک جگہ پر ناپاکی کر دیتی ہے

چو زشتش نماید بپوشد بخاک
جب اس کو برا لگتا ہے اس کو مٹی سے چھپاتی ہے

تو آزادی از ناپسند یدہا
تو ناپسند یدگیوں سے بھی آزاد سمجھیے

نترسی کہ بر وے فتند دیدہا
اس سے نہیں ڈرتا کہ اس پر نگاہیں پڑیں گی

براندیش ازاں بندۂ پُر گناہ
اس خطا وار غلام کے بارے میں سوچ

کہ در خواجہ آبق شود چند گاہ
جو مالک کے پاس سے کچھ مدت کے لیے بھاگ گیا ہو

اگر باز گردد بصدق و نیاز
اگر وہ سچائی اور عاجزی سے واپس آجائے

بزنجیر و بندش نیارند باز
پھر اس کو زنجیر اور قید میں نہیں رکھتے ہیں

بکیں آوری با کسے برستیز
کینہ وری سے اس سے لڑ

کہ از وے گزیرت بود یا گریز
جس سے تجھے چارہ یا بچاؤ ممکن ہو

کنوں کرد باید عمل را حساب
عمل[1] کا اب حساب کرلینا چاہیے

نہ وقتے کہ منشور گردد کتاب
نہ کہ اس وقت جب کتاب شائع ہوجائے

کسے گرچہ بد کرد ہم بد نکرد
اگر کسی[3] نے برائی کی ہے تو اس نے کوئی برائی نہیں کی

کہ پیش از قیامت غم خود بخورد
جب کہ قیامت سے پہلے اپنی فکر کرلی

اگر آئینہ از آہ گردد سیاہ
آہ کرنے سے اگر آئینہ کالا پڑتا ہے

شود روشن آئینۂ دل باہ
تو دل کا آئینہ آہ کرنے سے روشن ہوتا ہے

بترس از گناہانِ خویش ایں نفس
اس وقت اپنے گناہوں سے ڈر

کہ روز قیامت نترسی ز کس
تاکہ قیامت کے دن کسی سے نہ ڈرے

حکایت

غریب آمدم در سوادِ حبش
حبش کے علاقہ میں میں مسافر بن کے پہنچا

دل از دہر فارغ سر از عیش خوش
دل زمانہ سے فارغ، سر عیش سے خوش

بَرَہ بر یکے دکّہ دیدم بلند
راستہ میں میں نے ایک اونچا چبوترا دیکھا

تنے چند مسکیں بر و پائے بند
چند مسکین اس پر پیر بند ھے ہوئے

بسیج سفر کردم اندر نفس
فوراً[5] ہی میں نے سفر کی تیاری کرلی

بیاباں گرفتم چو مرغ از قفس
جنگل کو نکل گیا جس طرح پنجرے سے پرند

یکے گفت کیں بندیاں شب روند
کسی[6] نے کہا کہ یہ قیدی چور ہیں۔

نصیحت نگیرند و حق نشنوند
نصیحت حاصل نہیں کرتے ہیں اور صحیح بات نہیں سنتے

چو بر کس نماند ز دستت ستم
جب تیرے ہاتھ سے کسی پر ظلم نہ ہوا ہو

ترا گر جہاں شحنہ گیرد چہ غم
اگر دنیا کا بادشاہ تجھے گرفتار کرے تو کیا غم ہے

۱۔ گنہگار بھی اگر توبہ کرے گا قید و بند سے آزاد رہے گا۔
۲۔ قیامت کے دن اعمال نامہ کی تشہیر سے قبل انسان کو اپنے عمل کا محاسبہ کرلینا چاہیے۔
۳۔ گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں ہے۔
۴۔ آئینہ پر آہ کر کے منہ کی بھاپ لگائی جائے تو وہ اور دھندلا ہوجاتا ہے
۵۔ یعنی بے فکری کی زندگی گزار رہا تھا۔
۶۔ قیدیوں کو دیکھ کر میں نے فوراً ہی وہاں سے نکل جانے کا خیال کرلیا۔
۷۔ یہ بتایا کہ یہاں کے لوگ ظالم نہیں ہیں بلکہ یہ قیدی واقعی مجرم ہیں۔

نکو نام را کس نگیرد اسیر
نیک نام کو کوئی قید نہیں کرتا ہے

نیاورد حالل غش اندر میاں
جس طلالکارکن نے معاملہ میں کھوٹ نہ کیا ہو

وگر عفتش را فریبست زیر
اور اگر اس کی پاکدامنی میں خیانت چھپی ہے

چو خدمت پسندیدہ آرم بجائے
جب میں اچھی کارگذاری بجالا رہا ہوں

اگر بندہ کوشش کند بندہ وار
اور اگر غلام غلامانہ کوشش کرے

وگر کند رایست در بندگی
اگر غلامی میں سست رائے ہے

قدم پیش نہ کز ملک بگذری
قدم آگے بڑھا تاکہ فرشتے سے بھی آگے بڑھ جائے

بترس از خدای و مترس از امیر
خدا سے ڈر اور حاکم سے نہ ڈر

نیندیشد از رفع دیوانیاں
وہ دفتر والوں کی شکایت سے فکر نہیں کرتا ہے

زبان حسابش نگردد دلیر
تو اس کے حساب کی زبان دلیر نہوگی

نیندیشم از دشمن تیرہ رائے
تو تاریک خیال دشمن سے مجھے اندیشہ نہیں ہے

عزیزش بدارد خداوندگار
آقا اس کو پیارا رکھے گا

زجانداری افتد بخر بندگی
انسانوں کی خدمت سے گدھوں کی خدمتگاری پر لگے گا

کہ گر باز مانی زدد کمتری
اس لیے کہ اگر تو پیچھے رہ جائیگا تو وحشی جانور سے بھی کم ہے

حکایت

یکے را بچوگاں شہ دامغاں
دامغان کے بادشاہ نے ایک شخص کو بتلے سے

بزد تا چو طبلش بر آمد فغاں
اتنا مارا کہ اس سے ڈھول کی سی آواز نکلی

شب از بے قراری نیارست خفت
وہ بے قراری کی وجہ سے رات بھر نہ سوسکا

بشب گر ببردے بر شحنہ سوز
رات کو اگر کوتوال کی خوشامد کرلیتا

کسے روز محشر نگردد خجل
محشر کے دن وہ شخص شرمندہ نہوگا

اگر ہوشمندی ز داور بخواہ
اگر تو عقلمند ہے خدا سے چاہ لے

ہنوزار سر صلح داری چہ بیم
اب بھی اگر تجھے صلح کا خیال ہے تو کیا ڈر ہے

لطیفے کہ آورد تا از نیست ہست
وہ مہربان جس نے تجھے نیست سے ہست کیا ہے

اگر بندۂ دست حاجت بر آر
اگر تو بندہ ہے تو دست سوال دراز کر!

بر و پارسائے گذر کرد و گفت
اس کے پاس سے ایک پارسا گذرا اور بولا

گناہ آبرویش نبردے بروز
تو دن میں خطا اس کی آبرو ریزی نہ کرتی

کہ شبہا بدرگہ برد سوز دل
جو راتوں کو درگاہ (خداوندی) میں سوز دل پیش کرے

شب توبہ تقصیر روز گناہ
توبہ کی رات میں گناہ کے دن کی معافی

در عذر خواہاں نہ بندد کریم
عذرخواہوں کے لیے (اللہ) کریم دروازہ بند نہیں کرتا ہے

عجب گر بیفتی نگیرد ت دست
اگر تو گر پڑے اور وہ تیری دستگیری نہ کرے تو تعجب کی بات ہے

وگر شرمسار آب حسرت ببار
اگر تو شرمندہ ہے حسرت کا پانی برسا

۱۰۵

۱؎ مشہور ہے آنانکہ حساب پاک دارند از محاسبہ باک ندارند۔
۲؎ آقا اس کا مرتبہ گھٹا دے گا۔
۳؎ نیک انسان فرشتوں سے افضل ہے۔ بد انسان جانوروں سے بھی بدتر ہے۔
۴؎ رات میں جب کہ گرفتار ہوا تھا کوتوال کی خوشامد کرلیتا اور رہائی حاصل کرلیتا۔
۵؎ انسان کو چاہیے کہ سارے دن کے گناہوں کی رات کو معافی چاہ لے۔
۶؎ ہر وقت توبہ کی جاسکتی ہے اور ایسی صورت میں اللہ ضرور دستگیری فرماتا ہے۔
۷؎ رو کر توبہ کر۔

نیاید بریں در کسے عذر خواہ
اس دروازے پر کوئی ایسا معافی چاہنے والا نہیں آیا
کہ سیل ندامت نشستش گناہ
ندامت کے پانی نے جس کے گناہ نہ دھو دیے ہوں

نریزد خدا آبروئے کسے
خدا اس شخص کی آبروریزی نہیں کرتا ہے
کہ ریزد گناہ آب چشمش بسے
جس کی آنکھوں کے پانی کو گناہ اکثر بہاتا ہو

حکایت

بصنعا درم طفلے اندر گذشت
صنعاء میں میرا ایک لڑکا گذر گیا
چگویم کزانم چہ بر سر گذشت
میں کیا کہوں کہ اس سے میرے سر پر کیا گذری

قضا نقش یوسف جمالے نکرد
قضا نے کوئی یوسف جیسے جمال والا ایسا نقش نہیں بنایا
کہ ماہی گورش چو یونس نخورد
جس کو قبر کی مچھلی نے حضرت یونس کی طرح نہ نگل لیا ہو

دریں باغ سروے نیامد بلند
اس باغ میں ایک کوئی بلند سرو نہیں پیدا ہوا
کہ باد اجل بیخش از بن نکند
کہ موت کی ہوا نے اس کی جڑ بنیاد سے نہ اکھاڑی ہو

عجب نیست بر خاک اگر گل شکفت
عجب اگر زمین پر پھول کھلے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے
کہ چندیں گل اندام در خاک خفت
اس لئے کہ بہت سے پھول جیسے جسم والے زمین میں سو گئے ہیں

بدل گفتم اے ننگ مردان بمیر
میں نے دل میں کہا اے انسانوں کے لیے باعث ذلت تو مرجا
کہ کودک رود پاک و آلودہ پیر
بچہ پاک جائے اور بوڑھا آلودہ ہو کر

ز سودا و آشفتگی بر قدش
اس کے قد پر فریفتگی اور جنون کی وجہ سے
بر انداختم سنگے از مرقدش
میں نے اس کی قبر کا ایک پتھر اکھاڑا

ز ہولم دراں جائے تاریک و تنگ
اس تاریک اور تنگ جگہ میں خوف کی وجہ سے میرا
بشورید حال و بگردید رنگ
حال پریشان ہو گیا اور رنگ فق ہو گیا

چو باز آمدم زاں تغیر بہوش
جب اس تغیر سے میں ہوش میں آیا
ز فرزند دلبندم آمد بگوش
فرزند دلبند کی جانب سے میرے کان میں یہ بات پڑی

گرت وحشت آمد ز تاریک جائے
اگر مجھے تاریک جگہ سے وحشت ہوئی ہے
بہش باش و با روشنائی در آئے
تو ہوشیار رہ اور روشنی لے کر آ

شب گور خواہی منور چو روز
اگر تو چاہتا ہے کہ قبر کی رات دن کی طرح روشن ہو
ازیں جا چراغ عمل بر فروز
یہیں سے عمل کا چراغ روشن کرے

تن کارکن می بلرزد ز تب
کاشتکار کا بدن بخار سے لرزتا ہے
مبادا کہ نخلش نیارد رطب
کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی کھجور پر کھجوریں نہ لگیں

گروہے فراواں طمع ظن برند
بہت لالچی گروہ یہ گمان کرتا ہے
کہ گندم نیفشاندہ خرمن برند
کہ گیہوں بکھیرے بغیر کھلیان اٹھالے جائے گا

بر آں خورد سعدی کہ بیخے نشاند
اے سعدی پھل اسنے کھایا جس نے پودا لگایا
کسے برد خرمن کہ تخمے فشاند
کھلیان اسنے اٹھایا جس نے بیج بکھیرا

ف ۱۰ — سب کہاں کچھ لالہ وگل میں نمایاں ہوگئیں — خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہوگئیں
یعنی تختہ اکھاڑ کر جب قبر میں داخل ہوا۔

بابِ ۱۰ دہم در مناجات

دسواں باب اللہ سے دُعا کے بیان میں

بیا تا بر آریم دستے ز دل
آ تا کہ دل کا ہاتھ (دعا کے لیے) اٹھائیں
کہ نتواں بر آورد فردا ز گِل
اس لیے کہ کل کو مٹی سے نہ نکالا جا سکے گا

ق
بفصلِ خزاں در نہ بینی درخت
تو نے نہیں دیکھا ہے کہ خزاں کے موسم میں جو درخت
کہ بے برگ ماند ز سرمائے سخت
سخت جاڑے کی وجہ سے بے پتوں کے رہ جاتا ہے

برآرد تہی دستہائے نیاز
عاجزی کے خالی ہاتھ اٹھاتا ہے
ز رحمت نگردد تہیدست باز
رحمت (خداوندی) سے خالی ہاتھ واپس نہیں ہوتا ہے

مپندار ازیں در کہ ہرگز نہ بست
اس دروازے سے جو کبھی بند نہیں ہوا یہ خیال نہ کر
کہ نومید گردد برآوردہ دست
کہ ہاتھ اٹھانے والا مایوس ہوگا

ق
ہمہ طاعت آرند و مسکیں نیاز
سب بندگی پیش کرتے ہیں اور مسکین عاجزی
بیا تا بدرگاہ مسکیں نواز
مسکین کو نوازنے والے کے دربار تک تو آ

چو شاخِ برہنہ برآریم دست
ننگی شاخ کی طرح ہم بھی ہاتھ اٹھائیں
کہ بے برگ ازیں بیش نتواں نشست
اس لیے کہ بے سروسامان اس کے بعد نہیں بیٹھا جا سکتا

خداوندگارا نظر کن بجود
اے خدا بخشش کی نظر فرما!
کہ جرم آمد از بندگاں در وجود
اس لیے کہ بندوں سے خطا وجود میں آئی ہے

گناہ آید از بندۂ خاکسار
ذلیل بندے سے گناہ ہو جاتا ہے
بامیدِ عفوِ خداوندگار
آقا سے معافی کی امید پر

کریما برزقِ تو پروردہ ایم
اے داتا! ہم تیرے رزق سے پلے ہیں
بانعام و لطفِ تو خو کردہ ایم
تیری مہربانی اور انعام کے عادی ہو گئے ہیں

گدا چوں کرم بیند و لطف و ناز
بھکاری جب مہربانی اور بخشش اور ناز برداری دیکھتا ہے
نگردد ز دُنبالِ بخشندہ باز
تو وہ دینے والے کا پیچھا نہیں چھوڑتا

چو مارا بدنیا تو کردی عزیز
جب تو نے ہمیں دنیا میں باعزت کیا ہے
بعقبیٰ ہمیں چشم داریم نیز
آخرت میں بھی ہمیں یہی توقع ہے

عزیزی و خواری تو بخشی و بس
عزت اور ذلت صرف تو بخشتا ہے
عزیزِ تو خواری نہ بیند ز کس
جس کو تو نے عزت دیدی وہ کسی کی جانب سے ذلت نہیں دیکھتا

خدایا بعزت کہ خوارم مکن
اے خدا اپنی عزت کے طفیل مجھے ذلیل نہ کر
بذلِ گنہ شرمسارم مکن
گناہ کی ذلت سے مجھے شرمندہ نہ کر

مُسلّط مکن چوں منی بر سرم
مجھ جیسا میرے سر پر مسلط نہ کر
ز دستِ تو بہ گر عقوبت برم
اگر میں سزا پاؤں تو تیرے ہاتھ ہی سے بہتر ہے

بگیتی بتر زیں نباشد بدے
دنیا میں اس سے بری بات کوئی نہیں ہوگی
جفا بُردن از دستِ ہمچوں خودے
اپنے جیسے کے ہاتھوں سے ظلم سہنا

ننگے درختوں کی شاخیں گویا کہ بارش کے لیے ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں اور بارش ... ان کی ... کی ... سے ہوتی ہے۔
یعنی انسانوں کے ہاتھوں مجھے ذلیل نہ کر۔

مرا شرمساری زروئے تو بس
تیرے سامنے ہی میری شرمندگی کافی ہے

دگر شرمسارم مکن پیش کس
پھر مجھے کسی کے سامنے شرمندہ نہ کر

گرم بر سر افتد ز تو سایۂ
اگر میرے سر پر تیرا سایہ پڑ جائے

سپہرم بود کمترین پایۂ
تو آسمان بھی مجھ سے کمتر مرتبہ کا ہو جائے

اگر تاج بخشی سر افرازم
اگر تو تاج بخشدے میں سربلند ہو جاؤں

تو بردار تا کس نیندازدم
تو بلند کر دے تا کہ مجھے کوئی گرا نہ سکے

حکایت

تنم می بلرزد چو یاد آورم
میرا جسم لرزتا ہے جب مجھے یاد آ جاتی ہے

مناجات شوریدۂ در حرم
حرم میں ایک مستانے کی دعا

کہ میگفت باحق بزاری بسے
بہت عاجزی سے اللہ سے کر رہا تھا

میگفن کہ دستم نگیرد کسے
کہ مجھے نہ گرا اس لیے کہ میری کوئی دستگیری کرنیوالا نہیں ہے

بلطفم بخواں یا براں از درم
مجھے مہربانی سے بلالے یا دروازہ سے بھگا دے

ندارد بجز آستانت سرم
میرے سر کے لیے تو تیری چوکھٹ کے سوا نہیں ہے

تو دانی کہ مسکین و بیچارہ ایم
تو جانتا ہے کہ ہم مسکین اور بے چارہ ہیں

فرو ماندہ بانفس امّارہ ایم
نفس امّارہ سے عاجز ہوں

نمی تازد ایں نفسِ سرکش چناں[1]
یہ سرکش نفس ایسا نہیں دوڑتا ہے

کہ عقلش تواند گرفتن عناں
کہ عقل اس کی باگ تھام سکے

کہ بانفس و شیطاں برآید بزور[2]
نفس اور شیطان سے طاقت سے کون جیتا ہے

نبرد پلنگاں نیاید ز مور
چیونٹی سے چیتوں کی لڑائی نہیں ہو سکتی ہے

بمردانِ راہت کہ راہے بدہ
اپنے راستے کے مردوں کے طفیل مجھے راستہ دیدے

وزیں دشمناں ام پناہے بدہ
ان دشمنوں سے مجھے پناہ دے دے

خدایا بذاتِ خداوندیت
اے خدا اپنی خداوندی ذات کے طفیل

باوصافِ بے مثل و مانندیت
بے مثل اور بے مانند اوصاف کے طفیل

بلبیکِ حجاجِ بیت الحرام[3]
بیت الحرام کے حاجیوں کی لبیک کے طفیل

بمدفونِ یثرب علیہ السّلام
مدینہ میں دفن شدہ (ان پر سلام ہو) کے طفیل

بتکبیرِ مردانِ شمشیر زن
ایسے تلوار باز مجاہدوں کی تکبیر کے طفیل

کہ مرد وغا را شمارند زن
جو میدانِ جنگ کے بہادروں کو عورت سمجھیں

بطاعاتِ پیرانِ آراستہ
آراستہ پیروں کی عبادت کے طفیل

بصدقِ جوانانِ نوخاستہ
نوخیز جوانوں کی سچائی کے طفیل

کہ مارا دراں ورطۂ یک نفس[4]
ہمیں اس ایک سانس کے بھنور میں

ز ننگِ دو گفتن بفریاد رس
دو کہنے کی ذلت سے فریاد کو پہنچ

[1] عقل برائیوں سے روکتی ہے لیکن یہ سرکش نفس اس کے قابو سے باہر ہے

[2] اگر تائیدِ ایزدی شامل نہ ہو تو نفس اور شیطان کی مثال چیتے کی سی ہے اور انسان کی چیونٹی کی طرح ہے۔

[3] حاجی تلبیہ پڑھتے رہتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ ہم تیرے دربار میں حاضر ہیں۔

[4] انسان کا انجام اسی کے مطابق ہوتا ہے جو نزع سے قبل اس کا اعتقاد ہوتا ہے۔ دو کہنے سے مصنف کی مراد شرک ہے اور ورطۂ یک نفس سے مراد حالتِ نزع اور جانکنی ہے۔

امید است ازاناں کہ طاعت کنند
جو لوگ فرماں برداری کرتے ہیں ان سے امید ہے

کہ بے طاعتاں را شفاعت کنند
کہ نافرمانوں کی سفارش کردیں گے

بپاکاں کز آلایشم دور دار
پاکوں کے طفیل مجھے ناپاکی سے دور رکھ

وگر زلتے رفت معذور دار
اگر کوئی لغزش ہو گئی ہے تو معذور رکھ

بہ پیران پشت از عبادت دوتا
ان بزرگوں کے طفیل جن کی عبادت کی وجہ سے کمر دوہری ہے[۱]

ز شرم گنہ دیدہ بر پشت پا
گناہوں کی شرم کی وجہ سے آنکھیں قدموں پر ہیں

کہ چشمم ز روئے سعادت مبند
کہ نیک بختی کے چہرے سے میری آنکھیں بند نہ کر

زبانم بوقت شہادت مبند
شہادت[۲] کے وقت میری زبان بند نہ کر

چراغ یقینم فرا راہ دار
یقین کے چراغ کو میرے راستہ کے آگے رکھدے

ز بد کردنم دست کوتاہ دار
برائی کرنے سے میرے ہاتھ کو کوتاہ کردے

بگرداں ز نادیدنی دیدہ ام
نہ دیکھنے کی چیز سے میری آنکھیں پھیر دے

مدہ دست بر ناپسندیدہ ام
ناپسندیدہ چیز پر مجھے قابو نہ دے

من آں ذرہ ام در ہوائے تو نیست
میں وہ ذرہ ہوں جو تیری محبت میں مبتلا نہیں ہے

وجود و عدم درظلامم یکیست
تاریکی میں میرا وجود و عدم یکساں ہے

ز خورشید لطفت شعاعے بسم
تیری مہربانی کے سورج سے میرے لیے ایک کرن بھی کافی ہے

کہ جز در شعاعت نہ بیند کسم
اس لیے کہ تیری کرن کے بدون مجھے کوئی نہیں دیکھ سکتا[۳]

بدے را نگہ کن کہ بہتر کس است
تو اگر برے پر نگاہ ڈال دے تو وہ بھلا ہے[۴]

گدا را ز شاہ التفاتے بس است
بھکاری کے لیے بادشاہ کی توجہ کافی ہے

مرا گر بگیری بانصاف و داد
تو اگر مجھے انصاف اور عدل سے پکڑے گا

بنالم کہ عفوت نہ ایں وعدہ داد
میں فریاد کروں گا کیونکہ تیری معافی نے تو یہ وعدہ نہ کیا تھا[۵]

خدایا بذلت مراں از درم
اے خدا مجھے ذلت سے دروازہ سے نہ بھگا

کہ صورت نہ بندد در دیگرم
اس لیے کہ میرے لیے دوسرے دروازہ کی کوئی صورت نہیں

ور از جہل غائب شدم روز چند
اور اگر نادانی کی وجہ سے میں چند روز غائب رہا ہوں

کنوں کآمدم در برویم مبند
تو اب میں آگیا ہوں میرے اوپر دروازہ بند نہ کر

ق

چہ عذر آرم از ننگ تردامنی
گنہگاری کا میں کیا عذر پیش کروں

مگر عجز پیش آورم کاے غنی
ہاں، عاجزی پیش کروں گا کہ اے بے نیاز[۶]

فقیرم بجرم گناہم مگیر
میں فقیر ہوں گناہوں کی سزا میں مجھے نہ پکڑ!

غنی را ترحم بود بر فقیر
مالدار فقیر پر ترس کھاتا ہے

چرا باید از ضعف حالم گریست
میں اپنے حال کی کمزوری پر کیوں روؤں

اگر من ضعیفم پناہم قویست
اگرچہ میں کمزور ہوں میری پناہ تو قوی ہے

خدایا بغفلت شکستیم عہد
اے خدا ہم نے غفلت میں عہد شکنی کی ہے

چہ زور آورد با قضا دست جہد
تقدیر کے مقابلہ میں کوشش کا ہاتھ کیا زور دکھا سکتا ہے

۱۔ خدا کے وہ نیک بندے جن کی کمریں رکوع اور سجدہ کی کثرت سے دُہری ہوگئی ہیں اور پھر بھی اپنے اعمال سے ایسے شرمندہ ہیں کہ نگاہ اوپر نہیں کرتے ہیں۔

۲۔ حدیث شریف میں ہے آخر وقت جس کی زبان پر کلمۂ شہادت ہوگا وہ جنتی ہے

۳۔ چونکہ ذرہ کا وجود بدون شعاع کے نظر نہیں آتا ہے

۴۔ جس برے پر نگاہ کرم ہوجائے وہ فوراً بھلا بن جائے

۵۔ اگر عفو و درگذر نہ ہو تو انسان کی نجات مشکل ہے

۶۔ میں گناہوں کا عذر نہیں پیش کرتا ہوں بلکہ رحم کی درخواست ہے۔

چه برخیزد از دستِ تدبیرِ ما — ہمیں نکتہ بس عذرِ تقصیرِ ما
ہماری تدبیر کے ہاتھ سے کیا بن سکتا ہے — ہماری کوتاہی کے عذر کا یہی نکتہ کافی ہے

ق

ہمہ ہرچہ کردم تو برہم زدی — چہ قوت کند با خدائی خودی
ہم نے جو کچھ کیا تو نے اس کو برہم کر دیا — خدائی کے مقابلہ میں خودی کیا زور لگا سکتی ہے

نہ من سر ز حکمت بدر می برم — کہ حکمت چنیں می رود بر سرم
میں تیرے حکم سے سر باہر نہیں لے جاتا ہوں — بلکہ تیرا ہی فیصلہ میرے بارے میں ایسا ہوا

حکایت

سیہ چردۂ را کسے زشت خواند — جوابے بگفتش کہ حیراں بماند
ایک کالی چمڑی والے کو کسی نے برا کہا — اس نے اسے ایسا جواب دیا کہ وہ حیران رہ گیا

نہ من صورتِ خویش خود کردہ ام — کہ عیبم شماری کہ بد کردہ ام
میں نے اپنی صورت خود نہیں بنائی ہے — کہ تو میرا عیب گن رہا ہے کہ میں نے برا کیا ہے

ترا با من ار زشت رویم چہ کار — نہ آخر منم زشت و زیبا نگار
اگر میں بدصورت ہوں تجھے مجھ سے کیا سروکار — آخر برے اور اچھے نقش بنانے والا میں تو نہیں ہوں

ازانم کہ بر سر نبشتی ز پیش — نہ کم گردم اے بندہ پرور نہ بیش
جو کچھ تو نے پہلے ہی سے میرے لیے لکھ دیا ہے — اے بندہ پرور میں اس سے نہ کم ہو سکتا ہوں نہ زیادہ

تو دانائی آخر کہ قادر نیم — توانائے مطلق توئی من کیم
تو جانتا ہے کہ آخر میں قدرت والا تو نہیں ہوں — علی الاطلاق تو قادر ہے میں کون ہوں؟

گرم رہنمائی رسیدم بخیر — و گر گم کنی باز ماندم ز سیر
اگر تو میری رہنمائی کرتا ہے تو میں بھلائی تک پہنچتا ہوں — اور اگر تو گم کر دے تو میں سیر سے رک جاتا ہوں

جہاں آفریں گر نہ یاری کند — کجا بندہ پرہیزگاری کند
جہان کا پیدا کرنے والا اگر مدد نہ کرے — تو بندہ کب پرہیزگاری کر سکتا ہے

حکایت

چہ خوش گفت درویش کوتاہ دست — کہ شب توبہ کرد و سحر گہ شکست
ایک مفلس درویش نے کیا اچھا کہا — جس نے رات کو توبہ کی اور صبح کو توڑ دی

گر او توبہ بخشد بماند درست — کہ پیمانِ ما بے ثبات است و سست
اگر وہ توبہ کی توفیق دیدے تو وہ ٹھیک ہو سکتی ہے — اس لیے کہ ہمارا عہد تو ناپائیدار اور کمزور ہے

بحقت کہ چشمم ز باطل بدوز — بنورت کہ فردا بنارم مسوز
تجھے اپنے حق کی قسم کہ میری آنکھیں باطل سے سی دے — تجھے اپنے نور کی قسم کل کو مجھے آگ میں نہ جلانا

ز مسکینیم روئے در خاک رفت — غبارِ گناہم بر افلاک رفت
مسکینی کی وجہ سے میرا چہرہ تو مٹی میں مل گیا — میرے گناہوں کی دھول آسمانوں پر چڑھ گئی

۱ے جس کا بیان اگلے شعر میں ہے کہ ہم تقدیر کے ہاتھوں مجبور ہیں۔
۲ے تقدیر سے مفر نہیں، جو کچھ ہوا ہے تقدیر کے مطابق ہوا ہے۔
۳ے انسان کی خوبصورتی اور بدصورتی اس کے اختیار میں نہیں ہے
۴ے یہاں سے پھر مناجات شروع ہوتی ہے
۵ے نیکی بدی سب تیری قدرت سے ہے
۶ے یعنی عالم ملکوت کی سیر
۷ے توبہ پر ثبات بھی خدا کی توفیق پر منحصر ہے۔

تو یک نوبت اے ابرِ رحمت ببار
اے ابرِ رحمت تو ایک بار برس جا
کہ در پیش باراں نپاید غبار
اس لیے کہ بارش کے سامنے غبار نہیں ٹھہرتا ہے

ز جُرمم دریں مملکت جاہ نیست
گناہوں کی وجہ سے اس ملک میں میرا کوئی مرتبہ نہیں ہے
ولیکن بملکِ دگر راہ نیست
لیکن دوسرے ملک کا کوئی راستہ بھی نہیں ہے

تو دانی ضمیرِ زباں بستگاں
زبان بند کیے ہوؤں کے دل کی بات تو جانتا ہے
تو مرہم نہی بر دلِ خستگاں
زخمیوں کے دل پر تو مرہم رکھنے والا ہے

حکایت

مُغے در بروی از جہاں بستہ بود
ایک ۱؎ آتش پرست اپنے اوپر دنیا سے دروازہ بند کیے ہوئے تھا
بُتے را بخدمت میاں بستہ بود
ایک بُت کی خدمت میں کمربستہ تھا

پس از چند سال آں نکوہیدہ کیش
چند سال کے بعد اس بدمذہب کو
قضا حالتے صعبش آورد پیش
خدا کے کرنے سے ایک سخت حالت درپیش آگئی

بپائے بُت اندر بامیدِ خیر
بھلائی کی امید پر بُت کے پیروں میں
بنالید بے چارہ بر خاکِ دَیر
بے چارہ بُت خانہ میں رو پڑا

کہ درماندہ ام دست گیر اے صنم
کہ اے بت میں عاجز ہوں میری دستگیری کر
بجاں آمدم رحم کن بر تنم
میں عاجز آگیا ہوں مجھ پر رحم کر

بزارید در خدمتش بارہا
اس کی خدمت میں بار بار عاجزی کی
کہ ہیچش بساماں نشد کارہا
اس کا کام کچھ بھی نہ بنا

بُتے چوں برآرد مہماتِ کس
ایسا ۲؎ بت کس طرح کسی کے بڑے کام پورے کر سکتا ہے
کہ نتواند از خود براندن مگس
جو اپنے اوپر سے مکھی نہیں اڑا سکتا

برآشفت کاے پائے بندِ ضلال
وہ بگڑ گیا کہ اے گمراہی کے قیدی
بباطل پرستیدمت چند سال
میں نے تجھے اتنے سال خواہ مخواہ پوجا

مہمّے کہ در پیش دارم برآر
جو کام مجھے درپیش ہے وہ پورا کر دے
وگرنہ بخواہم ز پروردگار
ورنہ میں یزداں ۳؎ سے مانگوں گا

ہنوز از بُت آلودہ رویش بخاک
ابھی اس کا چہرہ بت کی خاک میں آلودہ تھا
کہ کامش برآورد یزدانِ پاک
کہ اللہ پاک نے اس کا مقصد پورا کر دیا

حقائق شناسے دریں خیرہ شد
ایک حقیقتوں کا جاننے والا اس معاملہ میں حیران ہو گیا
سرِ وقتِ صافی برو تیرہ شد
اس کا صاف وقت اس پر تاریک ہو گیا

کہ سرگشتۂ دونِ یزداں پرست
کہ ایک یزداں کو پوجنے والا، حیران، کمینہ
ہنوزش سر از خمرِ بتخانہ مست
جس کا سر ابھی تک بتخانہ کے مٹکے سے مست ہے

دل از کفر و دست از خیانت نشست
جس نے دل کو کفر سے اور ہاتھ کو گناہ سے نہیں دھویا
خدایش برآورد کامے کہ جست
جو مقصد اس نے چاہا خدا نے وہ پورا کر دیا

۱؎ یعنی دنیا سے بے تعلق ہو کر ایک بت کی پوجا میں لگا رہتا تھا۔

۲؎ یہ شیخ سعدی کا مقولہ ہے۔

۳؎ آتش پرست دو خدا مانتے ہیں ایک یزداں جو خیر کا پیدا کرنیوالا ہے دوسرا اہرمن جو شر کا خالق ہے۔

فرورفتہ خاطر درین مشکلش
اس مشکل میں اس کی طبیعت بیٹھی جا رہی تھی
کہ پیغامے آمد بگوش دلش
کہ اس کے دل کے کان میں پیغام آیا

کہ پیش صنم پیر ناقص عقول
کہ ناقص عقل بوڑھے نے بت کے سامنے
بسے گفت و قولش نیامد قبول
بہت کچھ کہا اور اس کی بات اس نے نہ مانی

گر از درگہ ما شود نیز رد
اگر ہمارے دربار سے بھی رد ہو جائے
پس آنگہ چہ فرق از صنم تا صمد
پھر بُت اور بے نیاز میں کیا فرق ہے

دل اندر صمد باید اے دوست بست
اے دوست (اللہ) صمد سے دل لگانا چاہیے
کہ عاجز تراند از صنم ہر کہ ہست
اس لیے کہ اور جو بھی ہے بت سے بھی زیادہ عاجز ہے

محالست اگر سر برین در نہی
اگر تو اس دروازہ پر سر دھرے تو ناممکن ہے
کہ باز آیدت دست حاجت تہی
کہ تیری ضرورت کا ہاتھ خالی لوٹے

خدایا مقصر بکار آمدیم
اے خدا ہم کام میں کوتاہی کرنیوالے آئے ہیں
گنہگار و امیدوار آمدیم
گنہگار ہیں اور امیدوار بنکر آئے ہیں

۱؎ کہ خدا نے اس مشرک کی دعا اس قدر جلد کیوں منظور کرلی۔
۲؎ ناز حسین کے لیے موزوں ہے گنہگار خدا سے کس برتے پر جنت کا طالب ہے
۱۰

حکایت مست و مؤذن

ایک مست اور مؤذن کا قصہ

شنیدم کہ مستے ز تاب نبید
میں نے سنا ہے کہ ایک مست شراب کی گرمی سے
بمقصورۂ مسجدے در دوید
ایک مسجد کے حجرے میں گھس آیا

بنالید بر آستان کرم
خدا کی چوکھٹ پر رونے لگا
کہ یارب بفردوس اعلیٰ برم
کہ اے پروردگار مجھے اعلیٰ فردوس میں پہنچا دے

مؤذن گریبان گرفتش کہ ہیں
مؤذن نے اس کا گریبان پکڑا کہ ہائیں
سگ و مسجد اے فارغ از عقل و دیں
کتا اور مسجد، اے عقل اور دین سے خالی

چہ شائستہ کردی کہ خواہی بہشت
تونے کیا نیکی کی ہے کہ بہشت چاہتا ہے
نمی زیبدت ناز با روئے زشت
بدصورتی کے ہوتے ہوئے ناز کرنا تجھے زیبا نہیں

بگفت این سخن پیر و بگریست مست
بوڑھے نے یہ بات کہی اور مست رو دیا
کہ مستم بدار از من اے خواجہ دست
کہ میں تو مست ہوں اے صاحب مجھ سے ہاتھ اٹھا لیجیے

عجب داری از لطف پروردگار
مجھے تعجب ہے کہ خدا کی مہربانی کا
کہ باشد گنہگارے امیدوار
ایک گنہگار امیدوار رہے

ترا می نگویم کہ عذرم پذیر
میں تجھ سے نہیں کہتا ہوں کہ میرا عذر قبول کرلے
در توبہ باز است و حق دستگیر
توبہ کا دروازہ کھلا ہے اور خدا دستگیر ہے

ہمی شرم دارم ز لطف کریم
مجھے تو کریم کی مہربانی سے شرم آتی ہے
کہ خوانم گنہ پیش عفوش عظیم
کہ اس کی معافی کے مقابلہ میں اپنے گناہ کو بڑا کہوں

کسے را کہ پیری در آرد ز پائے
جس، کسی کو بڑھاپا گرا دے
چو دستش نگیری نخیزد ز جائے
اگر کوئی اس کی دستگیری نہ کرے تو وہ اپنی جگہ سے نہ اٹھے گا

۳؎ میں خدا کے سامنے توبہ کر رہا ہوں اور اس سے دستگیری چاہتا ہوں
۴؎ میرے لیے باعث شرم ہے کہ میں خدا کے کرم سے گناہ کو بڑا سمجھوں۔

من آنم زپائے اندر افتادہ پیر
میں ڈہی گرا ہوا بوڑھا ہوں

نگویم بزرگی و جاہم بخش
میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ مجھے بزرگی اور مرتبہ عنایت کر

اگر یارے اندک زللّ داندم
اگر کوئی دوست میری تھوڑی سی خطا دیکھے

تو بینا و ما خائف از یکدگر
تو دیکھنے والا ہے اور ہم ایک دوسرے سے ڈرتے ہیں

برآوردہ مردم زبیروں خروش
لوگوں نے باہر ہی سے شور مچا رکھا ہے

بنادانی ار بندگاں سرکشند
اگر غلام نادانی سے سرکشی کرتے ہیں

اگر جرم بخشی بمقدار جود
اگر تو اپنی سخاوت کے اندازے کے مطابق خطائیں معاف کرے

وگر خشم گیری بقدر گناہ
اور اگر تو گناہ کے مطابق غصہ کرے

گرم دستگیری بجائے رسم
اگر تو میری دستگیری کرے تو میں کسی جگہ پہنچ جاؤں

کہ زور آورد گر نہ یاری دہی
اگر تو مدد کرے تو کون زور دکھا سکتا ہے

دو خواہند بودن بمحشر فریق
محشر میں دو فریق ہوں گے

عجب گر بود راہم از دست راست
تعجب ہوگا اگر میرا راستہ دائیں ہاتھ کی طرف ہوگا

دلم می دہد وقت وقت ایں امید
میرا دل مجھے ہر وقت یہ امید دلاتا ہے

عجب دارم ار شرم دارد ز من
مجھے تعجب ہے اگر وہ مجھ سے حیا برتے گا

ق

نہ یوسف کہ چندیں بلا دید و بند
کیا یوسف نے ایسا نہیں کیا کہ اس قدر مصیبت اور قید دیکھی

گنہ عفو کرد آل یعقوب را
تو یعقوب کی اولاد کی خطا معاف کر دی

خدایا بفضلت توام دستگیر
اے خدا تو اپنے فضل سے میری دستگیری فرما!

فرو ماندگی و گنا ہم بخش
میری کوتاہی اور گناہ کو بخش دے

بنابخردی شہرہ گرداندم
تو مجھے بے عقل مشہور کر دے

کہ تو پردہ پوشی و ما پردہ در
اس لیے کہ تو پردہ رکھنے والا ہے اور ہم پردہ چاک کرنے والے ہیں

تو با بندہ در پردہ و پردہ پوش
تو پردے میں بھی بندے کے ساتھ ہے اور پردہ پوش ہے

خداوندگاراں قلم در کشند
تو مالک معاف کر دیتے ہیں

نماند گرفتارے اندر وجود
تو کوئی گرفتار موجود نہیں رہ سکتا ہے

بدوزخ فرست و ترازو مخواہ
تو دوزخ میں بھیج دے اور ترازو نہ منگا

وگر بفگنی بر نگیرد کسم
اور اگر تو گرا دے تو کوئی دستگیری نہیں کر سکتا

کہ گیرد چو تو رستگاری دہی
اگر تو چھٹکارا دیدے تو کون گرفتار کر سکتا ہے

ندانم کدامیں دہندم طریق
معلوم نہیں مجھے (فرشتے) کون سے کا راستہ دینگے

کہ از دست من جز کجی برنخاست
اس لیے کہ میرے ہاتھ سے تو کجی کے علاوہ کچھ نہیں ہوا

کہ حق شرم دارد ز موئے سپید
کہ اللہ تعالیٰ کو سفید بالوں سے حیا آتی ہے

کہ شرمم نمی آید از خویشتن
اس لیے کہ مجھے اپنے آپ سے تو شرم نہیں آتی

چو حکمش رواں گشت و قدرش بلند
جب ان کا حکم جاری اور مرتبہ بلند ہو گیا

کہ معنی بود صورت خوب را
اس لیے کہ اچھی صورت بھی کوئی معنیٰ رکھتی ہے

۱۔ لیکن چونکہ تو پردہ پوش ہے لہذا ہم بے باک ہو گئے ہیں۔
۲۔ ہمارے گناہ تو اس قدر بڑھے ہوئے ہیں کہ بلا تولے نتیجہ ظاہر ہے۔
۳۔ ایک دائیں جانب والے اور ایک بائیں جانب والے۔
۴۔ اللہ بوڑھے انسان کو سزا دینے سے حیا کرتا ہے۔
۵۔ حضرت یوسف نے بھائیوں کے مصائب برداشت کیے لیکن قدرت حاصل ہو جانے پر سب کو معاف کر دیا۔
۶۔ خدا حسن ظاہری کے ساتھ پاکیزہ اخلاق بھی عنایت کر دیتا ہے۔

بکردار بد شاں مقید نکرد
اُن کے بُرے کردار کی وجہ سے قیدی نہ بنایا
زلطفت ہمی چشم داریم نیز
تیری مہربانی سے ہم بھی امید کرتے ہیں

بضاعات مزجات شاں رد نکرد
ان کی کھوٹی پونجی کو نہ لوٹایا۔
بدیں بے بضاعت ببخش اے عزیز
اے عزیز اس بے بضاعت کی بھی بخشش فرمادے

بضاعت نیاوردم الا امید
امید کے علاوہ میں کوئی سرمایہ نہیں لایا
خدایا ز عفوم مکن ناامید
اے خدا مجھے معافی سے ناامید نہ کر!

گذارش

سب رنگ کتاب گھر نے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں سے سب سے پہلے گلستان بتحشیہ مولانا سجاد حسین صاحب صدر مدرس مدرسۂ عالیہ فتحپوری دہلی، شائع کی جس کی ملک میں غیر معمولی مقبولیت ہوئی اُس کے بعد بوستاں بتحشیہ مولانا موصوف شائع کی جو انتہائی پسندیدگی کی نظر سے دیکھی گئی۔ مولانا موصوف سے ہی گلستاں کا ترجمہ کرایا گیا اور گلستاں مترجم شائع کی گئی۔

اب یہ بوستاں مولانا موصوف ہی کے ترجمہ کے ساتھ ہدیۂ ناظرین ہے ادارہ اپنی ان کوششوں پر بجا فخر کرسکتا ہے اور یہ کہہ سکتا ہے کہ ۱۸۵۷ء کے انقلاب کے بعد ان کتابوں کی ہندوستان میں دوبارہ زندگی اس ادارہ ہی کی رہینِ منت ہے۔ خدا اس کوشش کو مقبول فرمائے۔

منیجر سب رنگ کتاب گھر دہلی

مطبوعہ

ٹچنگ کردہ محمد عفران کھوڈوی

خدا کا شکر ہے کہ ۵ محرم ۱۳۸۱ھ میں یہ ترجمہ اور حاشیہ پایۂ تکمیل کو پہونچا
سجاد حسین